

# فتاویٰ نوریہ

علامہ محمد نور الدینی صاحب دوا

شعبہ احکامات اسلامیہ

دارالافتاء دارالحدیث  
لاہور

جلد ۱۸۵



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

كشف الدجى بحباله

حسنة جمع حصاله

مكتوب

نور السموات والأرض  
والله اعلم

من أنوار ملكوتهم فمما مضى المصطفى في رجب ليلة الجمعة  
وقد انوار عظمى في رجب ليلة الجمعة في رجب ليلة الجمعة  
من أنوار ملكوتهم فمما مضى المصطفى في رجب ليلة الجمعة  
وقد انوار عظمى في رجب ليلة الجمعة في رجب ليلة الجمعة  
من أنوار ملكوتهم فمما مضى المصطفى في رجب ليلة الجمعة  
وقد انوار عظمى في رجب ليلة الجمعة في رجب ليلة الجمعة



يَسْتَفْتُونَكَ ط

قُلِ اللَّهُ

يُفْتِيكُمْ



# فتاویٰ نور

جلد اول

مکتبہ انوار اسلام، دارالعلوم دیوبند، دارالافتاء  
دیوبند، پاکستان

پیش روئے کتاب: حضرت مولانا محمد امجد علی صاحب  
مدرسہ دارالعلوم دیوبند، دارالافتاء

ناشر

شعبہ تصنیف و تالیف دارالعلوم خفصیہ فریدیہ  
بیسرپور، ضلع اوہانہ

فناوی نوریہ	جلد
اول	تصنیف
فقیہ اعظم مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمہ	ترتیب و تدوین
مولانا ابوالفضل محمد نصر اللہ نوری علیہ الرحمہ	ترتیب نو
(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری	اشاعت اول
۱۳۹۴ھ / ۱۹۷۷ء	اشاعت دوم
۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء	اشاعت سوم
ربیع الاول ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۱ء	اشاعت چہارم
صفر المظفر ۱۴۱۸ھ / جون ۱۹۹۷ء	اشاعت پنجم
جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ / اگست ۲۰۰۳ء	اشاعت ششم
ربیع الاول ۱۴۲۹ھ / مارچ ۲۰۰۸ء	صفحات
۷۹۲	مطبع
چاپ پرنٹنگ پریس، ریٹی گن روڈ، لاہور	ناشر
فقیہ اعظم پہلی کیشنز بصیر پور (اوکاڑا)	قیمت
۴۰۰ روپے	

— / ۱۲۵۵

ISBN 969 9079 06 1



9 799079 060125

خریدی = ۵۱ / ۵۵ / ۲۰۱۵ منگل

# نقش آغاز

سبح حق (جل جلالہ) کا ہے حد و حساب شہر اور قاسم نعم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے پایاں سعادت  
کرم ہے کہ مجتہد الاسلام یحییٰ فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کی شہرہ آفاق تصنیف "فتاویٰ نوریہ" کے پہلے حصے کا  
پچھٹا اینڈیشن منظر عام پر آ رہا ہے۔

حضرت علیہ الرحمہ نے درس و تدریس، تبلیغ و ارشاد اور فتویٰ نویسی کا کام نیت و اخلاص سے  
ساتھ پچاس سال تک انجام دیا۔ اس دوران آپ کے بعض فتوے رجسٹروں میں نقل کیے جاتے رہے  
اور بہت سے فتاویٰ مسائل کی غلت یا نقل کی عدم موجودگی کے باعث محفوظ نہ رکھے جاسکے۔ اس  
طرح آپ کے وصال (۱۸۸۳ء) تک "فتاویٰ نوریہ" کے قلمی نسخے کی پانچ جلدیں تیار ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ برادر گرامی شیخ الفتح و الحدیث علامہ ابو الفضل محمد نصر اللہ نوری کی روح مقدسہ پر  
کروڑوں رحمتیں نچھاور کرے جنہوں نے ان غیر مرتب فتوؤں کی تدوین و تہذیب کی طرف توجہ فرمائی۔  
چنانچہ ۱۸۷۳ء میں "فتاویٰ نوریہ" کی پہلی جلد اور ۱۸۷۷ء میں دوسری جلد زیور طباعت سے آراستہ  
ہوئی۔ تیسری جلد کی تدوین کا کام ابھی ابتدائی مرحلے میں تھا کہ مالک حقیقی نے آپ کو اپنی آغوش  
رحمت میں لے لیا۔۔۔۔۔ شکر اللہ مسامحہ۔

آپ کے وصال کے بعد بقیہ جلدوں کی تدوین کی ذمہ داری احقر کے حصے میں آئی چنانچہ تیسری جلد  
۱۸۸۳ء میں اور چوتھی، پانچویں اور چھٹی جلدیں ۱۸۹۰ء میں منظر عام پر آئیں۔۔۔۔۔ جلد ۱ تا ۲ میں درج  
ذیل ابواب آگئے ہیں۔

زکوٰۃ، عسر، روزه، وصیت ہلال، احکام حج، رضاعت، نکاح، طلاق، طہار، ذبح اور حلال و حرام جانور،  
قریبانی، حقیقہ، تہذیب، غلو، اباحت، بیوع، سود، رہن، دعویٰ، ثبوت نسب، حق پرورش، وصیت، فرائض  
(احکام میراث) عقائد، تفسیر، حدیث وغیرہ۔۔۔۔۔

زیر نظر حصہ طہارت، اوقاف (مساجد وغیرہ)، کتاب الصلوة، اوقات، اذان، امامت، مباہات و  
صلوات نماز، قرائت و تروید، اہل، سجدہ سو، نماز مسافر، جمعہ و عیدین، جنازہ وغیرہ ابواب پر مشتمل ہے۔  
۔۔۔۔۔ ان ابواب سے متعلق بعض اہم مسائل اور نادر تحقیقات فتاویٰ نوریہ جلد ششم میں بھی شامل  
دی گئی ہیں۔



”فتاویٰ نوریہ“ کے اس حصے میں ۱۷۳ استفتاءات کے جوابات ہیں جن میں علماء ودانشور معمرات  
استفتاءات کی تعداد ۷۲ ہے۔۔۔ گویا فتویٰ طلب کرنے والوں کی ایک تہائی سے زائد تعداد علماء اور  
دانشوروں کی ہے۔۔۔ اس جلد میں سات عدد مستقل رسائل ہیں:

۱۔۔۔ فتاویٰ اساجید ہمارا الساجد ۱۵۵ تا ۱۸۳

مسجد کے کسی حصے کو مسجد سے خارج کرنا حرام ہے

۲۔۔۔ تحریر فی الزوال بنور عدل فی الزوال ۲۲۲ تا ۲۳۲

عمر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نادر تحقیق

۳۔۔۔ ابداء البشری بقبول الصلوٰۃ فی الصلوٰۃ الکبریٰ ۲۳۳ تا ۲۴۳

نماز عید نصف التہار حقیقی تک ادا کی جاسکتی ہے

یہ رسالہ مشرقی پاکستان سے آمدہ استفتاء کے جواب میں تحریر کیا گیا

۴۔۔۔ تفصیل الابامین عند ثانی الاذانین ۲۷۷ تا ۳۰۱

جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم

۵۔۔۔ کبر الصوت ۳۳۳ تا ۳۴۲

۶۔۔۔ خیمہ کبر الصوت ۳۴۷ تا ۳۵۵

لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

۷۔۔۔ انوار اتقن الدولہ فی اجوبۃ اسئۃ فکادولہ ۶۸ تا ۶۵۳

جمعہ، عرس، فاتحہ، غلبہ، الانام، طعام، پر ختم، ساتواں، چہلم، مزارات

پر گہنہ بنانے، چراغ جلانے اور استمداد اولیاء وغیرہ مسائل پر مشتمل رسالہ

مجموعی طور پر اس حصے میں ۶۰۰ سے زائد فقہی جزئیات کا مدلل بیان ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ اس جلد کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا جس کے آغاز میں کتب

تآخذ کے صرف نام درج تھے جب کہ فرست مسائل آخر میں تھی۔۔۔ ۱۹۸۱ء میں جب دوسرا ایڈیشن چھپا

تو اس میں مختصر حالات مصنف و مرتب کا اضافہ کیا گیا اور فرست آخر کی بجائے ابتدا میں لگا دی گئی۔۔۔

۱۹۹۱ء میں ترتیب نو کے ساتھ تیسرا ایڈیشن شائع ہوا جس میں حسب ذیل ترامیم کی

- پتہ پتہ میں جیسے کہ پتہ پتہ میں ہے۔
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے

- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے
- منہ سے نکالنے والے کلمے

منہ سے نکالنے والے کلمے

منہ سے نکالنے والے کلمے

منہ سے نکالنے والے کلمے

منہ سے نکالنے والے کلمے

بعد آئندہ مراجع کی نمائندت جامع فہرست مرتب کی جس میں مصنف، مطبع، سن اشاعت اور مصنف کے سوا  
 وسائل وغیرہ کی تفصیل درج ہے۔ اسی طرح آیات و احادیث کی فہرست بھی ان ہی کی مرتب کردہ ہے۔

- مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری نے فہرست کو عام فہم بنایا۔
- مولانا حافظ محمد عرفان اللہ اشرفی نے جزوی طور پر پروف ریڈنگ کی۔
- مولانا محمد یوسف نوری مجدد الوہی اور مولانا صاحبزادہ محمد فیض المصطفیٰ نوری نے بڑی محنت اور دل  
 جسی سے ہر شے کی اور اسے حسن صوری سے آراستہ کیا۔ نیز مؤخر الذکر نے جملہ علمائے امور ہدیٰ لکھنؤ  
 اور دلچسپی سے انجام دیئے۔

- کتابت مولانا شاہ محمد چشتی نے کی جب کہ مولانا عزیز احمد نوری اس کے لئے ممد و معاون رہے۔
- علامہ احمد علی تصوری اور پروفیسر خلیل احمد نوری نے مفید مشوروں سے حوصلہ افزائی کی۔
- ادیبوں قلمی کا یہ حسین گلدستہ آپ کے پیش نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو اپنی بے کراں نعمتوں سے  
 مالا مال فرمائے۔

ہم نے اس جلد کی تصحیح و تزئین کی مقدور بھر کوشش کی ہے تاہم اگر کہیں کوئی غامی نظر آئے تو اسے ہماری  
 کوتاہی پر محمول کیا جائے۔

اللہ رب العزت جل و علا اپنے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کے صدقے صاحب قلمی  
 نوریہ کے درجات بلند فرمائے اور جاوہ حق کے مسافروں کو آپ کے علی فیضان سے مستفیض و مستیر ہونے کی توفیق  
 بخشے اور قلمی نوریہ کے نور کو عام فرمائے۔ آمین بجاہ طہ و یسین۔۔۔ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ  
 اجمعین۔۔۔

محمد عجب اللہ نوری

نہرست

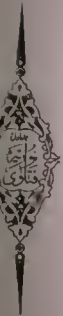


۱	۲	۳	۴	۵
۶	۷	۸	۹	۱۰
۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵
۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰
۳۱	۳۲	۳۳	۳۴	۳۵
۳۶	۳۷	۳۸	۳۹	۴۰
۴۱	۴۲	۴۳	۴۴	۴۵
۴۶	۴۷	۴۸	۴۹	۵۰
۵۱	۵۲	۵۳	۵۴	۵۵
۵۶	۵۷	۵۸	۵۹	۶۰
۶۱	۶۲	۶۳	۶۴	۶۵
۶۶	۶۷	۶۸	۶۹	۷۰
۷۱	۷۲	۷۳	۷۴	۷۵
۷۶	۷۷	۷۸	۷۹	۸۰
۸۱	۸۲	۸۳	۸۴	۸۵
۸۶	۸۷	۸۸	۸۹	۹۰
۹۱	۹۲	۹۳	۹۴	۹۵
۹۶	۹۷	۹۸	۹۹	۱۰۰

# فہرست

## مسائل فقہیہ نویریہ - جلد اول

نمبر	مسائل	صفحہ
	کتاب الطہارۃ ————— ۱۱۱-۱۳۴	
۱	غسل خانہ میں بروقت غسل وضو جائز ہے۔	۱۱۳
۲	اس وضو کے ساتھ نماز جائز ہے۔	۱۱۳
۳	بروقت غسل نہ کرے حکم طہیہ نہیں پڑنا چاہیے۔	۱۱۳
۴	وضو کے لئے نیت شرط نہیں۔	۱۱۴
۵	نماز جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لئے وضو یا تمیم کیا تو اس سے باقی نمازیں جائز ہیں۔	۱۱۵-۱۱۴
۶	وضو اور غسل کے لئے نیت شرط نہیں۔	۱۱۶
۷	نماز جنازہ میں قہقہہ مفسد وضو نہیں، باقی تمام نمازوں میں مفسد نماز وضو ہے۔	۱۱۶
۸	برنماز کے لئے تازہ وضو کرنے کے مسائل۔	۱۲۳
۹	وضو پر وضو نور علی نور ہے۔	۱۲۳
۱۰	ہوا خارج ہونے کی وجہ سے استنجاء کرنے اور شلوار دھونے کی ضرورت نہیں۔	۱۲۵
۱۱	پھولا یا پھٹا ہوا یا بھتے ہوئے خون والا جانور کنوئیں سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے۔	۱۲۶
۱۲	کنواں اگر چھتر وار ہے تو تمام وجود پانی کا اندازہ کر کے اتنی مقدار میں نکال جائے۔	۱۲۶
۱۳	اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کنوئیں میں جانور کب گرا ہے تو تین دن رات کی نمازیں	



تسا کر رہی اور جو کچھ وہ دھوے ہوں پاک گئے ہائیں

۱۴ کنوئیں میں پاخانہ گرنا تو پہلے وہ نکالا جائے، پھر قدر سے پھر چھڑک کر پانی

۱۵ جب جانور مرنے لگے تو جیسے تو صرف گل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے

۱۶ ایسا روڑا یا رپنا جو جانس کے پلید ہونے کا شہرہ ہے، کنوئیں میں گرنے سے

پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

۱۷ پلید شے کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت باقی ہے۔

۱۸ حلال جانور کنوئیں میں گر جائے تو جب تک اس پر یقیناً نجاست نہ ہو،

پلید نہیں ہوتا۔

۱۹ اگر کنوئیں میں پلید چیز کے وقوع کا یقین ہے تو وہ چیز نکال کر تمام پانی نکال جائے

۲۰ اگر وہ شے کنوئیں میں گر جائے تو تمام پانی نکالنے سے کنواں اور وہ چیز دونوں

پاک ہو جائیں گے۔

۲۱ تو میں کتا گر، اگر چربی وغیرہ اس پر لگی ہوئی ہے یا دب لواتی ہے تو پلید ہے

گ سے پاک ہو سکتا ہے۔

۲۲ دھوپ یا ہوا سے بدلہ و زائل ہو جائے تب بھی نور پاک ہو جائے گا۔

۲۳ پلید زمین اگر دھوپ آگ یا ہوا سے خشک ہو جائے ورنہ پر نجاست کا اثر

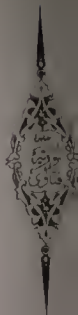
نہرے تو نماز کے حق میں پاک ہو جاتی ہے۔

۲۴ ایسی زمین سے تیز نہیں ہوتا۔

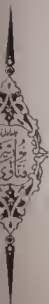
۲۵ خشک ہونے کے سبب سے پاک ہونے و زمین پانی کے ساتھ تر ہو جائے

تو دوبارہ پلید نہیں ہوتی۔

۲۶ اگر ٹیڈی سے ہڈیاں، غصے یا کوزے سا کراگ میں یکے سے جائیں تو



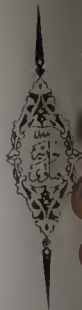
شمار	مسائل	صفحہ
۲۷	پاک ہو جلتے ہیں۔ بچے نے تیز میں پیٹاب کر دیا یا بخار زدنہ پید پانی سے ترک کیا ہو اکیر تیز میں بجرا پھر روٹیاں لگا دیں، اگر روٹیاں لگانے سے پہلے تیز خشک ہو چکا تھا تو روٹیاں پاک ورنہ پید۔	۱۳۰-۱۳۱
۲۸	کٹا گرنے کی موت میں اگر تیز کے ساتھ اس کی چربی یا پونہیں لگی تو تیز پاک ہے۔	۱۳۱
۲۹	پید چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پید نہیں کرتا۔	۱۳۱
۳۰	گند گروں سے گزر کر ہو اکیر سے کو چھوئے تو کپڑا پید نہیں ہوتا۔	۱۳۱
۳۱	حمام میں نجاست جلنے سے اگر اس کی دیواروں سے عرق کے قطرے گریں تو وہ پید نہیں۔	۱۳۱
۳۲	ہر شخص شے قلب مابیت کے بعد پاک ہو جاتی ہے۔	۶۹۷
۳۳	گوبر کے اوپلوں سے گرم کئے تیز میں روٹیاں لگانے میں کراہت نہیں ہے جو پانی چھڑکنے سے زائل ہو جاتی ہے۔	۱۳۲-۱۳۱
۳۴	احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شہات پیدا کئے جائیں۔	۱۳۲
۳۵	تیز میں روٹیاں پاک رہی ہوں، میٹھک گر جائے تو اگر دھوئیں کی بوبارنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو ناپاک ہے ورنہ حرج نہیں۔	۱۳۲
۳۶	تیز میں گدھا گرا، اگر چربی وغیرہ کوئی آلائش نہیں لگی تو پہلے کی طرح پاک ورنہ ناپاک، جو کھڑ چٹا ور ملاسنے سے پاک ہو جائے گا۔	۱۳۳
۳۷	حدیث شریف جعلت لی الارض مسجداً وطمحور۔	۱۳۳
۳۸	خروج وقت سے پہلے پانی ملنے کی امید ہو تب بھی اول وقت میں نازتیم کے تحت جاری ہے	۲۱۱



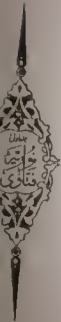


# کتاب الوقت اسباب وغیرہ — ۱۳۵-۲۲۰

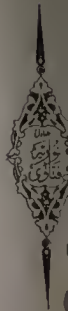
- ۳۵-۳۷ نئی مسجد تعمیر کر کے پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔
- ۳۸-۳۹ اگر آبادی ویران ہو جائے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے۔
- ۴۰ مسجد آسمان کی بلندی اور تحت اثری ملک مسجد ہی ہے۔
- ۴۱-۴۲ اگر موجودہ مسجد قائم رکھیں اور نئی تعمیر کریں جس سے موجودہ غیر آباد ہو تو ناجائز ہے۔
- ۴۳ اگر گاؤں ویران ہو گیا تو گاؤں والے مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں والی مسجد پر لگا سکتے ہیں۔
- ۴۴ مسجد میں دوکانیں بنانا، کرایہ پر دینا حرام ہے۔
- ۴۵ مسجد کے کسی حصہ کو نفع کمانے یا بنے کی جگہ بنانا منع ہے۔
- ۴۶ غیر آباد گاؤں کی مسجد کا سامان حاکم اسلام کی اجازت سے کسی نئی یا پرانی مسجد لگا سکتے ہیں۔
- ۴۷ وقف عرض یا وقف ربطہ غیر آباد کا سامان دوسرے وقف میں منتقل کیا جاسکتا ہے۔
- ۴۸ دریلے غرق شدہ مسجد کا بے بیہ سامان یا اس کی قیمت حاکم شرع کی اجازت سے دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں۔
- ۴۹ مسجد کا استعمال سامان خرید کر اپنی عمارت میں استعمال کیا جاسکتا ہے مگر ناپاک و تعمیر جگہ پر نہ لگایا جائے۔
- ۵۰ مسجد کا کوڑا کرکٹ ناپاک جگہ نہ ڈالا جائے۔
- ۵۱ قبرستان کے درخت تعمیر مسجد میں حرق کئے جاسکتے ہیں۔
- ۵۲ مسجد کا یا نام سامان فروخت کر کے اس کے عوض کسی مسجد کے لئے نیسا



- ۵۰ مسجد کے لئے وقف شدہ چیز کو کسی اور جگہ استعمال کرنا منع ہے۔
- ۵۲ مسجد کے چاروں طرف کی روشنی میں مسجد میں کتب شریعہ کا درس دینا تہائی رات تک جائز ہے۔ اس کے بعد منع ہے۔
- ۱۵۱ آگاہ مسجد عاریتہ کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں۔
- ۱۵۱ خاتم مسجد امام اور متولی کے گھر کے لئے مسجد کی چیز استعمال کرنا ناجائز ہے۔
- ۵۶ مسجد کے لئے کوئی چیز زائد از ضرورت آہائے تو اسے بشرائط فروخت یا دوسری مسجد میں منتقل کیا جاسکتا ہے اور بعض صورتوں میں واقف اپنے تصرف میں لاسکتا ہے۔
- ۱۵۱ پختہ مسجد بن جانے کی وجہ سے سابقہ کچی مسجد ہمارا کرنا منع ہے۔
- ۱۵۳-۱۵۲ نئی مسجد تعمیر کر کے پہلی مسجد کی جگہ امام کا گھر بنانا ناجائز ہے۔
- ۱۵۳ رسالہ عقود العساجد لعماد المساجد۔
- ۱۵۵-۱۸۳ صحن مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنے کے جواز میں مولوی عبدالحق صاحب کے فتوے کا تفصیلی رد بہود و فضلوں پر مشتمل ہے۔
- ۱۵۷ فصل اول سے نوری جواب سوال۔
- ۱۵۷ مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا ناجائز ہے۔
- ۱۵۸ مسجد کا حصہ ہزارہ مسجد ہے۔
- ۵۵ او من اظلم من من مع مسجد ائذہ الا یہ کاشان نزول اگرچہ خاص مگر حکم عام مسجد کو عام ہے۔
- ۱۵۸ مسجد میں نماز و عبادت سے روکنا منع ہے۔
- ۱۵۹-۱۵۸ مسجد میں نماز کی تعریف



- ۶۸ مسجد اور عمارت قرآنی دین کے نشان ہیں۔
- ۶۹ اگر یہ فی سبوت اذن اللہ ان شرع میں تمام مسجد ملو ہیں۔
- ۷۰ ارشاد باری تعالیٰ ان المسجد للذی استدل۔
- ۷۱ مسجد میں گم شدہ چیز کے اعلان کی ممانعت میں حدیثیں۔
- ۷۲ جس کام کے لئے مسجد بنائی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں منع ہے۔
- ۷۳ فضائل مسجد میں چند حدیثیں۔
- ۷۴ ویران مسجد مسجد ہی ہے اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔
- ۷۵ مسجد کا فرائض بنانا شارع علیہ السلام کو پسند ہے اس سلسلے میں ایک حدیث ثلثہ
- ۷۶ فصل دوم، نوری جواب استدلال۔
- ۷۷ مخالف کی اس دلیل کا جواب کہ چونکہ حلیم کو کعبہ سے الگ کیا گیا لہذا مسجد کا حصہ اس سے الگ کیا جاسکتا ہے۔
- ۷۸ حلیم صرف صورت کعبہ شریفہ سے خارج ہے اور شرعاً اس میں داخل ہے،
- ۷۹ احادیث سے اس کا ثبوت۔
- ۸۰ حلیم کا کعبہ میں داخل ہونا عبارت فقہار سے۔
- ۸۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیم کو مبارک کعبہ میں داخل نہ کرنے کا فہرہ احادیث۔
- ۸۲ کنز اور ثنایی کی عبارت سے استدلال مخالف کا جواب۔
- ۸۳ مسجد میں گزر گاہ مسجد ہی ہے لہذا اجنبی وغیرہ کا گزرنا منع ہے۔
- ۸۴ بوجہ عذر جو مسجد سے گزرے، تحیۃ المسجد پڑھے۔
- ۸۵ متعدد مرتبہ گزرنے والے کوں بھی صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھنی کافی ہے۔
- ۸۶ مسجد سے گزرنا جائز ہے مگر بلا ضرورت گزرنا مکروہ تحریم ہے۔



۱۶۶-۱۶۷

مسجد کا ذکر کا دوسرا جواب۔

۸۶

۱۶۶

معین مسجد کو عرف میں مسجد کہا جاتا ہے بلکہ بعض احکام میں وہ مکہ مسجد ہے۔

۸۷

مسجد میں راستہ بند کرنے کے جواز و عدم جواز کے بارے میں فقہائے کرام کی عبادتیں

۸۸

۱۶۸-۱۶۹

اور ان میں بہترین طریق۔

۱۶۹-۱۷۰

مخالفت کی تیسری دلیل اور اس کا جواب۔

۸۹

مسجد یا کسی اور وقف زمین کی جیت و تملیک کے منع ہونے کا ثبوت از عبادت فقہاء

۹۰

۱۷۰-۱۷۱

احادیث طیبہ۔

۱۷۰

ایم محمد علیہ الرحمہ کا قول عود الی ملک البانی مخرج ہے۔

۹۱

۱۷۱-۱۷۲

مخالفت کی چوتھی دلیل اور اس کا رد۔

۹۲

وقف کرتے وقت اگر واقعہ شرط کرے کہ جب چاہوں اس زمین کو اپنی دوسری

۹۳

۱۷۱

زمین سے تبدیل کر لوں گا تو یہ وقف و شرط دونوں صحیح ہیں۔

۱۷۱

اگر واقعہ فوت ہو جائے تو شرط استبدال دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی۔

۹۴

مسجد کے علاوہ دوسرے اوقاف میں شرط استبدال معتبر ہے اور مسجد میں اگر یہ

۹۵

۱۷۲-۱۷۳

شرط ہے تو باطل تصور ہوگی مسجد مسجد ہی رہے گی۔

۱۷۲

وقف میں یہ شرط معتبر نہیں کہ اس میں فلاں قوم نماز پڑھے فلاں نہ پڑھے۔

۹۶

۱۷۳-۱۷۴

مخالفت کی پانچویں دلیل اور اس کا رد۔

۹۷

۱۷۳-۱۷۴

وقف کے شرط سے ہے کہ بوقت وقف واقعہ کا ملک ہو۔

۹۸

غیر واقعہ متولی اگر کسی وقف متولی کو مسجد میں داخل کر دے تو وہ حقیقہ مسجد

۹۹

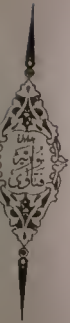
۱۷۴

نہیں بنتی اسے دوبارہ متولی بنانا جائز ہے۔

۸۵

تقریب مسجد کے بعد ضروریات مسجد سے امام اول نمبر پر ہے۔

۱۰۰





- ۱۰۱ تعمیر مسجد سے فاسخ رقم مستلام کا مکان بنانا جائز ہے۔ لیکن یہی وجہ ضرورت پانی چٹائی وغیرہ میں بھی وہ رقم صرف کی جاسکتی ہے۔  
۱۸۲
- ۱۰۲ مونا نایت مفتی مسعود علی قادری علیہ الرحمہ کے ایک فتویٰ کی نقل کہ میاں سوں کا چندہ مسجد پر لگانا جائز ہے۔  
۱۸۶
- ۱۰۳ مذکورہ فتوے پر نظر ثانی کرنے کے لئے مفتی صاحب کی خدمت میں مسئلہ خط کی نقل۔  
۱۸۸-۱۸۷
- ۱۰۴ مسجد قدس چونکہ نصارے کا قبلہ ہے لہذا اس پر باقی مسجد کا قیاس قیاس مع الفارق ہے۔  
۱۸۷
- ۱۰۵ نصارے کی رقم کو مسجد پر خرچ کرنے کا حیلہ۔  
۱۸۸
- ۱۰۶ فقیر مال زکوٰۃ کا مالک بننے کے بعد اسے تعمیر مسجد میں خرچ کر سکتا ہے۔  
۱۸۸
- ۱۰۷ مذکورہ خط کے جواب میں مفتی صاحب علیہ الرحمہ کا خط۔  
۱۸۹
- ۱۰۸ مفتی صاحب کے خط کا جواب۔  
۱۸۹-۱۹۰
- ۱۰۹ جعلت لی الارض مسجد دارالحدیث کے حکم سے نصاریٰ کی تعمیر کردہ مسجد میں نماز جائز ہے۔  
۱۹۰
- ۱۱۰ نصارے کی تعمیر کردہ مسجد کو حکم مسجد ہے یا نہیں اس کی دو صورتیں ہیں۔  
۱۹۰
- ۱۱۱ مسجد کے لئے حکومت نے رعایتی زمین دی تو یہ بیع و رعایت درست ہے اور ملک مشرعی ثابت ہو جائے گا۔ وقف کرنے کا اختیار مشرعی کو ہے۔  
۱۹۱-۱۹۲
- ۱۱۲ سرکاری زمین میں انجمن کو بلا تصفیہ مسجد تعمیر نہیں کرنی چاہئے۔ اگر تعمیر ہو جائے تو نماز اس میں جائز ہے۔  
۱۹۳-۱۹۵
- ۱۱۳ حکومت کو چاہئے کہ رعایتی نرخ پر وہ زمین انجمن کو فروخت کر دے۔  
۱۹۵
- ۱۱۴ راضی متروک وغیرہ میں تعمیر کرنا جائز ہے اور وہ مشرعی مسجد ہوگی اس پر خرچ کرنے کا



- ۱۹۷ وہی ثواب ہے جو دیگر مساجد پر خرچ کرنے کا ہے۔
- ۲۰۰ اراضی متعلقہ مسجد میں حباب کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالترتیب ثابت ہے۔
- ۲۰۰ للمفقذہ الذین احصوا (الایہ) میں طلباء کرام پر خرچ کرنے کا حکم۔
- ۲۰۱ گوردوارے کا سامان مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔
- ۱۱۸ ایک آدمی نے اپنی زمین کے دو ٹکڑوں میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا، چھوٹے کو متعلق وقف لکھا جسے بعد میں فروخت کر کے اس کی قیمت بڑے ٹکڑے پر صرف کر دی تو بڑے ٹکڑے کا وقف ہونا جائز و صحیح و لازم ہے۔
- ۲۰۲
- ۲۰۳ لزوم وقف پر امام البریسف کے قول پر فہم ہے۔
- ۲۰۳ چھوٹے ٹکڑے کے فروخت سے بڑے کے وقف ہونے کو نقصان نہیں پہنچتا۔
- ۲۰۵ تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کا وقف کرنا جائز و صحیح ہے۔
- ۲۰۵ اس منقول کا وقف جو غیر منقول کے تابع ہے، جائز ہے۔
- ۱۲۳ واقف کی طرف سے غنا پر کل وصی بنانا مشروع و جائز ہے، اس کیلئے تحریر شرط نہیں۔
- ۲۰۹ وصی کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو حق تولیت نہیں۔
- ۲۰۹ وصی کے اختیارات قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں۔
- ۲۰۹ وصی واقف کے باپ سے بھی مقدم ہے۔
- ۱۲۷ گاڑی میں نماز کے دوران قبلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے۔
- ۱۲۵
- ۱۲۸ بیمار و کمزور نہیں تو کھڑا ہو کر نماز پڑھے، بعد میں اعادہ کی ضرورت نہیں۔
- ۲۰۸ چلتی گاڑی چلتی کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے چلتی ہیں۔
- ۲۰۸ بحکم احادیث و کتب فقہ کشتی میں نماز فرض ادا ہو سکتی ہے۔
- ۲۰۸ کشتی گنادرہ کے قریب ہو اور اتر سکتا ہو تب بھی اس میں نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔

۳۲ کشتی کا پھاس کے سوار کی طرف منسوب نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا پھاس حکماً سوار کا چلنا ہے۔

۲۰۸ ۱۳۳ چلتی کشتی جو ان نماز میں بمنزلہ زمین ہے، اپنے سوار کے حق میں کسرہ کی طرح ہے۔

۲۰۸ ۱۳۴ چلتی ریل بھی سوار کے حق میں بمنزلہ زمین و مکروہ ہے۔

۲۰۹ ۱۳۵ فقتائے کرام نے ایسی گاڑی پر جس کا کوئی حصہ جانور پر نہ ہو جو ان نماز پر اخص کی تصریح فرمادی۔

۲۱۰ ۱۳۶ ریل رٹاں میں نماز کا جواز شرط اتحاد مکان کے منافی نہیں۔

۲۱۰ ۱۳۷ کشتی یا ریل میں نماز سمت قبلہ کی طرف شروع کرے اور اگر وہ سمت قبلہ سے پھر جائے تو نمازی بھی قبلہ کی طرف پھر جائے۔

۲۱۰ ۱۳۸ وہ عوارض جن کی وجہ سے ایسی چلتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔

۲۱۰ ۱۳۹ ان عذروں سے بعض ریل کے مسافروں کو بھی غالباً لاحق ہوتے ہیں لہذا ریل گاڑی پر نماز بطریق اولیٰ جائز ہے۔

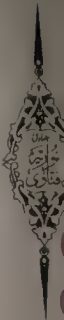
۲۱۱ ۱۴۰ مسافر ریل کو نماز کے لئے انتظارِ شیشین لازم نہیں۔

۲۱۱ ۱۴۱ مذکورہ عذروں میں سے کسی عذر کی موجودگی میں جانور پر فرض نماز جائز ہے اگرچہ خروج وقت سے پہلے زوالِ عذر کی امید ہو۔

۲۱۲ ۱۴۲ بھری و ہوائی جہازوں میں نماز جائز ہے۔

۲۵ ۱۴۳ ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے۔

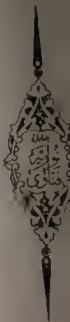
۲۱۴ ۱۴۴ مختلف مسجد میں حجامت بنا سکتا ہے ہاں مسجد میں بال و نہخن نہ گرنے یا نہیں۔



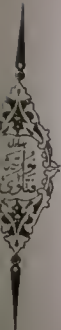
صفحہ	سوال	صفحہ
۲۱۶	۱۴۵ مسجد میں نعت خوانی جائز بلکہ مستحب و مستنون ہے۔	
۳۱۶	۱۴۶ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر وہ کھڑے ہو کر کفار کے رذیلے اشعار پڑھتے۔	
۲۱۹	۱۴۷ مسجد میں مباح و نبوی گفتگو نیکیوں کو نقصان دیتی ہے اور منہی مذاق ظلم ہے۔	
۳۵۲	۱۴۸ مسجد میں جھوٹی قسمیں اٹھانا سخت حرام ہے اور اس کا استعمال کفر ہے۔	
	<b>کتاب الصلوٰۃ (باب الاوقات) ۲۲۲-۲۶۶</b>	
۲۱۱	۱۴۹ وقت نماز کے لئے معیار نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی دہی جزو سبب و موجب ہے جس کے ساتھ اور متصل ہو۔	
۲۱۲	۱۵۰ غفلت و دور کرنے کے لئے اذان کے بعد توثیب جائز و مستحسن ہے۔	
۲۱۳	۱۵۱ ممانعت توثیب میں کوئی صحیح حدیث نہیں ملتی۔	
	۱۵۲ سایہ اصلی اور فی الزوال کے بیان میں عربی رسالہ "توزیر فی الزوال بنور عدل فی الزوال"	
۲۲۳-۲۳۲	۱۵۳ وقت ظہر کے اتمام میں صاحبین اور امام اعظم رضی اللہ عنہم میں اختلاف۔	
۲۲۶	۱۵۴ کتب شروح سے فی الزوال کی تقریب اور اس پر اشکال۔	
۲۲۷-۲۲۸	۱۵۵ فی الزوال کی صحیح تقریب۔	
۲۲۷	۱۵۶ فی الزوال کی اصناف اور الزوال کے لام کی تحقیق۔	
۲۲۸-۲۲۹	۱۵۷ الدائرۃ السنہ کی تشریح۔	
۲۳۰-۲۳۱	۱۵۸ اصلی سایہ معلوم کرنے کا طریقہ۔	
۲۳۱-۲۳۲	۱۵۹ سایہ اصلی پہنچانے کا ایک اور آسان طریقہ۔	
۲۳۲-۲۳۳	۱۶۰ وقت ضحوة الکبیرے نماز کے جو زمیں رسالہ "اخبار البشر سے بقول الصلوٰۃ فی	

صنوعہ الکبرے

- ۱۶۱ نماز عید میں حقیقی نیت الہا ہر جائے تو فاسد ہو جائے گی۔ ۲۳۹
- ۱۶۲ صنوعہ الکبرے میں نماز عید اور باقی نمازیں بلا شہر یقیناً جائز ہیں۔ ۲۳۹
- ۱۶۳ آیات شریفہ سے استدلال۔ ۳۳۱-۳۳۹
- ۱۶۴ کسی واقعی قدر سے نماز میں تاخیر ہو جائے تو آخر میں اگر ناجائز بنے احادیث سے استدلال۔ ۲۴۰
- ۱۶۵ متعدد احادیث میں کتب شرح حدیث سے ان کی تفسیر و تشریح۔ ۲۴۸-۲۴۹
- ۱۶۶ نصوص فقہیہ سے استدلال۔ ۲۵۴-۲۵۸
- ۱۶۷ قبل زوال تک نماز عید کا وقت باقی رہنے کے متعلق نصوص فقہیہ۔ ۲۵۲-۲۵۱
- ۱۶۸ روایت ہلال کی شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نمازی جمع نہ ہو سکیں یا اہرمقا اور سلام کے بعد ظاہر ہو کہ نماز بعد زوال کے ہوئی تو دوسرے دن پڑھی جائے۔ ۲۵۲
- ۱۶۹ امام نے بلا حق نماز عید پڑھی، زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہوا تو دوسرے دن پڑھے۔ ۲۵۲
- ۱۷۰ چودھویں صدی سے پہلے کی کسی کتاب میں یہ بالتحصیل نہیں ملا کہ انتہائے وقت عید صنوعہ الکبرے ہے۔ ۲۵۲
- ۱۷۱ روزہ پر نماز کا قیاس درست نہیں۔ ۲۵۴
- ۱۷۲ برہنہ، قسمستانی کا قول۔ ۲۵۶
- ۱۷۳ اس قول کے نو جوابات۔ ۳۶۳-۳۵۹
- ۱۷۴ نماز کے آخری وقت میں جس میں صرف التذکرہ کہا جاسکتا ہے بچہ بالغ ہو جائے یا کافر اسلام لائے یا عاصی و فاسق پاک ہو جائے یا دیوانہ ہر شخص پائے تو بالشرط نماز واجب ہو جاتی ہے۔ ۲۵۹



سوال	شمار
جبریل بائین نے عرض کی کہ میرے لائقہ عرض کرنے کی مدت میں سوچ آسمان میں	۱۷۵
۲۶۲	دو چھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کر گیا ہے۔
۲۶۳	بعض صورتوں میں غزوہ مکرر ہونے کے بعد نماز عید کا پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔
۲۶۴	وضاحت کے لئے اس مسئلہ کی چند مثالیں۔
۱۷۷	طلوع صبح سے طلوع آفتاب تک قبل از نماز فجر اور بعد از نماز فجر کسی بھی وقت
۲۶۵	فرض نماز کی قضائی دی جا سکتی ہے۔
باب الاذان ————— ۲۶۷-۳۰۷	
۲۶۹	۱۷۹ ولد الزنا کی اذان جائز ہے۔
۲۶۹	۱۸۰ ریش بریدہ فاسق ہے اس کی اذان محکومہ ہے۔
۲۷۰	۱۸۱ اذان مسجد سے باہر کہی جائے۔
۲۷۲	۱۸۲ جمعہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر نہ پڑھی جائے ہاں اگر مسجد بناتے وقت مسجد کے اندر ہی
۲۷۲	اذان کے لئے جگہ مقرر کر لی جائے تو جائز ہے۔
۲۷۳	۱۸۳ مسئلہ اذان ثانی کی قدر سے تفصیل۔
۲۷۵-۲۷۴	۱۸۴ اذان ثانی کا جواب اور اس کے بعد دہار جائز ہے۔
۲۷۵	۱۸۵ خطبہ شروع ہونے سے پہلے غیر نیا دی کلام بلا کر اہت جائز ہے۔
۳۰۸-۲۷۷	۱۸۶ جمعہ کی اذان ثانی کا جواب اور اس اذان میں نام پاک آنے پر کچھ ٹٹے چومنے کے
۲۸۳	۱۸۷ سوازیں نہایت مدلل و مبہن رافع اشکالات رسالہ تقبیل اللہ بایں عند ثانی للاذنین
۲۸۳	۱۸۸ ان اذانوں کا جواب بھی دینا چاہئے جو کسی نماز کے لئے نہ ہوں جیسے اذان نو مولوجد۔
۲۸۹-۲۸۸	۱۸۹ متعدد افراد کا بیک وقت اذان کہنا۔
۲۸۹	۱۹۰ اذان وغیرہ میں پیار سے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سنکر انگوٹھے چومنا



۳۰۵

اصلاح اور نیت سے سب دعوات ہے

۲۱۳

۱۹۰ حدیث پاک (استوب فی غیرہا کے جوابات

۱۹۱ منع توثیب کا حکم معلول بعلت خاصہ وجوداً وعدتاً ہے، جواب تمام نمازوں

۲۱۴-۲۱۳

کے حق میں موجود ہے۔

۲۱۴

۱۹۲ احتیاب توثیب کے ثبوت میں فقہاء کرام کی عباراتیں۔

۲۱۴

۱۹۳ حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے توثیب پر ناراض ہونے کی وجہ۔

۲۱۳

۱۹۴ اذان، وعظ اور تلاوت میں تعین ناجائز بنے اگرچہ تو ان کا سننا جائز نہیں۔

۳۰۲

۱۹۵ برکت بخیر حق علی الفلاح سے پہلے بیٹھنا ضروری نہیں۔

## باب الامامة ۳۰۹-۲۹۳

۳۱۵

۱۹۶ جھوٹ بولنے، جھوٹی شہادت دینے اور سود لینے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔

۳۱۷

۱۹۷ جلاوچ جہالت سے روکنا اور محض باپ بھتیجہ کی بہت بڑا ظلم ہے۔

۳۱۹

۱۹۸ جو شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا۔

۳۱۹

۱۹۹ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں سب ادبی کے کلمات بولنے والے

۳۱۹

پوری لگاؤ رکھنے اور فتنہ امیر تعویذ دینے والے کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔

۳۲۰

۲۰۰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین کریمین رضی اللہ عنہما سے افضل جاننے والے اور

۳۲۰

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعداء ہے

۳۲۲

۲۰۱ میاں بیوی کے جھگڑے وغیرہ ایسے مسائل میں کسی کو کافر نہیں کہا جاسکتا۔

۳۲۳

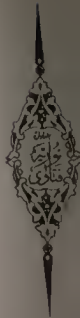
۲۰۲ لڑکیوں کے عوض رد بیہ نینے والے اور باپ کے بے فرمان کی امامت مکروہ تحریمی ہے

۳۲۳

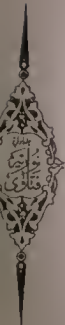
۲۰۳ زید نے اپنی بیوی لڑکی کو کسرال کے ناجائز تنگ کرنے کی وجہ سے اپنے پاس ٹھہرایا

۳۲۳

تو اس صورت میں اس کی امامت بلاشبہ جائز ہے۔

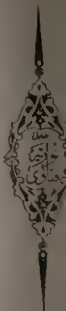


صفحہ	سہیل	نمبر
	قاذف، جھوٹے اور فاس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمیہ ہے، اگر توبہ کرے گا وہ جس پر	۲۰۴
۳۲۵	ہستان زنا گنا گیا ہے اس سے معافی لے لے تو امامت درست ہو جائے گی۔	
۳۲۵	بکر پر تمتع نہ لگے لیکن ثبوت نہ ہوا تو اس کی امامت بلا کراہت صحیح ہے۔	۲۰۵
	زید سے اپنے بیٹا کے حق میں جو شعر پڑھے ہیں اگر اس کا پیشوائی عالم عارف	۲۰۶
۳۲۶	تو وہ شعر درست اور اس کی امامت صحیح و نہ شعر حرم اور امامت و خطابت صحیح۔	
۳۲۶	علاج کے لئے باؤ لے کتے کا جگر لگانے والے کی امامت کا حکم۔	۲۰۷
	دارمعی منڈوانے والے، زنا کار اور نمازیں قضا کرنے والے کو امام بنانا اور لگانا	۲۰۸
۳۲۸	ایسا امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمیہ ہے۔	۲۰۹
۳۲۸	انگریزی تعلیم اور اور سیر ہونا امامت سے مانع نہیں۔	۲۱۰
	امام سجدہ نے غلامی میں ایک عورت کو طلاق کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام کا	۲۱۱
۳۲۹	نیا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟	
	دھوکہ باز اور جھوٹا شخص امامت کے لائق نہیں طاقت والوں پر لازم کہ اسے کما	۲۱۲
۳۳۲	سے الگ کر دیں۔	
	احق بالامامت کی موجودگی میں طاقت اور اثر و رسوخ سے امام بن جانا یا اصحاب	۲۱۳
۳۳۲	اقتدار کا اسے امام بن دینا ناجائز و ظلم مبین ہے۔	
	خیر سق امامت کو امام بن دینا جن نمازیوں کے اختیار میں نہیں ان کی نمازیں	۲۱۴
۳۳۵	جائز ہیں البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ تنزیہی ہیں۔	
	حدیث شریف صلوا لحدف کل بر وفاحش اور ائمہ جور کے پیچھے	۲۱۵
۳۳۵	صاحب کرام علیہم السلام کے نماز پڑھنے سے مسئلہ مذکورہ پر استدلال۔	
۳۳۵	کتب طحاوی سے استدلال۔	۲۱۶

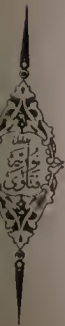




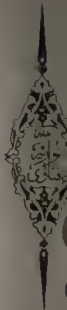
۳۲۱۳۳۸	کتاب فقہ سے استدلال۔	۲۱۷
۳۳۹	فاسق کی (مجبوراً) اقتدار سے ثواب جماعت حاصل ہو جاتا ہے گو متقی امام کے	۲۱۸
	اقتدار جیسا نہیں۔	
۳۳۹	اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدار حاصل کر سکتا ہے تو دوسری مسجد میں	۲۱۹
	جا نا بہتر ہے۔	
۳۳۹	قتلہ اہل عذر ایک یا متعدد نمازیں قضا کرنے والا فاسق ہے اس کے پیچھے	۲۲۰
۳۳۹	نماز مکروہ تحریمہ ہے۔	
۳۳۹	بوجہ مجبوری گداگری کرنے والے کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے لیکن بہتر غیر ہی ہے۔	۲۲۱
۳۳۹	دارحی منڈوانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمہ ہے اس کا ٹوٹنا واجب ہے۔	۲۲۲
۳۳۹	دارحی منڈوانے والا امام بنے تو اصل فرض ساقط ہو جاتا ہے گو نماز سخت	۲۲۳
۲۵۳	مکروہ ہے۔	
۳۳۹	قابل امامت نہ طے کی صورت میں ایسے آدمی کی اقتدار کرنا جس کی دارحی	۲۲۴
۳۳۹	قبضہ سے کم ہو صحیح و جائز ہے۔	
۳۳۹	صورت مذکورہ میں اقتدار انفرادی سے اولیٰ ہے بلکہ اگر نماز جمعہ ہے تو اقتدار	۲۲۵
۳۳۸	فردی ہے۔	
۳۳۹	امام کی دارحی اگر ابھی تک پوری ہوئی ہی نہ ہو یا خلفہ سرے سے اتری ہی ہو	۲۲۶
۳۳۹	یا کتروائے والا نائب ہو گیا ہو تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔	
۳۵۰	خشیشی دارحی والے کی اقتدار سے پرہیز چاہئے۔	۲۲۷
۳۵۰	دارحی منڈوانے یا پشت سے کم تر شوانے والے کی اقتدار مکروہ ہے بے	۲۲۸
۳۵۰	تخصیل کو بہت۔	



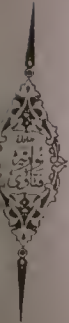
شمار	مسائل	صفحہ
۲۲۹	اپنے جیسے ناس کے پیچھے ناز ادا کرنے کا بھی یہی حکم ہے کہ فرض ادا ہو جائے گا اور ناز واجب الاعداء ہے۔	۳۵۳
۲۳۰	اگر قدنی طور پر درمھی نہ ہو یا تازہ بالغ ہو، ابھی درمھی اتری نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے۔	۳۵۳
۲۳۱	درمھی شت سے کم کر دینی حرام ہے اسبابہ خضاب بھی ناجائز ہے جس میں یہ جرم ہوں۔ سے امام نہ بنایا جائے۔	۳۵۴
۲۳۲	بالغ امر کی امامت کے بارے میں متعدد استفسارات	۳۵۹-۳۵۵
۲۳۳	بدعتیہ، گستاخ اور غمخیزت کے منکر کی امامت فرض و نفل کسی میں جائز نہیں	۳۵۹
۲۳۴	دو کا نذر امامت کر سکتا ہے۔	۳۶۰
۲۳۵	ایسا شخص جس کے مردانہ عضو کے درمیان سوراخ ہے، پیشاب بھی اسی سے کرتا ہے اور کوئی عورتوں والی علامت اس میں نہیں وہ خفشی نہیں ہے مرد، اس کی امامت درست ہے۔	۳۶۲
۲۳۶	عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو تو مرد کی ناز ٹوٹ جاتی ہے۔	۳۵۹
۲۳۷	اکیلہ لڑکا ہو تو مردوں کے ساتھ کھڑا ہو۔	۳۵۹
۲۳۸	امام کے پیچھے صرف ایک بالغ اور نابالغ ہو تو ناز جائز ہے، بالغ اگر زیادہ ہوں بھی ایک بچہ ساتھ کھڑا ہوگا۔	۱۳۵
۲۳۹	مقتدی کے لئے سلطان قرآن پاک پڑھنا ہے نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے، نہ دوسری سورت۔	۹۲۹
۲۴۰	قربانی کی کھانیں، ماسکد کو بطور مہر یا عدا کے دینی جائز ہیں۔	۱۸۵
۲۴۱	اگر وہ مسکد کے سامنے لکھ کر ناز پڑھانے کے جواز میں محتاذ رسالہ مکیہ العصور	۳۶۳-۳۵۵



۳۹۰-۳۹۱	۲۴۷	تعدد اسوں و سال حقہ میں کار آمد نہایت سعید بارہ تعدادات
۳۶۹-۳۷۰	۲۴۳	صوت و صدا کی تصریحیں مع فوائد ضروریہ۔
۳۷۹	۲۴۴	لاؤ و سپیکر سے سنی گئی آواز مسکرم کی اپنی ہی آواز ہے۔
۳۸۱	۲۴۵	اقتدار سے تحقیق کی تعریف۔
۳۸۱	۲۴۶	اقتدار سے صوری کی تعریف۔
۳۸۱	۲۴۷	موافقت صوریہ بلا غیبت اقتدار مفید نہیں۔
۳۸۲	۲۴۸	مسبق باقی رکھتیں بھول گیا اور ساختی کو دیکھ کر نماز پوری کی تو اس کی نماز صحیح ہے۔
۳۸۲	۲۴۹	مسبق اپنی رہی ہوئی نماز میں حقیقتہً دیکھا منفرد ہوتا ہے۔
	۲۵۰	مسبق اپنی باقی نماز میں کسی کی اقتدار نہیں کر سکتا اور نہ کوئی اس کا کوئی مقتدی ہی سکتا
۳۸۲		یہ اقتدار مفید نماز ہے۔
۳۸۲-۳۸۳	۲۵۱	نمازی کا غیر اہم سے آیت سجدہ سننے کے متعدد احکام۔
۳۸۳	۲۵۲	آیت سجدہ پڑھنے والا سامع کے لئے بمنزلہ امام ہے۔
	۲۵۳	مسافر امام نے مقیم مقتدیوں کو چار رکعتیں پڑھائیں تو مقتدیوں کی نماز فاسد ہے
		البتہ اگر پھل دو رکعتوں میں انہوں نے مفارقت کا ارادہ کر لیا تو اگر چہ صوری اقتدار
۳۸۴		کرتے رہے، ان کی نماز درست ہے۔
۳۸۵	۲۵۴	مکبر کی متابعت متابعت صوریہ ہے۔
۳۸۵	۲۵۵	یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں دو امام ہوں۔
۳۸۵	۲۵۶	مقتدی کی اقتدار جائز نہیں۔
	۲۵۷	نمازی کسی عارضہ کے سبب سے کوتاہی کر دیا ہو یا کرنے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز
		میں نہیں سے جاہت دے سکتا ہے ورنہ نمازی بھی اس جاہت کے مطابق

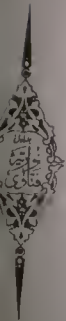


- ۲۵۷-۲۵۸. صراح نماز کر سکتا ہے۔
۲۵۸. امام مسافر جب نماز قصر سے سلام پھیرے تو نمازیوں کے ساتھ صلوات کم نہ۔
۲۵۹. امام مسافر کے سلام کے بعد قیام مقتدی انفرادی کے حکم میں ہے۔
۲۶۰. تفصیل جواب واصل اقول اثبات جواز۔
۲۶۱. سبیکہ کے ذریعہ انتقالات امام پر اطلاع پاکر یہ بروی کرنے والے مقتدیوں کی نماز جائز ہے۔
۲۶۲. قرآن و سنت اور عبارات فقہار کے استدلال۔
۲۶۳. ہمارے فہم کے کرام کی یہ ٹھوس کراہتیں ہیں کہ ایجا و سبیکہ سے صدیوں پہلے وضو فرما گئے۔
۲۶۴. عبارت شامی میں بسماع او رقبۃ ای من الامام والمکبر سے اشتباہ کا تفصیل جواب۔
۲۶۵. اگر صدائے انتقالات امام پر مطلع ہو کر نماز پڑھنا روا نہ ہو یا تو ایالیان اسلام مسجدوں کے گنبد و محراب نہ بناتے۔
۲۶۶. واصل دوم شبہات عدم جواز کا رد۔
۲۶۷. شبہات قد ار من لم یدخل فی الصلوۃ کا جواب۔
۲۶۸. حاشیہ میں علامت حضرت رضی اللہ عنہ کی متعدد عباراتوں کی نقل جن سے ثابت کہ نوگزراں کی آواز بعینہ اصل آواز ہے۔
۲۶۹. شبہ ملحق من الخاریج کا جواب۔
۲۷۰. مقتدی آیت سجدہ تلاوت کرے تو اس کے سماعت امام مقتدی کوئی بھی نہ۔

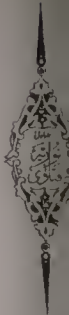


[illegible]

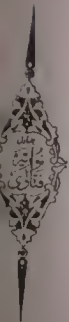
صفحہ	سائل	شمار
۲۲۹	جن ہنسنے نہ تشریح نہ کر فرمائی ان کے نزدیک یہ آیت فحش ہے۔	۲۸۸
۲۳۰-۲۳۱	آیت مذکورہ کی تشریح کی دوسری صورت جو مثبت قضا ہے۔	۲۸۹
۲۳۱	عبادت فقہات اس تشریح کا ثبوت۔	۲۹۰
۲۳۳	تفسیر سے تشریح مذکور کا ثبوت۔	۲۹۱
۲۳۴	آیت مذکورہ و احادیث مرفوعہ سے بالخصوص بہر قوی کا ثبوت۔	۲۹۲
۲۳۵-۲۳۶	احادیث موقوفہ و عبارات فقہات سے ثبوت۔	۲۹۳
۲۳۶-۲۳۷	سراج و ملج کی عبارات اذا جہر خرق الحلیۃ فقہ اسلم کا جواب۔	۲۹۴
۲۳۹	گنبد دار مساجد سے اثبات۔	۲۹۵
۲۴۰	صدائے سنائی گئی آیت مجیدہ سے مجیدہ واجب نہ ہونے سے جو شبہ پڑتا ہے، اس کا رد۔	۲۹۶
۲۴۱-۲۴۲	اس شبہ کا جواب کہ استعمال سپیکر سنت مسترد کا خلاف ہے (قیام بعلین سنت مکتوب)	۲۹۷
۲۴۲	سپیکر سے سنائی گئی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہے۔	۲۹۸
۲۴۷	وحدت آواز وحدت نوعی ہے۔	۲۹۹
۲۵۱	اس شبہ کا جواب کہ سپیکر استعمال کرنے کی صورت میں نزدیک والے مقتدی وہ ہری آواز سنتے ہیں لہذا یہ مکروہ ہے۔	۳۰۰
۲۵۲	اس شبہ کا جواب کہ احتیاط اس میں ہے کہ نماز میں سپیکر استعمال نہ کیا جائے۔	۳۰۱
۲۵۳	اس شبہ کا ازالہ کہ اگر سپیکر دوران نماز بند ہو جائے تو دور والوں کی نمازیں برباد ہو جائیں گی۔	۳۰۲
۲۵۴	اس شبہ کا ازالہ کہ سپیکر ایسی و کفار دوران کی مجالس کفر میں استعمال ہوتا ہے۔	۳۰۳
۲۵۴	نماز میں استعمال سپیکر کے متعلق استفتا جس میں تین اشکالات مذکور ہیں	۳۰۴



- ۴۵۵۔ اے ائمہ! میں نے صاحبِ حلّی سے اس آیت سے حد سنائی ہے۔
- ۴۵۶۔ ۳۰۵۔ فاعل مختار کا وہ کام جو کسی آواز غیر مختار کے ذریعہ انجام پائے فاعل مختار کا کام ہی شمار ہوتا ہے۔
- ۴۵۷۔ ۳۰۶۔ اسرافیل کی آواز کو تبار کے ذریعہ سنائی جائے گی، اس کے باوجود یہ سننے والے داعی فرمایا گیا۔
- ۴۵۸۔ ۳۰۷۔ آیت ولات تحس سے دوران نماز استعمال سپیکر کے عدم جواز پر استدلال کا جواب۔
- ۴۵۹۔ ۳۰۸۔ سپیکر کے متعلق مختصر استفتاء اور اس کا جواب۔
- ۴۶۰۔ ۳۰۹۔ نماز عیدین یا جمعہ وغیرہ میں سپیکر اور مکبرین دونوں کا استعمال ہو تو کیا گم ہے؟ استفتاء
- ۴۶۱۔ ۳۱۰۔ ماہنامہ نوری کرنا کے بارہ سوالات اور ان کے جوابات (استفتاءات)۔
- ۴۶۲۔ ۳۱۱۔ اجتماع نماز عیدین و جمعہ میں استعمال سپیکر کے متعلق استفتاء۔
- ۴۶۳۔ ۵۲۲-۴۹۳۔ باب مایکوزنی الصلوٰۃ وما لایکوز۔
- ۴۶۴۔ ۳۱۲۔ شیعوں کے ساتھ ضد کی وجہ سے آمین اور بھی کہنا سخت حرام ہے۔
- ۴۶۵۔ ۳۱۳۔ بوجہ ضد بلند آواز آمین کہنا باقی نمازیوں کے شروع میں بھی نقصِ حلال ہے۔
- ۴۶۶۔ ۳۱۴۔ اشغال الصائم کی تفسیر اور اس سے نہی۔
- ۴۶۷۔ ۳۱۵۔ کب سے اٹھ کر بائیں جانب شانے پر ڈالی جائے تو یہ اشغال الصائم داخل نہیں۔
- ۴۶۸۔ ۳۱۶۔ تو بیہوش کرنا زچہ یا سکودہ نہیں بلکہ تسخیر ہے۔
- ۴۶۹۔ ۳۱۷۔ لباس ستر ہونے کا شرط ہے۔
- ۴۷۰۔ ۳۱۸۔ لباس ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرعاً جائز ہو اور باعثِ زینت بنے، مستحسن و مستحسن ہے۔

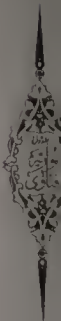


سور	سوال	نمبر
۵۰۲	مجاورد جیسے ننگے سر نہ پھنا مکروہ ہے۔	۳۱۹
۵۰۲	بجائے نماز اگر ٹوپی گروہے تو محل قلیل سے اٹھا کر سر پر رکھ لینا فضیلت ہے۔	۳۲۰
۵۰۳-۵۰۴	عمارہ بیع ٹوپی یا صرف ٹوپی یا صرف عمارہ پہننا تمیز طریقہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔	۳۲۱
۵۰۵	عمارہ بیع ٹوپی پہنکر نماز پڑھنے کے بارے مستفیق کی نقل کردہ حدیث کی کتاب میں نہیں ملی۔	۳۲۲
۵۰۵	مطلقاً عمارہ پہنکر نماز پڑھنے کی فضیلت میں دو ضعیف حدیثیں۔	۳۲۳
۵۰۶-۵۰۷	حدیث "ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپوں پر عمامے ہی کی بحث۔	۳۲۴
۵۰۷	قادری ٹوپی، ترکی ٹوپی، جناح کیپ عمامت اسلام ہیں۔	۳۲۵
۵۰۷	گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعار کفر ہیں، ممنوع ہیں۔	۳۲۶
۵۰۸	فقہ کی کسی کتاب میں نہیں کہ اکیل ٹوپی یا اکیلا عمارہ پہنکر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور یہ بھی نہیں کہ نماز میں عمارہ بیع ٹوپی ضروری ہے۔	۳۲۷
۵۱۰	فضائل دعا۔	۳۲۸
۵۱۲-۵۱۱	تین مرتبہ دعا مسنون ہے۔	۳۲۹
۵۱۳-۵۱۲	باتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت۔	۳۳۰
۵۱۳	نماز کے بعد تین مرتبہ باتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز و مستحب ہے۔	۳۳۱
۵۱۳	نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔	۳۳۲
۵۱۶	نماز میں امام کو تخفیف کرنی چاہئے۔	۳۳۳
۵۱۸	دعا وغیرہ کو آتا بانی نہیں کرنا چاہئے کہ رفتگی آگیا جائیں۔	۳۳۴
	استغفار، گھڑی کا پین میں یا رولڈ گولڈ وغیرہ کسی وحوات کا پہننا کیسا ہے۔	۳۳۵





شمار	سوال	صفحہ
	ہر نماز کا کیا حکم ہے؟	۵۱۹
۳۳۶	لوہے کی انگوٹھی کی ممانعت کو چھین کی ممانعت پر دلیل بنانا درست ہیں۔	۵۲۰
۳۳۷	یہ خیال کہ کڑا کھوں کا شعار ہے لہذا چھین منع ہے بے جا ہے۔	۵۲۰
۳۳۸	گھڑی کا چھین لوہے، تانبے، پیتل کا جائز ہے۔	۵۲۲
۳۳۹	سرنے چاندی کے علاوہ کسی دھات کا چھین ناجائز نہیں۔	۱۲۴
۳۴۰	جب یقینی طور پر انسان جان لے کہ فلاں کام اسی وقت میرے ذمہ فرض ہے تو طاعت ہوتے ضرور کرے اگرچہ نماز میں ہو۔	۳۸۱-۳۸۲
۳۴۱	نماز میں پتہ چلا کہ قبلہ اس طرف ہے تو ادھر پھر جائے۔	۳۸۱
۳۴۲	کسی کو چھت سے گرے یا آگ میں جلنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ ہو اور اس نے نمازی کو فریاد کر دی تو نمازی پر نماز توڑ کر مدد کرنا ضروری ہے۔	۳۸۱
۳۴۳	نا بینا کسی اور سمت تھری سے نماز شروع کر دے، بعد ازاں کوئی اسے قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس کی نماز جائز ہے۔	۳۸۸
۳۴۴	مریض بوجہ غلبہ مرض رکوع سجود اور رکعتوں کا خیال نہیں رکھ سکتا تو اگر کوئی اسے ساتھ ساتھ بتا جائے اور وہ اس کے مطابق ادا کرتا جائے تو نماز جائز ہو سکتی ہے۔	۳۸۹
۳۴۵	انکھی ہوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز نہیں ٹوٹی۔	۳۵۴
۳۴۶	وہ تادمہ تین جن میں نمازی کو خبر و علم اور تذکرہ حاصل ہو جائے لیکن وہ تکلم نہ کرے، مفسد نہ بنے۔	۳۹۴
۳۴۷	کسی فیہ کے کھنے یا آنے سے نمازی کا وہ کام کرنا جو نماز نہیں مفسد	۳۸۸



۳۹۵

نماز نہیں جبکہ وہ کام قلیل ہو۔

۳۹۶

نمازی کو سلام کہا جائے تو باتحد کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔

۳۹۶

نمازی کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے سے یہ سجائے وکھٹکے۔

۳۹۹

نمازی کا پرخچہ والے کو انگلیوں کے اشارے سے بتانا اگر اتنی رکعتیں پڑھ چکے ہیں

۳۵۰

۳۹۹

مفسد نماز نہیں۔

۳۹۶-۳۹۶

نمازی سر کے ساتھ ہاں یا نہیں کا اشارہ کر سکتا ہے۔

۳۵۱

کسی بات کا نظروں میں جواب دینا مفسد نماز ہے مگر جہاں حدیث پاک سے

۳۵۲

۳۹۸

بغیر اصل احادیث سے وہاں ہرگز مفسد نہیں۔

۳۹۸

اذکار سبحان اللہ اھم شد وغیرہ اگر بغیر جواب پورے تو نماز فاسد ورنہ نہیں

۳۵۳

۳۹۸

وہ کلام جو جنس اذکار سے نہیں مطلقاً مفسد ہے۔

۳۵۴

## باب القنارۃ - ۵۲۳ - ۵۵۰

بڑی سورت کو دو رکعتوں میں تقسیم کر کے پڑھنا بلا کراہت جائز ہے قرآن احادیث

۳۵۵

۵۲۴-۵۲۵

فقہ سے استدلال۔

۵۲۶

فاتحہ کے بعد سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا پڑھنا واجب ہے۔

۳۵۶

۵۲۸

نماز میں فاتحہ کا کتاب کا پڑھنا واجب مگر مقتدیوں کو ممنوع ہے۔

۳۵۷

۵۲۸

فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں فاتحہ کا پڑھنا ضروری نہیں۔

۳۵۸

نماز فرض چونکہ اصل میں دو رکعت فرض ہوئی تھی لہذا آخری رکعتوں میں قنارت

۳۵۹

۱۲۵

ضروری نہیں۔

۵۲۸

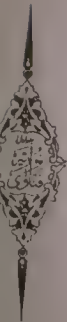
فاتحہ کے بعد مکمل سورت پڑھنا ضروری نہیں۔

۳۶۰

۵۳۵

مفسد یہ ہے کہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں مکمل سورت پڑھی جائے

۳۶۰



۳۶۲ نماز میں دورانِ قنوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پڑھنے کے ساتھ دوسری پڑھا جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی۔

۵۳۶

۳۶۳ بعد از فاتحہ قنوت میں کوئی آیت دوبارہ پڑھی جائے تو نماز بلا گرفت درست ہے سجدہ سہو واجب نہیں۔

۵۳۶

۳۶۴ ان استسبحون الا حملا کی جگہ ان هذه الا حملا پڑھا گیا تو نماز فاسد ہو گئی۔

۵۳۶

۳۶۵ قرائت کی پہلی رکعت میں بعد ازیں اور دوسری رکعت میں قائل کی سورت اگر قصد پڑھی تو مکروہ ہے، نوافل و سن میں مکروہ نہیں۔

۵۳۶

۳۶۶ وتروں کی پہلی دو رکعتوں میں پھل اور دوسری میں پہلی سورت قصد پڑھنا مکروہ ہونا چاہئے۔

۵۳۶

۳۶۷ رائج میں جب قرآن کریم شتم کرے تو دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ سورۃ بقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے۔

۵۳۶

۳۶۸ قدر مات جوبہ الصلوۃ کے بعد امام آیت چھوڑ کر دوسری کی طرف منتقل ہو جائے اور کوئی مقتدی قمرے دے تو تحقیق یہ ہے کہ کسی کی نماز فاسد نہیں ہوگی خواہ امام قمرے یا نہ لے۔

۵۳۶

۳۶۹ معاذ اللہ اسراف کے بجائے معاذ اللہ صرفی اسے پڑھا گیا تو نماز درست البتہ اگر قصد پڑھا تو اچھا نہیں۔

۵۳۶

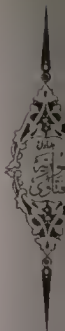
۳۷۰ قاری کے بھولنے کی چیز صورتوں کی وضاحت۔

۵۳۶-۵۳۷

۳۷۱ سورۃ نزل پڑھنے والے جب خبر السجدہ تک پہنچا تو آخر سورۃ جمعہ میں

۵۳۶

الحمد لله رب العالمین پڑھ کر رکعتیں پڑھیں تاہم نماز درست ہے۔



صفحہ	سائل	شمار
۵۵-۵۴۹	پہلی رکعت میں سورہ صافات اور دوسری میں البقرہ کا رکوع پڑھ، اگر قصد کیا تو سجدہ در نہ نہیں۔	۳۷۲
۳۹۳-۳۹۱	نمازی کا قراۃ میں بھول جانا اور غیر نمازی کا لغو دینا اس کی متعدد صورتوں کا بیان بسع و ضاعت فساد و عدم فساد نماز۔	۳۷۳
۳۹۳	نمازی قرآن کریم دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔	۳۷۴
۳۶۳	حافظ جو کہ بلا دیکھے پڑھ سکے، دیکھ کر پڑھے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔	۳۷۵
	<b>باب الوتر والنوافل ————— ۵۵۱-۵۸۱</b>	
۵۵۳	مستحب یہ ہے کہ ترویج کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔	۳۷۶
۵۵۴	ہر ترویج کے بعد چار رکعتوں کی مقدار ٹھہرنا مستحب ہے، اس وقت تسبیح پڑھے یا قرآن کریم یا نفل یا چپ رہے۔	۳۷۷
۵۵۴	نماز تراویح میں ہر دو رکعت کے بعد تسبیح کے لئے بیٹھا کر دہ ہے۔	۳۷۸
۵۵۶	نہار و جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود شریف اور تیسری رکعت کی ابتداء میں شمار اور اعوذ پڑھا جائے اور باقی سنتوں اور نفلوں میں پڑھا جائے۔	۳۷۹
۵۵۷	اگر تراویح اکٹھی چار رکعت پڑھی جائیں تو پہلے التعمیات پر درود شریف اور تیسری رکعت میں سواکب التمام الخ پڑھا جائے۔	۳۸۰
۵۵۸	محققین کے نزدیک جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے پہلے قعدہ میں درود پاک اور تیسری رکعت کی ابتداء میں شمار و لغو پڑھا جائے۔	۳۸۱
۵۵۸	افضل یہ ہے کہ نماز جمعہ کے بعد پہلے چار سنتیں بیک سلام پھر دو سنتیں پڑھی جائیں۔	۳۸۲
۵۵۹-۵۶۴-۵۶۸	افضل عشر کی جماعت سے رہ جانے والا و ترو کی جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔	۳۸۳
۵۶۱	اگر افضل عشر پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔	۳۸۴

۳۸۵ دیر سے آنے کے باعث اگر کسی تراویح پوری نہیں کرے تو جماعت میں شامل ہو سکتا ہے۔

۵۶-۵۶۶

۳۸۶ تراویح کا وقت فرض عشاء کے بعد صبح صادق تک وتر سے پہلے اور پچھپچھ ہے

۳۸۷ ایسی کوئی حدیث نہیں کہ نماز تراویح میں جبرائیل سامع ہوتے تھے ایک دن اُنہیں

۳۸۸ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تراویح نہ پڑھائی۔

۳۸۹ کسی معتد کتاب میں یہ نہیں کہ جلاسامع نماز تراویح نہیں ہوئی۔

۳۹۰ نماز تراویح کی نیت میں عشاء کا وقت کہنا ضروری نہیں۔

۳۹۱ نفل، سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ

۳۹۲ نماز تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنت وقت کی یا قیام الیل کی۔

۳۹۳ فجر کی سنتیں دوسری تمام سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں، حدیث فجر کی سنتیں تراویح کو اگرچہ تیس گھوڑے روند دے لیں۔

۳۹۴ اجڑی برباد یا بعین فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک ستون یا دیوار وغیرہ کی آڑ میں ادا فرماتے تھے۔

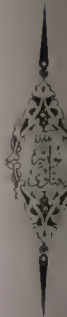
۳۹۵ یغزوری ہے کہ سنت فجر کی وجہ سے جماعت کی طور پر فوت نہ ہو۔

۳۹۶ مسئلہ مذکورہ میں سئل فی اذان وقت للصلاة، فتیلاً، کا جواب

۳۹۷ تحیۃ المسجد وترتجیۃ الوضوء کو فرض نفل و سنن و نوافل میں ادا کرنا اور اس کے علاوہ دیگر معتقد حکام کا تحصیل فتوے۔

۳۹۸ جنب، محدث، مجنون، نامک، مسکون، صبی، ماضی، نفاس، عک، کافریت سجدہ پڑھے تو ساق پر سجدہ قنات واجب ہو جاتا ہے۔

۳۹۹ نفلی نماز کی جماعت گناہی کے بغیر تو ترک کردہ نہیں



صفحہ	سائل	شہ
	<b>باب حجة السهو ————— ۵۸۳-۵۹۷</b>	
۳۹۸	نہا جمعہ وعیدین میں ترک واجب سے سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے قول متاخرین کی وضاحت۔	۵۸۶
۳۹۹	فاتحہ کے بعد سورت یا اس کے عوض آیات اگر سہوانہ پڑھی جائیں تو نماز ہوگئی البتہ ترک واجب کی وجہ سے سجدہ سہولازم ہے۔	۵۸۸-۵۸۷
۴۰۰	سجدہ سہو کے متعلق فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے کہ ایک سلام کے بعد ہوا دو کے بہتر ایک سلام کے بعد ہے۔	۵۸۹
۴۰۱	فاتحہ کے بعد نام چار آیت کی مقدار پڑھ کر بھول گیا، لقمہ دیا گیا حوا سے سجدہ نہ کیا، وہ آیت چھوڑ کر اگلی طرف منتقل ہو گیا تو نماز درست ہے، سجدہ سہو نہیں۔	۵۹۰
۴۰۲	صبح یہ ہے کہ ہمیری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھنے پر سجدہ سہولازم ہو جاتا ہے۔	۵۹۲
۴۰۳	عید کی تکبیریں سہوارہ جائیں تو سجدہ سہو سے نماز کامل ہو جاتی ہے۔	۵۹۴
۴۰۴	پہلی رکعت میں اہم لے قرأت شروع کر دی، بعد لقمہ تکبیرات کہیں اور دوسری رکعت میں سہوا چار تکبیریں کر دیں، سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی۔	۵۹۶
	<b>باب لؤة المسافر ————— ۵۹۹-۶۱۵</b>	
۴۰۵	مسافر قعدہ اولیٰ بیٹھ کر چار رکعت پوری پڑھا تو اس کی نماز اور قیام قعدہ یوں کی نماز کا حکم۔	۶۰۱-۵۸۸
۴۰۶	مسافر نے تیسرے قعدہ میں نماز شروع کر کے تو دوسری قعدہ اب دور رکعت پڑھے یا پھر؟	۶۰۳
۴۰۷	جنگلی قیدی یا رکعت والی فرض نمازوں میں ہتھ کریں۔	۶۰۵
۴۰۸	مسافر سفر و حضر میں دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز پڑھے۔	۶۰۵



۴۰۹ آیات اجماعیت و کلام فقہاء سے بہتری فتوے کے مسافروں سے اور جسے مستحسن مانا

سکون سے۔

### باب صلوة الجمعة والعیدین — ۴۱۰ ۴۰۹

۴۱۰ رسالہ انور ترقی معارف اجماعیہ مسئلہ کا اور ۴۰۹

نوٹ اس رسالہ میں تیرہ مختلف مسائل ہیں، میں مسئلہ اولیٰ یہ ہے

کہ جمعہ کے لئے شہر جامع شرط ہے۔

۴۱۱ حنفی مذہب میں نہ چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ نئے

شہر میں بھی نہیں جب تک جامع نہ ہو

۴۱۲ تمام میں اسلام کا اتفاق ہے کہ آیت جمعہ میں امر عام مخصوص بعض ہے

۴۱۳ حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے حدیث کے مطابق جمعہ کیلئے جامع شہر کی

شرط ہے۔

۴۱۴ مخالفین کی دلیل حدیث جوئی کا جواب

۴۱۵ چند روایات سے اس بات کا ثبوت کہ میں حوالی جمعہ مدینہ حبیبہ میں چڑھا کرتے تھے ۴۱۶

متعدد وہابی و تفسیری فتوے کہ گاؤں میں جمعہ نہیں

شہروں میں ضروری ہے۔

۴۱۷ مسیحا کا پختہ ہونا اور گاؤں کا شہر بننا جمعہ کے لئے مجوز نہیں۔

۴۱۸ گاؤں میں فریضہ جمعہ کے انکار کرنے والے کو کافر بنا کر عظام و ہا کا پکا کر

کافرانہ کے مترادف ہے

۴۱۹ اگر کوئی بڑا عزم خود ہی بات میں جمعہ چھوڑے تو فرض ظہر ضرور ادا کرے

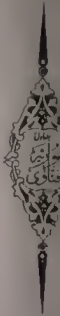
۴۲۰ جمعہ چھوڑنے کی شرط۔

صفحہ	سلسلہ	شمار
۶۶۵	اصطلاحات الفہم و بیہ کی بنا پر صرف خواص کے لئے منتخب ہے۔	۴۶۱
۶۶۷	موت میں نماز عیدین میں شریک نہیں ہو سکتی۔	۴۶۲
۶۷۱-۶۷۰	گادوں میں نماز عید نہیں بلا تکبیرات نفل بجا کر پڑھے جاسکتے ہیں۔	۴۶۳
۶۰۵	جنگی قیدیوں پر نماز عید لازم نہیں۔	۴۶۴
۵۹۵	خطبہ جمعہ فرض اور شرط جواز سب پر با خطبہ پڑھا جائے جائز نہیں۔	۴۶۵
۵۹۵	صرف ذکر اللہ سے خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور قراءۃ قرآن سے بھی۔	۴۶۶
	دوسرے خطبہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھا، تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرنا حمد و ثناء،	۴۶۷
	اور صنوۃ کے ساتھ شروع کرنا نیز غنائ یا راشدین کا ذکر کرنا خطبہ کے سنن و	
۵۹۵	استحبات ہیں۔	
۵۹۵	تمام خطبہ عربی زبان میں ہونا سنت متواترہ ہے، اس کا خلاف برا ہے۔	۴۶۸
۶۷۴	خطبہ میں عسا یا تعجب میں لینا سنت ہے۔	۴۶۹
	خطبہ شروع ہونے سے پہلے آنے والا لوگوں سے گزر کر محراب کے قریب	۴۷۰
۳۰۰	اسکنا ہے۔	
۳۰۱	بوقت خطبہ قوم کے لئے امام کی طرف منہ کرنا سنت ہے۔	۴۷۱
۳۰۷	قرأت و خطبہ میں تعقیل ابہامین سے اجتناب چاہئے۔	۴۷۲
	دراحمی منہ دوانے والے کی باجائز خطیب صاحب تقریر کی وجہ سے بارش کا	۴۷۳
۶۷۸	چلنا جانا اور جمعہ چھوڑنا خود قابلِ نفرت ہے۔	
	مسائل ششہ ۷۲۷-۷۳۴	
	نماز کے سامنے اتنا دور سے گزرنا جائز ہے کہ باخوشوع جب جائے سجدہ پر	۴۷۴
۶۹۵	انظر کے واسطے نظر نہ پڑے۔	





۴۳۵	نماز کو پیشانی رگڑنے کا نام دینا اور اس سے دستہ بجز تین مہرم ہے	۵۶۹
۴۳۶	لہجہ استہزاء میں اللہ اکبر کہنا گناہ اور بے دہی ہے۔	۵۷۱
۴۳۷	پابندی صوم و مسنۃ و لمحید کی وجہ سے محمول کرنا حرکت کفر یا بدعت شرعیہ ہے۔	۵۷۲
<b>باب الجنازہ ————— ۶۷۹-۶۷۵</b>		
۴۳۸	بالکل چھوٹا بچہ نہ ہو یا مادہ اسے مرد اور عورت دونوں غسل دے سکتے ہیں۔	۶۸۱
۴۳۹	اقسام غسّے کی مکمل تشریح۔	۱۱۹
۴۴۰	ان علامتوں کا بیان جن کی موجودگی میں غسّی کو مرد کا حکم ہے۔	۳۹۷
۴۴۱	غسّے مرد کو مردوں کا اور غسّے عورت کو عورتوں کا حکم ہے۔	۱۲۰
۴۴۲	غسّے خشک کو غسل یا تحیم کرانے کی صورتیں۔	۱۲۱
۴۴۳	نماز جنازہ کی جن دعاؤں میں منیروں کی تذکیر و تائیت کا فرق ہے، غسّے مشکل کے لئے مذکور نماز لائی جاتی ہیں۔	۱۲۱
۴۴۴	غلبہ تذکیر کی وجہ سے غسّی مشکل کہا جاتا ہے غسّی مشکہ نہیں کہا جاتا۔	۲۱
۴۴۵	غسّے مشکل کو دفن کرتے وقت عورتوں کی طرح پردہ کیا جائے۔	۱۲۱
۴۴۶	اس امر کا بیان کہ جنازہ و غسل میں غسّی کو مرد شمار کیا جائے یا عورت نیز یہ غسّی مشکل کا حکم کیا ہے؟	۵۳۹
۴۴۷	ایسا مرد جو مصنوعی حشرہ بن جائے، غسل و جنازہ وغیرہ میں مرد ہی ہے۔	۵۳۹
۴۴۸	مکہ گوزانیہ کا جنازہ پڑھا جائے۔	۹۸۱
۴۴۹	ایسے شخص کا جنازہ فرض ہے جو عہد مجتہدین کے ساتھ نماز پڑھا رہا ہو اور اس کا جہیز	۹۸۳
شرعی شہادت سے ثابت نہیں		
۴۵۰	روزہ کی حالت میں منے و نئے کا جنازہ دوسرے دن اسلام کی حالت ہے	۹



۱۱۸

۴۵ ہر نیک و مسلمان کا جنازہ پڑھا جائے۔

۱۱۹

۴۵۲ خود کشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا جائے۔

۵۴۶

۴۵۳ ہر مسلمان کا جنازہ لازم ہے اجماع و اکو یا باغی جو دیکھتی یا بنا دت کے دوران قتل ہو جائے یا ایسا شخص جو اپنے باپ یا ماں کا قاتل ہو ان کا جنازہ نہ پڑھایا جائے۔

۵۴۹

۴۵۴ زنا یا چوری وغیرہ کو مکمل جائزہ والا شخص مسلمان ہی نہیں لہذا نہ تو اس کا جنازہ ہے اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے۔

۴۵۵ ہزار کوخ و سحر و نماز پڑھنے والے اور قرآن پاک کے ۴۵ پاروں کے قاتل کا

۶۸۶

جنازہ سنٹیوں کو پڑھنا جائز نہیں۔

۶۸۸

۴۵۶ سینوں کے جنازہ میں شیعہ کی شمولیت سے اجتناب کیا جائے۔

۶۹۱-۶۸۹

۴۵۷ حدیث من صلی علی میت کی تشریح میں عبارت کبیری کی توضیح۔

۴۵۸ نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد فوراً دونوں ہاتھ کھول کر سلام کہے، نماز جنازہ

۷۵

میں چوتھی تکبیر کے ساتھ ہی دونوں ہاتھ چھوڑ دے پھر دونوں طرف سلام کہے۔

۶۹۳

۴۵۹ نماز جنازہ میں امام کے ساتھ سنٹی محل کا حکم۔

۶۹۵

۴۶۰ بلا جنازہ یا بد تکمیل غسل دفن کئے گئے کا جنازہ قبر پر پڑھنا فرض ہے۔

۶۹۵

۴۶۱ بلا ولی اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کئے گئے کی قبر پر ولی اقرب جنازہ پڑھ سکتا ہے۔

۴۶۲ قبرستان کے سامنے یا درمیان نماز جنازہ کی متعدد صورتیں اور ان کے الگ الگ

۶۰۱-۶۹۵

احکام تفصیل نام نیز نجاست بلا حجاب یا ب حجاب قریب ہونے کے احکام۔

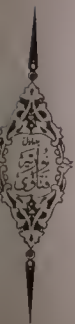
۴۶۳ نماز جنازہ کے فوراً بعد اور تہنیں سے فارغ ہو کر قبرستان کے باہر چائیں قدم

۶۰۱-۶۰۱

۴۶۴ دھانجنے کے جواز میں آیات و احادیث و اقوال کلمہ کے عموم سے ثبوت۔

۶۰۴

۴۶۵ بالخصوص دھانجنے کا واسطہ ثبوت۔



۴۶۴ باکھوس و زمین میت کے بعد دعار کا حکم

۴۶۵ سات دن تک میت کی طرف سے طعام کھانے کا ثمرت

۴۶۸ دعار بعد جنازہ

۴۶۹ آقبرستان شرق کی طرف ہے تو جنازہ لے جاتے ہوئے پاؤں جانب قبلہ

کئے جائیں یعنی میت کا سر اگے رہے۔

۴۷۰ قطب شمالی کی طرف منہ کر کے قضاہ حاجت یا پاؤں کر کے سونا یا وقت غسل

میت کے پاؤں کرنا، جائز ہے۔

۴۷۱ میت کے لئے ایک قبر تیار کی گئی لیکن اسے دوسری قبر میں دفن کیا گیا تو پہلی

قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کسی اور میت کو اس میں دفن کر دیا جائے۔

۴۷۲ مزار تنگ ہونے کی وجہ سے صاحب مزار کو قبر سے نہ نکالا جائے۔

۴۷۳ نکیس دفن کے بعد قبر اکھڑنا، میت باہر نکالنا ممنوع و حرام ہے۔

۴۷۴ میت کو امانت رکھنا پھر نکال کر دوسری جگہ دفن کرنا منع ہے۔

۴۷۵ اسی مضمون کا ایک درفتو ہے۔

۴۷۶ قبر پر پھول بکس اور ماش وغیرہ ڈالنا مباح ہے۔

### در متعلقہ اصول فقہ وحدیث و فتویٰ

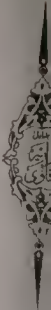
۴۷۷ کتاب وسنت کا اطلاق حجت ہے۔

۴۷۸ شرعاً حلاق آنا قوی ہوتا ہے کہ خصوصاً بہب یا خبر واحد اور قیاس سے بھی مرتفع نہیں ہوتا

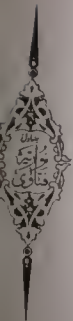
۴۷۹ عموم و اطلاق سے استدلال زمانہ صحابہ سے حج تک علماء میں شائع و نالغ ہے۔

۴۸۰ انبی و روحہ دیت نفی وجود نہیں نفی صحیح لغوی حسن و ضعیف نہیں اور نفی مرفوع

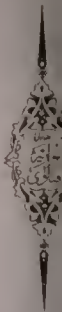
نفی مرفوع نہیں۔



شمار	مسائل	صفحہ
۲۸۱	فتنائے احوال میں ضعیف حدیث بھی مقبول ہے۔	۲۰۹-۱۲۳ ۵۰۵
۲۸۲	حدیث بخوف و حجت ہے۔	۳۰۹
۲۸۳	استصحاب ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہو جاتا ہے۔	۳۰۹
۲۸۴	حدیث شکر سل جہاں سے اور جہو کے نزدیک حجت ہے۔	۳۳۵
۲۸۵	حضور کا فعل صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیل جواز ہے۔	۲۲۳
۲۸۶	حکایت فعل مثبت عام نہیں ہوتی۔	۲۲۳
۲۸۷	فعل مثبت کے افزائے متاثر میں قیاس جواز ثابت ہو سکتا ہے۔	۲۲۷
۲۸۸	مورد علوم بلوی میں کسی حدیث کا بطور خبر واحدی پایا جانا انتطاع معنوی کی دلیل ہے۔	۲۷۵
۲۸۹	دیانات میں خبر واحد معتبر ہے۔	۲۷۸
۲۹۰	زيادة الشقة مقبولة۔	۶۰۹
۲۹۱	صحابی کا کت انفعول فرمانا حدیث مرفوعہ کے مکمل میں ہے۔	۶۱۲
۲۹۲	شائبہ نزول اگرچہ خاص ہو مگر معتبر علوم لفظ ہوتا ہے۔	۲۰۰-۱۵۹
۲۹۳	فتویٰ امام عظیم کے قول پر دیا جائے پھر انہم البریہ کے قول پر۔	۱۶۷
۲۹۴	ان الفاظ کا بیان جو مختلف فیہ مسائل میں ترجیح و افتاء پر وال ہیں۔	۱۶۷
۲۹۵	اس کا بیان کہ الفاظ افتاء میں سے کونسا لفظ کس پر مقدم ہے۔	۱۶۸
۲۹۶	بہ یفتی ۱۰ الفتویٰ علی سے زیادہ مؤکد ہے مع وجہ فرق۔	۱۶۸
۲۹۷	قول مرجوح کے ساتھ فتوے دینا جمل اور اجماع کی مخالفت ہے۔	۲۰۳-۱۸۰
۲۹۸	اختلافی مسائل میں مفتی کو ارفق و اصل قول پر فتوے دینا چاہئے۔	۲۰۳
۲۹۹	منقول کے خلاف بحث معتبر نہیں۔	۲۵۷
۵۰۰	مافی التوہم مافی الشرح سے اور مافی الشرح مافی الفتاویٰ سے مقدم ہے۔	۲۵۷-۲۲۸ ۵۹۰



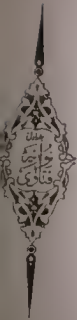
شمار	سائل	صفحہ
۵۰۱	فقہیہ اور اس کے مصنف زاجدی اور قسطنطینی پر تبصرہ	۲۵۷-۲۵۸
۵۰۲	سراج وراج ضعیف وغیرہ کی کتاب ہے۔	۲۳۷
۵۰۳	در مختار، منہر، مشرق عینی، الاشباہ والنظائر، قسطنطینی سے فرقے کا بیان۔	۲۹۲
۵۰۴	کسبہ ایک مصنف کی فطلی کی وجہ سے جس کتابوں میں فطلی آجاتی ہے۔	۲۹۲-۲۹۳
۵۰۵	فتاویٰ رضویہ میں مفسر غازی پر تفسیر کے زیادہ تفصیلات مذکور ہیں۔	۲۹۴-۲۹۵
۵۰۶	اس میں ابو محمد عیدارحہ کی کتاب کا نام ہے۔	۲۷۰
۵۰۷	مفہوم مخالف روایات میں معتبر ہے۔	۳۰۹
۵۰۸	اشیاء میں اس بابحت ہے۔	۳۵۰-۳۵۱
۵۰۹	کراہت تحریمی ہو یا تنزیہی؟ بدو دلیل خاص ثابت نہیں ہو سکتی۔	۳۵۱-۳۵۲
۵۱۰	ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی۔	۳۵۲
۵۱۱	تحقیق کامل کے سوا کسی چیز کو حرام یا مکروہ ماننے میں احتیاط نہیں بلکہ احتیاط اس کے مباح ماننے میں ہے۔	۳۵۲-۳۵۳
۵۱۲	بدو علم فرقے دینے کے متعلق دو حدیثیں۔	۱۱۸
۵۱۳	ہر زمانہ میں اس زمانہ والوں کا عرف معتبر ہے۔	۳۱۳
۵۱۴	ثابت باعرف ثابت بالنسب کی مانند ہوتا ہے۔	۳۱۳
۵۱۵	لفظ "جب حرام و مکروہ تحریمی کے لئے" اسے یہ نہیں مکروہ تنزیہی اور ضابطہ الی کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔	۳۶۲
۵۱۶	مکروہ تنزیہی عذر کا مقابلہ اور جائز ہوتا ہے۔	۳۶۲
۵۱۷	مکروہ تحریمی سے بچنا واجب ہے۔	۳۶۲
۵۱۸	بدو دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ و حرام ہے۔	۳۶۲



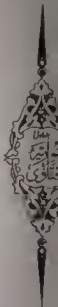
صفحہ	سوال	ش
۳۷۳	برائے حق و ثبوت کا ماحولہ مکروہ کن افترار ہے۔	۵۱۹
۳۷۳	قوی گمان مانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں۔	۵۲۰
۳۷۴	اطلاق مطلق بمنزہ نفس ہے۔	۵۲۱
۳۱۶	فرض و حرام ایسی آیت یا حدیث متواتر سے ثابت ہوتے ہیں جو اپنے معنی پہلے لازم کے ساتھ یقینی طور پر دلالت کرے۔	۵۲۲
۴۲۴	رعایت خلاف کے لئے کام کرنے کے استحباب کے مراتب دلیل خلاف کے قوت و ضعف کے لحاظ سے مختلف ہیں۔	۵۲۳
۴۷۷	ترک سبب سے کراہت لازم نہیں آتی۔	۵۲۴
۳۰۵	المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات۔	۵۲۵
۲۹۰	معارضہ خلاف اصل ہے جب تک تطبیق ممکن ہو ضمیر کا حکم نہ کیا جائے۔	۵۲۶
۲۲۸	حقیقت ہی اصل ہے جب تک اس سے مانع نہ ہو مجاز کی طرف رجوع نہیں کیا جاتا۔	۵۲۷
۳۲۸-۳۲۷	اسما و عنوانات کا اختلاف جبکہ معنوں و شئی ایک ہو قطعاً مضر نہیں۔	۵۲۸
۴۳۸	مقلد اگر معتبر کتابوں کی نقل کے سوا فتوے دے تو اس کے فتوے کو نہ دیکھا جائے۔	۵۲۹
۴۲۶-۴۲۴	برعت حسنہ کی چند قسمیں۔	۵۳۰
۴۲۶	برعت ستیہ کی تعریفیں۔	۵۳۱

### متفرقات

۵۹۲	بغیر وغیرہ سے بد فعلی کے ثبوت کے لئے دوائے شاہ ضروری ہیں جنہوں نے فعلی بد کا بعد پیشہ کیا ہو۔	۵۳۲
۵۹۳	کبری وقت نذر سے پہلے بچہ گرا سے یا ملا لگی دودھ اتر آئے تو وہ دودھ اصال ہے۔	۵۳۳
۵۹۳	بکری یا میشہ کا دودھ اتر آئے تو وہ حلال ہے۔	۵۳۳



شمار	سائل	صفحہ
۵۳۵	اقتباس کی جگہ پر پیکس اور نشی کی تفصیل نام کر کن صورتوں میں روزے کا اظہار	۱۱۹-۱۱۹
۵۳۶	ایک شخص صورتوں میں ضروری ہے۔	۱۱۹
۵۳۷	بحالت روزہ موت کے فضائل میں دو حدیثیں۔	۱۱۹
۵۳۸	روزے کی نیت کا وقت صغیرۃ الکبریٰ تک سب سے یا زوال تک، فقہاء کرام کی مختلف	۲۵۲-۲۵۲
۵۳۹	عبارتیں بمع وجہ اختلاف۔	۲۵۲
۵۴۰	مسئلہ مذکورہ کے متعلق ضروری تنبیہ۔	۲۵۲
۵۴۱	قربانی کی کھالیں اور گوشت غنی یا غریب کو دیا جاسکتا ہے جبکہ بطور روزہ ضروری نہ ہو۔	۱۸۵
۵۴۲	فقیر مال زکوٰۃ کا مالک بن جانے کے بعد اسے تعمیر مسجد پر خرچ کر سکتا ہے۔	۱۸۸
۵۴۳	جنگی قیدیوں پر ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، ماہ رمضان ہی میں نکھیں	۶۰۹-۶۰۹
۵۴۴	توبہ تیر، رخصت پڑھیں کریں تو جائز، زوال عذر کے بعد قضاء لازم ہوگی۔	۶۰۹
۵۴۵	سفر حج والے کے پاس پورا خرچ نہیں تو اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن اسے مال کی	۵۵۰
۵۴۶	اجازت نہیں۔	۵۵۰
۵۴۷	بیع میں کوئی معیار قیمت معین نہیں کہ اس کی خلاف ورزی سے فساد لازم آئے	۱۹۲
۵۴۸	صرف باہمی رضامندی کافی ہے۔	۲۰۰
۵۴۹	اصحاب صفہ کی تعداد تقریباً چار صد تھی۔	۲۱۹
۵۵۰	شعر اگرچہ کلام و فوائد پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے۔	۲۱۹
۵۵۱	صنعتِ حسان کے چند اشعار۔	۲۱۹
۵۵۲	بری بات کو حج سے تشبیہ دینا اور حج میں نہ نہرہ یا مکہ مکرمہ سے استغناء کرنا کفر ہے	۲۱۹
۵۵۳	بطور استغناء یا استغناء کرنا کفر ہے گو شکم کا وہ اعتقاد نہ ہو۔	۲۱۹
۵۵۴	حکام شرع سے استغناء کفر ہے۔	۲۱۹



صفحہ	سائل	شمار
۲۱۹	حرام کو حلال کہنا کفر ہے۔	۵۵۰
۲۱۹	بے نکاحی عورت اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔	۵۵۱
۲۱۹	زنا بہت بڑا جرم ہے۔	۵۵۲
	زنا کی بہت بڑی سزا ہے جو حکام اسلام کا کام ہے، لوگوں کو چاہئے کہ قانون کے اندر رہتے ہوئے ایسے شخص کو توبہ کرنے پر مجبور کریں یا اس سے الگ تعلق ہو جائیں۔	۵۵۳
۲۱۹	بیوی کے مرنے کے بعد اس کی ہمیشہ سے نکاح ہو سکتا ہے۔	۵۵۴
۴۱۶	دارحی منڈولنے والا صحیح روایات سے وعظ کرے تو جائز ہے۔	۵۵۵
۴۶۸	دارحی منڈوانا سخت گناہ ہے مگر گھر نہیں اس سے سید کے سید ہو نہیں فرق نہیں پڑتا۔	۵۵۶
۴۶۸	صحیح النسب یعنی سادات اہل منت کے مرنے کے تاج ہیں۔	۵۵۷
۴۶۸	سادات کو چاہئے کہ حضرات ائمہ اطہار رضی اللہ عنہم کی طرح شریعت کے مطابق دارحی رکھیں۔	۵۵۸
۳۵۰	شرعاً دارحی کا مشت بھر رکھنا واجب ہے۔	۵۵۹
۳۵۰	مسوڑھے سے خون نکالنا مفسد روزہ نہیں۔	۵۶۰
۳۵۰	حضرت اویس قرنی کے والد کا نام عامر ہے۔	۵۶۱
۳۵۰	عشر یا نصف العشر مکمل پیداوار سے لیا جاتا ہے۔	۵۶۲
۳۵۳	عالم عامل کامل ولی صاحب کرامات کو مظہر اعجاز نبوت کہنا جائز ہے۔	۵۶۳
۴۱۹-۴۱۸	سرنے کی انگوٹھی مرد کو سفر و حضر میں حرام ہے۔	۵۶۴
۳۵۹-۳۵۵	شرعاً پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اگرچہ احتلام نہ آئے۔	۵۶۵





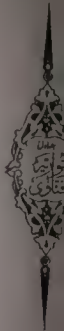
- ۵۶۶ نکاح رجسٹر رونا کیسا ہے؟ ۳۶۱
- ۵۶۷ حلق ذبیحہ کے لئے ذابح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے ۲۹۹
- ۵۶۸ ولد الزنا جبکہ مسلمان سمجھ دار ہے تو اس کا ذبیحہ ہلا کر اہت جازر ہے۔ ۲۹۹
- ۵۶۹ جہنم پہلوں کے مجلسوں میں جانا حرام ہے مگر مناظرہ وغیرہ کے لئے جائز ہے۔ ۳۱۱
- ۵۷۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کرنے والا سبیلان مرتب ہے۔ ۳۱۵
- ۵۷۱ مرتد کا کفر، یہود و نصاریٰ، ہندوؤں اور سکھوں کے کفر سے زیادہ بڑا ہے۔ ۳۱۵
- ۵۷۲ کفر کا لغوی اور شرعی معنی۔ ۳۱۵-۳۱۶
- ۵۷۳ مرد اور گائے یا بھینس کا چارم تار کرے گھٹنے کے بعد نہ چننا جائز ہے۔ ۳۱۹
- ۵۷۴ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی شان میں کلمات سبے ادبی بولنا سخت باطنی کی دلیل ہے۔ ۳۱۹
- ۵۷۵ حضرت ابو بکر، حضرت عمر رضی اللہ عنہما انبیاء و رسل کے بعد افضل البشر ہیں۔ ۳۲۰
- ۵۷۶ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی اور واجب الاحترام ہیں۔ ۳۲۰
- ۵۷۷ فرمانبردار ہو کر کو سفر حج میں ساتھ لے جانا اور بے فرمان کو نہ لے جانا گناہ نہیں ۳۲۲
- حج جائز ہے کار ثواب ہے۔ ۳۲۲
- ۵۷۸ ترک کیوں کے عوض روپیہ لینا ثبوت ہے۔ ۳۲۳
- ۵۷۹ زنا کا بہتان لگانے والے کی سزا قرآن کریم نے انہی کوڑے مقرر فرمائی۔ ۳۲۵
- ۵۸۰ علاج کے لئے باؤں کے کتے کے جگر کا حکم۔ ۳۲۷
- ۵۸۱ عدت میں نکاح کرنے سے نکل خواتین کا نکاح تو مستحب یا نہیں؟ ۳۲۹
- ۵۸۲ دارحی منہ نازاں ہے۔ ۳۲۷
- ۵۸۳ اربعی مشب جبر بھی جیسے۔ ۳۲۷
- ۵۸۴ چاندی کی انگوٹھی مرد کے لئے عمارت عکبرہ، زنا، فاحشہ، عروزی، تو ۵۲۰

۵۰	۵۱۵	مردود در دولت مدار و آفرین
۵۱	۵۱۶	مکتب چوین و بی بی نیکو
۵۲	۵۱۷	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۳	۵۱۸	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۴	۵۱۹	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۵	۵۲۰	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۶	۵۲۱	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۷	۵۲۲	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۸	۵۲۳	مکتب کبود و نجات کوچه
۵۹	۵۲۴	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۰	۵۲۵	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۱	۵۲۶	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۲	۵۲۷	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۳	۵۲۸	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۴	۵۲۹	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۵	۵۳۰	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۶	۵۳۱	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۷	۵۳۲	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۸	۵۳۳	مکتب کبود و نجات کوچه
۶۹	۵۳۴	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۰	۵۳۵	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۱	۵۳۶	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۲	۵۳۷	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۳	۵۳۸	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۴	۵۳۹	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۵	۵۴۰	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۶	۵۴۱	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۷	۵۴۲	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۸	۵۴۳	مکتب کبود و نجات کوچه
۷۹	۵۴۴	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۰	۵۴۵	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۱	۵۴۶	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۲	۵۴۷	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۳	۵۴۸	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۴	۵۴۹	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۵	۵۵۰	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۶	۵۵۱	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۷	۵۵۲	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۸	۵۵۳	مکتب کبود و نجات کوچه
۸۹	۵۵۴	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۰	۵۵۵	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۱	۵۵۶	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۲	۵۵۷	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۳	۵۵۸	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۴	۵۵۹	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۵	۵۶۰	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۶	۵۶۱	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۷	۵۶۲	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۸	۵۶۳	مکتب کبود و نجات کوچه
۹۹	۵۶۴	مکتب کبود و نجات کوچه
۱۰۰	۵۶۵	مکتب کبود و نجات کوچه



- ۴۰۴ اگر پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو دوسرے مرشد سے استعاذہ کیا جاسکتا ہے۔  
 ۴۰۵ مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالم دین ہستی اور پابندِ شریعت ہو۔  
 ۴۰۶ وارحمی رکھنا ضروری ہے۔  
 ۴۰۷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی شرارتوں پر مطلع ہو جاتے تھے۔ آپ صیبا آگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔  
 ۴۰۸ شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور وہ بھی پابندِ شریعت ہوں۔  
 ۴۰۹ درست نیت سے "اے علی مرتضیٰ مجھے بخش دے!" کہنا جائز ہے۔

تمہ الفہرین





# تقریر سعید

بسم الله الرحمن الرحيم

نور 30429  
78861

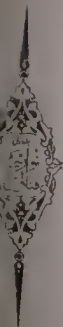
قادیان کاوی  
پولیس لائبریری

لغزۃ حجازی الاخری  
سید سعید

سید احمد سعید کاظمی

سید سرگودھا جہانگیر ایجنسی ہا کراچی  
سید سرگودھا تعلیمی ایجنسی (ایسٹنٹ) پاکستان  
سید سرگودھا تعلیمی ایجنسی ہا کراچی

الحمد لله الذي نور الافاق والاقطار واستار  
بقوسه عالم الانوار والصلوة والسلام على جيب  
سيد البرار، نور الانوار، محمداً مختاراً و  
آله وصحبه الاخيار، وبعد فيقول العبد الفقير  
الى الملوك القدير، احمد سعيد الكاظمي الحقير، قد  
طالعت من بعض المقامات الفتاوى النورية  
لاعظم الفقهاء الحبر العلامة فضيلة الشيخ  
الحاج آغا آستان قدس العظمى مولانا الخیر محمد نور الله  
النجدي القاري الانوار التي تتفوق غلوة تاريخه واهوار  
غیوضه طالعة فوجدتها مزينة بالجزيرة الفقهية مؤيدة  
بالدلائل القوية موشحة بالاجاريف الانيقة فجزاه الله عنا و  
عن سائر المسلمين جزاء حسنا موافيا لغيره مكانا الفضل و  
اصنعنا بطول بعائنه ومنه وكرم من حق الكلمات التي لا تبالا كما  
طالعت الكتاب استعجالاً صلى الله تعالى على حبيب والوصي  
امنا ودينه وعلما وشريعته اجمعين وانا الفقير المذنب احمد سعيد الكاظمي  
عمر له ولوالديه الملوك القوي



## ترجمہ فقیر اظہار سعید

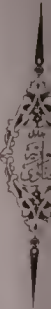
سب قہر میں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے زمین و آسمان کے ہر طرف واکفا کے  
مستور فرمایا اور جس کے نور سے عالم انوار مستنیر و روشن ہوا اور اس کے حبیب خاص جو نیکیوں  
کے مسوار، منبع انوار و مستند مختار ہیں اور ان کی آل و برگزیدہ اصحاب پر تمام رحمتیں اور  
سلامتی نازل ہو۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد قدرت و کرموں کا جزو محتاج بندہ محمد حیدر کاظمی کہتا ہے کہ  
تمام نعمت اس سے عظیم تر، بہت زیادہ علم والے عالم جیشو، اساتذہ علمدار، الحاج مولانا ابوالخیر محمد نور اللہ  
نفسی قادری ان کے علوم کے سورج ہمیشہ چمکتے رہیں اور فیوض کے چاند ہمیشہ طلوع رہیں کے  
فتاویٰ نورانیہ کے بعض مقلدات کا چھی طرح مطالعہ کیا تو اسے جزئیاتِ فتنیہ سے مزین و مفید  
دلائل کے ساتھ مؤید اور نفیس عبارات سے تراستہ پایا، اللہ تعالیٰ ان کو ہماری و تمام مسلمانوں  
کی طرف سے ایسی سترین جزا عطا فرمائے جو اس کی نعمتوں اور فضل کے برابر و مساوی ہو اور  
اپنے کرم و احسان سے ان کی در زنی حیات کے ساتھ ہمیں فخر عطا فرمائے۔

میں نے یہ کلمات و خطوط بعدی میں لکھی ہیں جیسے اس کتاب کا بعدی میں معائنہ کیا،  
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب خاص پر در پیکر میں پر، آپ کے صحابہ، آپ کے دین کے مستور و  
در آپ کی شریعت کے تمام علم پر رحمتیں بھیجے

فقیر محمد سعید کاظمی

اسے در اس کے امدین کو توسلہ الاموالی اپنی مغفرت سے نوازے

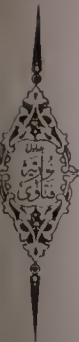


# وقت مجدد

جامع مقول ومنقول استاد الاساتذہ حضرت مولانا غلامرضا محمد بنیدالوی  
چشتی گروہی مدظلہ العالی، ہندیا سے ضلع سرگودھا

الْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَيْهِمُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَهْلِهَا إِنَّمَا بَعْدُ.

ابتداءً فرمیش انسان سے عانی اور شیطانی قوتوں کی باہمی اور پزیرش رہی ہے ہر فرد میں  
برقوت کے رئیس نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا، ہا بیل کے مقابلہ میں قابیل پیدا ہوا اور ابراہیم  
علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلہ میں نروود، موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ فرعون سے ہوا  
توسید انجلیا کا مقابلہ ایک بڑے فرعون ابراہیل سے ہوا اور پھر برصاں کے بعد اللہ تعالیٰ نے  
نہذہر کی کیا مہمت پیدا فرمائی جنہوں نے دین سے مطہرین کی بدعات کو نکال کر دین کی تجدید فرمائی۔  
علامہ غلام مجدد بن کی ایک علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ گزشتہ صدی کے



میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے  
"میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے"

یہ فقیر نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے  
"میں نے اس کے ساتھ ساتھ ایک اور کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے"

اول  
در علوم خفیه و یدیه کی ہمیشہ تائید و بہت بڑی کتب ہے۔

دوم

اس دور میں سیکڑوں ایسی کتابیں لکھی گئیں ہیں جو خود نویس ہر عام  
یعنی حقیر و غریب و خفیر و علوم کے ترکہ میں ملتی ہیں۔ یہ کتابیں مذمت  
نہی و تحیہ و تہنیت پر مشتمل ہیں۔

سوم

حضرت فقیر محمد علی در علوم کے پیش کی کتاب ہے

چہارم

یہ وہ ہے جو غرضی بھی ہے، یہ کتاب ہفتوں یا مہینوں کے مابین لکھی گئی ہے اور

پنجم

تو یہ کتاب سب سے زیادہ لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہفتوں یا مہینوں کے مابین لکھی گئی ہے اور

چھٹے درجے کی کتابوں کے ساتھ ساتھ یہ کتاب بھی لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہفتوں یا مہینوں کے مابین لکھی گئی ہے اور

ہفتم

یہ کتاب سب سے زیادہ لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ہفتوں یا مہینوں کے مابین لکھی گئی ہے اور



جس سمت کی سیاسی اور مذہبی نظریوں میں مجلس عاظمہ اور شورے کے رکن تھے۔

کثرت میں روشنائی کو دیکھ گیا ہے کہ ان اولاد یا تو علم سے محروم ہوتی ہے یا برعکس نام  
علم میں اور دنیاوی علوم سے بہرہ ور لیکن عقیدہ عظیم نے اپنے تمام بیٹوں کو علم دین کی  
اسی تفسیر دی

حضرت فقیر عظیم ایک بندہ بیعت بھی تھے چنانچہ فتاویٰ سے نوریہ اس کی بہترین مثال ہے۔  
فتاویٰ سے نوریہ کے مطالعہ سے آپ کا تجربہ ملی واضح ہوتا ہے اور اس کی خصوصیت  
یہ ہے کہ مسائل نے گروہوں میں اجمال سے کام لیا ہے تو بغیر عظیم نے سوال کی  
تمام مشقوں پر تفصیل سے بحث فرمائی ہے۔

فتاویٰ سے نوریہ میں جدید مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے جو کہ ایک بہت بڑا  
کارنامہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ فتاویٰ سے بعض مسائل پر بعض علما کو خلاف یا اختلاف  
لیکن اکثر مسائل باصواب کی وادہی ہی پڑتی ہے کیونکہ ہر عالم آدمی کی ہر تصنیف پر اختلاف  
اور اختلاف ہوتا آیا ہے کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے

فان رد فتورہ فسل الوف

کل واحد مہمہ فابل صغوف

یعنی یہی تھیں اگر رد کردی گئی تو کوئی غم کی بات نہیں ہے کیونکہ مجھ سے قبل  
ہزاروں کو رد کیا گیا اور یہ ہزار بھی ایسے تھے کہ ہر ایک اتنا متناہ صغوف کا مقابلہ کرتا تھا۔

اس وقت درعلوم غفریہ سرمدیہ کے ناظم علی نور اللہ لکھنوی محمد محبت اللہ صاحب نورانیہ

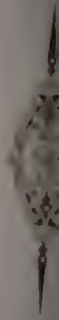
بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي هدانا لهذا...

...

...

...

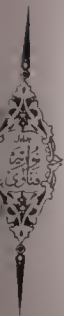


# ایک انقلاب آفریں کتاب

فقیر احمد حضرت علامہ ملام محمد سعیدی دست فیوضاتہم بشیخہ حدیث دار العلوم ممبئی

فتاویٰ نوریہ سے پہلی بار میں اس وقت متعارف ہوا جب محترم عابد نظامی اسباق مدنیہ ضیئہ عرم نے مجھے اس کی پہلی جلد تبرک کرنے کے لئے دی۔ یہ بصورت میں بعض وجوہات کی بنا پر نہ لکھ سکا لیکن یہ جلد میرے زیرِ ملاحظہ رہی۔ مجھ سے بعض اکابر علماء نے یہ کہا کہ اس پر تبصرو نہ کرو کیونکہ بعض مسائل میں حضرت مصنف رحمہ اللہ نے جنہوں علماء سے اختلاف کیا ہے۔ مجھے عابد نظامی کا جیلہ آج بھی یاد ہے کہ حضرت فقیر اعظم اقدس سر نے جو لکھا ہے سو سال بعد تمام علماء کا کسی پر اتفاق ہوگا۔

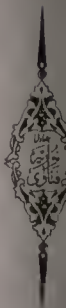
فتاویٰ نوریہ سے میری دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ مجھے زمانہ طالب علمی سے یہ بتایا گیا تھا کہ جماعہ کے نزدیک پختہ ترین کے سفر میں نماز جائز نہیں ہے۔ میرے ہر سال لاہور سے کوئٹہ میں سفر ہوتا تھا۔ میں دو گول کوٹ میں نماز پڑھتے دیکھتا اور اس بات پر کثرت کر جاتا۔ نیت میں نماز نہیں پڑھ سکتا اور یہ دنیا دار اور ڈاڑھی منڈے لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے قریب کے ہوتے فرض کو بھلا رہے ہیں تاکہ میں نے یہی بار فتاویٰ نوریہ میں اس مسئلہ پر جس بحث پڑھی اور بے اختیار حضرت فقیر اعظم انور ائمہ مرقدہ کے لئے دل سے دعا کی کہ میں نے عینان کا سنس لیا اور مشن محمد کے ساتھ ملتی ٹرین میں نمازیں پڑھیں اور فرض میں دقت نہ آئے کہ گناہ اور وبال سے بچا جو مسلمان فرض نماز کو ادا کرنے کے



دوسری کہ حساس رکھتے ہیں اور فرائض کی قدر و قیمت سمجھتے ہیں اور قصہ نماز کو گناہ سے گناہ سے دُراتے ہیں وہ یقیناً حضرت فقیہ اعظم کی سبقت نہ حیرت و رومی خدمت کی اہمیت کو سمجھتے ہوں گے اور اس فتوے کے شائع ہونے کے بعد جتنے مسلمانوں نے جہنمی میں نمازیں پڑھی ہوں گی ان سب کی نمازوں کا اجر و ثواب حضرت فقیہ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کے قریب سب عمل کی ذریت بنے گا۔ اس کے بعد میں دورہ حدیث کی تعلیم میں ہمیشہ طلباء کو حضرت فقیہ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) نور اللہ علیہ کے دلائل کی روشنی میں حقیقی ترین میں نماز پڑھنے کی تلقین اور تبصیح کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی توفیق دی تو میں نے اس مسئلہ پر بہت زیادہ غور و خوض کیا اور مزید حوالہ جات کو تلاش کیا اور اس مسئلہ کو قرآن مجید، حدیث صحیحہ اور عبارات فقہاء کی روشنی میں لکھا اور مانعین کے تمام شکوک و شبہات کے تفصیل اور سبک جو بات لکھے لیکن مجھے اس حقیقت کا اعتراف بلکہ اظہار کرنے میں کوئی تاخیر نہیں ہے کہ اس مسئلہ میں رہنمائی اور روشنی مجھے فتاویٰ نورانیہ سے ہی ملی۔

دوسرا معرکہ کہ اس مسئلہ انتقال خون کا تھا جہاں سے مام علماء انتقال خون کو ناجائز کہتے ہیں لیکن میں سوچتا تھا کہ آج کے زمانہ میں انتقال خون علاج معالجہ کی ایک نگزیر ضرورت ہے جب کسی شخص کا کوئی بڑا آپریشن ہوتا ہے جب کوئی کسی گاڑی کے حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے اور جسم کا بہت سا خون بہہ جاتا ہے تو اس کے علاج اور جملہ اوقات اس کی جان بچانے کے لئے انتقال خون ایجنسی کسی دوسرے شخص کا خون اس کے جسم میں پہنچانا، نگزیر ہوتا ہے اسی طرح جس شخص کو بلڈ کینسر ہو اس کا علاج ہی صرف یہ ہے کہ اس کے جسم کا سارا خون بدل دیا جائے۔

پھر سے مام علماء نے اس مسئلہ پر غور و فکر نہیں کیا بلکہ روایتی انداز میں انتقال خون کو ناجائز کہتے رہے میں سوچتا تھا کہ ہیں اس انسانی مسئلہ پر غور کرنا چاہئے تاکہ میں نے پہلی بار اس کے جوڑ پر حضرت فقیہ اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کا فصل فتوہ پڑھا اور

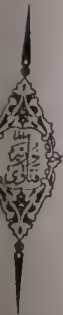


میری ذہنی نش وور ہوئی۔ میں اس مسئلہ پر مسلسل مطالعہ اور غور و فکر کرتا رہا اور جب اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صحیح مسلم لکھنے کی سعادت عطا کی تو میں نے اس مسئلہ کو بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھا لیکن یہاں بھی میری لکھی رہنمائی کا سبب حضرت فقیر اعظمؒ، اسکنہ اللہ بحجۃ اخرہ دوسرا کہ فتوے ہی بنا تھا۔

اسی طرح بعض مسائل میں تو اردو اور توفیق بھی ہوا مثلاً رمضان شریف میں تنہا فرض پڑھنے والے کے متعلق ہمارے ہاں یہ شہو ہے کہ وہ امام کی اقتدار میں ناز و تر نہیں پڑھ سکتا۔ اس مسئلہ میں شروع سے میری رائے یہی رہی ہے کہ ایسا شخص امام کے چیمپے و تر پڑھ سکتا ہے پھر میں نے دیکھا کہ فتاویٰ نور میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا ہے اور میں نے اس کے بعض دلائل سے استفادہ بھی کیا اور شرح صحیح مسلم میں یہ مسئلہ بہت تفصیل سے لکھا، بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ حضرت پیر مرثیٰ شاہ گوثروی رحمہ اللہ و قدس اسرارہ کا بھی یہی فتوے ہے۔

حضرت فقیر اعظمؒ شکر اللہ مساعیہ اسکے ہم سے ہیں پہلی بار اس وقت متعارف ہوا جب طالب علمی میں دوران بن گیا، یہ مسئلہ چھڑ گیا کہ گرام کی آواز نہ دوسپیکر کے ذریعے مقتدیوں تک پہنچے تو آیا اس امام کی اقتدار میں ناز و تر ہے یا نہیں مجھے بتایا گیا کہ اس مسئلہ پر حضرت فقیر اعظمؒ احوال اللہ درجہ اتہا کا رسالہ مکبر بصوت چھپا ہوا ہے، یہ رسالہ فتاویٰ جلد اول میں ہے لوگ اس مسئلہ پر اختلاف کو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ کے دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں اور یوں حضرت کی علمی و جاہلیت مجھ پر آشفت ہوئی اور اب تو بیس برس سے زیادہ گزر گئے اور ماضی میں سے کوئی شخص تاحال اس رسالہ کے دلائل کا جواب نہیں لکھ سکا۔

میرے سنا صاحب حضرت مرانا علی محمد سندیلوی دمشقا اللہ طول حیاتہ فرما رہا ہے کہ ہم کا نوڈوسپیکر کے ذریعہ مقتدیوں تک اپنی آواز پہنچانا زیادہ دانی ہے کیونکہ اس طرح







# حیاتِ فقیہِ اعظم

تحریر محمد مجتبیٰ الشافعی

غم را در کعبه تنجانه می ناله حیات  
تا ز بزم عشق یک دانه می راز آید برین



## قرنہا بیدیکہ تا یک مرتقی پیدا شود بازید اندر خراسان یا آویس اندر قریض

حضرت نقیہ معظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی علیہ الرحمۃ ثبائر ایں، مسلک حنفی اور مشرب قادری تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد صوفی مشرب، پاکیزہ سیرت اور صاحب دل بزرگ تھے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ابو النور محمد صدیق قدس سرہ "م ۳۸۰ھ ر ۱۹۶۱ء" نے ایک کتاب لکھ کر سرورق پر حضرت علیہ الرحمۃ کا نام و نسب یوں تحریر فرمایا ہے

"علامہ دوراں، فہامہ زماں محمد نور اللہ سلمہ ربہ بانی و مستم دار العلوم حنفیہ فریدیہ  
بصیر پوری ابن نمک اسلاف، احقر العباد فقیر محمد صدیق ابن حضرت مولانا مولوی  
احمد الدین ابن سلطان التارکین مولانا محمد امیر ایمم ۲ ابن مولانا مولوی جمال الدین

ل سرورق "رسائل ابن عابدین" یہ کتاب راقم کی ذاتی لا بھری میں موجود ہے۔

ی آپ کے آباؤ اجداد ملوث ضلع فیروز پور میں قیام پذیر تھے۔ آپ ول کے غنی اور بے ریا طبیعت کے انسان تھے۔ آپ کی ملکیت میں ساڑھے چار سو ایکڑ زمین تھی۔ مگر محبت علم اور رضائے الہی کی خاطر جائیداد کو خیر باد کہتے ہوئے سکھوں کے مد میں ہجرت کر کے ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں آباد ہو گئے، اسی لئے آپ کو سلطان التارکین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔



میں نے حضرت علامہ کو سب سے پہلے ہی میں دیکھا تھا۔

پہلی حالت ۱۱ جب ارباب ۱۳۳۲ء میں سید محمد سعید  
میں آوازیں ملی۔ دولت سے ملنے کے بعد میں نے اس کو سعید  
محببت کے طور پر دیکھا۔ یہ نہیں ہے جو علامہ کو سعید اولیاء کے اسم میں ملی  
تھی۔  
تعلیم

دولت میں میرے والدین کے ساتھ اپنا دل دیا۔ سعید محمد سعید  
میں بھی رہا تھا۔ ۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید  
۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید  
کے لئے شروع کیا۔ یہ میرے والدین کے لئے تھا۔ سعید  
۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید

۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید  
۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید  
۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید

۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید  
۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید  
۱۳۳۲ء میں میرے والدین نے میرے والدین کو سعید

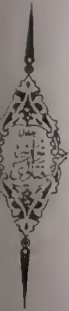
اعلیٰ حضرت مولانا فتح محمد جیوی محدث بہار ننگری علیہ الرحمۃ "م ۳۸۹ھ ر ۶۷۹ھ" کا نام  
 خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

حضرت علیہ الرحمۃ نے دوران تعلیم محنت لگن اور ذاتی مطالعہ سے وہ استعداد پیدا کی  
 کہ اساتذہ بھی اس خداداد صلاحیت و لیاقت کے معترف تھے۔ اس ضمن میں آپ کے ہم  
 جماعت حضرت علامہ جلال الدین صاحب جیون شاہی نے راقم سے اپنے تاثرات بیان کرتے  
 ہوئے فرمایا:

"میں آپ کو بچپن سے جانتا ہوں۔ میں نے آپ کو کبھی کھیلتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ  
 محو مطالعہ ہی پایا۔ دوران تعلیم ایک دفعہ ہم دیوبندیوں کے مشہور مدرسہ مظاہر العلوم سارنہور  
 میں گئے۔ یہاں کے قابل ترین اور تجربہ کار مدرس مفتی محمد اسد اللہ ان دنوں شمس بازغہ  
 پڑھاتے تھے۔ دوران سبق حضرت نے ایک اعتراض کیا مفتی مذکور نے جواب دیا حضرت نے  
 پھر اعتراض کر دیا۔ اس طرح یہ سلسلہ کافی دیر تک جاری رہا۔ مفتی صاحب نے سبق ختم کر  
 دیا۔ کافی دیر مطالعہ کرنے کے بعد اگلے روز پھر یہی سبق پڑھایا مگر حضرت کے تند و تیز اور  
 مضبوط اشکالات کے جواب سے عاجز رہے۔ آخر مجھے (مولانا جلال الدین کو) مخاطب کر کے  
 برطانیہ کہا

"تم میرے ہم پلہ ہو مگر تمہارے بھائی اور ساتھی مولانا محمد نور اللہ علم میں مجھ  
 سے کس زیادہ آگے ہیں"

حضرت علیہ الرحمۃ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل کے بعد حزب الاحناف لاہور تشریف  
 لے گئے۔ جہاں شیخ الحدیث و التفسیر حضرت مولانا سید محمد دیدار علی شاہ الوری علیہ الرحمۃ  
 (م ۳۵۳ھ ر ۴۳۵ھ) اور مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ (م  
 ۳۹۸ھ ر ۴۷۸ھ) سے دورہ حدیث پڑھا۔ حضرت محدث الوری دورہ حدیث پڑھنے والوں کو



”اس بار تم مولانا محمد نور اللہ کی طے کیل پڑھ رہے ہو“

دورہ حدیث مکمل کرنے کے بعد ۲۳ نومبر ۱۹۳۳ء ۶ شعبان ۱۳۵۲ھ کو سند فراغت و دستار فضیلت عطا کی گئی۔ اس موقع پر امام اہل سنت محدث الوردی علیہ الرحمۃ نے آپ کو مطبوعہ سند کے علاوہ خصوصی اسناد سے بھی نوازا اور ابوالخیر کنیت عطا کی۔ بعد میں حضرت مولانا ابوالبرکات علیہ الرحمۃ نے آپ کو فقیہ اعظم کے لقب سے ممتاز فرمایا۔ غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء) نے بھی اپنے گرامی نامہ میں حضرت کے نام کے ساتھ فقیہ اعظم کا لقب تحریر فرمایا۔

## جامع العلوم

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقہ نے اپنی فطری ذکاوت و ذہانت سے زمانہ طالب علمی ہی میں علوم درسیہ کے متعدد علوم و فنون میں مہارت تامہ حاصل کر لی تھی۔ ایسے تمام علوم کی تعداد پچاس سے متجاوز ہے جن کی تفصیل یہ ہے

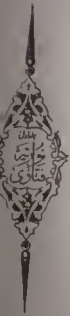
(۱) علم قرآن	(۲) علم حدیث	(۳) اصول حدیث	(۴) تفسیر
(۵) اصول تفسیر	(۶) فقہ (بلا مذہب)	(۷) اصول فقہ	(۸) عقائد
(۹) کلام	(۱۰) فرائض	(۱۱) رسم الاتقاء	(۱۲) تصوف
(۱۳) سلوک	(۱۴) انشاق	(۱۵) سیر	(۱۶) شاکل
(۱۷) اسماء الرجال	(۱۸) تاریخ	(۱۹) قراءت	(۲۰) تجوید
(۲۱) صرف	(۲۲) نحو	(۲۳) معانی	(۲۴) بیان
(۲۵) بدیع	(۲۶) ادب	(۲۷) لغت	(۲۸) عروض و قوافی
(۲۹) فن تاریخ	(۳۰) منطق	(۳۱) فلسفہ	(۳۲) مباحثہ

(۳۳) ہندسہ	(۳۴) ریاضات	(۳۵) حساب	(۳۶) طب
(۳۷) ترقیت	(۳۸) اشتقاق	(۳۹) حکمیر	(۴۰) زبانت
(۴۱) مثلثات	(۴۲) مربع	(۴۳) نظم و شعر عربی	(۴۴) نظم و شعر فارسی
(۴۵) نظم و شعر اردو، پنجابی، ہندی	(۴۶) جمل	(۴۷) تعبیر رؤیا	(۴۸) طبعیات
(۴۹) فراست و قیافہ	(۵۰) سیاست	دیگر وغیرہ	

مندرجہ بالا علوم میں نہ صرف یہ کہ آپ کو مکمل دسترس تھی بلکہ بعض پر تو آپ کی مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً حدیث، فقہ، عقائد، صرف، نحو وغیرہ۔ دیگر علوم کے بارے میں آپ کی مہارت تامہ کا اندازہ آپ کی تصانیف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

### درس و تدریس

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ نے تعلیم سے فراغت کے فوراً بعد درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے بنگلہ فائنلک (بھارت) موضع واسو سالم، موضع سوہیلکی وغیرہ مقامات پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ کچھ عرصہ اپنے استاد گرامی حضرت مولانا فتح محمد صاحب محدث بھاولنگری کے پاس ان کے مدرسہ مفتاح العلوم میں صدر مدرس رہے۔ ۱۳۵۷ھ تا ۱۳۶۸ھ میں تحصیل بھال پور کے ایک قصبے فرید پور میں دارالعلوم خفیہ فریدیہ کے نام سے مدرسہ کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کی قابلیت اور پر تاثیر تدریس کا شہرہ عام ہونے لگا۔ جملہ علوم و فنون درس نظامیہ کی تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ کسی بھی فن کا درس ہو تا طلبہ کے قلوب و اذہان میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع فروزاں کرتے چلے جاتے۔ اسی مقام پر ۱۳۶۳ھ تا ۱۳۷۳ھ میں بخاری شریف سے دورہ حدیث کا آغاز فرمایا یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ دورہ حدیث کی اس پہلی جماعت میں دیگر تلامذہ کے علاوہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد صدیق علیہ الرحمۃ بھی شریک درس تھے۔ طلباء کی بڑھتی ہوئی تعداد ایک عظیم

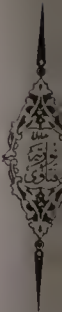


الشان علی اوارے کی متقاضی تھی۔ جس کے لئے یہ جائیداد مانول مناسب نہ تھا۔ اس لئے آپ نے ۱۹۴۵ء، ۶۳-۶۴ھ کو بسیرپور میں ڈیرہ جمایا۔ یہ پس ماندہ علاقہ خصوصاً وہ خطہ زمین جس پر اب دارالعلوم موجود ہے قزاقوں کا مسکن تھا۔ اس وادی غیر ذی زرع کو اس ماثق مصطفیٰ نے اپنی شبانہ روز محنت، عظیم لگن اور جہد مسلسل سے عظیم یونیورسٹی بنا دیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

آپ نے مسلسل پچاس سال قرآن حدیث اور دیگر علوم و فنون کا درس دیا اسباق کی پابندی فرمائی۔ تدریس سے آپ کو بڑا شغف تھا۔ چنانچہ جب کبھی حرمین شریفین (زاوہما اللہ شرفاً) میں حاضری کا موقع ملتا تو وہاں بھی تصوف و حدیث کا درس جاری رکھتے۔ اسی وجہ سے آپ محدث عرب و عجم کے لقب سے بھی مشہور تھے۔ ۱۹۷۶ء میں احقر کو بھی مسجد نبوی میں گنبد خضراء کے سایہ تلے آپ سے بخاری شریف پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

جب سنت یوسفی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے جیل جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں بھی حدیث شریف پڑھاتے رہے۔ اسباق سے محبت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۹۸۲ء میں آپ نے اپریشن کرایا زخم ابھی مندمل نہیں ہونے پائے تھے، نقاہت حد سے زیادہ تھی مگر آپ نے اس عالم میں بھی سلسلہ تدریس منقطع نہ ہونے دیا۔ یکم اپریل ۸۳ء کو شدید علیل ہوئے اس سے قبل یعنی ۳۱ مارچ کو بھی آپ نے باقاعدگی سے طحاوی شریف کا سبق پڑھایا گویا عمر بھر اپنے مرشد کامل کے بتائے ہوئے محبوب وظیفے۔۔۔۔۔ درس و تدریس۔۔۔۔۔ کا سلسلہ جاری رکھا۔

آپ سے فیض یافتہ حضرات آسمان علم پر آفتاب و صتاب بن کر چمکے۔ ملک کے گوشے گوشے میں بلکہ بیرون ملک بھی آپ کے تلامذہ درس و تدریس، تہنیت و تالیف اور افتاء و تبلیغ کے ذریعے رشد و ہدایت میں مصروف ہیں۔





صدر الافاضل علیہ الرحمۃ کے علاوہ حضرت کو اپنے استاد کرامی مولانا سید رید ارحم شاہ صاحب انوری کی طرف سے بھی اسناد حدیث اور دیگر اعمال و وظائف اور سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ محدث انوری کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز سے اجازت حاصل تھی۔

حضرت علیہ الرحمۃ کو اپنے دیگر اساتذہ حضرت مولانا ابوالبرکات قادری اور محدث بہاولنگری کی طرف سے بھی بہت سے عملیات اور مختلف سلاسل طریقت کی اجازت حاصل تھی۔

حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ کی شخصیت اس قدر پرکشش تھی کہ ان کی خدمت میں حاضری دینے والا ہمیشہ کے لئے دایم عقیدت و محبت میں گرفتار ہو جاتا۔ آپ سے متاثر ہو کر کئی بد مذہب اپنی بد عقیدگی سے تائب ہو کر مسلک اہل سنت کے مبلغ بنے۔ بے شمار لوگوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ کے مریدین و معتقدین پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں بھی موجود ہیں۔

### تفقہ فی الدین

حضرت فقیہ اعظم فتویٰ نویسی میں غیر معمولی مہارت رکھتے تھے آپ کی ذات مرجع خلافت تھی، ملک اور بیرون ملک کے لوگ استثناءات میں آپ کی طرف رجوع کرتے۔ فقہ میں آپ کو تخصص کا درجہ حاصل تھا۔ ایک فقیہ اور مفتی کے لئے جن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے وہ تمام تر آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی چیرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی نے لاہوری کی تقریب تعارف منعقدہ ۳۱ جون ۱۹۸۰ء بمقام پاکستان نیشنل سنٹر لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:



”مفتی کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے (۱) علمی وسعت (۲) ایمانی فراست (۳) دیانت (۴) تزکیہ نفس۔ یعنی طہارت ظاہر و باطن یہ چار چیزیں اگر مفتی میں ہیں تو وہ صحیح معنی میں رہنمائی کر سکتا ہے۔ حضرت فقیہ اعظم میں یہ چاروں تمام و کمال پائی جاتی ہیں۔“

فتاویٰ نوریہ کی چھ ضخیم جلدوں کے مطالعہ سے آپ کے تبحر علمی وسعت نظر، قوت استدلال، صلابت رائے اور فقہی بصیرت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اکثر و بیشتر فتوے اعلیٰ ترین تحقیقی مقالات کے معیار پر پورے اترتے ہیں جن میں بیسیوں مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔ ایک استثناء کے جواب میں ضمناً آپ نے خود تحریر فرمایا!

”بفضلہ تعالیٰ مجھے التزام ہے کہ جب کوئی مسئلہ پیش آئے تو متعدد معتمدات مذہب ضرور دیکھ لیا کرتا ہوں۔“

اس قدر محنت اور تحقیق کے باوجود آپ نے عمر بھر کسی سے فتویٰ نویسی کے عوض ایک پائی بھی وصول نہ کی جو کچھ کیا محض رضائے الہی کے لئے کیا۔ اسی طرح درس و تدریس اور امامت و خطابت کے فرائض بھی عمر بھر بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للیت و خلوص کے ساتھ انجام دیتے رہے۔

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ دیانت وار ہو۔ اس پہلو میں بھی حضرت فقیہ اعظم ممتاز نظر آتے ہیں۔ یہاں آپ کے مکتوب کا ایک اقتباس نقل کیا جاتا ہے جو بظاہر بہت معمولی بات ہے مگر اس سے حضرت کی زندگی میں امانت و دیانت کے اہتمام کا پتہ چلتا ہے۔ آپ کے کلید رشید مولانا زید احمد صاحب نوری خطیب میاں چنوں نے ایک بار آپ کو مدینہ

عالیہ میں خط تحریر کیا۔ خط میں --- عالیہ کے بہت سے 'حضرات' (میں میں کچھ ۵۰ء اور بھی تھے) کے نام سلام تحریر کر دیئے۔ حضرت علیہ الرحمۃ چوتھہ زیادہ تر وقت حرم نبوی میں رہتے تھے، ظاہر ہے اس قسم کی باتوں کے لئے آپ کے پاس وقت نہ تھا لہذا اس دیانت دار فقیہ نے مولانا موصوف کے نام تحریر فرمایا:

"مولانا ضیاء الدین و فضل الرحمن صاحبان کو سلام عرض کر دیئے ہیں مگر باقی احباب کے سلام آپ ہی کو واپس کرتا ہوں۔۔۔۔۔ آپ عجیب ہیں ایسی تکلیف اس ضعیف کو دینی نہیں چاہئے۔۔۔۔۔ دوکانداروں کو کہاں تلاش کروں؟۔۔۔۔۔ ان لوگوں کو آپ بالخصوص نام سے یاد نہیں رہ سکتے۔ یہاں تو ہر سال ہزاروں آتے ہیں۔ وہ کس کس کو یاد رکھیں اور میرے پاس ان حضرات کو تلاش اور پھر بڑی مشکل سے یاد دلانا اتنا وقت نہیں۔۔۔۔۔ سلام پہنچانے کے متعلق کہا جائے تو ضروری ہو جاتا ہے جو میرے لئے احد پہاڑ سے بھی بڑا ہے۔" ایک فقیہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طبقاتی کشمکش اور گروہی و جماعتی تعصب سے بالا تر رہے اور حق گوئی کا مظاہرہ کرے۔ چنانچہ آپ سے بوبلی کے دودھ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ:

"ایک دیوبندی مولوی نے فتویٰ دیا ہے کہ اس کا کھانا ناجائز ہے۔"

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"بلا شک و شبہ و ریب شرعاً حلال ہے، اس کا کھانا پینا جائز ہے۔۔۔۔۔ کسی دیو

بندی مولوی کے اس فتوے سے کہ کھانا ناجائز ہے یہ حکم نہیں بدلتا کہ ناجائز ہو

جائے۔“

ایک اور فتویٰ کے جواب میں تحریر فرمایا:

”کسی دوج بندی کی چھی بات صرف اس لئے جھوٹی نہیں ہو سکتی کہ وہ دوج بندی کی

بات ہے۔“

اس کے برعکس اگر اپنے کسی ہم مسلک سے کوئی تسائل ہو تو اس کا بھی برملا اظہار فرما دیا۔ مثلاً اہل سنت کے ایک عالم کی طرف سے بھجوائے گئے ایک استفتاء میں حضرت کے نام پر

لفظ محمد پر ”کانشان لگا ہوا تھا اس پر یہ تنبیہ فرمائی:

”یہ جو مشہور ہے اور اس کی بنا پر آپ نے بھی میرے نام پر“ ”لکھ دیا ہے یہ

نکتہ ناجائز ہے۔۔۔۔۔ پھر حضور کے اسم مقدس کے ساتھ بھی یہ“ ”لکھنا ناجائز

ہے۔“

ایک عالم اور فقیہ پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ بلا تحقیق جواب نہ دے اور اگر کسی مسئلے میں تحقیق نہ ہو تو اس کی وضاحت کرنے اور اصل صورت حال کے برملا اظہار میں اپنی توجہیں محسوس نہ کرے جیسا کہ امام دارالہجۃ حضرت مالک بن انس سے ایک بار چالیس سوائل دریافت کئے گئے مگر آپ باوصف اپنی جاالت علمی کے صرف چار کا جواب دے سکے اور چھتیس سوالات کے بارے میں فرمایا ”لا ادری“ ”ان کا جواب میری سمجھ میں نہیں آتا۔“ حضرت فقیہ اعظم کی ذات میں بھی یہی شان مجزوا کسار نظر آتی ہے۔ آپ اس وقت تک فتویٰ

۱۔ فتاویٰ نوریہ، حصہ سوم، ۳۵۰

۲۔ فتاویٰ نوریہ، جلد اول، ۶۷۷

۳۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، ۴۱

نہ دیتے جب تک کامل تحقیق نہ ہو جائی۔ اے صاحب میں آپ سے مولانا عبد السمیع صاحب رحمہ اللہ  
 مدرسہ احیاء العلوم پورے والانے تین سوالات کا جواب طلب کیا۔ پہلے دو سوالوں کا جواب  
 آپ نے عطا فرمادیا مگر تیسرا سوال نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کے بارے میں تھا۔۔۔۔۔  
 اس کے جواب میں حضرت نے فرمایا۔

”واللہ تعالیٰ اعلم“

بعد میں جب تحقیق کامل ہوئی تو اس مسئلہ پر ایک مستقل کتاب تحریر فرمادی۔  
 ایک مفتی عالم کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مخلص ہو، تحقیق مسائل میں نفسانیت  
 سے بلا تر ہو کر حق کی جستجو میں لگا رہے۔ صاحب فتاویٰ نوریہ اس پہلو سے بھی نمایاں حیثیت  
 رکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک جگہ علماء کو دعوت فکر و عمل دیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”کیا تازہ حوادث و نوازل کے متعلق احکام شرعی موجود نہیں کہ ہم بالکل معمم کلمہ  
 بن جائیں اور عملاً اغیار کے ان کا فرمانہ مزعومت کی تصدیق کریں کہ معذرتاً  
 اسلام فرسودہ مذہب ہے۔ اس میں روزمرہ ضروریات زندگی کے جدید ترین ہزار ہا  
 تقاضوں کا کوئی حل نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔۔۔۔۔۔ یہ  
 حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے کہ کسی ناجائز اور غلط چیز کو اپنے مفلو و فحشا سے  
 جائز و مباح کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں مگر شرعاً اجازت ہو تو عدم جواز کی رٹ لگانا بھی  
 جائز نہیں۔ غرضیکہ ضد اور نفس پرستی سے بچنا نہایت ضروری ہے۔ کیا یہ اچھا ہو  
 کہ ہمارے ذمہ دار علماء کرام محض اللہ کے لئے نفسانیت سے بلند و بالا سر جو ذکر  
 نہیں اور ایسے جزئیات کے فیصلے کریں۔۔۔۔۔۔ مگر بظاہر یہ توقع تمنا کے حدود

ملے نہیں کر سکتی۔ اور یہی انتشار آزاد خیالی کا باعث بن رہا ہے۔۔۔ فان اللہ وانا

الیہ راجعون۔۔۔

ایک فقیہ اور مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دل میں صاحب شریعت کی  
پختہ محبت ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے اس کا قلب بھر پور ہو، وہ  
ایمانیات اور اعتقادات میں متسلب ہو۔۔۔ صاحب فتاویٰ نوریہ کی ذات میں یہ اوصاف  
درخشاں نظر آتے ہیں۔ عشقِ نبوی نے آپ کو پختلی ایمان اور اتباعِ سنت و شریعت کی معراج  
پر پہنچا دیا تھا۔ سرکار کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی کرنے والا بھی آپ کے نزدیک واجبِ القتل  
تھا۔ فرماتے ہیں:

”شہنشاہِ کون و مکان حبیبِ رب رحمان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان  
پاک میں نازِ نبا الفاظ اور گالی بکنے والا انسان تمام مسلمانوں کے نزدیک کافر ہے  
اور کافر بھی ایسا سخت کہ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہو  
جاتا ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ حاکمِ اسلام اسے قتل کر دے۔ یہ سزا اسلامی  
حکومت کا فرض ہے۔۔۔۔۔ ایسے بد خواہان ملک و ملت کو شرعی سزائیں  
لگائے اور پاکستان کے پاک وجود کو ایسے گندے اور ناپسند عناصر سے پاک  
فرمائے۔“

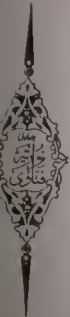
مرجع العلماء

سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو جو او مطلق نے بے پناہ فتنی بصیرت سے سہرہ ور فرمایا

۱۔ فتاویٰ نوریہ، جلد سوم، ص ۴۷

۲۔ فتاویٰ نوریہ، جلد دوم، ص ۳۳۰

۳۔ فتاویٰ نوریہ، جلد اول، ص ۲۰۹ (مطبوعہ)



علا۔ آپ کی اس خصوصیت کے پیش نظر آپ کے استاد گرامی مفتی اعظم پاکستان مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو فقیہ اعظم کا لقب عنایت فرمایا اور سراج الفقہاء مفتی سراج احمد صاحب علیہ الرحمۃ (م ۱۳۹۲ھ / ۱۹۷۲ء) نے آپ کو فقیہ اعظم اور علم کا بحر ذخار قرار دیا۔

عام طور پر عوام الناس مفتیان کرام سے شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں مگر حضرت فقیہ اعظم کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود محقق مفتی، مصنف، مدرس، دانشور یا جید عالم دین تھے۔

مولانا محمد فیض الحبیب اشرفی فاضل دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصرپور نے اس حوالے سے ”فقیہ اعظم۔۔ بحیثیت مرجع العلماء“ کے عنوان سے مقالہ تحریر کیا ہے ان کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے مطابق فتاویٰ نوریہ کی چھ جلدوں میں ۹۳۶ استفتاءات ہیں جن میں ۶۵۵ استفتاءات عوام الناس کے ہیں جبکہ علماء و دانشور حضرات کے پیش کردہ استفتاءات کی تعداد ۲۷۱ ہے گویا استفتاء کرنے والوں میں ایک چوتھائی سے زائد تعداد علماء اور دانشوروں کی ہے۔

آپ کے ہم عصر اکابر علماء کرام آپ کی اجتہادی بصیرت اور تبحر علمی کے قائل تھے جب کوئی اہم معاملہ پیش ہوتا تو علماء، آپ کی طرف رجوع کرتے جب ”خلافت معاویہ و یزید“ نامی رسوائے زمانہ کتاب شائع ہوئی تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے آپ کے استاد حضرت سید صاحب کی نظر آپ کی طرف انہی چنانچہ ایک گرامی نامے میں یوں تحریر فرمایا۔

”اگر آپ فقیہ اعظم ہوتے نکال کر اس کے رو کی ہمت کریں تو اس فتنہ کی روک

تمام ہو سکتی ہے۔<sup>۱</sup>

صاحب ہمار شریعت صدر الشریعت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت علامہ  
عبدالمسلطی الاذہری (م ۱۹۹۰ء) حضرت مولانا سید حسین الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ  
رضویہ راولپنڈی اور دیگر علماء کرام نے ۱۹۷۶ء میں حج کے موقع پر عرفات میں آپ کے فتویٰ  
پر عمل کرتے ہوئے ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ راقم الحروف اس واقعہ کا معنی شہاد  
ہے۔ علامہ ازہری صاحب نے بھی اپنے ایک مکتوب میں اس کا ذکر کیا ہے کہ  
جنس مفتی سید شجاعت علی قادری حج و فاتی شریعت عدالت آپ کی اجتہادی بصیرت کا  
یوں تذکرہ کرتے ہیں۔

”حضرت کا علم و حلم و ورع و تقویٰ، فقہیت و اجتہاد مسلمہ امور ہیں لیکن جس امر نے  
مجھے فکری اعتبار سے ہمیشہ ان کے قریب رکھا ہے وہ حالات حاضرہ کے جدید تقاضوں کا گہرا  
شعور اور مسائل عصریہ کا مجتہدانہ حل پیش کرنے کی اعلیٰ ترین صلاحیت کا ان میں موجود ہونا  
ہے۔“

ایک مرتبہ چینیس سے زائد مسائل پر مشتمل ایک سوالنامہ فقیر نے پاکستان کے اکابر  
علماء کی خدمت میں ارسال کیا۔ جس میں انتقال خون، اعضاء کی پیوند کاری، ٹیوب بے بی وغیرہ  
جدید مسائل کے بارے میں رائے طلب کی گئی۔۔۔ حضرت مفتی صاحب (فقیہ اعظم علیہ  
الرحمۃ) ان چند بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے جواب کی زحمت برداشت کی بلکہ صحیح یہ ہے  
کہ پوری دلچسپی سے منقول و مدلل جوابات صرف آپ ہی کے تھے۔<sup>۲</sup>

<sup>۱</sup> مکتوب حضرت سید ابوالبرکات بنام فقیہ اعظم مخدومہ راقم الحروف

<sup>۲</sup> حیات فقیر اعظم، ص ۳۳۳

<sup>۳</sup> مکتوب بنام مولانا شبیر احمد ہاشمی، عمرہ، ۶ مئی ۱۹۸۳ء

مخالفان حضرت علامہ ابو الفضل والہیانؒ کا حال۔ جس ایشی اور دوسرے  
برکات تم العالیہ نے حضرت کی جدات طہی کا تذکرہ کیا۔

”اگر دیگر علماء اندہ او اعلم العلماء ہو“۔ مگر اس فضلاء اندہ افضل العلماء  
ہو، ”وگ فقیہ اعظم کہتے ہیں۔ لیکن میں یہ کہنے میں لوی باب نہیں سمجھتا کہ اگر  
دیگر اس فقہاء اندہ او افتد افتضاء ہو۔۔۔ اگر دیگر اس افتضاء اندہ اور نہیں الا افتضاء  
ہو دو اگر دیگر اس مشائخ اندہ او شیخ المشائخ ہو۔۔۔ فتویٰ کے اندہ اگر میں یہ کہوں  
کہ وہ اصحاب ترجیح سے تھے تو مباہلہ نہیں ہو گا۔ ان کے فتوؤں کے اندہ رجحان  
شان ہے، ”مجتہد نہ بصیرت ان کو حاصل تھی“ ویسے تو لاہد للمفتی ان کیون مجتہد  
ہر مفتی کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے لیکن ”حضرت فقیہ اعظم کے فتاویٰ کی اپنی  
شان ہے۔ ان کی بعض تحقیقات سے کسی کو اختلاف ہو تو الگ بات ہے لیکن ان  
کی نقاہت اور نقاہت کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔“

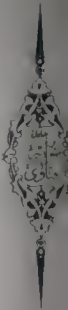
انہی اوصاف کے پیش نظر شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی نے آپ کو ”آیت من  
آیات اللہ“ کہا اور شہباز خطابت صاحبزادہ سید فیض الحسن شاہ صاحب نے آپ کو دور حاضر کا  
امام ابو حنیفہ قرار دیا۔

چنانچہ نماز میں لاؤڈ سپیکر کا استعمال، انگریزی اور ہومو میتھی ادویات، جاں بلب  
مریضوں کے لئے عطیہ خون، بچیوں کو لکھنے کی تعلیم دینے، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز

۱۔ خطاب مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۸۳ء بمقام دارالعلوم خلیفہ قریبیہ بصیر چر

۲۔ روایت مولانا محمد امجد الحسن علی پوریؒ دوسرے دارالعلوم حنفیہ فریدیہ پورہ۔ حسب: یاسان صفحہ  
محمد عارف نوری قصوری مرید کے

۳۔ مکتوب مولانا بوسرہ منظور احمد نوری قصوری نام، ۱۸ ستمبر ۱۹۸۳ء





روست ہلال 'روزہ کی حالت میں انجمن 'بلغاریہ' و 'مارک و فیرو' (جہاں سال کے کچھ دن ایسے آتے ہیں جن میں صرف ڈیڑھ دو گھنٹے کی رات ہوتی ہے) میں نماز روزے اور دیگر تقریبات کے اوقات کا تعین 'حج کے لئے تصویر کا جواز' ایوی دور میں عالمی قوانین پر مبنی پنجاب اسمبلی میں یکم سنی کے پیش کردہ بل پر تحقیقی رائے ایسے متعدد فتوے ہیں جن کے مستفین بھی ملکی و غیر ملکی علماء کرام اور دانشور حضرات ہی ہیں۔

## ذوق شعرو سخن

حضرت علیہ الرحمۃ بلند پایہ فقیہ اور متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ سخن فہم بھی تھے۔ آپ نے نعت گوئی کو بطور خاص اپنایا اور اپنے واردات قلبیہ اور جذبات عشق مصطفویہ کو اشعار کے سانچے میں ڈھالا۔ مختلف اصناف شعریہ میں وہ گل کاریاں کی ہیں کہ ذوق عشر عش کراہتا ہے اور وجدان جھوم جھوم جاتا ہے۔ آپ کا اکثر کلام فارسی میں ہے، تاہم عربی اردو اور پنجابی میں بھی نعتیں کہی ہیں۔ بیشتر کلام زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔ آپ کا کلام آداب شریعہ کی پاسداری کے ساتھ ساتھ محبت و شینگی کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی نعتیں بارگاہ حبیب خدا علیہ التیمہ والثناء میں شرف قبولیت رکھتی ہیں۔۔۔۔۔ آپ کے ایک مرید حاجی رشید احمد صاحب نوری نے جو نہایت متقی اور متدین ہیں، راقم کو بتایا کہ مجھے خواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔۔۔۔۔ ایک محفل جمی ہے۔۔۔۔۔ نعت خوانی ہو رہی ہے۔۔۔ ایک فارسی نعت پڑھی گئی جس کا مطلع تھا۔

کے خدایا روئے زیبائے درا بنیم باز

از ہم دو قوس ابد نیش تا بنیم باز

مغفل پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ نعت ختم ہوئی تو میں نے سرکارِ فداہِ روحی کے حضور عرض کیا کہ یہ نعت مجھے تحریر کروادیں۔ آقا حضور نے ارشاد فرمایا:

”یہ نعت تمہارے بڑے مرشد کی کہی ہوئی ہے ان سے جا کر لے لو“

چنانچہ میں حضرت فقیہ اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنے بیاض سے نقل کر دی۔ آپ کا اکثر کام غیر مطبوعہ ہے کچھ حصہ ۱۸۵۳ء میں نعمائے بخشش کے نام سے طبع ہوا۔

## عشق مصطفیٰ علیہ التیمہ وانشا

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ کا امتیازی وصف عشق مصطفیٰ تھا۔ آپ بلاشبہ فنا فی الرسول اور فنا فی حب الدین تھے۔ آپ کی محفل میں حاضری سے شرف یاب ہونے والے اس حقیقت نے بخوبی واقف ہیں کہ سرکار عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے شرمینہ منورہ کا ذکر آتے ہی مرغ نیم بھل کی طرح تڑپ اٹھتے۔ درس حدیث دیتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے اگلنے لگتے۔ ایسا محسوس ہوتا کہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال جہاں آرا کے دیدار میں محو ہیں۔ مولانا حافظ محمد اسد اللہ نوری کے نام ایک مکتوب گرامی میں اس حقیقت کو یوں منکشف فرماتے ہیں:

”میرا تو بلفہمہ تعالیٰ یہ عالم ہے کہ بصیر پور میں درس اسباق دیتے ہوئے مدینہ

عالیہ میں ہی حاضر معلوم ہوتا ہوں۔ گنبد خضراء پیش نظر رہے تو کوئی دوری نہیں

۔ تعلیم بھی نہایت ضروری کہ صوفی بے علم شیطان کا مسخرو ہوتا ہے اور نہ دل

کی چاہتا ہے کہ ہر وقت مدینہ عالیہ حاضر رہے۔“

آپ کے دل میں حاضری مدینہ کی کتنی تڑپ تھی اس کی جھلک آپ کی تحریروں میں جا

بجا دیکھی جاسکتی ہے۔ حضرت کے فرید خاص حامی چودھری محمد اسحاق نوری متعدد بار حاضری

مدنہ میں حضرت کے ہم سفر ہے۔ وہ حاضری ہار گاہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھے کہ ان کے نام ایک مکتوب میں آپ نے تحریر فرمایا:

”حسرت آتی ہے کہ آپ کے ساتھ ان پاک بیاری گلیوں میں یہ فقیر بھی ہوتا تھا مگر کیا کروں کہ یہ نامرادی کے دن بھی قسمت میں تھے۔ گو تذکرہ تو وہیں کا رہتا ہے مگر ہوں تو دور و مجبور۔ حاجی صاحب! اس گدائے بے نوا کی جلدی حاضری کی اجازت لے کر آئیں اور بغداد شریف کی حاضری کی منگوری بھی لے کر آئیں۔ وہاں سب کچھ ملتا ہے۔“

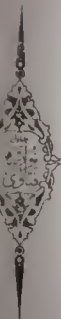
جب ظاہر آحاضری میں تاخیر ہو جاتی یا حج و عمرہ کے دن قریب آتے تو آپ کی بے قراری اضطراب کی شکل اختیار کر جاتی۔۔۔ دیکھئے! اپنے مرید عبدالرزاق مدنی کو ایک مکتوب میں وارفتگی کی عجیب کیفیت میں لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا قبلہ فضیلۃ الشیخ محمد ضیاء الدین احمد قادری مدظلہم سے نہایت نیازمندانہ سلام عرض کریں اور خاص ائخاص دعا کرائیں کہ یہ سگ بے بضاعت بھی مدنہ کی گلیوں کی زیارت کر سکے۔۔۔ حضرت خواجہ غلام فرید علیہ الرحمۃ ہاچا اں شریف والوں کا ایک شعر لکھتا ہوں کہ میرے دل کی حسرت کی آواز ہے

کوئی یار سیرۃ کحل وے دن بہتے گزرے

میرا جاوے نہ جو بن ڈھل وے دن بہتے گزرے

مدنی صاحب! خوب خوب بچوں کی طرح ہلک ہلک کر اور رو رو کر دعائیں کریں اور التجائیں کریں۔۔۔ ضدی بچے کے مہیاں ماں باپ ضد پوری کر دیتے ہیں، ہمت کریں میں



تو بالکل بے دست و پا ہوں۔۔۔۔۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا نہ بچے ہوں کہ ضد پر اڑ جاؤں۔۔۔۔۔  
ہاں کرم ہی کرم درکار ہے۔۔۔۔۔

محبت و عقیدت کی ان وارنگیوں کی جھلک جا بجا ان کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی  
ہے۔ چنانچہ مولانا الحاج غلام حسین نوری علیہ الرحمۃ (سایہ وال) کے نام ایک مکتوب میں  
تحریر فرماتے ہیں:

”دل مدینہ عالیہ کے لئے بے قرار ہے۔۔۔۔۔ اور بے قراری بھی گیا اضطراب  
ہے۔۔۔۔۔ ایک بدکردار گناہ گار نامہ سیاہ اور حال تباہ اگر اپنے مولانا ملک کی  
بارگاہ بے کس پناہ میں فریادی بن کر حاضر نہ ہو تو اور کیا کرے؟ مجھے امید ہے کہ  
ظاہری مایوسیوں کے باوجود کوئی صورت بن آئے گی۔۔۔۔۔“

اور پھر کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ظاہری بے سروسامانی کے باوجود بارگاہ حبیب سے بلاوا آ  
گیا۔۔۔۔۔ ۱۹۳۳ء کو آپ نے دوسرے حج کی درخواست دی، قرعہ اندازی میں نام نہ  
آیا۔۔۔۔۔ ذوالحجہ کا چاند نظر آگیا۔ بظاہر مایوسی و ناامیدی تھی مگر آپ یہی فرماتے کہ میں حضور  
کے لطف و کرم سے ناامید نہیں ہوں۔۔۔۔۔ چنانچہ سرکار کی طرف سے عجیب کرم ہوا کہ یکم  
ذی الحجہ کو آپ قیلوہ فرما رہے تھے، خواب میں مشہور فقیہ مدینہ حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر  
کی زیارت ہوئی۔ موصوف نے فرمایا ”میں حضور کے حکم سے آپ کو لینے آیا ہوں“ کو فقیہ  
اعظم پاکستان کے لینے کے لئے فقیہ مدینہ کو بھیجا گیا) بیدار ہوئے تو ذاکیرہ و فخر ج کی طرف سے  
اطلاعی جینی لئے کھڑا تھا جس میں تحریر تھا کہ آپ کا فلاں نمبر کا تار ملا ہے لہذا آپ ۸ مئی ۱۹۳۳ء

(۳۱۰ء) کو کراچی پہنچیں۔۔۔ حالانکہ آپ نے کوئی تار نہیں دیا تھا۔ اس نہیں تار کا  
آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ چنانچہ آپ مازم حسن شریفین ہوئے اور حج و زیارت کی سعادت  
سے نوازے گئے۔

اس عاشق مصطفیٰ کی سرت اس وقت دیدنی ہوتی جب انہیں بارگاہ حبیب پاک سے  
اذن حضوری مل جاتا چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کو تحریر فرمایا:

”سترہ ستمبر کو بصیر پور سے (مدینہ منورہ) روانگی ہے۔ اس دن میری عید کا دن  
ہے۔“

پھر کوئی عزیز آپ کی علالت و نقاہت اور موسم کی حدت کے پیش نظریہ عرض کر آئے؛  
ع گری ہے تپ ہے درد ہے کلفت سز کی ہے  
تو آپ اسے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز کے ہم زبان  
ہو کر جواب دیجئے:

ع ناشر! یہ تو دیکھ عزیمت کدھر کی ہے؟

چنانچہ حاجی رشید احمد نوری بھٹی کے ایک خط کے جواب میں تحریر فرمایا:  
”کل انشاء اللہ تعالیٰ روانہ ہو رہا ہوں۔ واللہ الحمد والمنة۔۔۔۔۔ آپ کی نصیحت  
بجائے کمزور ہوں اور گری بڑی ہے مگر مدینہ منورہ کی طرف منہ ہو تو کوئی خوف  
نہیں۔“

۱۹۶۰ء میں پہلی بار آپ حج و زیارت کی سعادت سے مشرف ہوئے پھر مسلسل یہ کرم ہوتا

۱۔ محبوب محرم ۱۳۸۱ھ تا ۱۹۶۷ء

۲۔ محبوب محرم ۱۳۸۲ھ تا ۱۹۶۸ء



مفتی صف خلی دی۔۔۔ آپ نے چوہدری صاحب سے مخاطب ہو کر دریافت کیا۔  
 ”مذہب منورہ کب حاضر ہو گئے؟“ عرض کیا: ”رمضان شریف سے پہلے کا ارادہ ہے۔“  
 فرمایا: ”میرا بھی یہی پروگرام ہے۔“ احقر نے عرض کیا: ”حضور! آپ کا پروگرام تو عید کے بعد کا  
 بنے گا۔“ ”فرمایا:“ ”اب مذہب شریف پہلے حاضری ہوگی۔ رمضان شریف سے بھی پہلے۔۔۔  
 بہت جلد حاضری ہوگی۔“

پور واقفی سید ناغوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مرید صادق کو ”کلمہ ہائے  
 وصل“ پڑھانے کا ارادہ جس فرائض دنیا گیا اور سرکار کی طرف سے حقیقی وصل کی نوید پہلے ہی  
 پہنچی۔۔۔ ہاں رمضان المبارک سے بھی پہلے۔۔۔ بہت پہلے۔۔۔

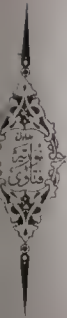
### محبوبانِ حق کی بارگاہ میں

حضرت قدس سرہ کو محبوب اکرم علیہ التیمتہ والتسلیم سے محبت کرنے والوں اور آپ کی  
 راہوں کے راضی۔۔۔ اولیاء کرام اور مشائخ عظام سے بے پناہ محبت تھی۔ اس محبت و  
 عقیدت نے اپنا رنگ دکھایا۔ ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹ء میں آپ عراق و شام کے راستے مدینہ پاک حاضر  
 ہوئے اور بندہ لو شریف، کریم، مصلیٰ، نجف اشرف، کوفہ، بصرہ، دمشق، حلب وغیرہ شہروں میں  
 تشریف لے گئے جس میں متعدد مقبولانِ بارگاہِ الہی کے درباروں پر حاضری دی۔ جن مزارات پر  
 آپ حاضر ہوئے ان کی تفصیل یہ ہے۔

حضرت انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم السلام: حضرت یونس، روضہ مبارکہ  
 سرافندس حضرت یحییٰ علی نبینا وعلیہم السلام والتسلیمات۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین: سیدنا علی المرتضیٰ، امام علی مقام سید الشہداء امام  
 حسین، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

پہلے والیائے مقام رحمہم اللہ تعالیٰ: سیدنا غوث الاعظم جیلانی، امام اعظم ابو حنیفہ،



حضرت عباس بن علی 'حضرت حسن بصری' حضرت محمد بن سیرین 'حضرت اموی کاظم حضرت سری ستقی' حضرت معروف کرخی 'سیدنا جنید بغدادی اور سلطان صلاح الدین ایوبی۔۔۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

علاوہ ازیں آپ دمشق کی جامع مسجد اموی میں بھی گئے اور پتل کے کھنڈرات اور عجائب گھر کا بھی مشاہدہ کیا۔

## سیاسی بصیرت

حضرت فقہ اعظم نور اللہ مرقہ جامع الصفات شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت بہترین مدرس بھی تھے اور اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک فتنم بھی۔۔۔ نعت گو شاعر بھی تھے اور بلند پایہ محقق و مصنف بھی، ذرف نگاہ مفتی بھی تھے اور شیخ کامل بھی۔۔۔ فن گو ناگوں لوصف کے ساتھ ساتھ جو لو مطلق نے آپ کو سیاست میں بھی بڑی فراست سے سروسر فرمایا تھا اگرچہ عملاً سیاست سے کنارہ کش رہے تاہم جب کبھی دین کی سر بلندی کے لیے قربانیوں کا موقع آیا تو قوم نے آپ کو مجاہدین کی صف اول میں پایا۔ چنانچہ آپ نے تحریک پاکستان میں اپنے مرشد گرامی حضرت صدر الافاضل قدس سرہ العزیز اور دیگر اکابر علماء و مشائخ اہل سنت کے ساتھ مل کر اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کی خاطر نمایاں کردار ادا کیا۔

۱۹۴۶ء میں جب کانگریس اور مسلم لیگ کا انتخابی معرکہ ہوا تو آپ نے اپنا بھرپور اثر و رسوخ استعمال کیا۔ نتیجتاً اس حلقہ انتخاب میں مسلم لیگ امیدوار کو کامیابی ہوئی۔ جوا کشمیر میں غازی کشمیر حضرت علامہ ابو الحسنات قادری علیہ الرحمۃ (م ۱۳۸۰ھ ر ۱۳۷۷ء) کے ساتھ حملہ تعاون کیا۔

لے ان تمام زیارات کی تفصیل انقر کے نام آپ کے مکاتیب محررہ ۵۳ ر ۵۴ ر ۵۵ ر ۵۶ ر ۵۷ ر ۵۸ ر ۵۹ ر ۶۰ ر ۶۱ ر ۶۲ ر ۶۳ ر ۶۴ ر ۶۵ ر ۶۶ ر ۶۷ ر ۶۸ ر ۶۹ ر ۷۰ ر ۷۱ ر ۷۲ ر ۷۳ ر ۷۴ ر ۷۵ ر ۷۶ ر ۷۷ ر ۷۸ ر ۷۹ ر ۸۰ ر ۸۱ ر ۸۲ ر ۸۳ ر ۸۴ ر ۸۵ ر ۸۶ ر ۸۷ ر ۸۸ ر ۸۹ ر ۹۰ ر ۹۱ ر ۹۲ ر ۹۳ ر ۹۴ ر ۹۵ ر ۹۶ ر ۹۷ ر ۹۸ ر ۹۹ ر ۱۰۰ ر ۱۰۱ ر ۱۰۲ ر ۱۰۳ ر ۱۰۴ ر ۱۰۵ ر ۱۰۶ ر ۱۰۷ ر ۱۰۸ ر ۱۰۹ ر ۱۱۰ ر ۱۱۱ ر ۱۱۲ ر ۱۱۳ ر ۱۱۴ ر ۱۱۵ ر ۱۱۶ ر ۱۱۷ ر ۱۱۸ ر ۱۱۹ ر ۱۲۰ ر ۱۲۱ ر ۱۲۲ ر ۱۲۳ ر ۱۲۴ ر ۱۲۵ ر ۱۲۶ ر ۱۲۷ ر ۱۲۸ ر ۱۲۹ ر ۱۳۰ ر ۱۳۱ ر ۱۳۲ ر ۱۳۳ ر ۱۳۴ ر ۱۳۵ ر ۱۳۶ ر ۱۳۷ ر ۱۳۸ ر ۱۳۹ ر ۱۴۰ ر ۱۴۱ ر ۱۴۲ ر ۱۴۳ ر ۱۴۴ ر ۱۴۵ ر ۱۴۶ ر ۱۴۷ ر ۱۴۸ ر ۱۴۹ ر ۱۵۰ ر ۱۵۱ ر ۱۵۲ ر ۱۵۳ ر ۱۵۴ ر ۱۵۵ ر ۱۵۶ ر ۱۵۷ ر ۱۵۸ ر ۱۵۹ ر ۱۶۰ ر ۱۶۱ ر ۱۶۲ ر ۱۶۳ ر ۱۶۴ ر ۱۶۵ ر ۱۶۶ ر ۱۶۷ ر ۱۶۸ ر ۱۶۹ ر ۱۷۰ ر ۱۷۱ ر ۱۷۲ ر ۱۷۳ ر ۱۷۴ ر ۱۷۵ ر ۱۷۶ ر ۱۷۷ ر ۱۷۸ ر ۱۷۹ ر ۱۸۰ ر ۱۸۱ ر ۱۸۲ ر ۱۸۳ ر ۱۸۴ ر ۱۸۵ ر ۱۸۶ ر ۱۸۷ ر ۱۸۸ ر ۱۸۹ ر ۱۹۰ ر ۱۹۱ ر ۱۹۲ ر ۱۹۳ ر ۱۹۴ ر ۱۹۵ ر ۱۹۶ ر ۱۹۷ ر ۱۹۸ ر ۱۹۹ ر ۲۰۰ ر ۲۰۱ ر ۲۰۲ ر ۲۰۳ ر ۲۰۴ ر ۲۰۵ ر ۲۰۶ ر ۲۰۷ ر ۲۰۸ ر ۲۰۹ ر ۲۱۰ ر ۲۱۱ ر ۲۱۲ ر ۲۱۳ ر ۲۱۴ ر ۲۱۵ ر ۲۱۶ ر ۲۱۷ ر ۲۱۸ ر ۲۱۹ ر ۲۲۰ ر ۲۲۱ ر ۲۲۲ ر ۲۲۳ ر ۲۲۴ ر ۲۲۵ ر ۲۲۶ ر ۲۲۷ ر ۲۲۸ ر ۲۲۹ ر ۲۳۰ ر ۲۳۱ ر ۲۳۲ ر ۲۳۳ ر ۲۳۴ ر ۲۳۵ ر ۲۳۶ ر ۲۳۷ ر ۲۳۸ ر ۲۳۹ ر ۲۴۰ ر ۲۴۱ ر ۲۴۲ ر ۲۴۳ ر ۲۴۴ ر ۲۴۵ ر ۲۴۶ ر ۲۴۷ ر ۲۴۸ ر ۲۴۹ ر ۲۵۰ ر ۲۵۱ ر ۲۵۲ ر ۲۵۳ ر ۲۵۴ ر ۲۵۵ ر ۲۵۶ ر ۲۵۷ ر ۲۵۸ ر ۲۵۹ ر ۲۶۰ ر ۲۶۱ ر ۲۶۲ ر ۲۶۳ ر ۲۶۴ ر ۲۶۵ ر ۲۶۶ ر ۲۶۷ ر ۲۶۸ ر ۲۶۹ ر ۲۷۰ ر ۲۷۱ ر ۲۷۲ ر ۲۷۳ ر ۲۷۴ ر ۲۷۵ ر ۲۷۶ ر ۲۷۷ ر ۲۷۸ ر ۲۷۹ ر ۲۸۰ ر ۲۸۱ ر ۲۸۲ ر ۲۸۳ ر ۲۸۴ ر ۲۸۵ ر ۲۸۶ ر ۲۸۷ ر ۲۸۸ ر ۲۸۹ ر ۲۹۰ ر ۲۹۱ ر ۲۹۲ ر ۲۹۳ ر ۲۹۴ ر ۲۹۵ ر ۲۹۶ ر ۲۹۷ ر ۲۹۸ ر ۲۹۹ ر ۳۰۰ ر ۳۰۱ ر ۳۰۲ ر ۳۰۳ ر ۳۰۴ ر ۳۰۵ ر ۳۰۶ ر ۳۰۷ ر ۳۰۸ ر ۳۰۹ ر ۳۱۰ ر ۳۱۱ ر ۳۱۲ ر ۳۱۳ ر ۳۱۴ ر ۳۱۵ ر ۳۱۶ ر ۳۱۷ ر ۳۱۸ ر ۳۱۹ ر ۳۲۰ ر ۳۲۱ ر ۳۲۲ ر ۳۲۳ ر ۳۲۴ ر ۳۲۵ ر ۳۲۶ ر ۳۲۷ ر ۳۲۸ ر ۳۲۹ ر ۳۳۰ ر ۳۳۱ ر ۳۳۲ ر ۳۳۳ ر ۳۳۴ ر ۳۳۵ ر ۳۳۶ ر ۳۳۷ ر ۳۳۸ ر ۳۳۹ ر ۳۴۰ ر ۳۴۱ ر ۳۴۲ ر ۳۴۳ ر ۳۴۴ ر ۳۴۵ ر ۳۴۶ ر ۳۴۷ ر ۳۴۸ ر ۳۴۹ ر ۳۵۰ ر ۳۵۱ ر ۳۵۲ ر ۳۵۳ ر ۳۵۴ ر ۳۵۵ ر ۳۵۶ ر ۳۵۷ ر ۳۵۸ ر ۳۵۹ ر ۳۶۰ ر ۳۶۱ ر ۳۶۲ ر ۳۶۳ ر ۳۶۴ ر ۳۶۵ ر ۳۶۶ ر ۳۶۷ ر ۳۶۸ ر ۳۶۹ ر ۳۷۰ ر ۳۷۱ ر ۳۷۲ ر ۳۷۳ ر ۳۷۴ ر ۳۷۵ ر ۳۷۶ ر ۳۷۷ ر ۳۷۸ ر ۳۷۹ ر ۳۸۰ ر ۳۸۱ ر ۳۸۲ ر ۳۸۳ ر ۳۸۴ ر ۳۸۵ ر ۳۸۶ ر ۳۸۷ ر ۳۸۸ ر ۳۸۹ ر ۳۹۰ ر ۳۹۱ ر ۳۹۲ ر ۳۹۳ ر ۳۹۴ ر ۳۹۵ ر ۳۹۶ ر ۳۹۷ ر ۳۹۸ ر ۳۹۹ ر ۴۰۰ ر ۴۰۱ ر ۴۰۲ ر ۴۰۳ ر ۴۰۴ ر ۴۰۵ ر ۴۰۶ ر ۴۰۷ ر ۴۰۸ ر ۴۰۹ ر ۴۱۰ ر ۴۱۱ ر ۴۱۲ ر ۴۱۳ ر ۴۱۴ ر ۴۱۵ ر ۴۱۶ ر ۴۱۷ ر ۴۱۸ ر ۴۱۹ ر ۴۲۰ ر ۴۲۱ ر ۴۲۲ ر ۴۲۳ ر ۴۲۴ ر ۴۲۵ ر ۴۲۶ ر ۴۲۷ ر ۴۲۸ ر ۴۲۹ ر ۴۳۰ ر ۴۳۱ ر ۴۳۲ ر ۴۳۳ ر ۴۳۴ ر ۴۳۵ ر ۴۳۶ ر ۴۳۷ ر ۴۳۸ ر ۴۳۹ ر ۴۴۰ ر ۴۴۱ ر ۴۴۲ ر ۴۴۳ ر ۴۴۴ ر ۴۴۵ ر ۴۴۶ ر ۴۴۷ ر ۴۴۸ ر ۴۴۹ ر ۴۵۰ ر ۴۵۱ ر ۴۵۲ ر ۴۵۳ ر ۴۵۴ ر ۴۵۵ ر ۴۵۶ ر ۴۵۷ ر ۴۵۸ ر ۴۵۹ ر ۴۶۰ ر ۴۶۱ ر ۴۶۲ ر ۴۶۳ ر ۴۶۴ ر ۴۶۵ ر ۴۶۶ ر ۴۶۷ ر ۴۶۸ ر ۴۶۹ ر ۴۷۰ ر ۴۷۱ ر ۴۷۲ ر ۴۷۳ ر ۴۷۴ ر ۴۷۵ ر ۴۷۶ ر ۴۷۷ ر ۴۷۸ ر ۴۷۹ ر ۴۸۰ ر ۴۸۱ ر ۴۸۲ ر ۴۸۳ ر ۴۸۴ ر ۴۸۵ ر ۴۸۶ ر ۴۸۷ ر ۴۸۸ ر ۴۸۹ ر ۴۹۰ ر ۴۹۱ ر ۴۹۲ ر ۴۹۳ ر ۴۹۴ ر ۴۹۵ ر ۴۹۶ ر ۴۹۷ ر ۴۹۸ ر ۴۹۹ ر ۵۰۰ ر ۵۰۱ ر ۵۰۲ ر ۵۰۳ ر ۵۰۴ ر ۵۰۵ ر ۵۰۶ ر ۵۰۷ ر ۵۰۸ ر ۵۰۹ ر ۵۱۰ ر ۵۱۱ ر ۵۱۲ ر ۵۱۳ ر ۵۱۴ ر ۵۱۵ ر ۵۱۶ ر ۵۱۷ ر ۵۱۸ ر ۵۱۹ ر ۵۲۰ ر ۵۲۱ ر ۵۲۲ ر ۵۲۳ ر ۵۲۴ ر ۵۲۵ ر ۵۲۶ ر ۵۲۷ ر ۵۲۸ ر ۵۲۹ ر ۵۳۰ ر ۵۳۱ ر ۵۳۲ ر ۵۳۳ ر ۵۳۴ ر ۵۳۵ ر ۵۳۶ ر ۵۳۷ ر ۵۳۸ ر ۵۳۹ ر ۵۴۰ ر ۵۴۱ ر ۵۴۲ ر ۵۴۳ ر ۵۴۴ ر ۵۴۵ ر ۵۴۶ ر ۵۴۷ ر ۵۴۸ ر ۵۴۹ ر ۵۵۰ ر ۵۵۱ ر ۵۵۲ ر ۵۵۳ ر ۵۵۴ ر ۵۵۵ ر ۵۵۶ ر ۵۵۷ ر ۵۵۸ ر ۵۵۹ ر ۵۶۰ ر ۵۶۱ ر ۵۶۲ ر ۵۶۳ ر ۵۶۴ ر ۵۶۵ ر ۵۶۶ ر ۵۶۷ ر ۵۶۸ ر ۵۶۹ ر ۵۷۰ ر ۵۷۱ ر ۵۷۲ ر ۵۷۳ ر ۵۷۴ ر ۵۷۵ ر ۵۷۶ ر ۵۷۷ ر ۵۷۸ ر ۵۷۹ ر ۵۸۰ ر ۵۸۱ ر ۵۸۲ ر ۵۸۳ ر ۵۸۴ ر ۵۸۵ ر ۵۸۶ ر ۵۸۷ ر ۵۸۸ ر ۵۸۹ ر ۵۹۰ ر ۵۹۱ ر ۵۹۲ ر ۵۹۳ ر ۵۹۴ ر ۵۹۵ ر ۵۹۶ ر ۵۹۷ ر ۵۹۸ ر ۵۹۹ ر ۶۰۰ ر ۶۰۱ ر ۶۰۲ ر ۶۰۳ ر ۶۰۴ ر ۶۰۵ ر ۶۰۶ ر ۶۰۷ ر ۶۰۸ ر ۶۰۹ ر ۶۱۰ ر ۶۱۱ ر ۶۱۲ ر ۶۱۳ ر ۶۱۴ ر ۶۱۵ ر ۶۱۶ ر ۶۱۷ ر ۶۱۸ ر ۶۱۹ ر ۶۲۰ ر ۶۲۱ ر ۶۲۲ ر ۶۲۳ ر ۶۲۴ ر ۶۲۵ ر ۶۲۶ ر ۶۲۷ ر ۶۲۸ ر ۶۲۹ ر ۶۳۰ ر ۶۳۱ ر ۶۳۲ ر ۶۳۳ ر ۶۳۴ ر ۶۳۵ ر ۶۳۶ ر ۶۳۷ ر ۶۳۸ ر ۶۳۹ ر ۶۴۰ ر ۶۴۱ ر ۶۴۲ ر ۶۴۳ ر ۶۴۴ ر ۶۴۵ ر ۶۴۶ ر ۶۴۷ ر ۶۴۸ ر ۶۴۹ ر ۶۵۰ ر ۶۵۱ ر ۶۵۲ ر ۶۵۳ ر ۶۵۴ ر ۶۵۵ ر ۶۵۶ ر ۶۵۷ ر ۶۵۸ ر ۶۵۹ ر ۶۶۰ ر ۶۶۱ ر ۶۶۲ ر ۶۶۳ ر ۶۶۴ ر ۶۶۵ ر ۶۶۶ ر ۶۶۷ ر ۶۶۸ ر ۶۶۹ ر ۶۷۰ ر ۶۷۱ ر ۶۷۲ ر ۶۷۳ ر ۶۷۴ ر ۶۷۵ ر ۶۷۶ ر ۶۷۷ ر ۶۷۸ ر ۶۷۹ ر ۶۸۰ ر ۶۸۱ ر ۶۸۲ ر ۶۸۳ ر ۶۸۴ ر ۶۸۵ ر ۶۸۶ ر ۶۸۷ ر ۶۸۸ ر ۶۸۹ ر ۶۹۰ ر ۶۹۱ ر ۶۹۲ ر ۶۹۳ ر ۶۹۴ ر ۶۹۵ ر ۶۹۶ ر ۶۹۷ ر ۶۹۸ ر ۶۹۹ ر ۷۰۰ ر ۷۰۱ ر ۷۰۲ ر ۷۰۳ ر ۷۰۴ ر ۷۰۵ ر ۷۰۶ ر ۷۰۷ ر ۷۰۸ ر ۷۰۹ ر ۷۱۰ ر ۷۱۱ ر ۷۱۲ ر ۷۱۳ ر ۷۱۴ ر ۷۱۵ ر ۷۱۶ ر ۷۱۷ ر ۷۱۸ ر ۷۱۹ ر ۷۲۰ ر ۷۲۱ ر ۷۲۲ ر ۷۲۳ ر ۷۲۴ ر ۷۲۵ ر ۷۲۶ ر ۷۲۷ ر ۷۲۸ ر ۷۲۹ ر ۷۳۰ ر ۷۳۱ ر ۷۳۲ ر ۷۳۳ ر ۷۳۴ ر ۷۳۵ ر ۷۳۶ ر ۷۳۷ ر ۷۳۸ ر ۷۳۹ ر ۷۴۰ ر ۷۴۱ ر ۷۴۲ ر ۷۴۳ ر ۷۴۴ ر ۷۴۵ ر ۷۴۶ ر ۷۴۷ ر ۷۴۸ ر ۷۴۹ ر ۷۵۰ ر ۷۵۱ ر ۷۵۲ ر ۷۵۳ ر ۷۵۴ ر ۷۵۵ ر ۷۵۶ ر ۷۵۷ ر ۷۵۸ ر ۷۵۹ ر ۷۶۰ ر ۷۶۱ ر ۷۶۲ ر ۷۶۳ ر ۷۶۴ ر ۷۶۵ ر ۷۶۶ ر ۷۶۷ ر ۷۶۸ ر ۷۶۹ ر ۷۷۰ ر ۷۷۱ ر ۷۷۲ ر ۷۷۳ ر ۷۷۴ ر ۷۷۵ ر ۷۷۶ ر ۷۷۷ ر ۷۷۸ ر ۷۷۹ ر ۷۸۰ ر ۷۸۱ ر ۷۸۲ ر ۷۸۳ ر ۷۸۴ ر ۷۸۵ ر ۷۸۶ ر ۷۸۷ ر ۷۸۸ ر ۷۸۹ ر ۷۹۰ ر ۷۹۱ ر ۷۹۲ ر ۷۹۳ ر ۷۹۴ ر ۷۹۵ ر ۷۹۶ ر ۷۹۷ ر ۷۹۸ ر ۷۹۹ ر ۸۰۰ ر ۸۰۱ ر ۸۰۲ ر ۸۰۳ ر ۸۰۴ ر ۸۰۵ ر ۸۰۶ ر ۸۰۷ ر ۸۰۸ ر ۸۰۹ ر ۸۱۰ ر ۸۱۱ ر ۸۱۲ ر ۸۱۳ ر ۸۱۴ ر ۸۱۵ ر ۸۱۶ ر ۸۱۷ ر ۸۱۸ ر ۸۱۹ ر ۸۲۰ ر ۸۲۱ ر ۸۲۲ ر ۸۲۳ ر ۸۲۴ ر ۸۲۵ ر ۸۲۶ ر ۸۲۷ ر ۸۲۸ ر ۸۲۹ ر ۸۳۰ ر ۸۳۱ ر ۸۳۲ ر ۸۳۳ ر ۸۳۴ ر ۸۳۵ ر ۸۳۶ ر ۸۳۷ ر ۸۳۸ ر ۸۳۹ ر ۸۴۰ ر ۸۴۱ ر ۸۴۲ ر ۸۴۳ ر ۸۴۴ ر ۸۴۵ ر ۸۴۶ ر ۸۴۷ ر ۸۴۸ ر ۸۴۹ ر ۸۵۰ ر ۸۵۱ ر ۸۵۲ ر ۸۵۳ ر ۸۵۴ ر ۸۵۵ ر ۸۵۶ ر ۸۵۷ ر ۸۵۸ ر ۸۵۹ ر ۸۶۰ ر ۸۶۱ ر ۸۶۲ ر ۸۶۳ ر ۸۶۴ ر ۸۶۵ ر ۸۶۶ ر ۸۶۷ ر ۸۶۸ ر ۸۶۹ ر ۸۷۰ ر ۸۷۱ ر ۸۷۲ ر ۸۷۳ ر ۸۷۴ ر ۸۷۵ ر ۸۷۶ ر ۸۷۷ ر ۸۷۸ ر ۸۷۹ ر ۸۸۰ ر ۸۸۱ ر ۸۸۲ ر ۸۸۳ ر ۸۸۴ ر ۸۸۵ ر ۸۸۶ ر ۸۸۷ ر ۸۸۸ ر ۸۸۹ ر ۸۹۰ ر ۸۹۱ ر ۸۹۲ ر ۸۹۳ ر ۸۹۴ ر ۸۹۵ ر ۸۹۶ ر ۸۹۷ ر ۸۹۸ ر ۸۹۹ ر ۹۰۰ ر ۹۰۱ ر ۹۰۲ ر ۹۰۳ ر ۹۰۴ ر ۹۰۵ ر ۹۰۶ ر ۹۰۷ ر ۹۰۸ ر ۹۰۹ ر ۹۱۰ ر ۹۱۱ ر ۹۱۲ ر ۹۱۳ ر ۹۱۴ ر ۹۱۵ ر ۹۱۶ ر ۹۱۷ ر ۹۱۸ ر ۹۱۹ ر ۹۲۰ ر ۹۲۱ ر ۹۲۲ ر ۹۲۳ ر ۹۲۴ ر ۹۲۵ ر ۹۲۶ ر ۹۲۷ ر ۹۲۸ ر ۹۲۹ ر ۹۳۰ ر ۹۳۱ ر ۹۳۲ ر ۹۳۳ ر ۹۳۴ ر ۹۳۵ ر ۹۳۶ ر ۹۳۷ ر ۹۳۸ ر ۹۳۹ ر ۹۴۰ ر ۹۴۱ ر ۹۴۲ ر ۹۴۳ ر ۹۴۴ ر ۹۴۵ ر ۹۴۶ ر ۹۴۷ ر ۹۴۸ ر ۹۴۹ ر ۹۵۰ ر ۹۵۱ ر ۹۵۲ ر ۹۵۳ ر ۹۵۴ ر ۹۵۵ ر ۹۵۶ ر ۹۵۷ ر ۹۵۸ ر ۹۵۹ ر ۹۶۰ ر ۹۶۱ ر ۹۶۲ ر ۹۶۳ ر ۹۶۴ ر ۹۶۵ ر ۹۶۶ ر ۹۶۷ ر ۹۶۸ ر ۹۶۹ ر ۹۷۰ ر ۹۷۱ ر ۹۷۲ ر ۹۷۳ ر ۹۷۴ ر ۹۷۵ ر ۹۷۶ ر ۹۷۷ ر ۹۷۸ ر ۹۷۹ ر ۹۸۰ ر ۹۸۱ ر ۹۸۲ ر ۹۸۳ ر ۹۸۴ ر ۹۸۵ ر ۹۸۶ ر ۹۸۷ ر ۹۸۸ ر ۹۸۹ ر ۹۹۰ ر ۹۹۱ ر ۹۹۲ ر ۹۹۳ ر ۹۹۴ ر ۹۹۵ ر ۹۹۶ ر ۹۹۷ ر ۹۹۸ ر ۹۹۹ ر ۱۰۰۰ ر

میں درج ہے



۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ نے پرزور حصہ لیا اور قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آپ کو ایک سال قید ہماشت کی سزا سنائی گئی مگر تین ماہ بعد رہا کر دیے گئے۔ ۱۹۵۳ء میں سانحہ ریلوے کے باعث جب دوبارہ تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ نے تحفظ ہمس رسالت کا نعرو بلند کیا اور اس تحریک میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔

۱۹۵۸ء میں ملکن میں جمعیت علماء پاکستان کی تشکیل ہوئی، اس اجلاس میں حضرت بھی شریک ہوئے۔ آپ جمعیت کے اساسی ارکان میں سے تھے۔ اور جمعیت کی مجلس عاملہ و شورائی کے رکن بھی رہے۔ ۱۹۷۷ء میں خواص و عوام کے پرزور اصرار پر جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر نظام مصطفیٰ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ کے تحفظ کی خاطر باقاعدہ الیکشن میں حصہ لیا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ حکمران پارٹی کی مخالفت کرنا جان جو کھوں میں ڈالنے کے حروف تھا مگر اس مرد مجاہد نے نعرو بلند کرنا نہ بلکہ یکہ مخالفت کی آندھیاں اٹھیں، بدتمیزی کے جھکچلے، دھمکیوں کے طوفان اڑے مگر جرات و استقلال کے اس کوہ گراں کے پائے ثبت میں ذرا بھر لغزش بھی نہ آئی۔ آپ کے الیکشن میں حصہ لینے اور کلمہ حق کہنے کی پاداش میں حکومت وقت نے کئی انتقامی منصوبے بنائے (جن کا دستاویزی ثبوت موجود ہے) مگر آپ نے تمام سازشوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور ہر مقام پر ثابت قدمی کا مظاہرہ فرمایا۔

ملک کے دیگر مقلات کی طرح اس حلقہ انتخاب میں بھی وسیع پیمانے پر وحمائد لیاں ہوئیں۔ وحمائدیوں کے خلاف ابھرنے والی تحریک کے نتیجہ میں جبر و استبداد اور آمریت کا بت پاش پاش ہو گیا۔ نظام مصطفیٰ کی اس تحریک میں آپ کا مثالی کردار ہمیشہ و عورت فکر و عمل و سنا رہے گا۔ ۲۳ مارچ ۱۹۷۷ء کو ایک بہت بڑے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتاری دی۔ سبیل ال منزل ہیل میں بھی اپنے مشن کو جاری رکھا اور درس قرآن کریم کے علاوہ قیدی طلباء و علماء کو بخاری شریف کا درس بھی باقاعدگی سے دیتے رہے۔

۱۹۷۸ء میں آپ کو سمات اہلسنت پاکستان کا بیہ مرکزی باب سے معزز ہوئے۔

مختلف آپ اس عہد پر فائز رہے۔

## اجتماع شریعت

حضرت فقیہ اعظم نور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اجتماع نبوی اور عشق مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے عبارت تھی۔ ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا غرض ہر ہر لواست مصطفیٰ کے مطابق تھی۔۔۔۔۔ عہد ریاضت اور تقویٰ و طہارت میں مقام رفیع پر فائز تھے۔ فرائض و واجبات کے علاوہ سنن و توائل کا وہ اہتمام کہ باید و شاید۔۔۔۔۔ بچپن ہی سے تہجد کی عادت تھی۔ جس پر عمر بھر مواظبت فرمائی۔ چنانچہ آپ کے ہم جماعت اور بچپن کے ساتھی حضرت علامہ جلال الدین جیون شلی علیہ الرحمۃ (م ۱۹۸۴ء) نے احقر کو بتایا کہ ”حضرت فقیہ اعظم کو میں نے گیارہ بارہ سال کی عمر میں بھی تہجد کا پابند اور ملوی پایا“ آپ اپنے مریدین و معتقدین کو بھی پابندی سے تہجد اکرانے کی تاکید فرماتے۔ چنانچہ اپنے ایک مرید حاجی سکندر علی نوری کے نام تحریر فرمایا:

”فلا ہنجائے اور نفل تہجد کا خیال آپ کے لیل خانہ بھی رکھیں اور اور او وظائف پورے کرتے رہیں“۔

ایک اور مکتوب گرامی میں مولانا مسعود احمد نوری بن مولانا زید احمد نوری خطیب گوجرانوالہ کے نام تحریر فرمایا:

”نمازیوں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک و محبت سے رہا کریں تہجد قضاء نہ کیا



## شخصیت

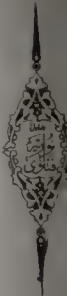
حضرت فقید اعظم باوقار، باریب اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ آپ بہوں پر رحمت مہلک پر شفقت اور ہزرگوں سے مودت فرمایا کرتے تھے۔ آپ کی زندگی عاقل شیرازی کے اس شعر۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است

با دوستان مروت با دشمنان مدارا

کا صحیح مصداق تھی۔ اخلاقیات میں صاحب خلق عظیم کے مظہر اتم تھے۔ شخصیت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو آپ کی ذات شرافت و متانت، جرأت و استقلال، ہمدردی و خیر خواہی، حلم و بردباری، بے لوثی و فرض شناسی، عالی ظرفی، علم و عمل، تواضع و انکساری، خدا ترسی اور پرہیزگاری کا مرقع تھی۔ آپ نے ۱۹۷۵ء میں اپنی جوان سال عالمہ فائدہ صاحبزادی کی وفات اور پھر ۱۹۷۸ء میں جوان سال عالم فاضل محقق اور قابل ترین صاحبزادے مولانا ابو الفضل محمد نصر اللہ فوری علیہ الرحمۃ کے وصال پر جس صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا وہ تاریخ عزیمت کا درخشندہ باب ہے۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت امیر ایم رضی اللہ عنہ کے وصال کے موقع پر کتب احادیث میں حضور علیہ السلام و الصلوٰۃ کے طریق عمل کی منظر کشی کی گئی ہے۔ حضور کے اس قبیع اور مظہر نے اپنے عمل سے وہی سماں پیدا کر دیا کہ آنکھیں اکتبار تھیں اور زبان پر یہ کلمات جاری تھے۔

”ان العین تلمع والقلب یعز و لا نقول الا ما یرضی ربنا و انما یفر الیک ما یرایم





## وصال

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یکم رجب ۱۴۰۳ھ / ۱۵ اپریل ۱۹۸۳ء بروز جمعہ

البارکہ کو دوپہر ایک بجے وصال فرمایا اللہ وانا الیہ راجعون۔ — مکان

کے حافظ غلام حسین صاحب نے مجھے اپنا ایک خواب سنایا جو انہوں نے حضرت کے وصال سے ایک روز قبل دیکھا اس سے حضرت کی حقیقی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حافظ صاحب موصوف نے بیان فرمایا:

”ایک وسیع سبزہ زار کے ایک حصے میں دریاں بھیجی ہوئی ہیں اچانک ایک طرف سے

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بعد صحابہ کرام علیم الرضوان تشریف لارہے ہیں۔ سرکار

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دریوں کی بجائے سبزے پر جلوہ فرما ہو گئے اور یہ جملہ ارشاد فرمایا ”محمد

نور اللہ ہو خادمنہ۔۔۔ ہو خادمنہ۔۔۔ ہو خادمنہ“ یعنی محمد نور اللہ ہمارے خادم ہیں (تین مرتبہ)

گویا آقا علیہ السلام سند قبولیت سے نواز رہے ہیں۔ پھر حضور علیہ السلام نے حضرت کے لئے

ایک لمبی دعا فرمائی

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ بھی قابل ذکر ہے آستانہ عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ

الرحمۃ (حجرہ شاہ مقیم) کے سجادہ نشین سید اعجاز علی شاہ صاحب قادری زید مجدد نے راقم کو اپنا

خواب سنایا جس سے بعد از وصال آپ کی بارگاہ حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت کا

اندازہ ہوتا ہے۔ شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ یکم رجب ۱۴۰۳ھ کی صبح میں نے آستانہ

عالیہ حضرت شاہ مقیم علیہ الرحمۃ میں نہر ہو کر حضرت علیہ الرحمۃ کے لئے دعا کی اور ساتھ

صاحب مزار کی بارگاہ میں عرض کی کہ خصوصی توجہ فرمائیں کیونکہ حضرت مولانا کا ہم پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ دوپہر کے وقت خواب میں دیکھتا ہوں کہ میرے مرحوم بھائی کے ہاتھ میں سبز رنگ کی ایک دستار ہے جو انہوں نے مجھے دی اور کہا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دستار دے کر آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اسے مولانا کے سر پر رکھ دیں۔۔۔۔۔ میں نے اپنے بھائی سے پوچھا کہ حضرت صاحب کہاں ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی کمرہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں نے حضرت کو وہاں موجود پایا اور حضور فداء روجی کی بھیجی ہوئی دستار آپ کے سر پر باندھ دی۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ :

”حضرت کو مدینہ منورہ روانہ کیا جا رہا ہے“

اگرچہ یہ خواب کی باتیں ہیں مگر راوی معتبر ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بصیرت سے نوازا ہے وہ یقیناً اس سے رہنمائی حاصل کریں گے۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے وصال کی خبر قیامت اثر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ نیلویژن اور ریڈیو پاکستان نے دو مرتبہ یہ خبر نشر کی۔ اخبارات نے صفحہ اول پر یہ جانکاہ خبر شائع کی۔ ہر طرف صفا ماتم بچھ گئی۔ ملک بھر سے لوگ بھیر پور پہنچنا شروع ہو گئے۔ ۲۱ اپریل کو فصل دینے کے بعد حضرت کو دن کے گیارہ بجے دارالعلوم کے صحن میں رکھ دیا گیا۔ تین بجے تک مشاغل دیدار سے مشرف ہوتے رہے۔ آپ کا چہرہ انور پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور اس پر نورانیت اور مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ روزنامہ مشرق لاہور نے اپنی رپورٹ میں یوں

لے حضرت سجادہ نشین صاحب نے اس احسان کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ چند سال ہوئے میرے جوان سال بھائی سید امتیاز علی شاہ صاحب وفات پا گئے تو حضرت صاحب قبلہ باوجود طاقت سے تشفیہ لائے اور جنازہ پڑھایا۔

تحریر کیا۔

”مولانا مرحوم کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ دیکھ کر لوگوں کا ایمان تازہ ہو رہا تھا۔“

نشان مرد مومن ہا تو گویم

چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

نماز ظہر کے بعد آپ کی چارپائی اٹھا کر دارالعلوم کی مسجد کے پچھلی طرف دارالفرقان میں رکھی گئی۔ غزالی زمان حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کے جنازہ کا اجتماع تاریخی تھا دارالفرقان، مسجد اور دارالعلوم کے وسیع و عریض صحن کے علاوہ مسجد سے ملحقہ تمام پلاٹ، چھتیں، گلیاں مخلوق خدا سے لٹی پڑی تھیں۔ روز نامہ جنگ ”۱۸ اپریل ۱۹۸۳ء“ نے جنازہ کا اجتماع ڈیڑھ لاکھ بتایا۔ تاہم محتاط اندازے کے مطابق دو لاکھ سے بھی متجاوز تھا۔ ملک بھر کے نامور علماء و مشائخ کا جم غفیر تھا۔ مولانا تابش قصوری صاحب رقم طراز ہیں۔

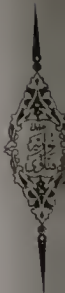
”کم و بیش چالیس ہزار علماء و مشائخ عظام، اصفیاء و حفاظ کرام شریک جنازہ تھے۔ ان خواص کے علاوہ عوام کا اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں“۔

نماز جنازہ سے قبل غزالی زمان علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی نے اپنے پرورد خطاب میں فرمایا

”امام القضاہ سیدی فتیہ اعظم کے وصال سے پورا ملک یتیم ہو گیا ہم سب یتیم ہو گئے۔۔۔۔۔ علم و تقویٰ دفن ہو رہے ہیں“

لے روزنامہ مشرق لاہور ۸۸ اپریل ۱۹۸۳ء

لے ترجمان اولیٰس، مرید کے شمارہ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ





دارالعلوم خفیہ فریدیہ بصرپور کے مشرقی حصہ میں اس بیکر قدسی کو اپنے والد ماجد کے پہلو میں آغوشِ رحمت میں لٹا دیا گیا۔ آپ کی قبر مبارک میں لگنے والی مکی اینٹوں پر متعدد قرآن پاک ختم کئے گئے تھے۔ آپ کا مزار پر انوار مرجعِ خلائق ہے۔ وہ نہ مبارک کی عالی شان عمارت زیرِ تعمیر ہے۔ آپ کا عرس مبارک رجب المرجب کی پہلی اور دوسری تاریخ کو بڑی شان و شوکت سے منعقد ہوتا ہے۔ جس میں ممتاز علماء و مشائخِ رونق افروز ہوتے ہیں۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے سانحہ وصال پر اخبارات میں بے شمار تعزیتی بیانات شائع ہوئے۔ سینکڑوں خطوط موصول ہوئے اور بہت سے شعراء نے مناقب و قصائد اور قطعات نازک تحریر کئے۔ جن کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ ذیل میں چند مناقب درج کی جاتی ہیں

بہر طریقت حضرت خواجہ غلام فخر الدین سیالوی مدظلہ (برادر گرامی شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ) سیال شریف نے فارسی نظم تحریر فرمائی

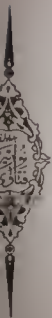
آں ابوالخیر زبدۂ اخیار بود اندر علوم کوہ وقار  
تہ ر ولایت عرقاں در دیار علوم دیں سروار  
سینہ گنجینہ اش زحسب نبی دلش از ذوق و شوق دیں سرشار  
ر ملتش غرۂ زہا رجب سال ہفتاد و دو ز عمر شمار  
فخر آں بود چونکہ ”نور اللہ“

مرقد اوست ”مظہر انوار“

۱۴۰۳ھ

سید رضی شیرازی رقم طراز ہیں:

آں نقیہ بے عدیل و بے نظیر رفتہ است از گلشن عالم چو بو  
تہ و تہا است دنیائے علوم نیست در دنیا نقیبے ہم چواد



اے رسی سال و سال تک فقیہ "ہاں فقیہ اعظم مروت" ۱۹۸۳ء

ممتازت کو شاعر ابا رشید محمود مدح سراجیں:

فقیہ زماں صاحب اوج و عظمت رہے بحر ساگی کی طاعت  
جو پوچھوں میں تاریخ ترحیل ان کی تو ہاتف کے "فاضل پاک طینت" ۱۹۸۳ء

جناب قمرزدانی صاحب نے مادہ تاریخ پر مشتمل منقبت کے علاوہ نثر میں بھی تاریخ

نگلی ہے چند جملے یہ ہیں:

"شخصیت بے مثال" "عابد مغفور" "عالم یکا علامہ محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ"

فارسی اور اردو کے علاوہ حضرت علیہ الرحمۃ کے متعلق عربی میں بھی متنبشیں کہی گئیں۔ ۱۹۸۳ء

حضرت مولانا ابوالفیاء محمد باقر صاحب نوری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے تاریخی مناقب کے  
جوان کی تالیف "انوار حیات" میں چھپ چکے ہیں۔ ایک عربی منقبت کے چند اشعار ملاحظہ

ہوں۔

ہو شیخ الاسلام و تاج الشریعت بل منبع التحقيق لله درہ  
بل مفرغ اتدقی واللہ سرہ طاف الوری و تفقد المثل عصو  
فقیہ وجیہ مفسر و محدث شفاء لامراض الیو امن نظمو  
ذکی تقی عملہ و فتن ملہ دنی الحب حب محمد معنی مرہ

وقد المم تاریخ رحلتہ الفیاء

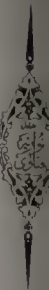
"فقیہ اعظم بین زمن" مرہ

۱۹۸۳ء

اولاد اجماد

حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ کے ہاں پانچ صاحبزادے اور سات صاحبزادیاں تھیں

ہوئیں۔ جن میں دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقیۃ حیات ہیں۔ صاحبزادگان کے نام یہ



(۱) مولانا ابوالاعلیٰ محمد غفور اللہ نوری

(۲) مولانا ابوالفضل محمد نضر اللہ نوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء)

(۳) صاحبزادہ محمد عبداللہ

(۴) صاحبزادہ محمد اسد اللہ (یہ دونوں صاحبزادے کم سنی میں وفات پائے)

(۵) راقم الحروف محمد محب اللہ نوری

## تصانیف

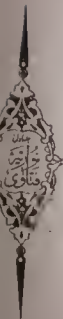
حضرت فقیہ اعظم علیہ الرحمۃ صاحب تصنیف عالم دین تھے۔۔۔ تدریسی و انتظامی معروضات کے باوجود آپ نے کئی تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ جن تصانیف کا علم ہوسکا وہ یہ۔۔۔  
۱۔ فتاویٰ نوریہ۔۔۔۔۔ چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔

- بندہ اول پہلا ایڈیشن مطبوعہ پٹان پریس لاہور ۱۹۷۴ء، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۱ء، تیسرا ایڈیشن مطبوعہ پنج شہر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۱ء، چوتھا ایڈیشن شرکت پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۹۷ء، پانچواں ایڈیشن ۲۰۰۳ء
- جلد دوم: پہلا ایڈیشن ملی پرنٹرز لاہور ۱۹۷۷ء، دوسرا ایڈیشن حنفی شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۸۸ء
- جلد سوم: پہلا ایڈیشن کمپائن پرنٹرز لاہور ۱۹۸۳ء، دوسرا ایڈیشن حنفی شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۴ء
- جلد چہارم: حنفی شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۰ء
- جلد پنجم 'ششم': (یہ دونوں جلدیں یکجا ہیں) پہلا ایڈیشن حنفی شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۰ء، دوسرا ایڈیشن حنفی شکر پرنٹرز لاہور ۱۹۹۳ء

۲۔ رسالۃ الرموز ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء غیر مطبوعہ

۳۔ الوار اتقن الدولۃ فی اجوبۃ اسئلۃ فکا دولۃ تصنیف ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

لے یہ رسالہ زمانہ طالب علمی کی یادگار ہے۔



۴۔ در می الزوال، نور حدیسی الزوال (عربی) ۱۳۶۰ھ ر ۱۳۶۱ھ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور

۵۔ قضائے سنت فجر

۶۔ انار استمرار الکفار فی انار ۱۳۶۰ھ ر ۱۳۶۱ھ

۷۔ نور نبی ۱۳۳۳ھ/۱۳۳۴ھ مطبوعہ لاہور ۱۳۶۶ھ

۸۔ نور التوابع ۱۳۶۶ھ ۱۳۶۳ھ مطبوعہ لاہور ۱۳۷۳ھ

۹۔ حقودا مساجد شمار المساجد ۱۳۶۳ھ ۱۳۶۳ھ

۱۰۔ مسئلہ سایہ ۱۳۶۶ھ/۱۳۶۷ھ مطبوعہ لاہور

۱۱۔ افقہ الشراکۃ الامر ۱۳۷۰ھ ر ۱۳۷۰ھ

۱۲۔ نعمائے بخشش العرف دیوان نور مطبوعہ مقبول احمد پریس لاہور ۱۳۷۳ھ ۱۳۷۳ھ

۱۳۔ حرمت المصاہرہ ترغیع المناک ۱۳۷۵ھ/۱۳۷۶ھ

۱۴۔ کبر الصوت ۱۳۷۵ھ ۱۳۷۶ھ مطبوعہ اردو پریس لاہور ۱۳۷۶ھ

۱۵۔ ضمیر کبر الصوت ۱۳۷۸ھ ۱۳۷۹ھ مطبوعہ لاہور آرٹ پریس لاہور

یہ رسالہ دوسری بار ۱۳۷۹ھ میں "بہر بیوں کا اصل روپ" کے نام سے شائع ہوا۔

۱۳۔ عربی قاری اردو اور پنجابی منظوم کلام جس کا اکثر و بیشتر حصہ زبان طالب علمی کی یادگار ہے۔ اردو اور پنجابی کا یہ حصہ "نعمائے بخشش" کے تاریخی نام سے ۱۳۷۳ھ (۱۳۷۳ھ) میں شائع ہوا۔ باقی غیر مطبوعہ ہے۔

۱۴۔ اس کتاب کا تاریخی نام کبر الصوت لیس فوت (۱۳۷۵ھ) ہے۔ دوسرا ایڈیشن منع ضمیر ۱۳۷۸ھ ۱۳۷۹ھ میں خطیب پاکستان مولانا محمد شریف نوری علیہ الرحمۃ کے زیر اہتمام جمعیت اہل سنت قصور نے شائع کیا۔

۱۔ تفسیر قرآن مجید ج ۱ ص ۱۰۰ تا ۱۰۵  
۲۔ حدیث العرب ج ۱ ص ۱۰۶ تا ۱۱۰ مطبوعہ المکتبہ پاکستان  
۳۔ حیات زبانی ج ۱ ص ۱۱۱ تا ۱۱۵ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ پاکستان  
۴۔ زبان و ادب ج ۱ ص ۱۱۶ تا ۱۲۰ مطبوعہ المکتبہ پاکستان

۵۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۲۱ تا ۱۲۵ مطبوعہ دار الفکر  
۶۔ التعلیم و الترقی ج ۱ ص ۱۲۶ تا ۱۳۰ مطبوعہ دار الفکر

۷۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۳۱ تا ۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر

۸۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۳۶ تا ۱۴۰ مطبوعہ دار الفکر

۹۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۴۱ تا ۱۴۵ مطبوعہ دار الفکر

۱۰۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۴۶ تا ۱۵۰ مطبوعہ دار الفکر

۱۱۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۵۱ تا ۱۵۵ مطبوعہ دار الفکر

۱۲۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۵۶ تا ۱۶۰ مطبوعہ دار الفکر

۱۳۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۶۱ تا ۱۶۵ مطبوعہ دار الفکر

۱۴۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۶۶ تا ۱۷۰ مطبوعہ دار الفکر

۱۵۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۷۱ تا ۱۷۵ مطبوعہ دار الفکر

۱۶۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۷۶ تا ۱۸۰ مطبوعہ دار الفکر

۱۷۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۸۱ تا ۱۸۵ مطبوعہ دار الفکر

۱۸۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۸۶ تا ۱۹۰ مطبوعہ دار الفکر

۱۹۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۹۱ تا ۱۹۵ مطبوعہ دار الفکر

۲۰۔ ادبیات عربیہ ج ۱ ص ۱۹۶ تا ۲۰۰ مطبوعہ دار الفکر

## مرتب

پیشانی کشادہ، مطلع انوار۔۔۔۔۔ سر پر علم و فضل کی دستار۔۔۔۔۔ چہرہ پر نور۔۔۔۔۔  
آنکھیں ہادہ محبت سے مجذوب۔۔۔۔۔ روئے تاباں پر سیاہ کھنی داڑھی کی بہار۔۔۔۔۔ سنہ  
محبوب پر درود گار۔۔۔۔۔ آواز گرجدار۔۔۔۔۔ لہجہ بادقار۔۔۔۔۔ خلیق و نمکسار۔۔۔۔۔  
اعدائے دین کے لئے تنگی گوار۔۔۔۔۔ بلند کردار۔۔۔۔۔ عابد شب زندہ دار۔۔۔۔۔ تحریر  
تقریر اور تدریس میں یکہ و طاق۔۔۔۔۔ زادہ اللہ۔۔۔۔۔ مفتی فی العلم والجد کے صحیح مصداق۔۔۔۔۔  
عاشق رسول۔۔۔۔۔ جامع معقول و منقول۔۔۔۔۔ نازش علم و عمل۔۔۔۔۔ حضرت علامہ  
ابوالفضل۔۔۔۔۔ (علیہ الرحمہ)

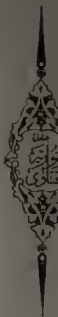
نام نامی، اسم گرامی محمد۔۔۔۔۔ لقب نصر اللہ۔۔۔۔۔ کنیت ابوالفضل اور تاریخی نام  
مرغوب علی تھا۔۔۔۔۔ ۱۳۵۸ھ ر ۱۹۳۹ء کو ضلع اوکاڑہ کے ایک گاؤں ”فرید پور“ میں آپ  
کی ولادت باسعادت ہوئی۔

آپ کے والد گرامی حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیاض میں تاریخ ولادت  
یوں درج فرمائی:

”تاریخ تولد محمد الملقب بنصر اللہ جعلہ اللہ اخراہ“ خیر امن اولیہ“

فیس ہفہ جمادی اولیٰ می بود قبل شام قصر اللہ بنمود  
محمد نام و ”مرغوب علی“ لقب چوں ”مرغوب محمد“ حی با ادب  
چوں ”منظر باری“ و ”منظور الاعیان“ شدہ ”راغب محمد نبی“ دان  
ہمہ القاب تاریخی و وصفی نہادم لقب نصر اللہ و ”صبی“

آپ نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والد گرامی کے زیر نگرانی حاصل کی۔ زمانہ طالب



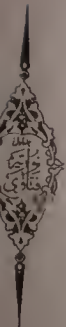
طبی میں تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ سند فراغت حاصل کرنے کے بعد مستقل طور پر مذہبی شعبہ سے منسلک ہو کر ترویج و اشاعت دین کی اہم ذمہ داری سنبھال لی۔۔۔۔۔۔  
تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، صرف، نحو، ادب عربی وغیرہ کے علاوہ ریاضی، ہیئت، ہندسہ، منطق، عقد اور کام میں مدد ملتی رکھتے تھے۔۔۔۔۔۔ انداز تقریر ایسا سہل اور عام فہم تھا کہ اوق اور پیچیدہ مباحث معمولی ذہن رکھنے والے طالب علم کے دل و دماغ میں بھی مرتسم ہو جاتے۔۔۔۔۔۔

آپ کے سینے میں علم و فضل کا ایک بحر بے کنار موجزن تھا۔۔۔۔۔۔ ایک شفیق اور مخفی استاد ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین صلاحیتوں کے حامل تھے۔ انہی اوصاف کے پیش نظر ۱۹۳۵ء میں حضرت قیید اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور کا نائب مہتمم مقرر فرمایا اور اسی موقع پر ”ابوالفضل“ کنیت سے نوازا۔۔۔۔۔۔

حضرت علامہ ابوالفضل علیہ الرحمہ ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے شعبہ تبلیغ اجماع حزب الرحمن کے صدر مقرر ہوئے۔۔۔۔۔۔ یہ آپ کی مساعی جلیلہ کا نتیجہ تھا کہ اجماع ہڈا لے بے سرو سامانی کے باوجود قلیل مدت میں کافی ترقی کی۔۔۔۔۔۔ ایک مجلہ ہر ماہ باقاعدگی سے شائع ہونے لگا جو بحمد اللہ تعالیٰ ”نور الحییب“ کے نام سے اب تک اسی آب و تاب کے ساتھ مطلع صحافت پر جگمگا رہا ہے۔۔۔۔۔۔

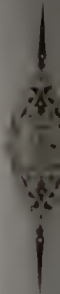
آپ نے فقہ حنفی کا عظیم انسائیکلو پیڈیا اور فتاویٰ رضویہ کے بعد ہر مضمر پاک و ہند میں سب سے عظیم و ضخیم فتاویٰ ”فتاویٰ نوریہ“ کی ترتیب و طباعت کے کٹھن مگر اہم کام کا بیڑا اٹھایا۔۔۔۔۔۔ اس طرح اس وقیع علمی ذخیرہ کی پہلی دو جلدیں ۱۹۷۴ء اور ۱۹۷۷ء میں۔۔۔۔۔۔ شہود پر جلوہ گر ہوئیں۔ یہ آپ کی تربیت و رفاقت اور باطنی توجہ کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس احقر کو بقیہ چار جلدیں مرتب کرنے کی سعادت بخشی۔۔۔۔۔۔ اب بحمد اللہ تعالیٰ فتاویٰ نوریہ عمل شائع ہو چکا ہے۔

آپ، حضرت فقید اعظم قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ میں بیعت سے شرف ہوئے۔ آپ کی پوری زندگی اجتہاد نبوی اور عشق مصطفوی سے عبارت تھی۔ تہذیب و طہارت اور عبادت و ریاضت میں اپنی مثال آپ تھے۔۔۔۔۔۔ علوم



یہ ہے۔ خدا کے مصلیٰ ہے۔ آپ اس کی ہیئت سے ہیں۔ خدا آپ ہے۔ ہیئت خدا  
 آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔  
 ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔  
 ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔ ہیئت خدا ہی آپ کی ہے۔

تو سب کے مصلیٰ ہی ہیں۔ آپ نے ہی نصیحتات کی۔ گارہمہ انہی۔  
 لہذا ہی صبر ہے۔ خدا ہی مصلیٰ، مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ "مصلیٰ و مصلیٰ" سے ہم سے  
 مرتب ہے۔ یہ بھی ہے۔ آپ ان کے مصلیٰ ہیں۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔  
 مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔  
 مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔ مصلیٰ و مصلیٰ ہے۔







مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ

(متفق عليه)

”اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا

”فقیہ“ بنا دیتا ہے۔“

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ مُحَمَّدُهُ مُحَمَّدُهُ مُحَمَّدٌ بِجَمَالِهِ وَجَلَالِهِ وَمُحَمَّدٌ يَا اللَّهُ  
 مُحَمَّدُهُ بِجَمَالِهِ وَجَلَالِهِ أَحْمَدُ اللَّهُ رَبِّي وَأَتَعَبَّدُ عَلَى رِسَالِهِ وَإِصَالِهِ  
 وَأُصَلِّي وَأُسَلِّمُ عَلَى حَبِيئِ أَحْمَدَ قَدْ رَجُودُهُ وَنَوَالِهِ وَعَلَى آلِهِ أَنْجَالِهِ  
 وَأَشْبَالِهِ مَعَادِينِ كَمَالِهِ وَآكَمَالِهِ وَعَلَى أَصْحَابِهِ أَحْبَابِهِ وَأَبْطَالِهِ

من رتبة الحمد من الحميمية بمعنى تكثير الحمد وتكرير الحمد من عقره  
 من رتبة الحمد من المعنى توصف مبدل منه و محمد عليا بدل النكس من  
 من رتبة الحمد من المعنى توصف مبدل منه و محمد عليا بدل النكس من  
 من رتبة الحمد من المعنى توصف مبدل منه و محمد عليا بدل النكس من

الحمية لتسمية بعد - من عقره  
 الحميم من المعنى الولد - من عقره  
 الحميم من وهو ولد الزمعة - من عقره  
 الحميم من وهو نسجم - من عقره

[illegible]

1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 2679, 26



مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ  
وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ

(المائدہ: ۱۶۰)

’اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے بلکہ وہ تو تمہیں صاف ستھرا

کرنا چاہتا ہے۔‘

# کتاب الطہارۃ

## الاستفتاء

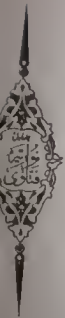
بخدمت اقدس حضرت العالم مفتی اسلام فقیہ اعظم محدث بصیر لوری دامت برکاتہم العالیہ  
السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ ۱۔

- ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ غسل خانہ میں بوقت غسل وضو کرنا جائز ہے؟ اور اسی وضو کے ساتھ نماز ادا کرنا یا تلاوت قرآن پاک کرنا جائز ہے یا نہیں؟
  - ۲۔ غسل خانے کے اندر بوقت غسل کلمہ شریف پڑھنا جائز ہے؟ حالانکہ انسان ننگے جسم غسل کر رہا ہو؟
- السمائل ۱۔ سکندر علی ازکند و وال تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال ۱۳۹۵ھ



و علیکم السلام ورحمۃ و برکاتہ ۱۔

- ۱۔ بوقت غسل وضو اول کرنا سنت غسل ہے کما فی احادیث البخاری و مسلمہ اور جب شرعاً وضو ہو گیا تو نماز اور تلاوت قرآن پاک ہاتھ لگا کر یقیناً جائز ہوگی بلکہ شرعاً غسل کا نام طہارت کہٹی ہے یعنی سب سے بڑی طہارت کیونکہ وضو سے غسل بڑا ہے اور جب صرف چھوٹی طہارت سے جائز ہے تو بڑی سے کیونکر جائز نہ ہو؟
- ۲۔ غسل خانہ میں خصوصاً ننگے جسم کلمہ شریف یا قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہئے۔ ہاں دل میں



وہ وقت کھد رہتا ہے مگر ہر پڑھا ادب کے عذاب ہے  
واللہ تعالیٰ علم وصلی اللہ تعالیٰ علی  
حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عن الغفریر الہامیہ محمد زکریا الشامی غفرلہ

## الاستفتاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بارے میں اس مسئلے کے کہ بعد از غسل میت کو کفن دینے کے بعد جب چار پائی اتھا اٹھا کر مین..... منزل دیتے ہیں کہ شرع شریف میں اس کا کوئی ثبوت ہے؟ اس کا کوئی ثبوت ضرور تحریر فرمائیں۔  
نمبر ۲: کیا نیت جنازہ کا جو وضو کیا گیا ہے ۳، وضو سے نماز فرض عین اور اگر سکناسے یا کر نہیں! جواب عطا فرمائیں، اجر عظیم اللہ تعالیٰ سے حاصل کریں۔

السائل: نانظر، یہ سن علی، سید عبد الحمید شاہ چک نمبر ۵، ۱۵ ایل  
ڈاکخانہ قاضی مدرسہ میاں چنوں تحصیل خانپوال ضلع ملتان



ہمارے مذہب مذہب حنفی میں وضو کے لئے نیت شرط نہیں تو وضو بلا نیت ہی ہو جاتا ہے اور نماز جنازہ کی نیت تو ہے ہی نماز کی نیت، تو نظر بنی اولی جائز ہو گیا۔ اور جب وضو ہو جائے تو اس سے سب نمازیں فرض، واجب، سنت و اقل اور جو سکتی ہیں بلکہ ہم جس میں نیت شرط ہے وہ بھی اگر نیت



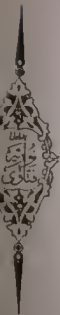
باز جنازہ سے کیا جائے تو اس سے بھی ہر فرض نماز باخلاص جائز ہے فتاویٰ عالمگیری ص ۱۸۱  
 میں ہے لو تسلم نعلیۃ الحناذہ اولسجدۃ التلاوہ احب اہ ان یصلی  
 ۱۰ مکتوبۃ بلا حلاط کذا فی المحيط - والله تعالیٰ اعلم وصلى الله  
 تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و مارک و سلم - یہ دوسرے سوال کا جواب ہے اور پہلا  
 سوال میں نہیں سمجھا۔ یہاں ایسا کوئی وجہ نہیں تفصیل سے لکھا جائے تو جواب دیا جاسکتا ہے انشاء  
 حضرت جواب میں ذرہ تاخیر ہو گئی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ لغات کم ہو گیا اور کافی جستجو کے بعد کئی  
 دنوں کے بعد آج ملا ہے تو آج ہی جواب لکھ دیا ہے۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

## الاستفتاء

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی ابوالخیر محمد نور اللہ صاحب دام نکلک العالی  
 السلام علیکم : زیادہ آداب کے بعد عرض ہے کہ چند ایک مسئلہ جات کا فتوے لکھ کر مشکور  
 فراموش نہایت ہی مہربانی ہوگی۔

- نمبر ۱ : نماز جنازہ کے وضو سے دوسری فرضی نماز جائز ہے یا نہیں ؟
  - نمبر ۲ : دروس کے درمیان کوئی مسلمان آدمی فوت ہو جائے تو اس کا جنازہ کس طرح ہے ؟
  - نمبر ۳ : خسرے کا جنازہ کس طرح ہے ؟
  - نمبر ۴ : نماز فجر کی سنتیں جماعت کے نزدیک کیسی ہیں اور کس طریقہ سے بہتر ہیں ؟
  - نمبر ۵ : وضو پر وضو کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ جلدی ارسال فرمادیں۔ فقط والسلام مع الاکرام
- السمائل :۔ محمد نیر محمد شریف پاک و لیلکے ڈاکخانہ جنگلہ دکن ضلع ساہیوال



بسم الله الرحمن الرحيم  
**الجواب**  
 ان الله يجعل لي النور والصفوة

مس : نماز جنازہ کے وضو سے مراد وہ وضو ہے جو نہایت نماز جنازہ کیا گیا۔ یادہ ہے جس کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ سائل نے یہ تفصیل نہیں کی مگر شرعاً ہر طرح اس وضو سے دوسری تمام نمازیں نفی فرضی جائز ہیں۔ پہلی صورت میں اس لئے کہ وضو میں نیت سرے سے شرط ہی نہیں تو اگر نماز جنازہ کی نیت سے بھی نہ ہوتا تب بھی اس سے سب نمازیں جائز ہوتیں لہذا طلاق اوامد کتاب والسنة والاطلاق حجة مطلقة۔ اور بدائع صانع منک جدا وغیرہ میں ہے لایستلزم لهما رای الوضوء والفصل، النية اور دوسری صورت میں یوں کہ وضو کے توڑنے والا صرف حدث ہی ہے۔ بدائع صانع جدا وغیرہ میں ہے فالذى ينقضه الحدث۔ اور نماز جنازہ کو کسی آیت یا حدیث یا کسی امام قدیم و حدیث نے حدث قرار نہیں دیا بلکہ ائمہ عظام نے عاف صاف فرمایا کہ قبضہ جو دوسری نمازوں میں مفسد نماز و وضو ہے، نماز جنازہ میں مفسد وضو نہیں۔ بدائع صانع جدا وغیرہ میں ہے کافی صلوة الجنائزۃ۔ منہج صانع جدا میں ہے کہ حضرت تافہ جو بہت بڑے تابعی میں فرماتے ہیں کہ ہم نماز جنازہ پڑھتے تھے اور وضو نہ لوٹاتے تھے و نصلى عليه ولا نعيد الوضوء۔ اور صانع جدا میں حضرت سعید ابن المسیب جو بہت بلند پایہ تابعی میں ان سے بیان سنت کے تحت ہے کہ نماز جنازہ سے وضو نہیں لوٹا ولا وضوء علی احد من غیر ذلک ممن صلى عليه۔ نیز صانع میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نماز جنازہ چڑھ کر نہ مانجے تو دوسری نماز کے لئے نئے وضو کی ضرورت نہیں قال انما کنا فی صلوة ورجعنا الی صلوة فلا وضوء۔

مس : دوسرے اہل اسلام کی ہی طرح ہے۔ سائل نے اس سوال میں بھی تفصیل نہیں کی کہ روزہ کی حالت میں فوت ہونا کس طرح ہے آیا وفات کا سبب روزہ ہے یا کوئی اور مرض یا عرض جیسے عموماً امراض وغیرہ سے بلا حالت مسیام بھی موتی رہتی ہیں اور روزہ کی سببیت کی بھی کئی موتیں



جس میں روزہ رکھا یا روزہ پر بیماری یا سخت بھوک یا پیاس طاری ہوگئی اور کوئی دوا ،  
 نہ پانی میر نہ ہو سکا ، یا میر نہ ہو اگر اس گمان پر استدلال کیا کہ روزہ پورا ہو جاتا ہے بھلی نہیں  
 جوامی کرتی میں اور قابل برداشت سمجھتا رہا کہ موت آگئی ۔ اور ایسے ہی سفیر یا ان صورتوں میں چاہک  
 غشی طاری ہوگئی ، کچھ سوچ ہی نہ سکا یا کسی ظالم نے مقیم تندرست کو مجبور کیا کہ ماہ رمضان شریف کا  
 روزہ نہ رکھے یا توڑ دے ورنہ قتل کر دوں گا اور اس کے صبر کیا اور ظالم نے قتل کر دیا تو ایسی سب  
 صورتوں میں وہ جنتی ہے کیونکہ اچھے کام روزہ پر اس کا خاتمہ ہوا۔ قرآن کریم میں معذرتیں کو فرمایا  
 وان تصوموا خیر لکم یعنی تمہارا روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ شرح الصدوق ص ۱۸۱  
 نہ انال ص ۵۴ جلد ۴ میں بحوالہ ولی ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے کہ عیوب پاک صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا من مات صائما اوجب الله له الصيام الى يوم القیمة یعنی جو روزہ  
 کی حالت میں فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک روزہ ثابت کر دیتا ہے۔ شرح الصدوق صفحہ مزبور  
 میں بحوالہ سند امام احمد اور کنز العمال ص ۲۹۳ جلد ۴ میں بحوالہ ہزار حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 بالفاظ مقتدا ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من ختم له بصیام یوم  
 دخل الجنة "جس کا خاتمہ ایک دن کے روزے کے ساتھ یا بسبب ایک دن کے روزے کے  
 بجا بہشت میں داخل ہوگا۔ جامع الصغیر ص ۵۵ جلد ۲ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ  
 سند امام احمد و مستدرک حاکم ہر افادہ تفصیح مرفوع حدیث شریف ہے من مات علی شیء بعثہ  
 اللہ علیہ یعنی جو کسی کام پر مرے اللہ تعالیٰ اس کو اس کام پر اٹھائے گا۔ بحوالہ الرائق ص ۲۸۳ جلد ۲ ،  
 بدائع ص ۱۰۰ جلد ۲ بیان اغذار میں ہے والنظر منها بعض ما یصح مطلقا  
 موجب کما فیہ خوف زیادۃ من سرد و دون خوف المہلک۔ بحوالہ الرائق ص ۲۸۳ جلد ۲  
 میں ہے معرفۃ ذلک باجتہاد السریض۔ بدائع ص ۱۰۰ جلد ۲ میں ہے واما الکراہ  
 علی افطار صوم شہر رمضان بالقتل فی حق الصغیر المقیم فمصرخص  
 فالصوم افضل حتی لو امتنع من الافطار حتی قتل یشاب علیہ۔  
 اور اگر ان صورتوں میں یا سوائے اگر ظالم کے اسے معلوم ہو گیا کہ روزہ پر قائم رہنا باعث ہلاک ہے اور دوا ،  
 نہ پانی نہ ہوا بھی ہے یا مسافر و بعض کو ظالم مجبور کرے کہ روزہ نہ رکھے یا توڑ دے یا عموماً روزہ سنت و نفل  
 کے متعلق ہوں کچھ اور دیکھی دے کہ نہ اسنے پر قتل کر دے گا اور غالب گمان یا یقین ہو کہ واقعی قتل کر دیا





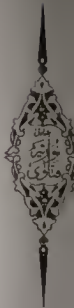
تو شرعاً ضرورتوں میں اس پر لازم کہ جہاں جانے کے لئے روئے چھوڑ دے اور چھوڑنے میں ضرورت  
گنہگار ہوگا۔ بالغ مسلک جلد ۲ میں ہے وما ملہ خوف المہلاک فہو مسہ مطلق  
میں موجب ص ۹۷ جلد ۲ میں ہے واما الحصر و لعش الشدید دعی ہما  
مسہ المہلاک ص ۹۹ جلد ۲ میں ہے واما فی خوف المریض و المسافر فالاحصر  
مسیح مطلق فی حقہما بل موجب (الیٰ ان ماں) یا شہد۔ ہاں اگر اس مسئلہ سے ناواقف  
ہو اور ظاہر معنی اس خصوصاً حصر لعش کی بنا پر جانے کہ شرعاً میرے اوپر بدوہ پر قائم رہنا لازم ہے  
یا کسی عالم ناب علم نے فتویٰ دے دیا کہ روزہ پر قائم رہنا ضروری ہے۔ بہر حال وہ اپنی دانست سے شرعی  
حکم کی تعمیل کرتا ہوا فوت ہو گیا تو ظاہر یہ ہے کہ معذور ہوگا کہ حدیث اسماعیل الاعمال بالانبیاء  
رواہ البخاری مسیح وغیرہ من اسماء الحدیث یعنی اعمال کے حکم پتوں پر ہی میں اور  
حدیث ابو داؤد ص ۹۷ مسیح ۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور پر نور سید عالم  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا من اذنی بغیر علم کان اثمہ علی من افشاء یعنی جو  
بغیر علم کے فتوے دے گا تو گناہ اس کا فتوے دینے والے پر ہوگا۔ اور حدیث ابو داؤد مسیح ۱  
ابن ماجہ ص ۳۳ سنن بیہقی ص ۲۲۷ ج ۱ بارانید بتقدوہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
سے ہے کہ ایک صاحب کو سفر میں نہانے کی ضرورت ہوئی حالانکہ وہ نہانے سے معذور تھے تو فتوے  
طلب کیا۔ ساتھیوں نے نہانے کا فتوے دیا وہ نہائے اور فوت ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
بارگاہ عالیہ میں یہ عرض ہوا تو فرمایا قتلہوا قتلتہم اللہ یعنی ان فتوے دینے والوں نے  
اسے مارا اللہ انہیں مارے۔ وغیرہ انا حدیث کا یہی تقاضا ہے بلکہ علامہ طحاوی علیہ الرحمۃ حاشیہ  
مراقی الفلاح ص ۳۶ میں مرض کی وجہ سے قاتل نفس کے متعلق فرماتے ہیں لانه فی النظار  
ربما یعد معذوراً اور اگر معذور نہ ہو تو گنہگار ہوگا اور مسلمان گنہگار کا جائزہ بلا شک و  
شبہ و ریب تمام اہل سنت کے نزدیک جائز بلکہ فرض کافیہ ہے۔ شرح القادری مع العاد کے  
میں ہے ویصلی علی کل مبر و فاجبر اذ مات علی الایمان للاجماع ولعولہ  
علیہ السلام لا تمدحوا الصلوۃ علی من مات من اہل القبۃ اور یہ  
ہی علامہ حیات مذہب میں صرح و شرح ہے اور اگر اسے مسلک معلوم تھا اور قصداً چھوڑ دیا تو  
یہی حکم ہے کہ گنہگار ہے اور جائز ہے۔ اور اگر اس نے اس سے روزہ نہیں چھوڑ کر خود کوئی کر چاہا

سے روک دینے کی صورت نہایت ہی ندرت رکھتی ہے تو پھر بھی اس کا جائزہ جائز ہے کہ خود کشی کرنے والے کا  
جائزہ جائز ہے کہ جائزہ حقوق اسلام سے ہے کہ ماییدل علیہ صواع صواع احادیث  
الصواع وغیرہا و هو منصوص اسفار المذهب المہذب بالامورین  
نے مراد اس جزئیہ خود کشی کا بیان فرمایا ہے۔ تنویر الابصار، در الخوار، روالحار، مہذب، قانون، ملکی  
مشہور، وغیرہ میں ہے والنظم من الدرر المنن من قتل نفسه ولو عمدا  
بفسل ویسوی علیہ بہ یفتی۔ چونکہ دشمنان دین جو ہمیشہ علمائے کرام کو بدنام کرنے کی  
چاہیں پٹے میں سالانہ رمضان المبارک کی آمد پر ایسے من گھڑت افسانے مشہور کرویا کرتے ہیں جن سے  
سادہ لوح ایمان اسلام کے سامنے قدرتی طور پر ایسے سوالات آجایا کرتے ہیں لہذا اس سوال کے  
جواب میں بعض صورت کی قدر سے تفصیل کی گئی۔

مس ۱۔ خسر یعنی جس میں زرمادہ کی علامتیں پائی جائیں تو وہ حقیقتہً یا زہر ہوتا ہے یا مادہ۔ اگر دونوں  
کی علامت سے مشابہ کتاب ہے تو وہ زہر ہے اور اگر مادوں کی علامت سے کرے تو وہ مادہ اور اگر دونوں  
سے کتاب ہے تو جس سے پہلے کرے اس کا اعتبار ہے اور اگر دونوں سے برابر کرے تو وہ خفنی مشکل ہے  
قائدی مالگیر مشہور ج ۳، تنویر الابصار، در الخوار، روالحار، مہذب ج ۵ میں ہے والنظم من  
الہندیۃ ان الغنثی ما یسکون لہ معرجان (الحان قالوا) فان کان یسول  
من الذکر فهو غلام وان کان یسول من الفروج فهو انثی وان بال منہما  
فالعکس للاسبق کذا فی الہدایۃ وان یستریا فی السبق فهو خفنی  
مشکل عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ الخ اور یہ اشکال بلوغ سے پہلے تک  
سے۔ مالگیر کے اسی صفحہ میں ہے قالوا وانما یتحقق هذا الاشکال قبل البلوغ  
اور بعد بلوغ، حلقام، جماع، حیض، نفاس، ڈڑھی، پیمان، دودھ، حمل وغیرہ علامات کے لحاظ  
سے مرد یا عورت ہونا معلوم ہو سکتا ہے۔ ان کتابوں کے انہی صفحات میں ہے واما بعد البلوغ  
والادوالہ یزول الاشکال فان بلغ او جامع بذکرہ فهو رجل وکذا  
الانہ یجامع بذکرہ ولکن خدرج لحیتہ فهو رجل کذا فی  
الدحیۃ وکذا اذا احتلم کما یحتلم الرجل او کان لہ ثدی  
مسنو ولو ظهر لہ ثدی کشدی المرأة او نزل لہ لبن فی ثدیہ

اور خاص اور جمل اور امکان الوصول من الفرج مہر سہ

اور اگر ان علامتوں میں سے کوئی بھی ظاہر نہ ہو یا علامات متعارضہ ظاہر ہوں یعنی ٹوٹی مروی صورت و  
کوئی عورت کی پائی جائے تو وہ بھی خنثی مشکل ہوگا۔ انہی کتابوں کے انہی صفحات میں ہندو  
۳۹۹ میں ہے وان لم تظہر احدی ہذہ العلامات فہو خنثی  
مشکل و کذا اذا تعارضت ہذہ المعالم حکذا فی الہدایۃ مگر مہر  
شمس الائمہ سرخسی (جو ظاہر الروایۃ کی جامع ہے) میں ہے کہ بعد بلوغ خنثی مشکل نہیں رہتا کہ اگر میں  
ان علامات سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو وہ مرد ہے۔ اس لئے کہ پستانوں کا عورتوں کی طرح نہ  
بہرنا دلیل شرعی ہوگا اس کے مرد ہونے پر۔ ص ۳۰ میں ہے وان لم یکن لشی  
من ذلک فہو رجل لان عدم نبات الشدین یکون دلیلاً شرعیاً  
علیٰ انہ رجل۔ اور یہ فتاویٰ عالمگیری کے ۳۹۹ ج ۴ میں بھی ہے۔ مگر اس صورت میں بھی یوں  
خنثی مشکل کے حکم میں ہو سکتا ہے کہ لوگوں پر واضح ہونے سے پہلے مر جائے۔ مثلاً ایک خنثی مشکل  
کو بلوغ سے پہلے لوگ جانتے ہیں اور وہ غائب ہو گیا۔ پھر بالغ ہونے کے بعد آیا اور آتا ہی  
قتل ہو گیا اور قاتل نے یا جانوروں نے سینے کا گوشت اٹا لیا تو حکم یہ بھی خنثی مشکل ہوگا۔  
جیسے بلوغ سے پہلے بچہ کی دونوں علامتیں نہ ہوں اور ناف سے پیشاب کرتا ہو تو وہ خنثی  
نہیں مگر خنثی مشکل کے حکم میں ہے۔ شامی ص ۳۰ ج ۴ میں ہے قوله او من عسی انہ  
الحی ان قال؛ ویبدل علیہ قول محمد هو عندنا والخنثی مشکل فی  
امرہ سواء۔ اور ایسے ہی اگر بعد بلوغ علامات متعارضہ پائی گئیں مثلاً مرووں کی طرح ڈومے  
اتری اور عورتوں کی طرح پستان ابھرے تو مشکل ہوگا کما مر من الہندیۃ وغیرہا  
نیر شامی مشد میں ہے قوله بعد تقریر اشکالہ ای تقریر عندنا بلنا  
بلہ کما لو راہنا لہ شدین ولعیۃ۔ بہر حال جس کا لڑکا یا مرد ہونا معلوم ہو گیا تو اس کا  
حکم وہی ہے جو لڑکے اور مرد کا حکم ہے اور جس کا لڑکی یا عورت ہونا معلوم ہو گیا تو اس کا حکم انہی کا حکم  
ہے اور جس کے متعلق وضاحت نہ ہوئی تو وہ خنثی مشکل ہے تو اگر چھوٹا ہے اور حدیثوت کو نہیں پہنچا  
تو عورت مرد دونوں اس کو غسل دے سکتے ہیں اور کفن لڑکیوں کی طرح دیا جائے مگر ریشم و فیرو کے  
کپڑے جو مردوں پر منع ہیں ان میں کفن نہ دیا جائے۔ اور اگر حدیثوت کو پہنچ چکا ہے یا بالغ ہے تو



اس کو غسل نہ دیا جائے بلکہ تیمم کرایا جائے۔ پس اگر محرم مر یا عورت شد باپ، بھائی یا ماں بہن  
نہم کرے تو اٹھ کر پکڑا پٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر غیر محرم ہے تو پکڑا پٹ کر تیمم کرے اور

کفن عورتوں کی طرح دیا جائے مگر یشتم وغیرہ نہ ہو۔ درالخمار و شامی متشرج ۱ میں ہے و  
یسلم الخنثی المشکل لو مرأقا والا فکفیرہ فیفسله الرجال  
والنساء۔ فتادی بنہ ۲۹ ج ۴ میں ہے وان مات قبل ان یستین امرءہ  
لو یفسله رجل ولا امرأة الخ مش ۱ الخنثی یکفن کما تکفن المرأة

احتیاطاً ویجتنب الحسین ان البتہ فالگیری میں شمس الامہ مدوانی سے ہے کہ ٹوکرے  
وغیرہ میں دل کر غسل دیا جائے یعنی پتے پانی میں وہ ٹوکرہ ڈال کر بلا دیا جائے کہ غسل ہو جائے۔

اور الخنثی سے غسل نہ دیا جائے۔ ۲۹ ج ۴ میں ہے وقال شمس الاسماء یجعل  
فی کوارۃ ویفصل کف ظاہر الروایۃ پہلی ہی صورت تیمم دالی ہے۔ بحر الرائق مش ۲ ج ۲ میں  
ہے والظاہر انہ یمسم لہذا تیمم ہی کرایا جائے اور نماز جنازہ میں دعائے مشہور

تومر داو عورت کے لئے ایک ہی ہے اور دوسری دعائیں جو مسنون و مروی ہیں جن کی غبیروں  
کا تذکیر و تائبث میں فرق ہوتا ہے یا غیر بالغ کی دعائیں تو ان کی تذکیر میں کوئی حرج نہیں

کہ اصل تذکیر ہی ہے اور اسی لئے فقہائے کرام نے خنثی مشکل کے لئے الفاظ تذکیری ذکر کئے ہیں  
مثلاً مشکل کہتے ہیں اور مشککہ نہیں کہتے۔ شامی مش ۱۳ ج ۵ میں ہے لو یقل مشککہ

لانہ لم یبعین احد الامرین فجاء علی الاصل وهو التذکیر  
اس لئے کہ جب دونوں احتمال میں تو بوجہ شرف تغلیب تذکیر ہو گئی۔ اسی میں ہے اولانہ

لما احتمل الذکورۃ والانوثۃ غلب التذکیر اور اگر الفاظ تائبث احتمال کرے  
تو بنا بل نفس یہی ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے کل نفس ذائقۃ الموت۔ اور دفن کرتے

وقت قبر پر عورت کی طرح پردہ کر لیں۔ درالخمار و شامی مش ۵۳ ج ۱ نیز مع المتن مش ۱۳ ج ۵ میں ہے  
النظم من التنبیہ و مندب تسجیۃ قبرہ۔

مش ۱ فجر کی سنتیں سب سنتوں سے زیادہ مؤکدہ ہیں ان کی تاکید میں بکثرت احادیث وارد ہیں  
مرث ایک ہی بطور تبرک اغضار عرض کی جاتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ نہ وہ عالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم فرمایا لا تدعوہما وان طردتکم الخیل یعنی انکو

تک نہ کرو گھر پہ نہیں گھومے ، ورنہ عین بدادہ اور بدامین ہے ۔  
حضرت مد اللہ بن مسعود ، عبد اللہ بن عمر ، عبد اللہ بن عباس ، ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
جماعت کے نزدیک ستون ، دیوار وغیرہ کی ٹہ میں ادا فرمائی ہیں اسلئے الطحاوی

شرح معانی الآثار ص ۲۱۹ ، ج ۱۔ تو جماعت کے نزدیک جی بضرط پر وہ ادا کرنا سنت ہے  
بنا اور علوم احادیث مرفوعہ کے تحت انداج کے باعث انتہاں اور سنن حبیب پاک صلی اللہ علیہ  
وسلم ہوا لہذا حضرات تابعین نے بھی اس پر عمل فرمایا۔ چنانچہ شرح معانی الآثار ص ۲۲۳ میں حضرت  
حسن بصری اور مسروق وغیرہ سے مروی ہے اور کتب مذہب مذہب میں صراحتہ آیا۔ غنیہ شرح الغنیہ ص ۲۲  
وغیرہ میں ہے لایکرہ سنة الفجر اذا علم انه يدرك الركعة الثانية او  
التشهد على ما فيه من الخلاف اور ص ۲۳ میں مع المتن ہے وان ياتي بها اما  
في بيته وهو الافضل اور عند باب المسجد الا ان یہ ضروری ہے کہ جماعت کی  
طور پر فوت نہ ہو جائے یعنی کم از کم ایک رکعت اور ایک قول میں تشهد مل جانے کی قوی امید ہو کہ بہت  
نماز کی بہت بڑی تاکیدیں آئی ہیں اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اذا اقيمت الصلوة  
حدیث موقوف ہے ورنہ مؤذن سبے اور ادا سے مانع نہیں کما فی شرح معانی الآثار  
ص ۲۱۹ ج ۱۔ اور اس ماعوم لقیما مراد نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ ایک مسجد میں جماعت کھڑی ہو جائے  
تو دوسری مسجد واسے بھی ادا نہ کر سکیں اور نہ ہی "مذکور" اپنے گھروں میں پڑھ سکیں بلکہ اسلامیان  
روئے زمین کے لئے بندش ہو جائے بلکہ فناء و سماء کے جن دلائل کے لئے بھی مانعت ہو جائے  
و ذمما لا يقول به احد۔ نیز سنن بیہقی ص ۲۸۸ ج ۲ میں یہ حدیث ہے اشتكت سنت  
فجرى وما اعترض اليه يقى به اجاب عنه العيني في شرح البخاري  
ص ۲۸۸ مفضلا۔

۱۵۔ ہاں کر سکتا ہے اور کارِ ثواب ہے۔ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ



مرنا کے لئے وضو تازہ فرمایا کرتے تھے۔ صبح بخاری مسند ج ۱ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے ہے کہ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم يتوضأ عند كل صلاة اور یہ فضول  
 سلم، ترمذی، بودادو، نسائی، ابن ماجہ، حمادی، بیہقی وغیرہ کی احادیث کثیرہ سے قطعی طور  
 پر ثابت کہ اس پر بہت ثواب ہوتا ہے۔ سنن ابوداؤد مسند ج ۱، ترمذی مسند ج ۱،  
 ابن ماجہ مسند، حمادی مسند ج ۱، بیہقی مسند ج ۱ میں سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بالفاظ متعارفہ  
 ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وضو اُلی طہر کتب اللہ لہ بہ عشر  
 حسات یعنی جو عبادت پر وضو کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس وضو کے بدلے دس نیکیاں لکھتا  
 ہے؛ احیاء العلوم مسند ج ۱ میں حدیث مرفوعہ تحریر ہے الوضوء علی الوضوء لود علی  
 سور یعنی وضو پر وضو پُر نور ہو پُر نور ہے۔ شامی مسند ج ۱ میں فرماتے ہیں وقال الحافظ ابن حجر  
 حدیث ضعیف ورواہ وزین فی مسندہ۔ اور احادیث ضعیفہ فضائل اعمال میں بالاتفاق  
 مقبول و معمول بہا ہیں وذاضاہر من ان یتظہر خصوصاً اذا تأیدت بالحدیث  
 صحاح و حسان۔ لہذا کتب مذہب مہذب تنفیہ میں صراحتہً مذکور کہ وضو پر وضو مستحب و ادب  
 ہے مالگیر مسند ج ۱ وغیرہ میں ہے ومنہا الوضوء علی الوضوء۔ البتہ علماء کرام نے یہ  
 بھی فرمایا ہے کہ پہلے وضو کے ساتھ فرض یا نفل ادا کر لے تو دوسرا وضو مستحب ہے۔ شامی مسند ج ۱  
 میں شرح المفاتیح سے ہے وانما یتحب الوضوء اذا اصلی بالوضوء الاول صلوۃ  
 کذا فی الشرع والقنیۃ اھ و فہما ن زیادۃ بیان فانظر الشامی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ واولیاء  
 امتہ وعلیہم السلام وبارک وسلم

عنہ الغفر البواخیر محمد نور اللہ النبی مغرک

۷ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ بروز منگل

# الاستفتاء

کیا دراتے ہیں مسائے دین و مفتیان شرع حین مندجہ ذیل مسائل میں :-

نمبر ۱ : بعض حضرات گھڑی کے حین کو ممنوع قرار دیتے ہیں کہ دعوات کا استعمال جائز نہیں ہو سکتا۔  
دیکھنا یہ ہے کہ گھڑی بھی تو دعوات کی ہے اس کا جائز ہونا کیسے ثابت ہوا ؟

نمبر ۲ : ایک آدمی بادھو تھا لیکن ہوا دبر سے خارج ہو گئی تو وضو ٹوٹ گیا لیکن پھر دوبارہ وضو جب کرتے ہیں تو وضو پورا کیا جاتا ہے اور استنجا نہیں کیا جاتا ، اس کی کیا وجہ ؟

نمبر ۳ : آدمی چلتی ہوئی ریل گاڑی پر سفر کر رہا ہے اور نماز کا وقت آگیا اور گاڑی میں کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ منہ بھی قبلہ کی طرف درست نہیں رہتا تو کیا اس وقت جیسے ہو سکے بیٹھ کر نماز پڑھ لے یا پھر ریل گاڑی کا سفر ختم ہونے پر پھر دوبارہ ان نمازوں کا اعادہ کرے یا نہ ؟

نمبر ۴ : اگر امام کے پیچھے ایک مقتدی بالغ ہو اور ایک بچہ نابالغ تو کیا اس طرح جماعت جائز ہے یا نہیں ؟

نمبر ۵ : فرضوں کی ایک آخری رکعت یا دو رکعت میں قنوت کیوں نہیں کی جاتی ؟

نمبر ۶ : ہوائی جہاز میں نماز کا حکم کیا ہے کیونکہ وہ ہوا میں ہوتا ہے ، پڑھنا اس میں جائز ہے یا قضا کرے ؟

نمبر ۷ : کیا مجاہد ایک رکعت نماز پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ؟

السائل : مولوی مروان علی ام بیوی اک اک جنت ایلری لیرکینہ کراچی ۷۰



۱۔ سونے ، چاندی کے علاوہ کسی دعوات کا حین ناجائز نہیں کیونکہ شرعاً مانعت نہیں۔

۴: جو سے جسم آتا نہیں مگر البتہ استنباہ کی ضرورت نہیں اور شہوار و صوفی بھی ضروری نہیں  
 ۵: گاڑی میں قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز پڑھی جاسکتی ہے میں خود ہمیشہ قبلہ رخ کھڑے ہو کر  
 پڑھا کرتا ہوں البتہ اگر بیمار یا کمزور ہو تو بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی جائز ہے مگر قبلہ کا خیال رکھنا ضروری  
 ہے۔ نماز ضرور پڑھے اور اعادہ کی ضرورت نہیں۔

۶: ہاں اس طرح نماز جائز ہے۔ بچہ بالغ کے ساتھ کھڑا ہو جائے۔ بالغ اگرچہ زیادہ ہوں تب  
 بھی ایک بچہ ساتھ ہی کھڑا ہوگا۔

۷: نماز فرض اصل میں دو دو رکعت ہی فرض ہوئی تھی اور جب بعد میں زیادہ کی گئی تو زائد  
 میں تخفیف رکھی گئی اور قرأت ضروری نہ ٹھہری۔

۸: ہوئی جہاز میں نماز جائز ہے۔ گو ہوا میں ہوتا ہے مگر پھر بھی نمازی تو جہاز کے تختوں پر  
 ہوتا ہے اور قطب نما وغیرہ سے قبلہ بھی معلوم ہو جاتا ہے اور جہاز کا سرکاری عملہ بھی تعاون  
 کرتا ہے۔

۹: مجاہد و دوسرے مسلمانوں کی طرح نماز ادا کرے مقیم ہے تو چار ورنہ دو پڑھے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم

نوٹ: استفتاء میں ایک ہی سوال ہر تو یا قاعدہ دلائل نکلتے جاتے ہیں مگر یہ سوالات کی فہرست ہے لہذا  
 فقرہ لکھا گیا۔

عزہ الفقیر الیہ ابو محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

## الاستفتاء

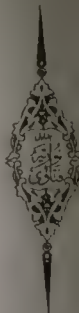
کیا زمانے میں عامانے دین و مفتیان شرعاً متین اس امر میں کہ چاہ مسجد سے پھولا ہوا چوبابرا آمد ہوا ہے  
 یک سفری کتاب ہے کہ صرف بیس ڈول کافی ہیں چوبہ میں اس سے زیادہ کسی کتاب میں نہیں آیا دوسرا سفری  
 کتاب ہے کہ تین سو ڈول تک چاہیں۔ ان دو سفری سے کون سا سفری راہ راست پر ہے مدعو اصل جو دین

فریق اول کا قول غلط ہے اور محض غلط، تمام کتب فقہ متون و شروح فقاری میں مصرع ہے کہ جو  
جانور خون جاری والا، پھولا ہوا، پٹا ہوا، خواہ چھوٹا یا بڑا چاہے سے برآمد ہو تو تمام پانی نکالا جائے نیز کئی  
میں شرح الآثار سے بسندہ عن علی بن ابی طالب ہے قال فی سب و قعت فیہ فارة فسمعت من سبوح  
مساوہا یعنی حضرت مولانا علی مشکینہ کشارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کنوئیں میں چوہا گر کر مر جائے تو تمام پانی نکالا  
جائے۔ یہ ارشاد پھولے یا پیٹے کے متعلق ہے کما صرح بہ فی الغنیۃ اور اگر کنواں چشمہ دار ہو تو  
اس کے متعلق قول فیصل یہ ہے کہ بتنا پانی کنوئیں میں موجود ہو تمام کا قدر نکالا جائے اور اس تقدیر و اندازہ  
کے متعلق کئی قول ہیں صاحب بدایہ و شریعہ الوقایہ و غیرہما نے اسے اقتضای فرمایا ہے کہ وہ عمل جن کو پانی کی بھر  
دہ بتنا اپنے اندازہ سے بتائیں اتنا پانی کھینچا جائے اور چوہے ٹکنے سے پہلے جب کہ یہ معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے  
تین دن راستگی نمازیں قضا کریں اور جو نمازیں نکالنے کے پیچھے اور پاک کرنے سے پہلے پڑھی گئی ہوں وہ بھی قضا  
کریں جب کہ اس پانی سے وضو کیا ہو اور جس نے اس پانی سے غسل کیا ہو یا جس نے کپڑے برتن وغیرہ دھوئے  
ہوں وہ پاک کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اشہر و اخصر۔

عزیز الغفران ابو الجحیم محمد نور اللہ نسیمی غفرلہ

## الاستفتاء

قبلہ و کتبہ حضرت مولانا مولوی نور اللہ صاحب دامعزیزکم  
السلام علیکم کے بعد معروض آنکہ چاہ مسجد والے میں باغیانہ سبابت پڑ گئی ہے تحریک ایصال خدمت ہے اس کے  
پاک کرنے کا کیا حکم ہے مسئلہ تو یہ ہے کہ کسی سید و ولد سلطان محمد کے ہاتھ غایت فرمادیں۔  
الاقامہ: نور احمد کھنڈا دروہ جاگیر



وَعَلَيْكُمْ سَلَامٌ : اصل یہ ہے کہ پہلے نجاست کا نکالنا ضروری ہے اور بہترین صورت اطمینان دل کیلئے  
 یہ ہے کہ قدرے کچھ وغیرہ بھی نکال جائے اور پانی جس قدر ہوا نمازہ سے نکالاجائے تو پاک ہو جائے گا۔  
 وَ اللَّهُ نَعَالِي اَعْلَمُ وَعَلِمُهُ اَتَمُّ وَ احْكَمُ جَلَّ مَجْدُهُ وَ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلٰى  
 حَبِيبِهِ الْاَكْرَمِ الْاَنْوَرِ وَ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ وَ بَارَكَ وَ سَلَّمَ

عَزَّ وَ جَلَّ الْغَفِيرُ الْبَرُّ الْخَيْرُ مُحَمَّدٌ زَوْرًا لِّلْمَنِيِّ غَفَرَ لَكَ

## الاستفتاء

فلا صمد سوال طویل تحریری میاں سلطان محمودانہ پورہ ۔ ایک کنواں غیر آباد آباد کیا گیا اگر عرصہ طویل ماہ تقریباً  
 گندے کداس میں ایک کبوتر اور دو نیول اور ایک سانپ گر کر مر گئے ہیں اور ٹہی وغیرہ گل گئی ہے اور دس  
 روز کے کنواں پل رہا ہے ۔ ہم کہتے ہیں پاک نہیں ہوا اور مزارع کہتے ہیں پاک ہو گیا مبیناً تو جبروا ۔  
 وَ تَقَطَّ سُلْطَانُ مَحْمُودٌ لِقَلَمِ خُود

جب جانورہ کر مٹی ہو جائے تو کنواں صرف کل پانی نکالنے سے پاک ہو جاتا ہے جگہ اگر ٹہی ، بال یا اس قسم کے اجزاء  
 اقد میں تب بھی پاک ہو سکتا ہے اور جب آپ کو ٹہی وغیرہ کے گھنے کا علم ہو گیا جیسے سوال میں مذکور ہے اور کنواں

## الاستفتاء

محترم قلمباز! ناموالی صاحبہ نور اللہ صاحبہ دام اقبالہ

السلام علیکم! حسب ذیل مسئلہ مضمون روانہ خدمت سے جو کنواں کے پانی کے ناپاک ہونے کے متعلق ہے برسنے کرم نوازی جلدی وضاحت شرعی فرما کر جواب سے مشکور فرمائیں تاکہ اس کنواں کا پانی پاک کیا جاسے اور امتداع میں لایہ جاسکے۔ وابیہ افادہ حاضر خدمت سے۔ پتہ کے ختوی پر آپ کے دستخط اور مہر ضرور لکھ کر روانہ فرمادیں تاکہ سب لوگوں کو یقین پورا ہو جائے۔

ایک مسجد کے کنواں کے کھڑے کے باطل نزدیک ساتھ ہی پانی، مونی گاؤں کے گندے پانی کی تالی بنے جس کے اندر پختہ یا خام، روڑے اور پرانے جوتے یا دیگر چیزیں اس غلیظ نامی میں پڑی رہتی ہیں اور جب اس تالی کی صفائی کی جاتی ہے یہ چیزیں سب نکال کر باہر لائی جاتی ہیں اور کھائی میں پڑی ہوئی ہیں۔ عصر کے وقت، کچھ نمازہ سلام ادا کرنے کے فوراً بعد کنواں کے اندر کسی چیز کے گرنے کا کھڑکا دیا جس کا اسی وقت پتہ کیا گیا تو نابالغ بچوں نے بتلایا کہ ان کے ایک ساتھی لڑکا نہ پتہ نہیں کہ وہ پختہ روڑا تھا یا خام یا اور کوئی چیز تھی گی اس سے اٹھا کر کنواں میں پھینک دی چونکہ یہ سب نابالغ بچے ہیں ان سے پورا یقین اور تسلی نہیں ہو سکی کہ پھر نہ کنواں کے اندر چیز ڈالی ہے وہ کیا تھی۔ اب اس چیز کے کنواں کے اندر تسلی کرنے پہلے چیز کو نکھرایا جائے۔ درپھر کھانا پانی نہ لایا جائے یا چیز کا پتہ نہ کیا جادے اور کنواں کے اندر سی پڑی رہنے دیا جائے اور پانی سا۔ انکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا یا نہیں جس طرح شریعت و حکم سے وضاحت فرمائی جادے۔ مہربانی ہوگی۔

مستحق دعا و دعا سردار علی شاہ از شہر فرید پور



وہیکو السلام ورحمۃ وبرکاتہ

یہ کنواں شرعاً پاک ہے۔ الاثبات و انتقاص میں ہے شکی و محذور النجس فلاصل  
بعاء الطہارۃ کہ جب پیدائش کے وجود کا شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتا ہے۔ سی بنا پر فتاویٰ ملکی  
فتح تقدیر بحر ارقی و شامی وغیرہ کتب فقہیہ میں ہے کہ بکری وغیرہ عدل جانور نہ کہ کنوئیں میں گر جائے تو جب تک  
یقیناً اس پر نجاست نہ ہو۔ کنواں پلید نہیں ہوگا حالانکہ ایسی صورت میں پڑا شک ہو جائے کہ جانوروں کے مان  
وغیرہ پر مشابہ وغیرہ لگا ہو مگر اس کا اعتبار نہیں اور ایسے ہی بکثرت مسائل انہی کتابوں میں ہیں جن میں شکوک و شبہات  
کا اعتبار نہیں کیا گیا اور طہارت کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اگر معلوم ہو جائے کہ پلید روڑا یا کپڑا یا لکڑی یا اس قسم کی کوئی  
پلید چیز کنوئیں میں گر گئی ہے تو وہ چیز نکال کر کنوئیں کا سارا پانی صحیح اندازہ کر کے نکالا جائے مگر وہ چیز اگر کنوئیں  
میں گم ہو جائے اور نکالنا مشکل ہو جائے تو کنوئیں کے مارے پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا کہ چیز  
بھی تبنا پاک ہو گئی کیونکہ اس کی نجاست ذاتی نہیں بلکہ عارضی ہے۔ اصل میں تو یہ چیزیں پاک ہی ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری  
ص ۱۱۵۰ وغیرہ کتب معتبرہ میں ہے والنظر منها ولو وقعت فی البر خشبہ نجسہ  
او قطعة ثوب نجسہ و تعذر اخراجہا وتعت فیہا طہرت الحشبہ  
والثوب تبعاً لطہارۃ البر کذا فی الظہیریۃ واللہ تعالیٰ اعلم  
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاعظم والہ وصحبہ وبارک وسلم

عبد الغفور الکریم محمد نور الشانسی غفرلہ

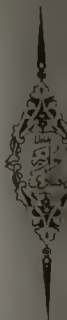
یکم ذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۶ھ ۰ ۲۶-۳-۱۳

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں کہ ایک تنور جس میں آگ لگی ہو اس میں کتا گر کر مرے  
مرنے کے بعد لگا لایا آیا وہ تنور پاک ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ بیسوا صاحبزادین



اگر تنور کے ساتھ کتے کی چربی یا کھال وغیرہ جو نجس لگی ہوئی ہے یا کچھ لگا تو نہیں گر بدلتی ہے  
تو ان دونوں صورتوں میں تنور پید ہو گیا مگر ایسا پید نہیں کہ پاک نہ ہو سکے۔ بلا شک و شبہ یقیناً پاک ہو سکتا  
ہے۔ اس میں اتنی آگ جلائی جائے کہ مٹی ہوئی چیز اور بدلتی ہو جائے۔ اور اگر صرف بدلتی ہوئی ہے تو جب  
دور ہو جائے خواہ دھوپ اور ہوا سے دور ہو پاک ہو جائے گا کہ تنور کا حکم زمین کا ہے اور زمین کے متعلق  
یہ حکم کتب مذہب میں منصوص ہے۔ منیۃ المصلیٰ مع فنیۃ المستملیٰ، رد المحتار، و المختار، بحر الرائق،  
فتاویٰ عالمگیری وغیرہ امتیاز فقہ میں ہے والنظم من الهندیۃ الاصل نطهر بالیس  
و ذهاب الاثر للصلوۃ لا للتیمم مکنای الکافی و الفرق بین المعاد  
بالشمس والمار والریح والظل کذا فی المعر الرائق و یتادل  
الارض فی حکمها کل ما کان ثابفاً کالحيطان والاشجار والکلا  
والقصب مادام قائماً علیها آة ایضاً فیها والنظم من الهندیۃ  
و ادا طهرت الارض بالجفاف ثم اصابها الماء الصحيح انہا  
لا تعود نجساً و لو رش علیها الماء وجلس علیها لا بأس به مکنای  
مساری فاصیحا علیہ الرحمة۔ بلکہ کتب مذہب میں مصرح کہ اگر پید مٹی سے کوڑے





وغیرہ بائے جائیں اور آگ میں دکھائے جائیں تو پاک ہو جائے ہیں حالانکہ پھر ان کی چیزوں میں موجود ہوتی  
 ہے کتب مذکورہ بالا اور فتاویٰ امام قاضی خان علیہ الرحمۃ میں ہے والنظم من الهدیہ الطین  
 السجس ادا جعل منه الكوذ او القدر مضم میكون طاهرا هكذا في المحيط  
 وكذا الطين اذا لیس بالماء المحس واحرق كذا في فتاویٰ العربیہ بکد خاص نور  
 کا جزئی بھی موجود ہے۔ درختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنظم منها او سعرب المراد  
 انشور شم مسحتہ بخرقہ مبتلة نجسة شرفیزت مبه فان  
 كانت حرارة النار اكلت بلة الماء قبل الصاق الخبز بالنور لا ينحس  
 الخبز كذا في المحيط۔ شامی، فتاویٰ امام قاضی خان میں ہے والنظم للامام الصبی  
 اذا بال في التنور او مسحت المرأة التنور بخرقه مبلولة بنجاسة  
 شرفیزت ان كانت قد بیست لم یبق ملها قبل الصاق الخبز بالنور  
 لا یتنجس الخبز لان النار لما اكلت البلة صارت كالارض اذا مسحت  
 بالشمس وان الصقت الخبز بالتنور حال قیام البلة فالخبز نجس  
 وقیل ان كان الخبز خبز حنطة او شعیر لا یتنجس وان كان الخبز  
 خبز الارز او الجاورس یتنجس لان ذلك یتشف۔ اور اگر تود کے ساتھ نہ کچھ لگا ہے نہ  
 بواقی ہے تو پاک ہے کہ پلید چیز کا دھواں گزرتے ہوئے پلید نہیں کر سکتا جیسے انسان کی ہوا کہ نجاست شکم کا بھٹا  
 ہی تو ہے۔ فتح القدیر، عالمگیری، درختار، رد المحتار، بحر الرائق میں ہے والنظم للمحقق مرب  
 السرج بالعدرات واصاب الثوب ان وجدت راسحتها تنجس وما یصیب  
 الثوب من بخارات النجاسة قیل ینجسه وقیل لا وهو الصحيح  
 عالمگیری میں ہے، کذا الحمام اذا احرق فيه النجاسة فغرق حيطانها  
 وکواها وتقاطر كذا في فتاویٰ قاضی خان، عالمگیری میں قیہ ہے سعرب  
 التنور بالاختشاء والارواث یکره الخبز فيه و لو دشه بالماء غطلت  
 الکرمۃ كذا في القنبیة۔ اس کی بنا، یا قول مرحوم پر ہے بکراہت سے کراہت تخریج مراد ہے

جو سرت پیرہ دستہ رکھتی ہو جاتی ، جس پر سونہ میں توبہ تھوڑا سا ہے۔ جب عا۔ ہا۔ ہا۔ تو اس طرح  
کی بھی ضرورت نہیں لہذا اگر بچہ نہیں آتی تو حسب معمول تو کو گرم کر کے بلاشبہ استہان کریں۔ بذر استہان و قہ  
پاک۔ ہیگی اور احتیاط اس میں نہیں کہ خواہ مخواہ شبہات پیدا کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ و رسولہ اعلم  
حسن جلالہ ربی و صلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ حسی و آلہ و اصحابہ و سلم  
عزہ انقیر البرا کچر محمد نور الشامی غفرلہ

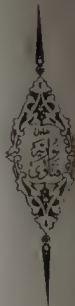
## الاستفتاء

ایک میڈک تنہ میں گر پڑے اور اس وقت روٹیاں تنہ میں پک رہی ہوں اور میڈک کا دھواں اُنکو  
پہنچے یہاں تک کہ میڈک جل کر راکھ ہو جائے تو شرع کے احکام کی رو سے وہ روٹیاں کھانی جائز ہیں  
یا ناجائز ؟



اگر میڈک کے دھوئیں کی بویا رنگت یا ذائقہ روٹیوں میں محسوس ہو تو قابل خوردنی نہیں اور اگر کوئی  
اثر محسوس نہیں تو کوئی حرج نہیں۔ فتح القدیر ، عالمگیر ، در المختار ، رد المحتار ، بحر الرائق میں سے کام  
من المعصیت الرجحان العذرات و صاحب التوبہ و جہت راجعہا تحسن و ما یصیب الشوب من  
بخارات النجاسة فیل ینجسہ و میل لا و هو الصحیح۔  
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ حل مجیدہ اتم و احکم و صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و سلم۔

عزہ انقیر البرا کچر محمد نور الشامی غفرلہ



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و اہل ان شرع محمدی اس بارے میں کہ اگر کسی تنور میں گدھا لگا کر تنور کی گرمی سے مر جائے تو کیا وہ تنور پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر پاک ہو سکتا ہے تو وہ کوئی صورت ہے؟  
بسمنا و توحیداً۔

السائل : دونامی سکنہ پک نمبر ۳۳۳ عرف پٹھی مہاراں والی ڈاک خانہ شیر گڑھ تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال۔



اگر تنور کے ساتھ گدھے کی چربی وغیرہ کوئی آلاش نہیں لگی اور بدبودار نہیں ہوا تو پہلے کی طرح پاک ہی ہے۔ پلید بالکل نہیں ہوا اور اگر آلاش وغیرہ ہے تو وہ دور کر دی جائے، کھرینے اور جلانے سے تو پاک ہو جائے گا کہ تنور مٹی سے بنا ہے اور مٹی کے ساتھ متصل مستقل ہے اور مٹی پاک ہے۔ حدیث پاک میں ہے حطت لی الارض مسجداً و طمسوا قرآن پاک میں ہے صعیداً طیباً حتیٰ کہ اگر ایسی مٹی سے برتن بنائے جائیں جو پلید پانی میں گوندھی گئی ہے تو لپکانے سے برتن پاک ہو جاتے ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے الطین النجس اذا جعل منه الكون او القدر فطهر فیکون طاهراً مکداف المحيط۔ نیز اسی میں ہے اذا سعت المرأة التنور شم مسحتہ مخرقة مستلة نجسة شغبزت فيه فان كانت حرارة النار اكلت بله العاد قبل الصافي المعز بالتشور لا تنجس الخیر بلکہ

لہو ہم نامی صفت میں ہرگز سے کسی ، جو کہ سورہ صافات  
 بحرہ صافہ ، دریا آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے کہ سورہ صافات ، اور سورہ  
 زمرہ میں آئے ہیں کہ سورہ صافات پر رون پر آگرتے ہیں نہ پیر میں دریا  
 یا پیر سے دور آتو کہ وہاں سے لپکا رہا ہے ، اور سورہ صافات میں پاک رہا ہے  
 و نہ حای احد ، علیہ حر صافہ ، سورہ صافات ، سورہ صافات  
 سورہ صافات ، سورہ صافات ، سورہ صافات ، سورہ صافات  
 سورہ صافات ، سورہ صافات ، سورہ صافات ، سورہ صافات

دریا صافہ ، سورہ صافات ، سورہ صافات

سورہ صافات ، سورہ صافات ، سورہ صافات





إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسْجِدَ اللَّهِ مَنْ مَنِ بِاللَّهِ  
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى  
 الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ لَآ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (سورہ: ۱۸)

”اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے  
 اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے  
 نہیں ڈرتے۔“

# کِتَابُ لَوْقِفِ الْمَسَاجِدُ وَغَيْرَهَا

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ ایک چھوٹے گاؤں کے ایک چائے میں کہ اپنے گاؤں کی مسجد کو تبدیل کریں یعنی نئی مسجد تعمیر کریں اور پہلی مسجد کو اپنے تصرف میں لائیں۔ آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں کسی نے میں کہا ہے کہ بالشت بھر مسجد کی زمین کھود کر دفن کر دیں اور مسجد کی اس جگہ کو اپنے تصرف خاص میں لاسکتے ہیں۔ آیا یہ صحیح ہے؟ بینوا تو حیروا۔



یہ تبدیل بزرگ جواز نہیں کہ اس میں مسجد موجود کی تعطیل و تخریب ہے اور تعطیل و تخریب مساجد حرام اور سخت حرام ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ اَنْ يُدْعِيَ فِيهَا اسْمَهُ وَسُفِيَ فِيهَا بِهَا اَلَايَةُ (ترجمہ) اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو ان کی مسجدوں کو روکے ان میں نام نہ دلاتے جانے سے اور ان کی دیرانی میں کشش کرے۔ انہیں نہ پہنچاتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر وہ تھے جو نے۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔ نیز ارشاد فرماتا ہے کہ فی سبوت اذن للذم ان سرحم اللہ ترجمہ ان گھروں میں جنہیں بلند کرنے کا اللہ نے حکم

ریاض ہے۔ " اللہ تبارک و تعالیٰ بلند کرنے کا حکم دے، اور وہ چاہیں پست میں یہ اس جگہ پر  
 بالشت والے کا قول بدر از بولی، سر اسر جہالت و ضلالت ہے۔ ہرگز برگزشتہ مطہر ہے، اس پر کو  
 دلیل و سند نہیں لاسکتا اور نہ ہی ہے پہلی آیت کے نیچے آ رہے اندر کرام و نقباء، مقام فرما تھے میں کہ یہ  
 ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے، بدل نہیں سکتی، امتغاف نقباء وغیرہ میں ہے و من اعزہ رصہ مسجد  
 لم یکن لہ ان یرجع خبیہ ولا یبغیہ ولا یورث عنہ لکن نقباء کرام تفرقہ پہلے  
 میں کہ اگر آبادی ویران ہو جائے، وہاں کوئی نہ رہے تو مسجد پھر بھی مسجد ہی ہے یہی منتی رہے، جاپہ  
 فتح القدر، بحر الرائق، شامی وغیرہ میں ہے والنظم من الفتح و لو خرب ما حول  
 المسجد واستغنی عنہ، ای استغنی عن الصلوة فیہ اہل  
 تلك المحلة او القرية بان کان فی قریة فخریت وحولت مرور  
 یبقی مسجد اعلیٰ حالہ عند ابی یوسف و هو قول ابی حنیفہ و مالک  
 والشافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ وہ صرف بالشت بھر کر ہی مسجد سمجھے ہوئے ہے مگر نقباء  
 و نقلاء باطل اور محض باطل ہے دل مردے مسئلہ مرداب کو دیکھے کہ نقباء کرام کیا کیا تقاریح جلیلہ فرما  
 میں، نقباء کرام فرماتے ہیں کہ مسجد آسمان کی بلندی اور زمین کے نیچے تک مسجد ہی ہے اور یہ کہ بالشت  
 ہی ہے " یہ ہیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا " شامی میں ہے قوله الی عنان السماء  
 بفتح العین و کذا الی تحت الشریٰ کما فی البیہرہ عن الاسبیحانی۔  
 اور اگر مسجد موجودہ کو قائم رکھیں اور نئی مسجد تیار کریں جس سے مسجد و حرمہ وغیرہ آباد ہو تو پھر بھی ناجائز ہے  
 کہ مسجد کی تعطیل و دیرانی گناہ ہے مباد کہ قرآن کریم سے ثابت ہو چکا واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ  
 اتم واحکم۔

معزہ امیر ابو الحکم محمد نور الدین النعمانی غفرلہ



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شریعت میں کہ ایک گاؤں والوں نے اپنا گاؤں منتقل کر کے دوسری جگہ بنالیا ہے اور وہاں کوئی نہیں رہا اور مسجد اس کی ویران ہو چکی ہے اس میں کوئی نماز نہیں پڑھتا تو اس کے شہتیر اور کڑیاں وغیرہ مسلمان اس نئے گاؤں کی مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ بیسوا توجروا۔



اگر مسجد مذکورہ واقعی ویران ہو چکی ہے کہ اس میں کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تو اس گاؤں والے اس مسجد کا سامان اپنے نئے گاؤں کی مسجد پر صرف کر سکتے ہیں۔ شامی ص ۱۴۲ جلد ۳ میں ہے والذی ینبغی متابعة المشائخ المذكورین فی جواز النقل بلا فرق بین مسجد او حوض کما افتی به الامام ابو شجاع والامام الحلواني وكفی بهما قدوة لاسیما فی زماننا فان المسجد او غیره من رباط او حوض اذا لم یُنقل یاخذ انتقاضه للصوم والتغلبین کما هو مشاهد وكذلك اوقافه یا کلها النظر او غیرهم ویلزم من عدم النقل خراب المسجد الآخر المحتاج الی النقل الیه والی ان قال: شرأیت الآن فی الذخیرة قال: وفی فتاوی النسخة سئل شیخ الاسلام عن اهل قرية رحلوا وتداعی مسجدھا الی الحراب وبعض المصلین یسئلون علی حشبه ینقلون الی دورهم هل لواحده

لا عمل المحبة ان يبيع الحليب بامر القاضي و  
لصره الى بعض المساجد والى هذا المسعد قال معلى  
دائم

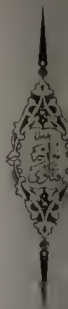
عنه الغيرة الواجب تحذيرها لئلا ينسى غفلة

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ ایک مسجد کو شہید کر کے از سر نو تیار کرنے  
وقت مسجد بلند کرنے کے لئے کہ مسجد کا بلند کرنا تعظیم مسجد ہے اور صورت آمدن نقدی کے خیال سے اس خاص مسجد  
کی دکانیں بنائی گئیں اور ان دکانوں کی سطح پر مسجد بنا کر ناجائز ہے میں اور آمدن دکانوں کی کرایہ وغیرہ مسجد پر  
ہی صرف کر نیک ارادہ کہتے ہیں، آیا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بسینوا توجبوا



مسجد کا بلند کرنا واقعی تعظیم مسجد ہے مگر مسجد میں دکانیں بنانا، کرایہ پر دینا مسجد کی بے حرمتی و اہانت ہے  
جو شرعاً حرام اور سخت حرام ہے۔ افسوس بعض اہل اسلام کے حوصلے اتنے پست ہو گئے کہ خانہ خدا کے اجزاء  
کرایہ پر دینے کو تیار ہو گئے یہ ہرگز ہرگز جائز نہیں، قرآن کریم کا ارشاد ہے ان المساجد لله لا یجوز  
فان الله تعالى کے لئے ہیں۔ فتاویٰ امام قاضی خان میں ۱۳۰ جلد ۲، بحر الرائق ص ۲۴۵ جلد ۵، فتوح القدیر ص ۲۶  
جلد ۵، فتاویٰ مالگیر ص ۳۱۹ جلد ۲ میں ہے والظلم من الهندبة قسم مسعد لا يجوز  
لہ ن بینی حواشی فی حد المسجد او فی فوائده ان المسجد اذا حص  
حانوتاً و مسکناً تسقط حرمتہ و هذا لا يجوز یعنی مرقی مسجد کے لئے جائز نہیں  
ر مسجد کی حد میں یا حصہ میں دکانیں بنانے اس لئے کہ مسجد حیب، ہون یا مسکن بنائی جائے تو یہ اس کی بے حرمتی



سید جہانزیب: بحر الرائق صفحہ ۲۵۲ جلد ۲، فتاویٰ قاضی خان صفحہ ۳۰۲ جلد ۳ مطبوعہ  
معراج الحداد میں ہے واسطیہ من البعیر لا یحور للفقیم ان یحصل شبتا من  
المسجد مسعلا ولا مسکنا یعنی نہیں جائز تھول کے لئے کہ بنائے مسجد کے کسی حصہ کو نفی  
لانے یا بننے کی جگہ، رواحتار صفحہ ۲۵۲ جلد ۲ میں ہے و المراد من المسفل ان یوجد  
منہ نسق لا یجبل عمارتہ یعنی اور مستقل سے مراد یہ ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ کرایہ پر دیا جائے کہ  
اس پر خرچ کیا جائے، فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲۳۲ جلد ۲ میں ہے اذا اراد انسان ان یتخذ المسجد  
حوائت غلۃ لمرمۃ المسجد ان فرقہ لیس لہ یعنی جب کوئی شخص ارادہ کرے کہ  
مسجد کے نیچے دکانیں بنائے یا اوپر کہ ان کی آمدن مسجد کی مرمت پر خرچ کرے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں۔

پس ان عبارات سے اس و شمس کی طرح واضح ہوا کہ ایسا کرنا شرعاً ناجائز اور سخت ناجائز ہے اور اس  
میں مسجد کے بے حرمتی ہے۔ اور مسجد کا بلند کرنا صرف اس پر موقوف نہیں کہ دکانیں بنائی جائیں کیا دنیا بھر میں جس  
مسجد میں دکانیں نہیں بنائی گئیں وہ بلند ہی نہیں یہ سخت نا فہمی کی بات ہے لہذا اس سے پرہیز لازم و نہایت  
ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتحدوا بحکمہ و صلی اللہ  
تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

محرمہ الفعیۃ البراکیہ محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۶ ذی الحجۃ المبارک ۱۴۰۳ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک مسجد جو ۶۰، ۶۰ سال سے آباد  
ہوئی تھی، سیلاب کی وجہ سے اس کا مکان منہدم ہو گیا اور اسی طرح گاؤں کے بھی کئی مکان منہدم ہو گئے،  
پشاپنہ، کان تو لوگوں نے بنائے اور گاؤں کو آباد رکھا مگر مسجد کو اسی حال پر چھوڑ دیا اور اس کے قریب ایک  
نئی مسجد بنائی شروع کر دی حالانکہ گاؤں جیسو ٹاؤن ایک سب سے بھی اچھی طرح آباد نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ دونوں خصوصاً

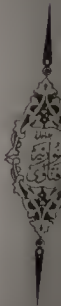
وہ بدن مسجد جو تکتے و خستہ چھوڑ دی ہے اور اس کے لئے کوئی امام اور پانی و دیوہ انتظام نہ ہوا تو وہ کسی مسجد  
 جس میں سرطرح کا انتظام ہوگا کے بن جانے سے آباد نہ ہو سکے گی بلکہ وہ یران رہے گی تو کیا ایسا کرنا چاہیے۔  
 مائل : سبحان الدین اگر کوئی خوشاد



قرآن کریم سورہ نور کا نورانی ارشاد ہے فی بیوت اذن الله ان ترفع قل محقق یہ ہے کہ ان بیوت  
 سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ باب التأویل، فائز، معالم التنزیل وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں ہے والنظم  
 للسید ابی السعود والمراد بالبیوت المساجد کلاھا اور اس رفع سے مراد فیما  
 ہے یا تعظیم، ارشاد العقل، باب التأویل، معالم التنزیل، جل عن الکفری وغیرہ میں ہے والنظم من  
 الارشاد والمراد بالاذن فی دفعھا الامر ببناها رفیعة لا کسائر  
 البیوت وقیل هو الامر برفع مقدارھا۔ بہر حال اس آیت کریمہ ثابت ہو کہ  
 اسی مسجد مذکور کو ہی بنایا جائے اور اس کی عظمت کو بپاکیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اپنے اپنے گھر و بیت  
 کرتے اور خانہ خدا پونہی و یران و برباد چھوڑ دیا اور اگر نئی مسجد ملیندہ بنائیں تو اس سے پہلی مسجد کا حق ادا نہیں  
 ہو سکتا حالانکہ وہ مسجد قیام قیامت تک مسجد ہی ہے کما فی حمیم معتبر باب المدھب  
 السنیف منصوصاً بلکہ اس نئی مسجد کے بن جانے سے وہ محض یران اور معطل پڑی رہے گی تو اندر  
 حالات نئی مسجد بنانا آئہ کریمہ ومن اطلعه من منہ مساجد الله الاية  
 وضوٹ، اصل فتاویٰ نور میں بھی یہ جواب نامکمل ہے کاتب پورا نقل نہیں کر سکا۔

فتاویٰ مستقیمہ الہامیہ محمد نور الشافعی رحمہ اللہ

نہیں۔ کچھ عرصہ قبل یہ مکمل فتویٰ پڑنے کا فائدہ سے لایے صدمہ شرم و شام میں شامل کر دیا گیا ہے۔ محمد عارف اللہ



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک گاؤں کو دریا نئے گرا دیا اور لوگ  
مستغرق ہو گئے۔ اس گاؤں کی گرتی ہوئی مسجد کا سامان خشت پختہ کھارڈور وغیرہ مالکان وہ نئے اجازت بنایان  
مسجد ٹھانیا کر نئی مسجد کی تعمیر میں لگا لیں تو کیا وہ سامان نئی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ سنو اتوجہ دعا۔  
سائل: میاں محمد امیر صاحب نمبر دار ٹیکہ نو

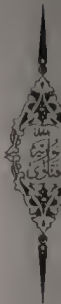


جب گاؤں گر گیا اور مسجد بھی شہید ہو گئی اور دوبارہ آبادی گاؤں کی ظاہری صورت نہ رہی تو اجازت قاضی  
شرع یا عالم اسلام سے اس مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگا سکتے ہیں پرانی ہو یا نئی بنائیں۔ والحقار میں ہے  
وعن الثانی یُنْقَلُ إِلَى مَسْجِدٍ آخَرَ بِإِذْنِ الْقَاضِي شَامِي میں ہے وَالَّذِي  
يَنْبَغِي مُتَابَعَةُ الْمَشَائِخِ الْمَذْكُورِينَ فِي جَوَازِ النُّقْلِ بِلَا تَرْقُ بَيْنَ  
مَسْجِدٍ أَوْ حَرَمٍ كَمَا افْتَى بِهِ أَبُو شُعْبَاءُ وَالْإِمَامُ الْحَلَوَانِيُّ وَكَفَى  
بِهِمَا قُدْوَةٌ لَا سِيَّمَا فِي زَمَانِنَا فَإِنَّ الْمَسْجِدَ أَوْ غَيْرَهُ مِنْ دِبَاطِطٍ أَوْ حُرُصٍ  
إِذَا لَمْ يَفْعَلْ بِأَخْذِ انْقَاضِهِ لِلْمَصْرُوفِ وَالْمُتَغَلِّبُونَ كَمَا هُوَ مُشَاهِدٌ  
سَاءَ عَلَيْهِ بَارِئٌ بِهِ. وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَعِلْمُهُ حَيْلٌ مُجِدَّةٌ أَسْمُوَ وَاحْكُم  
وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ النَّوْرِ الْمُبِينِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ  
اٰلِھٖم سَلِّم

عزیز الغفران الحاج محمد نور الدین عفی عنہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک مسجد ایک چاہ کے ساتھ ملا ہے اور  
لے برائے نفع عوام جیسا کہ لوگ کنوؤں پر تعمیر کر دیتے ہیں تعمیر کر دی ہے اور دیالے بیع چاہ مسجد کو شہید کر دیا ہے  
جس کو خیمائی میں اندر میں الفاظ تعبیر کرتے ہیں (دور یا نے سمیت کھودے سمیت نون ڈھا ہا ہے) اعداس جنگ  
پر اب دریا پل۔ ہا ہے تو اس مسجد کا سامان دوسری گھاؤں والی مسجد میں خرید یا بغیر خرید کے استعمال کر سکتے ہیں  
یا نہیں اور دیگر عمارات میں بھی استعمال کرنے کی اجازت ہے یا کہ نہیں؟ جواب یہ ثبوت کتب معتبرہ کے ممال  
فرما کر ممنون و مشکور بننے کا موقع عنایت فرمادیں آمینا تو حیدر



حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رحمۃً واسعۃً سے مروی ہے کہ ایسے مواضع ضرورت میں مسلمان  
اشتبہ بالے، انہیں وغیرہ فروخت کر دیا جائے حاکم شرع کی اجازت سے اور قیمت کسی مسجد پر لگا دی جائے شامی  
مشافہ جلد ۳ فیما بین نقضہ باذن الفاضل ویصرف شمسہ الی بعض المساحد  
اور یہیں سے ظاہر ہے کہ وہ سامان بعینہ دوسری مسجد پر لگا دیا بطریقہ اولیٰ جائز ہے۔ بالتقریب مشافہ وانزل  
نے بھی یہ جواز ذکر فرمایا ہے۔ شامی مشافہ جلد ۳ میں ہے وبذلك تعلل فتویٰ بعض مشائخ  
عصرنا بابل ومن قبلهم كالشيخ الامام امين الدين الاتي ان قال  
فمنهم من افق بنقل بناء المسجد الاتي ان قال وكفى بهما  
قدوة لاسيما في زماننا هذا ورب ذوقنا انما هو انوار عمارات میں خرید کر دیا جائے  
جائز ہو مگر یہ خیال رہے کہ ایسی جگہ نہ لگائیں جو ناپاک یا حقیر ہو جیسے پائخانہ یا اموشی کے لئے مکان کہ سفر  
وہ سامان مطلقاً وب توقیم ہے بلکہ مسجد کا کوڑ بھی ناپاک جگہ نہ لگا جائے کما صحت علیہ فی مسد



سمتار قبیل باب المیاء -

والله تعالى اعلم و علمه حل مجده الله واحكم وصلى الله  
تعالى على حبيبہ وآلہ واصحابہ اجمعین وسلم

عزہ الغفرۃ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۶ محرم الحرام ۱۳۷۳ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گاؤں کے مقبرہ کی متعلق مسجد جو قدیم ایام  
میں تھی بوجہ غربت ابالیان وہ شہید ہو چکی ہے جس کے دوبارہ تعمیر کا سامان نہیں اور اسی مقبرہ میں خود روپر اگلے  
درخت میں جو مقبرہ ہی میں پیدا ہوئے تو کیا متولی بہ اتفاق ابالیان دیدہ درخت کاٹ کر مسجد بنا سکتا  
ہے یا نہیں ؟

مستفتی : مولوی عبدالرحمن



ہاں بآز ہے علامۃ الفتاویٰ مشک جلد ۴ میں ہے فی مجموع النوازل اشجار فی  
معمرة یجوز صرفها الى المسجد ان لم یکن وقفا علی جهة اخری  
فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ میں ہے سنل نجم الدین فی مقبرة فیما اشجار مل  
بجوز صرفها الى عمارة المسجد قال نعم ان لم یکن وقفا علی وجه اخر  
والله تعالى اعلم و علمه حل مجده الله واحكم وصلى الله تعالى

## الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت العلامة ناصر الاسلام فقیہ الاعظم مولانا الحاج ابو الزیر محمد نور اللہ صاحب النعیمی دامت برکاتہم  
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین اندر میں مسئلہ کہ ایک قدیمی مسجد کو شہید کیا گیا اور اس سے حاصل شدہ  
قدیمی پرانا اور بوسیدہ سامان فروخت کر کے اس کی جگہ اعلیٰ پایدار مضبوط سامان اسی مسجد کے لئے خرید سکتے ہیں  
کیونکہ اگر پہلا سامان پونہ بیڑا رہنے دیا جائے تو اس کے ضائع ہو جانے کا قوی احتمال ہے امید ہے کہ ہماری مشکل  
کٹائی فرمادیں گے والسلام مع الاکرام۔

السائل: محمد منشا، بش قصوری امام مسجد فردوس میسر میرہ کے ضلع شیخوپورہ



ہاں پرانا اور قدیمی و بوسیدہ یا غیر بوسیدہ سامان صورت مذکورہ میں بلاشبہ فروخت کیا جاسکتا ہے اس میں  
کوئی حرج نہیں البتہ جو شخص خریدے وہ اتنا لحاظ رکھے کہ غسل خانہ پائخانہ یا مولیٰ خانہ میں وہ سامان نہ لگائے  
کہ اس کے اب کے خلاف ہے۔ یعنی مکان میں رکھا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ

تعالیٰ علی سیدنا و محبوبنا الاعظم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم ابداً

فتوہ النعیمیہ الباقیہ محمد نور اللہ النعیمی مدظلہ



# الاستفتاء

کیا دیتے ہیں مسائے دین و مفتیان شرع متین کہ ہمارے پاک ۳۱ ای۔ بی میں مسجد کچی جو کہ شہبہ  
 کر دی گئی ہے اور پختہ بنانے کا ارادہ ہے۔ آیا جو کہ مسجد کچی اینٹ جو کہ پچیس ہزار کے قریب ہوگی۔ کیا ہم فیصلہ  
 کر کے برائے مسجد سینٹ وغیرہ مسجد پر ہی صرف کر سکتے ہیں یا کہ نہیں؟ اور دیگر لکڑی وغیرہ۔ صیح متواتر حدیث  
 کے ثبوت سے مفصل تحریر فرمائیں۔ فتویٰ آپ تحریر فرما کر سپرد ڈاک فرمادیں۔ مشکوک نہ ہو اگر علمائے گروہ  
 نواح نے ناجائز قرار دیا ہے کہ مال فروخت کر کے قیمت صرف کرنا جائز ہے۔ فرقان جمیعہ کی آیات اور احادیث  
 متواترہ کا بین ثبوت ہو۔ جواب فوری مطلوب ہے۔

از طرف اہل ایمان پاک ۳۱ ای۔ بی ڈاک نمبر پاک ۱۹/۱۱ بی نوجیانا  
 تحصیل پاکپتن ضلع ساہیوال نزدیک شاہ کرم۔



ایسی صورت میں جائز ہے کیونکہ پختہ بنانے کی صورت میں بعینہ وہ سامان تو مسجد پر صرف نہیں ہو سکتا  
 اور بچی بچا جائے تو ضرور ضائع ہو جائے گا حالانکہ مال کا ضائع کرنا ناجائز ہے۔ قرآن کی صریح آیات نے  
 تو فضول خرچی اور منہا کو مال دینے سے منع فرمایا ہے جائیکہ ضائع بنا دیا جائے اور صیح حدیث شریف نے  
 بھی مناعہ المال سے منع فرمایا۔ دیکھو صیح بخاری حصہ ۹ جلد ۲۰ اور جبکہ فروخت شدہ اشیاء کی قیمت سنی مسجد  
 پر صرف کی جائے تو یہ حکم ان اشیاء کا ہی صرف کرنا ہے کیونکہ بدل۔ مبدل عنہ کا عوض ہو تا ہے لہذا اس سے  
 نقصانے کرم نے اجازت دانی جاری فتح القدیر ج ۲، شریعت التواریخ ج ۲، بحوالہ الیقین ج ۲، زیلعی ج ۲، ورنہ  
 اور سنائی حصہ ۳ جلد ۳ وغیرہ میں بالفاظ متعارف ہے و ان تعذر اعادہ بعینہ الی موصعہ

بہم وصرف شمسہ الی المرحۃ صرفاً للعدل فی سبیلہ  
واللہ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد و آله واصحابہ  
و بارئہ وسلم .

حقہ اغنیۃ الربا الخیر محمد نور اللہ تلمیذی فخریہ  
۶۰ - ۶۱ - ۶۲  
۶۰ تمباکون العظم ۱۳۹۱ھ

نوٹ ، سوال ہمیشہ صاف صاف لکھا جائے۔ یہ سوال پورا بھی نہیں لکھا گیا اور یہ بھی واضح نہیں کہ کون کون  
کے اکثر علماء ناجائز قرار دیتے اور قیمت کا صرف کرنا جائز بتاتے ہیں یا کیا کہتے ہیں بہر حال جو ناجائز بتائے اس  
سے آیات و احادیث صحیحہ متواترہ وغیر متواترہ سے ثبوت کیوں نہیں طلب کرتے۔ ناجائز جو ناجہی دلیل ،  
محتاج ہے۔ والسلام . (منہ مغفرۃ)

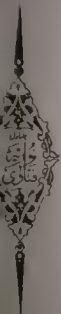
## الاستفتاء

کیا فرمانے میں ملائے دین تین دوبارہ تعمیر کردہ مسجد کے پہلے سامان کے متعلق جو دو حالتوں پر مبنی ہے  
اولاً وہ سامان جو کسی مرمت میں بھی استعمال کے لائق نہیں فقط ایندھن ہی ایندھن ہے کیا اس کو فروخت کر سکتے ہیں اور  
اس کی قیمت مسجد میں صرف کر سکتے ہیں یا کہ دوسری ضائع ہونے دیں ؟  
ثانیاً ایسا سامان پر استعمال کے لائق تو ہے لیکن اس مسجد میں کسی جگہ بھی صرف نہیں ہو سکتا کیونکہ دوسری مرتبہ مسجد کی  
تعمیر نئے ڈیزائن پر کی گئی ہے۔ کیا اس کو بیچ سکتے ہیں اور اس کی قیمت دوبارہ مسجد میں ہی صرف کی جائے اور کیا اس کو  
میں مشتری خریدا ہو اسامان جہاں جی چاہے لگا سکتا ہے یا کہ بعض شرع و طہیر اور یا کہ وہ سامان مرے سے بیچ ہی نہیں  
ہوئے کرم اس مسئلہ کو تفصیل و دلائل غنیہ سے حل فرما کر ارسال فرمائیں اور ساتھ ہی اپنی تہنیتی بھی ثبت کرنا  
لوگ میں جملہ فتوے کا احسن نہ دیں .

سائل . میرا نام مقیمہ وضع قوت نزد مچکو ٹری : ادا آزاد کشمیر و تحصیل کوہ مری ضلع راولپنڈی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 بَلَّغْهُ نَجْعَلْ لَكَ الْيُسْرَىٰ وَأَجْوَبا

شرمان دونوں صورتوں میں وہ سامان فروخت کر کے قیمت مسجد پر صرف کرنا جائز ہے کیونکہ فروخت نہ کرنے کی صورت میں وہ سامان ضائع ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ مال کا ضائع کرنا پسند نہیں کرتا۔ جمیع بخاری شریف ص ۴۰۰ جلد ۱ اور مسلم شریف ص ۴۰۰ جلد ۲ کی حدیث مرفوعہ متفق علیہ میں ہے ان اللہ کرہ لکم مثلاً شامیل وقال واضاعت المال وحشة السؤال لهذا قرآن کریم میں فرمایا کہ بے مقلوں کا مال ان کے پروردگار کی بات اور اشد فرمایا ولا توتوا السفهاء اموالکم الی جمیل اللہ لکم فیما وارزقوہم الا یہ سورۃ النساء آیت ۵۔ پھر اس کے متعلق آیت میں بھی ہدایت فرمائی نیز فضول خرچی سے منع فرمایا اور فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی بتایا۔ سورہ نمل اسرائیل آیت ۲۴ میں ہے ولا تبذروا تبذیرا اور ص ۲۴ میں ہے ان المبدرین کانوا احوان الشیاطین لولا آفتاب وماہتاب کی طرح واضح ہوا کہ اضاعت مال ناجائز ہے۔ اور مسجد کا ایسا سامان جو مسجد پر مال و مال میں خرچ نہیں ہو سکتا چونکہ مال ہے اور اس کی اضاعت سے بچاؤ فروخت کرنے میں ہے لہذا فروخت کرنا جائز ہوا کہ ناجائز سے بچ سکیں بنا زعم ہمارے مشائخ کرام حنفیہ نے بھی اس کی اجازت دی ہے۔ ہدایہ دفع القدر ص ۳۶ جلد ۵، وقایہ شرح الوقایہ ص ۳۴ جلد ۲، مجاز لائق ص ۲۳ جلد ۵ تبیین الحقائق ص ۳۳ جلد ۴، در المختار شامی ص ۵۲۹ جلد ۵ وغیرہ کتب مذہب حنفیہ میں بالفاظ متعارف ہے والنظم من الهدایہ وان تعذر اعادۃ عینہ الی موضعہ بیع وصرف شمنہ الی امر من صرفنا للبدل الی مصرف المبدل اور مشتری کو اقیاف سے کہہاں چاہے اسے لگائے کیونکہ یہ اس کا ایسا مال بن گیا۔ البتہ مویشی خانہ یا بیت الخلاء پر نہ لگائے اس لئے کہ اس کو مسجد کے ساتھ نسبت خاصہ ہے حالانکہ در المختار و شامی ص ۱۶ میں ہے کہ مسجد کا گھاس اور کوڑا ایسی غرض نہ رہے جو تعمیر میں غفل ہو فرمایا کہ حسنات المسجد و کناساتہ لا یصلو فی



واللہ تعالیٰ علمہ وصلی اللہ علی سیدنا وعلیٰ  
محمد وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم  
قرۃ العقبہ فی غیر محمد و آلہ امی فخرہ ۱۱۰۸۰۴۳

## الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا صاحب دام قبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ :

گزارش ہے کہ آپ برائے کرم واپس ڈاک فتوے سے مطلع فرمائیں کہ ایک ذماتے ہیں علماء دین  
کہ جو چیز مسجد کے لئے وقف ہو اور مسجد میں استعمال کی جاتی ہو مثلاً پکھا وغیرہ وہ اور کسی جگہ میں استعمال  
کرنی جائز ہے یا نہیں ؟ یا امام مسجد اپنے گھر میں کوئی چیز مسجد سے لیجا کر استعمال کر سکتا ہے ۔ مہ بانی کر کے  
واپس فتوے دے کر مشکور فرمائیں ۔

نیازمند : فردوس لیدرز کمپنی پبلیشر لائن ۔ وڈ لاہور

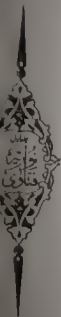


آدم مسجد کے لئے وقف شدہ شے چرخ ، پکھا وغیرہ جو مسجد میں استعمال کی جاتی ہو وہ اور کسی جگہ  
استعمال کرنی جائز نہیں ، قرآن مجید ۱۷۱ اور شامین سے ان المساجد اللہ کہ مسجد اللہ تعالیٰ فیہ  
تولا جائت شرعہ نو فی شخص ہی مسجد لی کسی چیز کو کسی جگہ استعمال نہیں کر سکتا ، فقہائے کرام نے اظہار میں  
تصریح فرمائی ہے کہ کوئی شخص مسجد چرخ اپنے گھر نہیں لے جا سکتا ، علامہ العاد سے ص ۲۲۹ حد

فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۵ میں بالفاظ متعارف ہے و لفظ منہا ولا یحمل الرجل سراج  
 المسجد الی بیتہ بلکہ یہاں تک تعریج فرمادی کہ متولی مسجد کو بھی حق حاصل نہیں فتاویٰ قاضیان  
 جلد ۱۰، خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۲۲، بحر الرائق منہ ۲۵ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۵ میں بالفاظ متعارف  
 ہے متولی المسجد لیس لہ ان یحمل سراج المسجد الی بیتہ بلکہ یہاں تک  
 تعریج فرمادی کہ چراغ مسجد جو مسجد میں نمازیوں کے لئے جلایا گیا اس کی روشنی میں کتب شریعہ کا درس دینا جائز  
 ہے مگر فرماتے ہیں کہ یہ صرف رات کی پہلی تہائی تک جائز ہے اور اس کے بعد رات میں چراغ مسجد پر مسجد میں  
 بھی درس نہیں دیا جاسکتا۔ فتاویٰ قاضی خان جلد ۱۰، بحر الرائق منہ ۲۵ جلد ۵، فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۵  
 جلد ۲ میں ہے والظمن من الهندیۃ ان اراد انسان ان یدرس الکتاب بسراج  
 المسجد والی ان قال، وفي ما زاد علی ثلث اللیل لیس لہم ناخیر الصلوۃ فلا  
 یكون لہم حق المتدریس کذا فی الخانیۃ والظاہرانہ (ولہ) بضم الواحد  
 کما فی الکتب الآخر۔ اور دوسری اشہار کا بھی یہی حکم ہے کہ چراغ کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں بلکہ حکم نسبت  
 مسجد کا ہے لہذا الاشباہ والنظائر جلد ۵۱۷ میں فرمایا لا تجوز اعادۃ ادواتہ لمسجد آخر، یعنی  
 آلات مسجد غاریہ کسی دوسری مسجد کو دینے جائز نہیں اور جب دوسری مسجد کے لئے جائز نہیں تو متولی یا امام  
 اور خادم مسجد کے گھروں کے لئے کیوں کر جائز ہو۔ ہاں اگر کوئی چیز زائد از ضرورت آجائے اور محفوظ نہ رکھ  
 سکتے ہوں یا استعمال مسجد کے قابل نہ رہے یا ذخیرہ مسجد ہی بالکل دیران ہو جائے تو ایسی صورتوں  
 میں بشرط معلومہ شرفاً و فروخت کر سکتے ہیں یا دوسری مسجد میں استعمال کر سکتے ہیں اور بعض صورتوں میں بعض  
 اندام کے نزدیک واقف خود بھی اپنے تصرف میں لاسکتا ہے مگر یہ اجازت ہرگز نہیں کہ جو چاہے اپنے  
 طور پر استعمال کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حسبه وآله و  
 اصحابہ اجمعین و بارک وسلم۔

مرقۃ المفاتیح للامام محمد نور الدین النعمانی رحمہ اللہ ۶۳ - ۶۴ - ۲

۲۰، صفر المظفر ۱۳۸۳ھ



# الاستفتاء

ہم نے لوگوں کے چوک میں ایک پختہ مالیشان مسجد بنائی ہے سابقہ مسجد گاؤں کے ایک کونے پر واقع ہے جو کہ کچی ہے اور خستہ حالت میں ہے۔ ہم اسے سمار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تحریر کریں کہ اس مسجد کی کڑ کہاں ہو سکتی ہیں۔ آیا اس جگہ آبادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

از طرف : سردار محمد صدیق ڈوگر پسرین شاہ یکہ ۶۶-۶۹



جب مسجد مسجد بن جائے تو وہ ہمیشہ کے لئے مسجد بن جاتی ہے لہذا اسے سمار کرنا اور سکھائی بنانا شرعاً حرام ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَسَّ جِدًا اللَّهُ أَنْ يَذَّكَّرَ فِيهَا سَمْعَهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا (پہلو کوڑا ۴۳) ترجمہ: اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی دیواریں میں کوشش کرے؟ لہذا اس مسجد کو مسجد کی شکل ہی میں آباد رکھا جائے اور سمار نہ کیا جائے اور نہ ہی سکھائی بنایا جائے۔ ہاں عمارت زیادہ خستہ ہو تو مرمت کر دی جائے یا تجدید کر دی جائے مگر رکھا مسجد ہی جائے تاکہ قرآن کریم کے ارشاد کی خلاف ورزی نہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ الاعظم و آله و اصحابہ و بارک و سلم۔

فتوہ الفقیر الیہ اکبر محمد نور اللہ صاحبی غفرلہ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک ٹماؤں کے زمینداروں نے اپنے

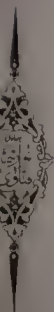
کار کی مسجد چھتہ بنائی یا ہی تو پہلی آباد کی مسجد کو چھوڑ کر اس کے ساتھ ہی مسجد بنائی اور پہلی مسجد کو مسموم مکان  
 بنادیا اس میں موشی وغیرہ بھی باندھ لیتے ہیں تو کیا یہ شرعاً جائز ہے؟ بیجا توجہ دلا۔

سانکھن . بہاول خان . محمد امیر خان ، بہار الدان ، بہاولان ولد تریچ . محب علی گڑگور

سکنہ چک ۲۰ / ۱ ایل ، ڈاک خانہ چک ۲۲ ایل اوکاڑہ



بلاشبک وشبہ درہیب یہ تبدیلی ہرگز ہرگز جائز نہیں کہ اس میں سابقہ مسجد کی تخریب و تعطیل ہے دیران کرنا  
 اور اس میں اونگی نماز چھوڑ دینا اور تعطیل و تخریب مساجد اور دوسرے قرآن کریم اور احادیث شریفہ و مذہب مہذب  
 ائمہ دین ناجائز و حرام اور سخت ترین حرام ہے۔ پارہ اول میں ہے ومن اظلم من منہ مسلحہ اللہ  
 اللہ ذکر فیما اسماہ و سنی فی خدا ہما ترجمہ : اور اس سے زیادہ ظالم کوئی شخص نہیں جو  
 اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لائے جانے سے اور ان کے دیران کرنے میں کوشش کرے یہ مفسرین  
 کرام فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے روکنا اور دیرانی میں کوشاں ہونا مسجدوں کے گرانے اور تعطیل کرنے کے ساتھ  
 جوتا ہے تفسیر علیہ . میضادی . ابوالسعود میں ہے بالہدم او النعطیل . صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت  
 ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ میں ہے انما بنیت المساجد لما بنیت لہ  
 مسجد امام شری وغیرہ میں ہے اتخاذ المسجود سلم ما لا تنفق فقہائے کرام تصریح فرماتے  
 ہیں کہ اگر گاؤں یا شہر دیران ہو جائے اور وہاں کوئی نہ رہے تو پھر بھی مسجد مسجد ہی رہے گی یہی مفتی ہے ۔ ہدایہ ،  
 فتح القدیر ، فتاویٰ عالمگیری ، فتاویٰ خیرہ ، در المختار ، شامی ، بحر الرائق وغیرہ میں ہے و لطمہ من اللہ  
 ومنہ ولو حرب ماحولہ . استغنی عنہ ببقی مسجد ا عند الزحام  
 و لطمہ ابدی صام الساعہ و بہ معنی آباد گاؤں کی مسجد کو نماز سے معطل اور دیران  
 کسی صورت میں ہی جائز نہیں در پھر موشی وغیرہ کا باندھنا جو بول ، در گوہر بھی وہاں کرتے ہیں جہاں : ہند سے









مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا منع ہے

أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا بِسْمِ

مسجدیں اللہ کے ہاں زمین کے سب بھول سے بہتر ہیں

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ ایک گاؤں کی مسجد عام شہید کر کے پختہ تیار کی گئی اور پہلی مسجد کے صحن کا ایسا حصہ جو مسجد میں داخل تھا اور اس میں نمازیں باجماعت پڑھی جاتی تھیں مسجد پختہ کی محاذات سے چھوٹ کر ایک طرف ہے لہذا اس میں سے بعض کو مسجد سے خارج کر دینا اور دوسری طرف سے آنا ہی داخل کر دینا تاکہ صحن تناسب ہو جائے شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ ایک مولوی صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے، وقت جواب وہ نقل پیش نظر رہے۔ ممبر ما جو دین من رب العالمین۔



الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده وعلى آله  
الاطهار وصحبه الأخدثة أما بعد : یہ جواب دو فصل پر مشتمل ہے فصل اول نوری جواب  
سوال، فصل دوم نوری جواب استدلال۔

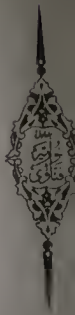
فصل اول : مسجد کے کسی حصہ کو مسجد سے خارج کرنا شرعاً سخت ناجائز ہے جس کے عدم جواز پر قرآن کریم  
کے نص میں جلید و مادیش علیہ و نقول مذہب مہذب خفیفہ شواہد عدل میں حضرت رب العالمین و اہل بیت کا  
فیملہ اس کے متعلق فرماتا ہے ومن اظلم من من منع مساجد اللہ ان یذکر  
فہا سمعہ ، سن فی غرابہا اولئک ما کان لہم ان یدخلوا الا

اور اس سے بعد کفار نام کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے بائٹے سے اور ان کی برائی میں  
کوشش کرے۔ ان کو لائق نہ تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور  
ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

یہ پُر ظاہر کہ مسجد جمیع اجزاء مسجد ہے۔ متوسط امام بخاری رحمہ اللہ ۱۲ ج ۱ میں ہے ان المسجد موصوف  
السجود ونحوہ فی مفاہیج العیوب للامام الرازی وغیرہا اور اس حصہ کے خارج کر دینے  
میں اس میں نماز پڑھنے سے روکنا ہے جو ذکر اللہ سے روکنا ہے اور اس کی دیرانی میں کوشش کرنی ہے کہ کفار  
کو دینے کی صورت میں مسجد ہی سے علیحدہ ہو جائے گا۔ تفسیر جلالین شریف ص ۱۵۱ میں ہے ومن اطلعت  
ی لا حد اطلعت ممن مع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ بالصلوة و  
التسبیح وسعی فی خرابہا بالمہدم او التعطیل ترجمہ : اور کون زیادہ ظالم یعنی نہیں  
کوئی زیادہ ظالم اس سے جو روکے اللہ کی مسجد دل کو اس سے کہ ذکر کیا جائے ان میں نام اس کا ساتھ نماز اور  
تسبیح کے اور کوشش کرے ان کی دیرانی میں گرانے اور معطل کرنے کے ساتھ : بیضاوی شریف ص ۱۱۱ میں ہے  
ما بذکر فیہا اسمہ ثانی مفعولی منع وسعی فی خرابہا بالمہدم والتعطیل  
تفسیر : ثانی مفعول ص ۱۱۱ بعد امین ہے بالمہدم او التعطیل اور اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے مگر  
حکومت مساجد کو عام ہے۔ تفسیر ارشاد العقل شریف ص ۱۵۳ میں ہے وهذا حکم عام لكل  
من فعل ذلك في اى مسجد كان (ترجمہ) اور یہ حکم عام ہے ہر اس شخص کے لئے جو کرے اس کو کسی مسجد  
کے ساتھ : تفسیر بیضاوی شریف کے متنا پر ہے عام لكل من خرب مسجد او سعى في  
تعطيل مكان مخصص للصلوة (ترجمہ) عام ہے واسطے ہر اس شخص کے جو دیران کرے کسی مسجد کو اور  
کوشش کرے ایسے مکان کے معطل کرنے میں جو نماز کے لئے تیار کیا گیا ہو : امام علاؤ الدین صوفی خازن اپنی تفسیر  
باب التاویل کے ص ۱۵۱ بعد امین ابن عربی علیہ الرحمۃ سے ناقل اسے کل مسجد قال وهو  
لصحيح لان اللفظ عام ورد بصيغة الجمع مع تخصيصه بعض المساجد  
وبعض لازمہ محال یعنی بے شک یہ حکم ہر مسجد کا ہے فرمایا اور وہی صحیح ہے اس لئے کہ



حروف السباعہ جمیع احوالہا ولا تخص سبب خاصہ  
 عامہ کا سبب جب وارد ہو خاص شخص کے حق میں کسی نص یا قول صماہ میں پس اگر بشرط عامہ  
 پس اس بات میں کوئی خلاف نہیں کہ بیشک وہ عام ہے اپنے تمام افراد کو اور خاص نہیں ہوتا  
 ایسے خاص سبب سے جو اس میں وارد ہوا ہو "بحر الرائق مسئلہ ۳ جلد ۱، در المختار ورد المحتاج جلد ۱  
 جلد ۱، فتح القدیر مسئلہ ۲۹ جلد ۱ میں ہے والنظم من الفتح المبصرة لعموم ناطق  
 لا لخصوص السبب "اعتبار عام ہونے لفظ کا ہے نہ خاص ہونے سبب کا "تفسیر کبیرہ  
 جلد ۳ میں ہے اول الآية اذا كان عاما واخرها اذا كان خاصا لم يكن  
 محصورا بغير الآية فانما من عموم اولها (ترجمہ) اول آیت کا جب عام  
 ہو اور آخر اس کا خاص ہو تو اس کے آخر کا خاص ہونا اول کے عام ہونے سے مانع نہیں بنتا  
 نیز قرآن کریم سورہ حج میں ارشاد فرمایا ہے ومن يعظم شعائر الله فانها من تقوى  
 القلوب (ترجمہ) اور جو تعظیم کرے اللہ کے نشانوں کی تو یہ لوگوں کی پرہیزگاری سے ہے "باب التاويل  
 مسئلہ ۵ میں ہے وقيل شعائر الله اعلام دينه وتعظيمها من تقوى  
 لعلوب ومثله في معالم التنزيل مسئلہ ۵ جلد ۱ نیز قرآن کریم سورہ نور کا نورانی ارشاد  
 ہے في بيوت اذن الله ان ترفع (ترجمہ) ان گھروں میں جو جنہیں بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے  
 تو رفع یہ ہے کہ ان بیوت سے مراد جمیع مساجد ہیں۔ باب التاويل مسئلہ ۵ میں ہے والمراد  
 بالبيوت جميع المساجد اور بیوت سے مراد تمام مسجدیں ہیں  
 ایسے ہی مقامات ہیں "تفسیر کبیرہ مسئلہ ۲۸ جلد ۱ میں اسے ترجیح دی ہے حيث مال فالاولى حمل  
 للفظ على جسم المساجد یعنی بہتر یہی ہے کہ اس لفظ کو تمام مسجدوں پر حمل کیا جائے "تفسیر  
 ارشاد العقل مسئلہ ۵ جلد ۱ میں ہے والمراد بالبيوت المساجد كلها "اور مراد بیوت سے  
 تمام مسجدیں ہیں "اور رفع سے مراد یا رفع بنا ہے یا تعظیم، ارشاد العقل کے اسی صفحہ پر ہے والتمس



سے جسکی اس جگہ کر کے ان کی عبادت کا جگہ کر مراد ہے کہ دوسرے مکانات سے مسجدیں اونچی ہیں اور یہی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد مساجد  
 مطہر ہے



حق میں شخص ہے جو اس کے سے اور ہم شکل اس کے بھر راقی مسند ۵۵۔ ورنہ ہرگز  
جلد ۲ میں ہے

وہ جب کسی کا کوئی حق نہیں تو جز مسجد کے خارج کرنے کا حق کیونکر ہو سکتا ہے؟

## احادیث منیفہ

مسند امام الامة سراج الامة حضرت امام البخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مسانید الامام الاظم ۴۴۱  
میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہ صلی اللہ علیہ وسلم راوی  
رجلا یشد بعیرا فی المسجد فقال لا وجدت ان المسجد  
سبی لہ ترجمہ "بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ایک آدمی کو جو دریافت کر رہا تھا کہ شدہ  
دش کو مسجد میں پس فرمایا نہ پائے تو بیشک مسجد میں اسی چیز کے لئے میں جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے؟  
سنن ابن ماجہ ۵۵۔ صحیح مسلم ۲ جلد ۱، سنن کبریٰ بیقی ۴۴۱ جلد ۲ میں حضرت بریدہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ اور کتاب الآثار قاضی الشرق والغرب امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ ۱۹۱ میں  
حضرت غلقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے و انظم من صحیح مسلم ان  
رجلا یشد فی المسجد فقال من دعی الی الجمل الا امر فقال  
لنی صلی اللہ علیہ وسلم لا وجدت انما بنیت المسجد لہ  
سیت ترجمہ "بے شک ایک مرد نے دریافت کیا مسجد میں پس کہا کون تہ دیتا ہے مجھے اونٹ مرث  
و پس فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پائے تو جز ایں نیست کہ بنا کی گئی ہیں مسجدیں واسطے اس  
کے جو بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے؟

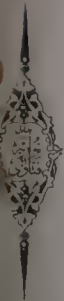
سنن کبریٰ بیقی ۴۴۱ جلد ۲، سنن ابن ماجہ ۵۵، سنن ابوداؤد ۵۵۱ جلد ۱ صحیح مسلم شریف  
مسند جلد ۱ میں حضرت ابوبریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے و انظم من صحیح مسلم  
قال سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمر رجلا یشد مالہ  
فی المسجد فلفعل لا دھا اللہ علیہ فان المسجد لہ



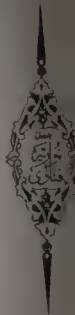
سیدنا محمد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کسی مرد کو دریافت کرنا اپنی گم شدہ چیز کو مسجد میں پس پاتے کہ کچھ نہ واپس کرے اللہ تعالیٰ تجھ پر ۱۰ اس لئے کہ بے شک مسجد میں نہیں بنا کی گئی ہیں واسطے اس کے ”

مکر کا رد و عاف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث مذکور میں عدم جواز نشد الفضائل سے مسجد کی دلیل یہ بیان فرمائی کہ مسجد میں نشد فضائل کے لئے بنا نہیں کی گئیں تو اس استدلال سے رد و روشن کی طرح واضح ہوا کہ جس کام کے لئے مسجدیں بنا نہیں کی گئیں اس کا کرنا مسجدوں میں ممنوع ہے چنانچہ مجمع البہار جلد ۳ میں ہے و سدحل فبہ کل مالہ بین لہ المسجد و غیرہ ” اور داخل ہے اس حکم میں ہر وہ چیز جو نہیں بنائی گئی مسجد اس کے لئے ” غیۃ المستملی ” میں ہے ما حاصل ان المساجد بنیت لأعمال الآخرۃ ممالیس فیہ توہم اہانتہا و تلویثہا ممالی عنی التلطیف مہ و لم تبین لأعمال الدنیا و لو لم یکن فیہ توہم تلویث و ہاتہ علی ما اشار الیہ قولہ علیہ الصلوۃ والسلام فان المساجد لم تبین لہد اس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک مسجدیں آخرت کے ایسے کاموں کے لئے بنائی گئی ہیں جن سے مسجدوں کی بظاہر یا آلودگی کا اندیشہ نہ ہو ۔ دنیا کے کاموں کے لئے نہیں بنائی گئیں اگرچہ ان سے آلودگی یا بے ادبی نہ ہو جیسے اشارہ کرتا ہے طرف اس کی قول حضور علیہ الصلوۃ والسلام فان المساجد لم تبین لہذا ۔

اور یہ حقیقت ماہ نیم ماہ مہر نیم روز کی طرح واضح کہ مسجدیں اس لئے نہیں بنائی جاتیں کہ ان کے حصے کاٹ کر جدا کئے جائیں تو احادیث مذکورہ کی تعلیل میں داخل ہو کر منع ہوا کہ مسجد کا حصہ مسجد سے علیحدہ کیا جائے ۔ سبحان اللہ جب مسجد میں صرف دریافت کرنا گمشدہ شے کا اس لئے منع ہو کہ مسجد بنانے میں نہیں بنی تو مسجد کا حصہ علیحدہ کرنا اور خارج کر دینا کیونکر جائز ہو سکے ۔ کیا مسجد اس لئے بنائی گئی تھی کہ اس لئے حصے الگ کئے جائیں گے اور خارج از مسجد کئے جائیں گے ۔ سنن ابی داؤد جلد ۱ میں ہے عن ابی ہریرۃ قال سئل عن رجل یرید ان یرفعہ الی المصی صلی اللہ علیہ وسلم



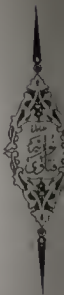
من العباد ساجد لہدی بصر جہا من المسجد البصر  
 بر جدادی کہتا ہے میرا نائب گان ہے کہ حضرت نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرمایا ہے شک لکری ضرور اللہ کی قسم دیتی ہے، اے جو نکالتا ہے اس کو مسجد سے، "سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۰۰  
 ج ۲ میں ہے عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ او عن کعب بن رصبی اللہ تعالیٰ علیہ  
 قال ان حصی المسجد لتناشد صاحبہا اذا اخرجہا من  
 المسجد ولا یخفی ان للمرووف فی مثل هذا حکم المرووف  
 "مرووف ہے ابی صالح سے کہ مرووف ہے ابو ہریرہ سے یا کعب سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے، فرمایا بیشک  
 لکریاں مسجد کی ضرور اللہ کی قسم دیتی ہیں اپنے نکالنے والے کو جب نکالے ان کو مسجد سے اور نفی نہیں  
 کہ بے شک موقوف کو اس کی مثل میں حکم مرفوع کا ہے، "توجہ مسجد کی لکری اپنے نکالنے والے کو  
 اللہ کی قسم دیتی ہے کہ مجھے نہ نکال، تو مسجد کا طویل و عرض حصہ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اسے نکال جائے  
 تو اس کا نکالنا کتنی بڑی بجا خلاقی ہے۔



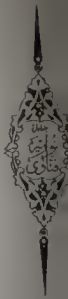
الاتحافات السننیۃ فی الحدیث القدسیہ کے ص ۱۳۲ پر حدیث قدسی ہے یقول اللہ عز وجل  
 یوم لقیمة این جیسرا فی فیقول الملائکۃ ومن ینبغی لہ ان یمکن  
 حبارہ فیقول عمار مساجدی (ترجمہ) فرمائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہاں ہیں  
 پڑوسی میرے پس فرشتے عرض کریں گے اور کون جو سکتا ہے پڑوسی تیرا، پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری  
 مسجدوں کے آباؤ کرنے والے، "اخرجه ابو نعیم عن ابی سعید - مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۰  
 میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب  
 لبلاد الی اللہ مساجدہا و ابغض البلاد الی اللہ اسواقہا و درود مسئلہ  
 نیز مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۰ میں حضرت ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طویل حدیث میں حدیث قدسی کا اثر  
 ہے شر المقام اسواقہا و حیر البقاء مساجدہا۔ ان دونوں حدیثوں کا  
 حاصل یہ زمین کے سب حصوں سے بہتر مسجدیں ہیں اور سب سے بہتر بازار میں، اور ان کے علاوہ کثرت  
 احادیث موجود ہیں جن میں سے بہت سے آداب و فضائل مساجد کی طرف راہنمائی فرمائی گئی ہیں جن میں

عمر و تنظیم مساجد بظن ہلا گیا ہے اور وہ احادیث تمام کتب احادیث صحیح بخاری و صحیح مسلم میں  
 بلاد و دین سنائی و سنن ابن ماجہ و جامع ترمذی و سنن کبریٰ بیہقی و مستدرک حاکم و غیرہ میں کثرت  
 موجود ہیں بوجہ خوف حواشی تحریر نہیں کی گئیں و اس تحریر و تنظیم سے صراحتاً بحکم دلائل انفس ثابت ہوتا  
 ہے کہ اہانت و تحزیب و قطع مساجد منوع ہے یہ کیا ظلم ہے کہ تناسب قائم کرنے کے لئے ایک حصہ  
 الگ کیا جائے۔ یہ یوں ہوا کہ کسی کے باپ یا ماں کا اتفاق یہ ایک کان جہاد وغیرہ میں کٹ گیا تو فرمایا  
 بیٹا کے چونکہ ایک کان کٹ گیا لہذا تناسب نہ رہا میں و دوسرا بھی کاٹتا ہوں کہ تناسب قائم ہو جائے  
 اور ماں باپ کی تنظیم کا حکم تو ہے مگر کان کی تنظیم کا حکم نہیں لہذا میں ضرور کاٹوں گا کیا کوئی عاقل  
 اس کا یہ کہو اس پسند کر سکتا ہے اور اسے جائز کہہ سکتا ہے ؟

کہ اولاً وہو الفتوی حاوی القدسی واسطر ۱۰۰ عید  
 محبتی و هو الاوجبہ۔ اس کا حاصل یہ کہ حضرت امام عظیم اور امام ابو یوسف سے نزدیک  
 ایسی مسجد میں کوئی نماز پڑھے یا نہ پڑھے مسجد ہی رہتی ہے اس میں دراشت جاری نہیں ہو سکتی اور نہ  
 ہی کسی اور مسجد کی طرف وہ یا اس کا مال منتقل کرنا جائز ہے اور یہی فتویٰ ہے اور یہی اذرو سے  
 دلیل زیادہ طاقتور ہے۔ اس کی تائید بحر الرائق ص ۲۵۵ جلد ۵ میں بھی ہے کہ ذی القتل ابو یوسف  
 ہو مسجد مبا الی میام الساعة لا یعود مبراثا ولا یجوز نقلہ و  
 نفس مالہ لی مسجد اخر سواء کانوا یصلون فیہ اولاً و هو  
 الفتوی کذا فی الحاوی القدسی و فی المحبتی و اکثر المشائخ  
 علی قول ابی یوسف و وجہ فی فتح القدیر قول ابی یوسف بابہ  
 الاوجبہ۔ نیز بحر الرائق ص ۲۵۵ جلد ۵ میں ہے الفتویٰ علی قول ابی یوسف فی المسجد  
 "فتویٰ قول ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے مسجد کے بارہ میں"۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۳۸ جلد ۲ میں ہے قبل  
 ہو مسجد ابداً و هو الاصح کذا فی خزائن المفتین (ترجمہ کیا گیا ہے  
 وہ مسجد ہے ہمیشہ اور یہی بہت صحیح ہے۔) ایسا ہی خزائن المفتین میں ہے "نیز اسی صفحہ میں ہے و  
 الفتویٰ علی قول ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لا یعود الی ملک  
 مائلت بذاکذا فی المضمرات" اور فتویٰ قول ابی یوسف علیہ الرحمۃ پر ہے کہ بیشک  
 وہ نہیں ہوتی ملک ملک کی طرف ہمیشہ ایسا ہی مضمرات میں ہے "فتح القدیر ص ۲۵۵ جلد ۵ میں ہے  
 بقی مسجد اعلیٰ حالہ عند ابی یوسف و هو قول ابی حنیفہ رحمہما  
 اللہ تعالیٰ و مائلت و الشافعی رحمہما اللہ تعالیٰ "باقی رہتی ہے وہ مسجد  
 جیسی پہلے تھی امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک اور یہی قول ہے امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا اور  
 امام مالک اور امام شافعی علیہما الرحمۃ کا "نیز اسی صفحہ میں ہے فلا وجبہ نہ بعد  
 و حتم سبب سقوط الملك فیہ لا یعود یعنی دلیل کے لحاظ سے زیادہ  
 قویٰ یہی ہے کہ بیشک وہ سقوط ملک کے سبب ثابت ہو جانے کے بعد واپس نہیں ہوتی "







بمقام بلالہ مقررہ و علیہ الفتویٰ و بہ یفتی رہے۔  
 علی الاعتماد و علیہ عمل الیوم و علیہ عمل الامم۔ ہر صاحب  
 او لامعہ او الاطہر او الاشبه او الاوجبہ او المغنار و معہا من  
 د کو فی حاشیۃ المزدوی الی الخیر و قال شیخنا الرملی فی فتاواہ و  
 بعض اللفظاٹ اُکد من بعض ملفظ الفتویٰ اُکد من لفظ الصحیح و لا تشبہ  
 و غیرہا و لفظ و بہ یفتی اُکد من الفتویٰ علیہ شامی مثلاً جلد ۱ میں ہے قولہ  
 اُکد من الفتویٰ علیہ قال ابن الہمام و الفرق بینہما ان الاول یفید الحصر  
 و المعنی ان الفتویٰ لا متکون الا بذلک و الثانی یفید الاصلحۃ نیز  
 در المختار مثلاً جلد ۱ میں ہے و اذا ذیلت بالصحیح او الماخوذ بہ او بہ یفتی  
 او علیہ الفتویٰ لمریفت بمخالفہ۔ شامی مثلاً جلد ۱ میں ہے لمریجز الافتاء  
 بمخالفہا۔ نیز شامی مثلاً جلد ۱ میں ہے و کذا لو کان احدہما قول اکثرین لما  
 قدمناہ عن الحادی۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب دونوں قولوں کی تصحیح کی گئی ہو۔  
 شامی مثلاً جلد ۱ میں ہے و الحاصل انہ اذا کان لاحد القولین مرجح علی  
 الآخر شو صحیح المشائخ کلام من القولین ینی ان یکون الماخوذہ  
 ما کان لہ مرجح لان ذلک المرجح لمریزل بعد التصحیح فیبقی ما  
 زیادۃ قوۃ لہ توجب فی الآخر۔ اور حاصل یہ ہے کہ بیشک جب ہوا سطر ایک قولوں  
 کے دوسرے پر کوئی مرجح پھر تصحیح کرے مشائخ ان دونوں قولوں کی تو لائق یہ ہے کہ اختیار کیا جائے وہ  
 قول جو ہوا اس کے لئے کوئی مرجح اس لئے کہ بیشک یہ مرجح باقی سب تصحیح کے بعد تو باقی رہے گی اس  
 میں زیادتی قوت کی جو دوسرے میں نہیں پائی گئی اور جب دوسرے قول کی تصحیح ہی نہ کی گئی ہو جیسے  
 کہ اس مسئلہ میں اور یہ الفاظ ترجیح بھی موجود ہیں تو بطریق اولیٰ راجح ہوگا تو جب تاہیہ مسجد ہی راجح و مستحب  
 ہوئی تو صورت زیر بحث میں خدا نخواستہ اگر دیرانی بھی ہو ماقب تب بھی اس حصے کو چھوڑنا جائز نہیں تھا کہ  
 مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے چہ جائیکہ مسجد بفضلہ تعالیٰ آباد و آبادی کا سامان موجود اور گاؤں آباد تو



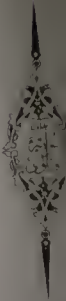
اس صورت میں ہمارے تمام ائمہ کے نزدیک مسجد مسجد ہی ہے تو اس کا ٹکڑا کیسے الگ کیا جاسکتا ہے اور اگر مناسب ہی قائم کرنا جو تو اس کے لئے ایک اور جائز طریقہ بھی ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ دوسری بنیاد سے اس حصہ کے برابر بڑھا دیں اس میں مناسب بھی قائم ہو جائے گا اور مسجد کی فرخی بھی ہو جائے گی اور مسجد کی فرخی نظر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام میں محبوب ہے جس کا مسجد بنا کر نئے والوں کو امر فرمایا سنہ ۳۵۲ ھ میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرفوعہ قد اسسوا مسجداً لیبنوہ فقال اوسعوه سنہ ۳۵۲ ھ قال فاوسعوه ترجمہ: بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ انہوں نے بنیاد رکھی تھی مسجد کی تاکہ بنا کر میں اسے پس فرمایا فراخ کرو اسے پُر کر دے اسے فرمایا راوی نے پس فراخ کیا انہوں نے مسجد کو

## فصل دوم نوری جواب استدلال

مولوی صاحب نے کہا کہ کل وقف شدہ کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس دعویٰ پر دلیل مبرا یہ ہے کہ عظیم بیت اللہ سے ہے مگر بیت اللہ سے جدا ہے۔ وجہ تسمیہ عظیم کی یہ ہے کہ لانا نہ حطم من بیت ای کسر سبی حجب لانا نہ حجب ای منہ آگے صیغہ بخاری و صیغہ مسلم کی حدیث کا بعض نقل کیا لان قومک قد قصرت بہم النفقة فاخرجوہ من البيت۔

میں کتابوں یہ دلیل اصلاً دعویٰ کے مطابق نہیں کہ دعویٰ تو یہ تھا کہ وقف کا بعض جدا کر لینا جائز ہے۔ اس جدا کر لینے سے مراد اگر یہ ہے کہ صرف درمیان میں ایک حد قائم کی جائے اور دونوں حصے پہلے تھے ویسے ہی وقف میں مثلاً ایک مسجد کی دو مسجدیں بن جائیں تو مولوی صاحب کے مدعا کے موافق نہیں کہ مدعا اس حصے کا مسجد ہونے سے نکال کر صحن میں داخل کر دینا ہے تو لامحالہ اس جدا کر لینے سے مراد یہی غصہ ہے کہ مسجد ہونے سے جدا کر لینا جائز ہے تو اب دلیل مدعا سے بالکل ہی بیگانہ ہے کہ عظیم مسجد سے خارج نہیں ہو کر صحن اہرام کعبہ شریف کے دو درگاہیں ہوئے سب سے اور عظیم مسجد اہرام میں ہی ہے مولوی صاحب بتاوا مائیں سے بھی دریافت کر سکتے تھے ہر ایک صاحب بتا دینا کہ عظیم مسجد اہرام میں داخل ہے یا کعبہ شریف



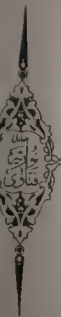


نفسی دیکھتے۔ انشتی باریک دیکھ کر سب میں اس نے وہ ساری صفات دیکھے۔  
 ہے۔ مسجد مسجد ہے۔ وہ مسجد جو گھر کے دانی ہے اس کو "مہا فی النبیۃ شریفہ" اور  
 حج ہے پانچویں صفر میں ہے الکعبہ و ماحولہا من المسجد البیت شریف و حج  
 روگرد ہے اس کے مسجد سے "بلکہ عظیم کا جتنا مقدار قریش نے کعبہ شریف کے مکان سے خارج کیا  
 شرف کعبہ شریف میں ہی داخل ہے اگرچہ صورتہ خارج ہے احمد حوہ من البیت جس سے نووی مراد  
 نے استدلال کیا ہے اس اخراج سے اخراج صوری مراد ہے۔ اور حکما داخل بیت ہے یعنی بقعہ پہلے بیت اللہ تھا  
 اتنا ہی اب بھی ہے صرف مکان بنا تے وقت قریش نے مکان سے خارج کر دیا تھا اس مدعا پر اگر ضرورت  
 دلیل ہے تو حوالہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فتوے طلب کرو کہ جو یعنی عظیم بیت اللہ میں داخل ہے  
 یا نہیں۔ ابھی فتوے نورت اثبات میں ملے گا ویکھے مستدرک حاکم جلد ۴ جلد ۱ مسنن کبریٰ بیہقی جلد ۵  
 میں ہے عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال الحجر من البیت لکن یسور  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف بالبیت من ورائہ قال اللہ تبارک و تعالیٰ  
 ویطوفوا بالبیت العتبیین قال الحاکم ہذا حدیث صحیح الاسناد  
 مؤطا امام مالک علیہ الرحمۃ جلد ۳ طبع جدید برقی میں ہے باب بطواف من وراء الحجر فانه من  
 البیت نیز مستدرک میں ہے ما لک اللہ سمع ابن شہاب یقول انی سمعت بعض  
 علماءنا یقول ما حجب الحجر وطواف الناس من ورائہ الا اذادہ ان  
 یستوعب الناس الطواف بالبیت۔ ویکھا سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو عالم  
 مدینہ امام مالک اور ان کے اساتذہ الاستاذ علیہم الرحمۃ کا فتویٰ یہی ہے کہ عظیم بیت اللہ سے ہے اور اسی وجہ  
 سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف عظیم کے بارے سے فرمایا جیسا حدیث مستدرک و بیہقی سے  
 ان بچے حالانکہ حکم طواف بیت کا ہے اور یہی استدلال سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور جتنی  
 است کا یہی مذہب ہے چنانچہ مولانا سے سن چکے۔ اور مسنن ابوداؤد شریف جلد ۵ جلد ۱ مسنن کبریٰ  
 بیہقی جلد ۵ میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے ولا طواف الناس من



و بعد از آنکه حدیث اور کتب باب سبب سبب خفیہ کی تصریحات عالیہ صی گوئی ہی ہیں کہ  
 عرب میرے کو پرت کیا ہے بلکہ خود میرے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت ارشاد فرمایا کہ حطیم بیت  
 سے ہے چنانچہ صحیح بخاری شریف جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۱ صحیح مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مسند ابوداؤد طیالسی  
 جلد ۱۰ سنن کبریٰ بیہقی جلد ۵ میں سیدنا ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے  
 و نظم من صحیح لبخاری عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت  
 سألت لنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن العبد ار من المیت هو  
 قال نعم سنن ابی داؤد جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ مسند ابوداؤد طیالسی جلد ۲۱ صفحہ ۱۱۱ جامع ترمذی جلد ۱۱ صفحہ ۱۱۱ سنن نسائی جلد ۲  
 جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ و النظم من النسانی عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا قالت کنت احب ان ادخل البیت فاصلی فیہ فاخذ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فادخلنی الخجر فقال اذا ارمت  
 فدخل البیت فصلی ہہنا فانما هو قطعة من المیت منامیرہ افاصلی اللہ  
 علیہ وسلم کا فرمایا کہ حطیم بیت سے ہے، حطیم بیت اللہ کا قطعہ ہے اس میں نماز پڑھنی ایسی ہے جیسی بیت اللہ  
 میں نماز پڑھنی۔

اب روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ اخر جوفہ من البیت سے مراد بخارج صوری ہے اور شرعا  
 غلب ہے تو معلوم ہوا کہ وقف مسجد کا کچھ مسجد سے علیحدہ نہیں ہوا بلکہ صاحب کی نظر سے ایسے مرتبہ  
 و شادانہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم جو آفتاب سے بھی زیادہ چمک رہے ہیں، پوشیدہ رہے اور اخر جوفہ  
 من البیت نظر کیا جائے کہ جن نعمات میں اخر جوفہ من البیت تھا انہی میں یہ بھی تھا کہ من البیت  
 شریعہ الوقایہ میں جو فرمایا حطیم من البیت اسی کسبہ اس سے مراد بھی کسر صوری ہے کہ اسی مسئلہ میں  
 ریشہ شریف لائے جس میں ان الحطیم من البیت ہے اور شرح الوقایہ جلد ۲ میں اقرار کیا کہ  
 سیدنا فضل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وقف کعبہ لازم ہے حث مال اما عندہما ما لوقف  
 و علیہ العسوی و الاصل فیہ وقف الحطیم صلوٰۃ اللہ علیہ الکعبۃ  
 لکن نوو وقت کعبہ کو لازم مان سہ ہیں اور بموجب خسی مسئلہ ۲ میں بھی پوچھی ہے فتح القدیر جلد ۲



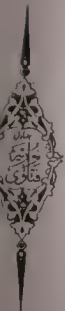


فارصل رمل لیدخلوا من شاءوا ولمعوا من شاءوا  
 یولوا قوما حدث عهد بجاهلیہ وانا احب ان تنکروا لہو بعد  
 لہو حبل ما ترکوا والرقعت باسہ بالارض بلکہ شرح الرقاعہ منک ۳ جلد امی اس  
 حدیث کے آخر میں اتنا اور زائد روایت کیا و لیس عشت لی مابل لا فعلن ذلک یعنی  
 حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اور ضرور اگر میں دنیا میں آئندہ سال تک رہا تو ضرور کروں گا اسکو"  
 فرماتے ہیں مسند بعش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف فرما رہے اور آپ کا وصال تشریف  
 ہو گیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم فی الدنیا والآخرۃ۔

بلکہ اگر مولوی صاحب غور کرتے تو یہ دلیل ہرگز نہ دیکھتے کہ یہ ان کی دلیل تو بن نہیں سکتی جیسے واضح ہو چکا  
 ہاں ہمارے یہ مال کی دلیل ہے کہ کفار نے ایسا کیا اور میرا کرنے اسے پسند نہ فرمایا تو مولوی صاحب نے  
 ہمارے دعا کی دلیل ذکر کی نہ کہ اپنے دعا کی، اس کا نام ہے میبت حق اور جلوس نور اللہ سبحانہ و تعالیٰ۔  
 مولوی صاحب کی دوسری دلیل یہ ہے کہما ہے کنز الدقائق منک ۲ میں وہ عبارت یہ ہے اذا  
 جعل شبعا من طریق مسجد صحر کعکسہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جائز نقل کرنا بعض  
 مسجد کا اور اس کا جو متعلقات مسجد سے ہو۔ پھر ثانی منک ۳ جلد ۳ سے نقل کیا شو نقل عن خواجل  
 ر دہ عن العتایۃ اذا کان الطريق ضیقاً والمسجد واسعاً لا یحتاجون  
 و بعض بحوز الزیادۃ فی طریق المسجد لان کلمہ للعامة۔

میں کہتا ہوں عبارت شامی کا ایک وہ حصہ نقل کیا جو ان کے دعا کا موید ہو اور آگے پیچھے کچھ بھی نہ دیکھا  
 "کنکسہ" متن در المختار میں موجود ہے اور در المختار میں اس کا معنی بیان کیا اور شامی علیہ الرحمۃ نے اس پر تنقید  
 کی۔ مولوی صاحب نے کسی بات پر نظر نہ کی اور اپنی طرف سے ترجمہ کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ جائز ہے نقل کرنا بعض  
 مسجد کا۔ اگر اس پر نظر کرتے جو در المختار میں اس کا مطلب بیان ہوا یا علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے بیان فرمایا تو سمجھ  
 جیتے کہ یہ نتیجہ "کنکسہ" کا نہیں بلکہ اس کا عکس ہے مگر مطلب تو وہ ثابت کرنا ہے، پس جے حلت الشی  
 محسوس۔ یعنی! در المختار میں ہے کہ عکسہ اہی کحو اد عکسہ فہو ما از

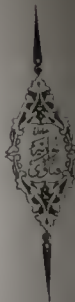
معہ "دعا کی کلمہ" سے مراد ہے، اس طرح ضرور یا کہ روایت کہ شامی میں اور ایسے ہی اور نقل بھی ہیں "اور ضرور



مسجد میں داخل ہونا اور نماز میں داخل ہونا

کا ہی معنی بجز اراق شریعہ کے، لہذا قی ۲۵۵ جلد ۵ اور منہ المتعلق ۲۵۵ میں بیان کیا گیا ہے کہ مسجد کا کوئی حصہ مسجد سے علیحدہ نہیں کیا جاتا بلکہ مسجد کے پنج میں ہی سے گزرنے کی جگہ مقرر کرنا چاہیے۔  
مسجد مسجد کی "فی" غریب کو ظاہر کر رہی ہے اور اس سے مراد یہ نہیں کہ مٹک میں داخل کیا جائے یا مسجد میں مٹک بنائی جائے چنانچہ در المختار، بجز اراق، منہ المتعلق میں چلی عبارت کے مندرجہ ذیل ہے  
و من الممر والرمز وحار لكل احد ان يمر فيه حتى الكافر۔  
لہذا میں نے یہ خلاصہ المدواب دیکھا جنب و مانع و نفسا کا استثناء اور چار پاؤں کے داخل کرنے سے دو کنا صاف بتا رہا ہے کہ وہ جگہ مسجد سے خارج نہیں ہو جاتی اور عام مٹک نہیں بن جاتی و نہ جنب وغیرہ کا استثناء کیوں کیا جاتا کہ عام مٹک میں جنب وغیرہ گزر سکتے ہیں اور چار پاسے مٹکوں میں ہی چلائے جاتے ہیں بلکہ لسا عرف فی موضعہ صراحت بتا رہا ہے کہ وہ باقاعدہ مسجد میں داخل سے کہ "موضع" سے مراد وہ موضع ہے جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ جنب و مانع و نفسا مسجد میں داخل نہ ہوں جیسے کہ تمام اسقاط بقعہ میں موجود ہے اور شامی علیہ الرحمۃ نے تو اس کے مسجدت خارج نہ ہونے کی تصریح کر دی شامی ۲ جلد ۱ میں ہے و تسقط حرمة الممر و فیہ للصورة لكن لا تسقط عنه جميع احکام المسجد فلذا السريح جز الممر و رقبہ لحب و نحوه کما مر یعنی مسجد میں سے گزرنے کا جو شرعاً ناجائز ہے ضرورت کی وجہ سے وہ معاف ہو جاتا ہے اور یہ ہیں کہ تمام احکام مسجد کے ساقط ہو جائیں۔

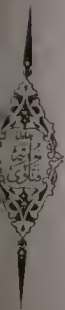
دیکھا اس جگہ کے لئے اقی تمام احکام مسجد ثابت مان رہے ہیں اور تمام احکام مسجد کے مسجد ہی کے لئے ثابت ہوتے ہیں تو ثابت ہوا کہ وہ جگہ مسجد میں داخل ہے اور خارج نہیں ہوتی اور یہ جو اہل و عیال ضرورت کے وقت ہی ہے مطلقاً نہیں و المختار مطبوع مع الشرح جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱، بجز اراق ۲ جلد ۲، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ میں ہے و المظم من الممسک به رجل يمر فی المسجد و یخذ طریفا ان کان یمر عذر لا یجوز۔

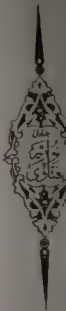


صدر یہود اور جب مذکور ہوئے گزرے تو تحیۃ المسجد اکرے ہاں اگر دن میں کسی مرتبہ گزرے  
 تو ایک مرتبہ ہی تحیۃ المسجد پڑھنا کافی ہے چنانچہ خلاصۃ الفتاویٰ جلد ۱۲ ص ۲۱۱ بحوالہ الفتاویٰ جلد ۲ ص ۲۰۲  
 فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ جلد ۱ شامی ص ۱۱۲ جلد ۱ میں ہے والنظم للنسائی وبصلى كل يوم  
 تحية المسجد مرة یعنی جبکہ کسی مرتبہ دن میں گزرے تو چاہئے کہ وہ ہر مرتبہ تحیۃ المسجد  
 جو اب داخل ہے اور اگر ناگوار اس کو ایک ہی مرتبہ کافی ہے کہ ہر مرتبہ ادا کرنے میں حجت ہے شامی  
 میں ہے ای د مکرر دخوله تكفيه التحية مرة خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے لما  
 فيه من العذر اس سے بھی ثابت ہوا کہ وہ گزرنے کی جگہ مسجد سے خارج نہیں ہوتی ورنہ  
 تحیۃ المسجد پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کہ تحیۃ المسجد دخول مسجد ہی کے لئے ہے نہ مگر اس میں گزرنے  
 کے لئے اور فتاویٰ عالمگیری ص ۱۷۱ جلد ۲ کے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے کہ وہ جگہ عام مگر نہیں مبنی بلکہ جنب و  
 مانض و نفاس کے سوا صرف لوگوں کے لئے گزرنے کی جگہ ہوتی ہے بظن یہ ہے ان اوداد ان يحملوا شينا  
 من مسجد طريقا للمسلمين فقد قيل ليس لهم ذلك وانه صحيح  
 كذا في المحيط اذا جعل في المسجد ممرا فانه يجوز لتعارف اهل  
 الامصار في الجوامع و جاز لكل واحد ان يمر فيه حتى الكافر الا  
 الجنب والعائض والنفساء ليس لهم ان يدخلوا فيه الدواب كذا  
 في التبيين۔

دیکھا طریق کے عدم ہوا کا صحیح ہونا نقل کر کے مگر جواز نقل کیا تو معلوم ہوا کہ اس عبارت میں طریق سے  
 مراد عام مگر ہے اور مرے مراد صرف گزرنے کی جگہ ہے ورنہ خواہ مخواہ تعارض لازم آئے گا۔

اب علامہ شامی کی سنتے اور الفاظ میں "لکم" کا مطلب جو انہوں نے بیان کیا ہو ضا اذا جعل  
 فی مسجد ممرا لتعارف اهل الامصار فی الجوامع اس پر علامہ شامی علیہ  
 الرحمۃ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں لا نسلم ذلك في حوامعنا ہم اس کو اپنی جامع مسجدوں میں  
 نہیں مانتے "عاصل اس کا یہ تھا کہ درالحال کی یہ دلیل مذکور ہے لہذا مدعا جس کی بنا دلیل پر ہوتی ہے  
 دعوای اسلامی ہوا۔ ان اپنی طرف سے "لکم" کا حاصل معنی دو صورتوں میں بیان فرمایا ہے پہلا یہ کہ مسجد سے





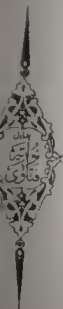
مراد ایسی مسجد ہے جس کے دو دروازے ہوں اور لوگ اس مسجد میں سے گریہ فرماتے ہیں مسجد  
لنفس المسروقة مسجد لہ بابلن۔ پھر اس صورت کا کردہ ہونا بکراۃ الرائق سے نقل کیا  
فرماتے ہیں وقد قال في المسجد وكذا يكره ان يخذ المسجد طرعا وان  
يدخله بلا طهارة۔ حاصل اس کا یہ ہوا کہ ”عکس“ سے مراد صرف مسجد میں سے گزرنے سے یہ  
نہیں کہ مسجد گزرنے کی جگہ مقرر کی جاوے اور یہ گزرنا جو جائز ہے مگر بلا ضرورت کردہ ہے اور کردہ بھی نہ ہو  
جیسے درالمنہ میں ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیری وغیرہ سے ”لا يجوز“ گزر چکا اور اس کی تائید ہے وہ حدیث جو  
سنن ابن ماجہ شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے قال صلى الله  
عليه وسلم فصال لا تنغى في المسجد لا يتخذ طرعا احد  
اور اگر ضرورت کی وجہ سے گزرنا ہو تو نہ کر وہ نہیں جیسے گزر چکا، مگر تحیۃ المسجد پڑھے۔

دوسرے یہ کہ مسجد سے مراد نفس مسجد نہیں بلکہ محض مسجد ہے اور طریق سے طریق عام مراد نہیں بلکہ  
وہ مسقف، برکیں مراد ہیں جو جامع مسجدوں کے صحن میں بنائی جاتی ہیں کہ بارش وغیرہ کے وقت ان میں نماز  
کے لئے چلا جاتے یا جامع مسجد سے باہر جانے کے لئے نہ ہر ایک چلنے والے کے لئے عام سرگ کی طرح اور  
شاید یہی مراد ہے اور جس کو مسجد کی طرف چلنے کی ضرورت ہو تو صرف اس جگہ چلے کہ نمازیوں سے دور ہو اور  
”تاکہ اس صورت میں نہ مکان کی بھی بہت بڑی تنظیم ہو۔ علامہ کی عبارت یہ ہے نعم يوجد في اطراف  
صحن الجوامع روايات مستوفاة للمشي فيها وقت المطر ونحوه  
لا حبل الصلاة او للخروج من الجامع لا لمرور المار بن مطعا كالصحن  
العام ولعل هذا هو المراد ممن كان له حاجة الى المرور  
المسجد يمر في ذلك الموضع فقط ليكون بعيدا عن الناس و  
ليكون اعظم حرمة لمحل الصلاة فتأمل۔

علامہ علیہ الرحمۃ نے اس پہلے معنی کو پسند نہ فرمایا اور مرجوح قرار دیا کہ بحر الرائق سے اس کے متعلق  
بکروہ نقل فرمایا اور اس معنی اخیر کو ترجیح دی ہے کہ فرمایا لعل هذا هو المراد اور اس پر دو دلیلیں  
قائم ہیں اول یہ کہ اس صورت میں گزرنے والا نمازیوں سے دور ہو گا اور باعث تشویش نہ بنے گا خلاف پہلی

صورت کے کہ نمازی بھی مسجد ہی میں نماز پڑھتے ہیں اور گزرنے والا بھی مسجد ہی گزرتا ہے تو لا محالہ باعث  
 توثیق ہو گا۔ اور دوسری دلیل یہ کہ اس صورت میں محل نماز یعنی مسجد کی بہت بڑی تعظیم ہے کہ اس میں  
 سے گزرنے سے بچنا ہے اور تامل فرما کر ایک سوال و جواب کی طرف اشارہ فرمایا۔ سوال یہ ہے کہ فکسہ  
 کا محل معنی قابل کے لحاظ سے یہ ہے جعل محل من المسجد طریقا یعنی مسجد کا  
 کچھ حصہ راستہ بنایا جائے اور اس صورت میں جس کو آپ ترجیح دے رہے ہیں مسجد کا حصہ راستہ  
 نہیں بنتا بلکہ محض مسجد کا حصہ راستہ بنتا ہے۔ اور جواب اس کا یہ ہے کہ طرف عام میں محض مسجد بڑی  
 لفظ مسجد کا اطلاق کیا جاتا ہے کہ فلاں مسجد میں کٹواں ہے۔ فلاں مسجد میں تل ہے۔ فلاں مسجد میں  
 حجرے ہیں، فلاں مسجد میں درخت ہے، وغیرہ محاورات میں محض مسجد کو مسجد سے تعبیر کیا جاتا ہے  
 کہ یہ تمام چیزیں محض مسجد میں ہی ہوا کرتی ہیں نہ نفس مسجد میں بلکہ بعض احکام میں محض حکم مسجد سے  
 غنیۃ استغنیۃ، بحر الرائق ص ۲۶۱ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۹۱ جلد ۲ میں ہے والنظم من  
 الهندیۃ والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکمہ المسجد  
 کذا فی محیط السرخسی اور یہی وجہ ہے کہ خادم مسجد جیسے مسجد میں دکان اور لینے کا  
 مکان نہیں بنا سکتا ایسے ہی محض مسجد میں بھی نہیں بنا سکتا۔ فتاویٰ قاضیخان مسلک، بحر الرائق  
 ص ۲۶۱ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۹۱ جلد ۲ والنظم من الهندیۃ قیم المسجد  
 لا یحوز لہ ان یمدنی الحوانیت فی حد المسجد او فی فناءہ لان  
 المسجد اذا جعل خانوتا او مسکنا تسقط حرمتہ و هذا  
 لا یحوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکمہ المسجد  
 کذا فی محیط السرخسی۔

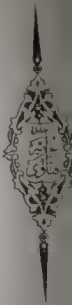
علامہ علیہ الرحمۃ نے جو یہ معنی بیان فرمایا اس صورت میں متعارض عبارتیں موافق ہو جائیں  
 گی اور حتی الامکان تعارض کی صورت میں توفیق ہی کی جاتی ہے لہذا یہ صورت بہتر ہوئی۔ عبارات  
 متعارضہ کا توافق یوں ہو گا کہ جن عبارتوں میں یہ آتا ہے کہ مسجد کو طریق بنانا جائز نہیں اور بیشک  
 صحیح ہے اور وہ عبارتیں کثرت موجود ہیں اور مولوی صاحب نے ان کو خود غرضی سے پس پشت ڈال دیا



شہ شامی میں ہے کہ آثار غامیہ میں فتاویٰ ابی الیث سے ہے دارا دامل

بعض مسائل میں مسند طبرستان المسلمین میں ہے  
میں لہم ذلک و انہ صحیحہ سبحان اللہ! یہ علامہ ابوالیث کی تصحیح ہے جن کا  
علو شان آفتاب سے بھی زیادہ عیاں ہے۔ اور ایسے ہی فتاویٰ عالمگیری مشہور جلد ۲ بقید تصحیح  
سے ہے اور محیط کا علم مرتبہ بھی غیر غفنی۔ درالمختار میں ہے کما حار جعل الامام نظریں  
لا عکسہ لحوار الصلوٰۃ فی الطریق لا السرد فی المسجد علامہ شامی کو  
صحیح کر کے جلد ۳ پر فرماتے ہیں یعنی ان فیہ ضرورۃ وہی انہ  
دادوا الصلوٰۃ فی الطریق لم یحبز فکان فی جملة ضرورۃ بخلاف  
جعل المسجد طریقاً لان المسجد لا یخرج عن المسجد  
ابداً فلم یحبز لانه یلزم السرد فی المسجد۔

ان عبارتوں میں عدم جواز کو ترجیح دی گئی اور دوسری عبارتیں ان کے مقابل میں جن میں جواز  
جیسے "لکسہ" وغیرہ، تو ان میں بظاہر تعارض ہے مگر اس دوسرے معنی کی صورت میں تعارض اٹھ گیا  
کہ جن عبارتوں میں عدم جواز ہے ان میں مسجد سے مراد حقیقتہً مسجد ہے اور جن میں جواز ہے ان میں  
مسجد سے مراد محض مسجد ہے تو اب تعارض نہ رہا لہذا یہی معنی راجح ہے اور علامہ شامی علیہ الرحمۃ  
کا و المحتون علی التانی فکان هو المعتقد فرمایا ہمارے اصل مدعی کے معانی نہیں کہ  
متنوں کی عبارت کا راجح معنی علامہ کی نظر میں یہ دوسرا معنی ہی ہے۔ اور مولوی صاحب کا شامی سے  
عتاب یہی کی عبارت نقل کر کے یہ کہنا کہ یہی عبارت درالمختار جلد ۲ اس لئے کہ راستہ میں نماز  
بڑھ لینی جائز ہے، محض غلط اور بے اصل حوالہ ہے۔ درالمختار میں نہ ہی یہ عبارت ہے اور نہ ہی اس  
کے ہم معنی، بلکہ جس عبارت کا یہ ترجمہ کیا اس تمام عبارت کا معنی یہ ہے کہ طریق کو امام مسجد بنا سکتا ہے  
اور مسجد کو طریق نہیں بنا سکتا۔ درالمختار مع المتن کی پوری عبارت یہ ہے بعض لاهدام طریق  
مسجد لا عکسہ لحوار الصلوٰۃ فی الطریق لا السرد فی المسجد  
اور شامی علیہ الرحمۃ نے بھی اس عبارت کا مہر ۵ پر یہی معنی بیان فرمایا چنانچہ بھی گدڑ چہ سبحان اللہ





یہ ہے تاہم سبھی اور نصرت لاریجی کہ مولوی صاحب نے محض بے اصل حوالہ دے کر اپنا مطلب  
 بنا پایا اگر وہی عبارت ہمارے مدعا کی دلیل مندرجہ بن گئی۔

## مولوی صاحب کی تیسری دلیل

یہ ہے کہ برہنہ شری شرح وقایہ جلد سوم ص ۱۱۱ میں ہے اذا سمعی المسجد مباعد اهل  
 المسجد باموالنا حتی حبار وان باعوه بعید امرہ فال مصمم  
 سرحی یجوز والصحیح انہ لا یجوز الا فی موضع لم یکن هناك  
 قاض کتب فقہیہ اس تصریح سے بالامال ہیں کہ وقف مسجد کی بیع نہیں ہو سکتی۔ احادیث شریفہ  
 ثبتہ فرما رہی ہیں کہ وقف کی بیع نہیں ہو سکتی اور مسجد بھی وقف ہی ہے۔ ان تصریحات جلیلہ کے  
 مقابلہ میں یہ عبارت معتد نہیں ہو سکتی کہ تمام تصریحات کو چھوڑ کر ایک عبارت شاذہ پر عمل کیا جائے  
 بحر الرائق ص ۲۴ جلد ۶ میں ایک عبارت قاضی خان علیہ الرحمۃ کے متعلق فرمایا ولا اعتبار بما  
 مع من یجوز النقل عن الاثمة الثلاثة تو صرف ائمہ ثلاثہ کی تصریح نقل کی مخالفت  
 کو عبارت قاضی خان کو جو فقہ النفس میں ساقط کر دینے والا قرار دیا اور یہ عبارت برہنہ تو ائمہ ثلاثہ اور دوسرے  
 تمام ائمہ کی تصریح اصول کے مخالف ہے تو کیوں کر پایہ اعتبار سے ساقط نہ ہوگی اور مرتبہ اعتماد پر کیسے فائز ہوگی؟  
 نسخۃ الاحکام الوقف ص ۱۱۱ میں امام ہلال بن یحییٰ رافعی جو شاگرد امام ابو یوسف و امام زفر ہیں فرماتے  
 میں فسد رینا لرجل یجعل دارہ مسجداً لله فمالی لا یباع ولا یرث  
 ولا یوہب ہا یہ مع النفع وفتح القدیر وفتح المصابیح جلد ۵، والتمار ورواد التمار مشنہ جلد ۳، کنز الدقائق  
 مع بحر الرائق و بحر الرائق ص ۲۴ جلد ۵ میں ہے والنظم من المہدایۃ و اذا صدق اسوقف  
 لم یجوز مبعده ولا تملیکہ فتح القدیر اور بحر الرائق میں ہے ہو ساجمعا من بعضہا  
 مدد و تیارم کے جواب میں عدم جواز بیع کے اور خصوص فقہیہ آرہے ہیں تشاہد المولیٰ تعالیٰ اب احادیث  
 بالذکر بیع ہے

صحیح بخاری جلد ۲، صحیح مسلم جلد ۲، سنن ابی داود جلد ۲، جامع ترمذی ص ۱۶

[illegible]

مولوی صاحب کی چوتھی دلیل یہ ہے کہ برہنہ کی شرح و قایمہ جلد ۳ و شرط ۱۱ میں  
 ہے ای صہ تبدالی یہ شرط ان میں تبدل الواقع تبدل ارض  
 حصری از شہاء و ذبیہ تحویل الی مایکون حسیرا میں کہتا ہوں اس میں  
 کو آپ کے زمانے کوئی لگا نہیں۔ مولوی صاحب یہ شرط استدلال جو امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ کے نزدیک  
 صحیح ہے یہ اس وقت صحیح ہے جب وقف کرتے وقت واقف شرط کرے اس کے اسی وقت اس کا  
 اختیار ہے اور جب وقف کرے تو اس کا ملک زائل ہو گیا لہذا بعد میں شرط کرنا باطل ہے فتاویٰ  
 قاضی خان ص ۲۷ بجز الرائق ص ۲۷ جلد ۲، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۷ جلد ۲ میں ہے و النظم للامام  
 قاضی خان علیہ الرحمۃ و احبوا علی ان الواقع فاشترط الاستبدال  
 لم یبق فی اصل الوقف یصح الشرط و الوقف و یملک الاستبدال  
 ما یبدون الشرط اشار فی السیرانہ لا یملک الاستبدال۔ نیز  
 فتاویٰ قاضی خان ص ۲۷ بجز الرائق ص ۲۷ جلد ۲، فتاویٰ عالمگیری ص ۳۳ جلد ۲ میں ہے و النظم من  
 الهندیہ ولو کان الوقف مرسلًا لم یذکر فیہ شرط الاستبدال  
 لویک لہ ان یبیعہا و یستبدل بہا وان کانت ارض الوقف مباحہ  
 ذینتفع بہا کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ تو کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس مسجد  
 کے واقف نے وقف کرتے وقت یہ شرط کی تھی کہ مسجد کا استدلال کروں گا شرعی طریق سے اس کا ثابت کرنا  
 بہت ہی مشکل ہے اگر ثابت ہو بھی جائے تب بھی آپ کو مفید نہیں کہ اس مسجد کا واقف توفیق ہو چکا اور  
 جب وقف آپ نے یہ شرط استدلال کرے تو اس سے دوسرے کے لئے حق استدلال نہیں چنانچہ فتاویٰ  
 عالمگیریہ میں اس کی تصریحات موجود ہیں یہ سب جانے دیجئے۔ یہ تحت شرط استدلال تو مسجد کے علاوہ  
 دوسرے اوقات میں ہے اور وقف مسجد میں اگر شرط استدلال کرے تو مسجد مسجد بن جاتی ہے اور وہ شرط  
 استدلال باطل ہے شامی ص ۲۷ جلد ۳، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۷ جلد ۲ میں ہے و فی وقف المحصاف  
 و جعل رضہ مسجدًا و بناہ و اسہدان لہ بطالہ و سلعہ بہو  
 سرحد باطل و یکون مسجدًا۔ اوقاف الوقف امام لہال شاگرد رشید امام ابو یوسف علیہ

ارمہ کے مقلدین ہے قلت ارباب رحبلا جعل درہ مسجد مدی  
 ان له ان یبیب فیسہدل بہ فال المسجد حبار والشروط باصر  
 ولا میكون له مبعہ - موقوف امام شریعہ جلد ۱۲: غنائیہ شرح باب ۴۳۹ جلد ۴: غنائیہ شرح  
 باب ۴۴۴ جلد ۵ میں ہے و الغنظم من المبسوط المسجد اذا شرط الاستبدال  
 به او شرط ان یصلی فیہ قوم دون قوم فالمتوسط باطن واتحاد  
 المسجد صحیح - اور جب یہ ثابت ہو کہ مسجد میں شرط استبدال صحیح نہیں تو اگر بالفرض شرط  
 استبدال جوتی اور راقف خود موجود ہوتا تب بھی استبدال نہیں کر سکتا - ذرا استدلال کرتے وقت دلیل  
 اور غیر دلیل میں امتیاز کرنا چاہئے - عجیب کہ لوگ مفتی سی مفتی بن جاتے ہیں اور اپنے منہ مخفق و مدق کہلاتے  
 ہیں مگر اب تک دلیل و غیر دلیل میں امتیاز نہیں -

مولوی صاحب کی پانچویں دلیل قاضی خان مٹا جلد ۳ میں متولی المسجد اذا  
 جعل المنزل الموقوف علی المسجد مسجداً فضلی الناس  
 فی سنین ثلثون فیہ واعید هنالک مستقلاً جازلاً  
 السنولی وان جعلہ مسجداً لا یصیر مسجداً -

مولوی صاحب کی یہ دلیل بھی پہلی دلیل کی طرح مدعا سے محض بیگانہ ہے - شاید استدلال کرتے  
 وقت مولوی صاحب کا ذہن کہاں پرواز کر جاتا ہے - یہ عبارت قاضی خان علیہ الرحمۃ لکھ کر خود بھی اس کا جواب  
 دے دیا کھی انتہ المومنین القتال - مولوی صاحب خود ہی اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں "کہوں کہ  
 متولی کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بن جاتی بلکہ وہ موقوف علیہ ہوتی ہے" مولوی صاحب متولی  
 کے بنانے سے موقوف علیہ مسجد نہیں بنتی تو اس میں نماز چھوڑ دینا اور دوبارہ منزل مستقل بنادینا نہیں  
 معزا اور نہ آپ کو مفید - ہاں اگر وہ منزل مسجد بن جاتی اور پھر دوبارہ منزل بنانی جائز ہوتی تو آپ کو مفید  
 ہو سکتی تھی کہ چونکہ آپ کا مدعا مسجد کے ٹکڑے کو الگ کرنے کا جواز ہے نہ غیر مسجد کو غیر مسجد بنانا اور یہ بھی  
 بتا دوں کہ متولی کے بنانے سے وہ منزل مسجد کیوں نہیں بنتی - شاید پھر ہی مولوی صاحب کے ذہن  
 مبارک میں اس عبارت کا کوئی غہوم آجائے - مولوی صاحب مسجد وقف ہے اور وقف کے شرائط



اس سے ایک شرط رک و انت ہے خادائی مالگیری مسجد ۲ میں شرائط وقف کے بیان میں ہے  
 و مدبہ المسفلت و انت سوفت اور متولی جب کہ مالک نہیں تو وقف نہیں کر سکتا لہذا اس کے  
 مسجد مانے اور مسجد نام رکھنے سے منزل موقوف جو اس کے ملک میں نہیں مسجد نہیں بن سکتی۔  
 مولوی صاحب کی اگر پہلی دو دلیلیں صحیح ہو جائیں تو مسجد کا صرف حصہ ہی نہیں بلکہ تمام مسجد کو  
 چھوڑ دینا اور بیچ دینا جائز ہو جائے گا کہ یہ تمام کے متعلق ہیں اور جب یہ دلیلیں ان کو پسند میں اور  
 اسی لئے ان کو دلیل بنایا۔ تو ثابت ہوا کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام مسجد کو چھوڑ دینا بیچ دینا اور  
 مسجد کو منزل و مستقل بنالینا جائز ہے۔ اور اس سے بڑا اور کونسا ظلم ہے مگر ان دلیلوں کو مدعا سے  
 کوئی نگاہ ہی نہیں صحیح ہونا تو درکنار۔ ولله الحمد! مسلمانو! اللہ انصاف کی آنکھیں کھولو اور اپنے  
 دلوں کو تعلیم مساجد سے مالا مال کرو کسی کے کہے اپنے رب کے گھروں سے منہ پھیر لینا کتنی سخت نا انصافی  
 ہے۔ واللہ الہادی و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و  
 ولہ و اصحابہ و بارک و سلم! آمین برحمتک یا ارحم الراحمین و  
 الحمد لله رب العالمین۔

محکم الغفران الحاج محمد نور الدین غفرلہ

۱۰ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

الحج اب هو الموفق للصواب والمشتغل على غاية التحقيق والتدقيق

الفقر محمد چراغ دین مدرس العلوم خفیه فریدہ بصیرت

## الاستفتاء

۱۔ کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اند میں مسئلہ کہ اہل وہ نے مسجد کی تعمیر کے لئے کچھ رقم  
 جمع کیا ہے اس رقم سے اس مسجد کے امام صاحب کا رہائشی مکان بنا سکتے ہیں ؟  
 ۲۔ کچھ متوں ۱۱ لوں نے برائے تعمیر مسجد کو دی ہے

۴۔ یہ اعطاء امام مسجد کا مسجد اریا سے ملحدہ ہے مگر امام مسجد کا ذاتی نہیں بلکہ وہ دل والوں کے مشورہ  
 امام مسجد کو دیا ہے، نیز یہ اعطاء سرکاری ہے۔

نمبر ۲: ہمارے گاؤں کا پرانا طریقہ چلا آتا ہے کہ قربانی کی کھالیں امام مسجد کو بطور معادہ ضدی باقی ہیں کیونکہ  
 امام صاحب کی مستقل کوئی تنخواہ مقرر نہیں تھی یہ کھالیں امام مسجد کو دینی ہمارے میں یا نہیں، بجز الیہ ان ذریعہ  
 کرم ہو گا

نوٹ: (عاجی غلام محمد صاحب جو یہ سوال لائے ہیں، اٹنے کا ہے کہ مسجد کی تعمیر کیل ہو چکی ہے اور اب جمع شدہ  
 رقم یا جوئی جمع ہو ضروریات مسجد پانی وغیرہ کے انتظامات کے لئے ہے۔

انظر ۱: الیہ ان پک ۵۸، ایل گزوں مورخہ ۳۰۰۰



۱۔ ہاں اسی مسجد کے امام صاحب کا رہائش مکان بنا سکے ہیں کیونکہ گیل تعمیر کے بعد ضروریات مسجد میں  
 سے امام اول نمبر میں ہے کیونکہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں جبکہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر  
 نہ جوتھی کہ مسجد کے لئے روشنی پانی وغیرہ کے وسیع تر انتظام سے امام کی ضروریات مقدم ہیں، فتاویٰ عالمگیری  
 منہ ۳۲ میں ہے الذی یبد من ارتفاع الوقف عمارتہ شرط الواقع  
 امر لا شمر الی ما هو اقرب الی العمارۃ و اعم للمصلحتہ کا تمام امام للمسجد  
 و المدرس للمدرسة بصرف لیسم بقدر کفایتهم ثم السراج  
 و البسط کذلک الی اخر المصالح، فتاویٰ شامی منہ ۲ میں ہے و هو عمارتہ  
 المعنویۃ التی ہی قیام شعائرہ (شع کما فی المہندۃ بحوالہ الی منہ ۲ جلد  
 میں بھی اسی طرح ہے، پھر منہ ۲ جلد میں ہے ان الشعائر لکی تقدم فی مصرف  
 مطلقا بعد العمارۃ الامام و الخطیب (الی ان فال) و یلحق بشئ

لرب و حصر شمس ماء الوضوء و اجرہ حملہ او کلمۃ نفل  
مر بسرف میضنا۔

۲۔ قربانی کی کھالیں غنی اور عرب دونوں کو دے سکتے ہیں جبکہ دنیا مزدوری کے حود پر نہ ہوا اور اگر ضروری  
یا تخرہ کے طور پر ہو تو جائز نہیں، تو آپ لوگ غور کر لیں کہ امام مسجد کو کس نیت سے دیا کرتے ہیں اگر  
معاوضہ معنی تخرہ ہے تو جائز نہیں اور جس نے اس نیت سے دیا ہے اس کی قربانی میں نقص پڑ گیا  
جس کا دور کرنا ضروری ہے اگرچہ بہت پرانی ہو چکی ہو۔ اور اگر معاوضہ بایں معنی ہو کہ ہمارے امام صاحب  
مسجد کی روٹی اچھی کرتے ہیں اور ہمارے بچوں کو دینی تعلیم دیتے ہیں اور نماز وغیرہ کا اچھا انتظام کرتے  
ہیں لہذا کسی اور شخص کی یہ نسبت امام کو عطیہ اور ہبہ کے طور پر دینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ایسا دینا  
شخص اس امداد سے نیکی کرتا ہے تو یہ تعاون علی الیر بن گیا جو یقیناً جائز ہے جس کا حکم قرآن کریم میں ہے  
وتعاونو علی البر والتقویٰ پطع ۵۔ اور فرمایا هل جزاء الاحسان الا  
لاحسان پطع ۶۔ اور بالخصوص قربانی کے متعلق ہے فکلو امنہا و اطعموا القانع  
ولمعتر پطع ۷۔ اور جب کہ قربانی کے گوشت اور چام کا ایک ہی حکم ہے تو امام مسجد کو بھی دے  
سکتے ہیں کما س ۸۔ القانع والمعتر ۹ میں بھی داخل ہے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ میں ہے و  
یہب منها ما شاء للفقیر یعنی انسان اپنی قربانی میں سے جو چیز چاہے  
اپام جو یا گوشت، فقیر اور غنی کو ہبہ کر سکتا ہے۔

یہ مسئلہ بڑا واضح ہے مگر افسوس کہ اس کے گزرے زمانے میں لوگوں کی ذہنیت کچھ اس طرح  
کی ہو گئی ہے کہ دینی کام کرنے والے افراد کے متعلق بلاوجہ شکوک و شبہات پیدا کئے جاتے ہیں، کیا  
دینی کام کرنا ایسا جرم ہے کہ جو عطیہ کسی عام مسلمان کو دیا جاسکتا ہے وہ دینی کام کرنے والے کے لئے  
مجاز ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و  
مولانا محمد و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

مترجمہ: علامہ محمد نور الدین سیوطی

۲۹ ربیع الثانی ۱۳۹۰ھ ۵۰۰ھ

# الاستفتاء

نوٹ: فتویٰ ذیل دسمبر ۱۹۶۱ء ماہنامہ سالک راولپنڈی میں شائع ہوا۔

ملک پاکستان موضع کھوڑ میں ایک آئل کمپنی اہل کتاب نصاریٰ تاجروں سے متعلقہ اور اہل کتاب کے ساتھ کسب تجارت میں چند مسلمان بھی شامل ہیں۔ کمپنی مذکورہ بالائے ملازمین کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے کہ وہ ان کی اجتماعی آسائش زندگی کے لئے ضروریات ہم پہنچانے کے ذمہ دار ہیں جیسا کہ ہسپتال، بجلی، پانی، مسجدیں وغیرہ قبل ازیں یہاں ایک مسجد ۱۹۲۰ء سے تعمیر شدہ تھی اس کی مرمت پانی، بجلی وغیرہ کی ضروریات کمپنی پوری کرتی رہی ہے اور اب ہر مسجد کہہ مخستہ حال قابل تعمیر ہو رہی ہے۔ اب کچھ قسم عوام مسلمانوں نے چندہ کے ذریعہ فراہم کی ہے اور کچھ رقم کمپنی مذکورہ دے رہی ہے۔ کیا کمپنی کے اہل عطیہ سے مسجد بنوائی جائز ہے یا نہیں؟ بیٹواتوجروا۔ منجانب: تعمیر کیٹی جامع مسجد کھوڑ

## الجواب

مسجد کے لئے چندہ یا مسجد کے لئے اگر زمین وقف کی جائے تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ دیئے والے کی نیت قربت کی ہو اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد سے مسجد تعمیر کرنا جائز و درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خصوصاً جب کہ کمپنی والوں نے پہلے وعدہ بھی کر لیا ہو کہ ہم تمہاری ضروریات کے کفیل ہوں گے۔ شامی میں ہے: وان یكون قربة فی ذاته فتعین ان هذا شرط فی وقف المسلم فقط بخلاف الذمی لما فی البحر وغیرہ ان شرط وقف الذمی ان یكون قربة عندنا وعندهم کالوقف علی الفقراء وعلی مسجد القدس فقط والله اعلم۔ دستخط سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم ملتان (مہر)



- ۲۔ الجواب صحیح والمحبیب نجیح شاہ محمد عارف اللہ قادری ۵۹ھ/بی
- ۳۔ المحبیب مصیب الحق ظاہر

سلاٹ ٹائون راولپنڈی

۲۹ جولائی ۱۹۶۱ء



نہایت دشمن علی غزوہ بار عالمیرہ شریف - ۴ - لمحجب مصیب و  
 حوالہ حق حرہ عمدہ الذنب ارشاد حسین نوری چوہہ شریف - ۵ - الجواب صحیح دعا گو قاضی  
 زبیر غیب جامع مسجد کابلہ باغ بقرہ خود - ۶ - الجواب صحیح فقیر مولوی عبد الرحمن پورچندہ تحصیل ملکنگ  
 - ۷ - الجواب صحیح مولوی قلام سرور خطیب جامع کمرشانی نازی کشمیر - ۸ - المحجب مصیب  
 حوالہ حق حرہ مولوی عبدالغفار علی غنہ

اس پر فقیر ابو الفکر لغیبی غفرلہ نے یہ خط لکھا :-

مخدومی سیدی حضرت مولانا مفتی برید حود علی شاہ صاحب قبلہ عظیم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۱ مزاج گرامی !

فقیر باخیریت ۱۱ امیرکے مزاج سامی بھی بخیر ہوں گے معروض کہ حضرت کا فتوے بانہا مرا ملک راولپنڈی  
 جلد ۹ شمارہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۱ء کے ۳۴ پر شائع ہوا ہے جس پر دارالافتار کی مہر اور کئی حضرت کی تصدیقیں بھی ہیں  
 اس میں حضرت کا ارشاد ہے نصاریٰ وغیرہ بھی مسجد وغیرہ پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں تو ان کی امداد  
 سے مسجد تیار کرنا جائز و درست ہے ہمیں کوئی مضائقہ نہیں، پھر بطور استدلال شامی سے ہے ان شرط  
 وقف الذمی ان یکون فربة عندنا وعندہم کالوقف علی الفقراء  
 او علی مسجد القدس "محض نیاز ممدانہ حیثیت سے معروض کہ فقیر کی نظر قاصر میں یہ فتوے  
 نظرانی کا محتاج ہے قرآن کریم میں تعمیر مساجد کے متعلق واضح ہدایت ہے انما یعمروا مسجد اللہ  
 من امن باللہ ولپیوم الآخر و اقام الصلوۃ الذیۃ اور یہ بھی واضح کہ مسجد مقدس (جو ان کی  
 خصوصی مسجد بحیثیت قبلہ ہے) کے وقف پر قیاس کرتے ہوئے یہ کہنا کہ دوسری مساجد پر خرچ کرنا یا وقف کرنا بھی  
 ان کے نزدیک قربت اور نیک کام ہے، قیاس مع الفارق ہے بخود شامی ۵۱۶ ج ۲ میں تعزیر فرماتے ہیں کہ دوسری  
 مساجد پر خرچ کرنا صرف ہمارے نزدیک قربت ہے یعنی ان کے نزدیک قربت نہیں منۃ الخالق علی البحر الرائق  
 مؤلف بدہ میں ہے الصاہران ہذا شرم فی وقف الذمی فقط لبخر  
 مسواک قربت عندنا فقط کو وقف علی الجمع والمسجد و ما کا



سر پہ سجدہ مکمل رکھنا کہ توقف علی البیعت خلاف توفیق ہے۔  
 مقدس و نہ قریبہ عندنا و عندہم فیصح و لو کہ دیک شہر  
 لیکن وقف سزم ن لا یصح وقف لمسلم علی الحج و لمسا جدد  
 قریبہ عندنا فقط۔ نیز عقود الدریہ ص ۱۱۱ جلد ۱ میں فرمایا ان وقف اصل لہم  
 لا يجوز الا اذا كان قریبہ عندنا و عندہم حتی لو جعل دار و مسجد  
 للمسلمین لا يجوز و انما جاز وقفہم علی مسجد القدس لان ذلك  
 قریبہ عندہم بندہ ص ۱۳۱ جلد ۲ اور طحاوی علی الدرر ص ۲۵۵ جلد ۲ میں بھی ہی مندرجہ  
 لہذا مسجد المسلمین مفصل ہے۔ ثوابت ہوا کہ نصاریٰ ہر ایک مسجد پر خرچ کرنے کو قرب  
 اور نیک کام نہیں سمجھتے تو ان کی اس امداد سے تعمیر مسجد بلا مضائقہ کیونکر درست ہوگی؛ پھر اس نازک دور میں جب کہ  
 عیسائیوں کی ریشہ و انیاں اور تبلیغی سرگرمیاں نقطہ ارتقا پر پہنچ چکی ہیں، عوام اہل اسلام کو یہ کہنا کہ عیسائی ہماری مسجدوں  
 پر خرچ کرنے کو قربت اور نیک کام سمجھتے ہیں، عوام کے لئے کسی غلط فہمی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ البتہ یہ کہنا جائز  
 ہے کہ اس کہنی والے نصارے اپنے مسلم ملازمین سے کئے گئے معاہدہ کی بنیاد پر ان کی ضروریات کے لئے وہ  
 ان کے ملک میں کر دیں تو وہ مسلمان اپنے ارادہ اور اختیار سے اپنا روپیہ جانتے جوتے تعمیر مسجد پر خرچ کر دیتے  
 درست ہے جیسے کہ فقیر مال زکوٰۃ کے مالک بننے کے بعد تعمیر مسجد میں خرچ کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ  
 علہ وصی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ و بارک وسلم۔ امید و نوا  
 توجہ فرماتے ہوئے اصلاح فرمائیں گے یا پھر فقیر کے شبہات ذائل فرمائیں گے وذا ایضا اصلاح  
 فال مقصود هو اصلاح والسلام ۱۳۱۲ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ ۲۰۱۲-۲۰۱۱

رحمہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

اس خط کے جواب میں حضرت مولانا علامہ سید سعید علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندرجہ  
 ذیل گرامی نامہ صادر فرما کر یاد سلف صالحین تازہ فرمادی۔

محمدی و محمدی حضرت مولانا الحاج مولانا صاحب دست برکاتہم العالیہ

وہیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :

گرامی نامہ وصول ہو کر عزت افزا ہوا جناب والا نے جو اس نیازمند کو خطی پر مطلع فرمایا اس کا بندہ  
منوں ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے حقیقت یہ ہے کہ میں نے صرف شامی کے حوالہ کو دیکھ کر  
یہ مسئلہ سمجھ دیا اور مسجد اقصیٰ پر دیگر مساجد کو قیاس کر لیا۔ اب حضرت نے جو جزئیات تحریر فرمائے ان سے یہ مسئلہ  
وضوح ہو گیا لیکن سوال کے دیکھنے سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ کہنی والوں نے عام مسلمانوں کو روپیہ عطیہ کے طور پر  
دے دیا تو اب اگر مسلمان اس روپیہ کو مسجد کی تعمیر پر خرچ کریں گے تو وہ درست ہو گا جیسا کہ جناب نے بھی آخر  
میں تحریر فرمایا ہے کہ اگر ملک کر دیں اور مسلمان اپنے اختیار سے اپنا روپیہ جانتے ہوئے صرف کر دیں تو درست  
ہے عودہ انہیں یہ کہ اگر بالفرض کہنی والے مسلمانوں کو ملک بھی نہ کریں اور خود مسجد بنائیں تو شرعاً اس کا حکم کیا ہو گا ؟  
میرے نزدیک یہ ہے کہ نصاریٰ ہمارے مسائل کے محقق نہیں ہیں لہذا اگر انہوں نے ایسا کر دیا یعنی مسجد تعمیر کر دی تو اگرچہ  
وہ مسجد کے حکم میں نہ ہو لیکن نماز پڑھنا بہر حال اس میں جائز رہے گا اس میں آپ کی کیا رائے ہے :

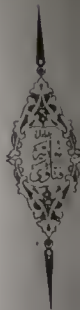
اب آخر میں مسئلہ منظر پر جناب سے یہ عرض ہے کہ آپ تحریر فرمائیں کہ اب اس کی اصلاح کس طور پر کی جائے ؟  
مجھے افسوس ہے کہ مولانا عارف اللہ شاہ صاحب دیگر تصدیق کنندگان نے اس پر کوئی توجہ نہ کی اور مولانا نے بغیر  
میری اطلاع کے اس فتوے کو شائع بھی فرمادیا۔ میں نے ان کو بھی خط لکھا ہے امید کہ جواب سے مطلع فرمائیں گے  
تو میں پھر جناب کا بہت بہت شکریہ ادا کرتا ہوں امید کہ مزاج گرامی بخیر ہو گا۔

نیازمند : سید مسعود علی قادری مفتی مدرسہ انوار العلوم

۲ جنوری ۱۹۶۲ء

اس گرامی نامہ کے جواب میں فقیر نے یہ تحریر کیا۔

بقیۃ السلف حجتہ الخلف حضرت مولانا مفتی سید مسعود علی صاحب قادری لازالت خلاہم السلام  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج گرامی :



حیات نامہ لے یا دولت کو مارہ کر دیا۔ اس حود افرانی نے مجھے غصا یہ طور پر پہنوں  
 جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء، حقیقت یہ ہے کہ یہ نیاز مند کوئی مفتی یا محقق نہیں مگر بعض مصلح شرعیوں یا  
 پرکھی مجھ عرض کرنا پڑتا ہے جو آپ ایسے حضرات کی بندہ نوازیوں سے قابل قبول بھی بن سکتا ہے  
 حسب الحکم استفسارات کے متعلق معروض کہ یہ صبح فرمایا کہ نماز پڑھنا بہر حال اس میں جائز رہے گا جبکہ  
 ارشاد پاک جمعیت لی الارض مسجد ادا طہ سورہ وارد ہے تو اس میں کئی زائے غلہ ہائیں  
 ہی کیا؟ اور پھر یہ بھی صحیح ہے کہ نصارے اپنے آپ کو ہمارے مساوی کے مکلف نہیں سمجھتے مگر ہم تو ضرور  
 مکلف ہیں۔ ہمیں یہ اجازت کہاں کہ انہیں اپنی مساجد پر تسلط کر دیں اور وہ خود تعمیر کریں یا ان کی  
 وکالت میں ہم تعمیر کریں۔ ارشاد ہوتا ہے ماکان للمشركین ان یعمروا مساجد اللہ  
 شاہدین علی انفسہم بالکفر۔ اور اگر کسی سبب سے وہ ایسا کر دیں یعنی مسجد  
 تعمیر کر دیں تو دو صورتیں ہیں :

۱۔ یہ کہ وہ زمین کا ٹکڑا جس پر تعمیر ہوئی ہے پہلے سے شرعی طور پر مسجد بنا یا گیا ہو جیسے کہ ظاہر رسول  
 یہی ہے تو چونکہ اصالت مسجد ہے ہی وہی بقعہ جو تحت الترنی سے عنان السماء تک ہے قیامت تک کے  
 لئے مسجد بن چکا ہے تو کسی بے جا تعارف سے اس کی مسجدیت پر کیا اثر ہو سکتا ہے ؟

۲۔ یہ کہ وہ بقعہ بھی نصارے کے ملک میں ہو اور وہ اس پر مسجد نامکان تعمیر کر دیں اور صراحتہ مسجد کا  
 نام دیتے ہوئے اجازت نامہ بھی دے دیں تو وہ مکان تب بھی شرعاً وقف اور مسجد نہیں بن سکتا اگرچہ  
 نصاریٰ وہ مکان اہل اسلام کے ملک بیٹا یا بہنہ کر دیں یا مسلمان بطور غنیمت حاصل کریں اور مالک ہونے  
 کے بعد اپنی طرف سے وقف کر دیں اور مسجد بنائیں تو شرعاً مسجد بن جائے گا ودا طہ ہر کا  
 نبار علیہ اصلاً۔

مسئلہ زیر بحث میں کئی دلوں کے رویہ دینے کا جو ذکر ہے میرے خیال میں وہ تو کلیں و تلبیک  
 کے دلوں و حوالوں کا مختل ہے اگرچہ بھلا اللہ تعالیٰ وضاحت ہوگی اور سب صورتیں تفصیلاً سامنے آئیں  
 تو مسئلہ زیر بحث اس وئس کی طرح واضح ہو گیا۔ والسلام مع الاکرام۔





رعایت ہی جرم ہیں کہ شرع مطہر نے کوئی سیارہ میت میں ہی نہیں دیا یا کہ اس کی خلاف ورزی سے عدل  
نفاذ ثابت ہو صرف تراضی کافی ہے الا ان سکون تحبارہ عن ستر اضداد وہ پائی گئی حکومت  
کا زیر کی درخواست پر باقاعدہ مطلع ہو کر اس کے نیک ارادہ کی بنا پر رعایت کرنا تو یہ بھی مقاصد شرع مطہر  
کے ماتحت ہی ہے وقف و اعلی السبر والتقوی وان استنصر و کم  
فی مدین فعلیکم المصرو اور جب بیع و رعایت شرعاً جائز ہوئی تو حکم بیع یعنی ملک مشتری  
یقیناً لازم مرتب ہوگا کما لا یخفی عن من لاہ ادنی مس باسفار لمدھب لمھذ  
فضلاً عن فاضل میں اس و شمس کی طرح واضح و لائح کہ شرفا زید ہی مالک بنا تو انتقال و جبری  
زید کے نام ہی ہوں گے اور حکومت مصیب سے بلکہ اصابت کا اشی و رجہ تو یہ تھا کہ ایسے سنی مگر گم غاوم  
سلام کے لئے بلا معاوضہ انتظام کیا جاتا۔ شرع مطہر نے تو نیک کام کرنے والوں کو زکوۃ جس میں ملک  
شرع ہے، کا مستحق قرار دیا کہ ارشاد ہوا و فی سببیں ملہ اور اس مسئلہ میں مسجد و مدرسہ کے مالک  
و تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ حکومت نے معاوضہ کے کریم کی اور وقف بلا معاوضہ اور بلا تملیک حقوق  
ہے اور زید نے اپنے لئے خرید کی تو اس کی طرف سے بھی یہ خرید وقف نہیں البتہ اسے اختیار ہے جب  
پا ہے وقف کر سکتا ہے۔ واللہ تعالی اعلم و صلی اللہ تعالی علی حبیبہ و  
آلہ و صحبہ و بارک و سلم۔

عہ الغیر الوالحہ محمد نور الشامی غفرلہ

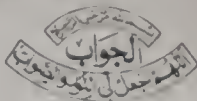
## الاستفتاء

چرمیگونہ مسدودین دریں مسئلہ کہ حکومت کی ملوکہ زمین میں اس کی اجازت کے بغیر مسجد تعمیر کی گئی ہے  
جہاں عوام نماز ادا کرتے ہیں سے تقریباً بیس برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اب حکومت اس کے متبادل اس کے  
بہت ہی فریب اس قدر بلکہ مسجد تعمیر کے لئے دیتی ہے اور پہلی جگہ کو اپنے کسی انصراف میں لانا چاہتی ہے جہاں  
جو اجازت مسجد تعمیر ہے بایں حالت پہلی جگہ پر مسجد کی حیثیت حاصل ہے؟ آیا وہ شرعاً مسجد ہے اکیا

سید کریم علی صاحب دہلوی نے جو کہ ایک عالم و فاضل تھے۔

۲۰ - پیر محمد بن علی شمس صوفی و در مسجد اربعی صوفی خاندان

بہارِ غزلِ کسِ دردِ پیوستہ شدی دل پر ۱۹۰۵

[illegible]

۱۰۲۹۹

الاستفتاء

فعل متعدی و ماضی و در هر کینه اکتفا یک چهارم و چهارم

مصر و حبیب مراد، مین خلق مرشد و اممای مسجد را بوجوه معروف بطور مساوی را بجهت

الحبيب مؤلفه قادر علی حب و علی طیب مراد و ان مقاصد و خواص

۱۰۰ سال مبارک باد و به سرافراز

مجلس ۱۰ ، باب ۲۳ ، مجلد ۱۰

مضمون نمبر ۱۰۱ دربارِ عالیہ مسجد کربلا

مسجد بنوان بالا سرکاری محکمہ زول کے رقبہ تعدادی ۶۱۶ مرلہ اقدیمہ خرخرہ ۲۳۱-۲۳۲-۲۳۳ اور ۲۳۴-۲۳۵  
 سرسبز رنگ و اچھڑا تحصیل و ضلع لاہور میں تعمیر کی گئی ہے۔ اس مسجد کو تعمیر کرنے سے پہلے ناہی گورنمنٹ کی  
 منظوری حاصل کی گئی ہے اور نہ ہی زمین کی قیمت کا تعین حکومت کراد اور بی ہے جس کی بازاری قیمت مسبد  
 دو ہزار روپیہ فی مرلہ ہے لیکن اس کے مقابلہ میں انجمن جامع مسجد مذکورہ درہ فی مرلہ ادا کرنا چاہتی ہے  
 محکمہ بورڈ آف ریونیو اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ انجمن مذکورہ نا جائز قائلین جو نے کی بنا پر کسی رعایت کی مستحق نہیں ہے  
 اور اس قسم کی مساجد میں مطابق ہدایت نبوی نماز ادا کرنے سے باز رکھا گیا ہے۔ اندر میں حالت محکمہ بورڈ  
 آف ریونیو پنجاب لاہور نے استدعا کی ہے کہ اس معاملہ کو علما و صاحبان کے اجلاس میں پیش کر کے حسب  
 ذیل امور پر ان کا فتوے حاصل کیا جائے :-

- ۱۔ کیا ان مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے جو کہ حکومت کی اجازت کے بغیر زول (سرکاری زمین پر  
 اور بلا ادائیگی قیمت زمین تعمیر کی گئی ہیں؟
  - ۲۔ کیا نا جائز قائلین رقبہ سرکاری زیر مسجد کسی رعایت کی مستحق ہیں اور کیا ان کو بازاری قیمت سے کم  
 شرح پر اس رقبہ کو خریدنے کا حق حاصل ہے یا کہ نہیں؟
- ابن ابی الدیہ علیہ رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے کہ آپ اس بارہ میں جہاں تک ممکن  
 ہو جلد اپنی رائے کا اظہار کر کے جواب سے مشکور فرمایا جائے۔

لفٹیننٹ کرنل عزیز احمد خان ڈائریکٹر وقف اعلیٰ پنجاب



۱۔ اس میں شک نہیں کہ انجمن جامع مسجد کو باقاعدہ اجازت و تصفیہ کے بعد مسجد تعمیر کرنی چاہیے تھی مگر  
 اس میں بھی شک نہیں کہ انجمن سرکار سے طاقتور نہیں کہ جبراً زمین چھین کر قبضہ کر لے اور یہ زمین مذبذب کہلا



ہر مس بھی شک نہیں کہ زمین کے ایسے نام پاک نعمات نام ازل کہ سرکاری ہوں : غیر سرکاری : ہجری فارسی ہے  
 ہوں : چنانچہ بیجا جائز ہے : جماعت سے جو باتنا ، قرآن کریم میں اہل اصطلاح سے حیثیت ماسکتم حوسوا  
 وجوہ مکہ شطروہ سورۃ بقرہ آیت ۱۵۵ اور ۱۵۶ (ترجمہ) اے مسلمانو ! تمہیں کہیں بھی ہوا پیمانہ (نماز)  
 اور کتبہ بنے : جس کی طرف کرو : کثرت عبادت میر میں جو متعدد صحابہ کرام سے بخاری و مسلم وغیرہ کتب معتبرہ  
 میں مروی ہیں اس میں تصریح ہے کہ تمام زمین نماز ادا کرنے کے قابل ہے چنانچہ صحیح مسلم مؤلف جلد ۱ میں یہ کلمات  
 مبارکہ ہیں جنت لنا الارض کہہا مسجد ۱ ہمارے لئے زمین ساری کی ساری مسجد بنادی گئی ہے  
 یعنی نماز کے قابل بنادی گئی ہے : اور یہ بھی ظاہر ہے کہ انہیں یا سینٹ ، لوہا ، بجری یا تعمیر مسجد میں بناداد حق کو  
 حق نہیں لئے تو ثابت ہوا کہ ایسی مساجد میں نماز ادا کرنی جائز ہے ممنوع نہیں :

۱ : ایسے قائل جہاں بھی نہیں بلکہ اپنی حکومت کے رحم و کرم پر امید کرتے ہوئے اپنے رب جل وعلیٰ عبادت  
 کے لئے ایک مکان بنانے ہیں وہ رعایت کے مستحق ضرور ہیں : قرآن کریم کا ارشاد ہے تعاد نسوا  
 علی لبس سورۃ مائدہ آیت ۵ (ترجمہ) بھئی پر ایک دوسرے کی مدد کرو : اور یہ بھی ارشاد ہے  
 لذلین ان مکناھونی الارض اقاموا الصلوۃ سورۃ الحج آیت ۵ یعنی ہمارے  
 بگزیہ بندے وہ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین پر حکومت عطا کریں تو نماز قائم کریں تو معلوم ہوا کہ اسلامی حکومت کی اولین  
 علامت اقامۃ الصلوۃ ہے : پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہماری عوامی حکومت اس کوشش میں ہے کہ ہزار ہا مالکان  
 اراضی سے ہزار ہا ایکڑ زمین اراضی سے کہ ہزار زمین کو دے دیوے یعنی ایک ایک غیر مالک مزارع کو ہزاروں  
 مرلے اراضی صرف اس کی ذاتی انفرادی ضرورت کے لئے مہیا کرے تو کیا حکومت کا یہ فرض نہیں کہ خود اپنی جائیداد  
 زمین کے محدود دوسرے فی ضرورت کے لئے عوام اہل اسلام کو دے خصوصاً جبکہ حکومت نے مزارعین کی بید نظمی  
 حکمران کو دی سب اور سابقہ مقدمات پر کاروائی بند کر دی ہے تو کم از کم اپنی اراضی کے قابضین رقبہ زیر مساجد کو  
 بھی اتنی رعایت سے خود مکرے واللہ تعالیٰ اعظم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و  
 علیٰ آلہ واصحابہ وسلم :

حرمہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ ۲۴ رذی الحجۃ ۱۳۹۱ ۱۰/۲

۱ : ہجری فارسی حکومت کے لئے بھی سامی جہاں میں تو اس میں علامت کا وہ لئے بھی مدد دیت ہے : ہر مفسر

# الاستفتاء

کیا مہلتے ہیں طمانے دین و فقیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک گاؤں متروکہ غیر مسلم مہاجرین کے  
 آباد ہوئے اور اپنی ضرورت کے مطابق شاطعات دیہ میں ایک مسجد بنائی جس طرح عام طور پر مہاجرین نے  
 غیر مسلم متروکہ دیہات و قصبات میں بنائی ہیں اور حکومت کی طرف سے بھی ضرورت مند مہاجرین کو حسب  
 ضرورت مساجد بنانے سے ممانعت نہیں کی گئی۔ اب بعض عوام کہتے ہیں کہ وہ مسجد شرعی مسجد نہیں۔ اسکی  
 مرمت وغیرہ پر جو روپیہ خرچ کیا جائے اس کا کوئی خاص ثواب نہیں، تو کیا ان کا قول صحیح ہے یا نہیں؟  
 بیسوا توجسروا۔

سائل: شیر محمد ولد دین محمد از گڑھ فتح شاہ ڈاکخانہ فاضل تحصیل سمندی ضلع لال پور



جو چیز کفار سے بدون جنگ مابین ہو مثلاً ڈاکر، گھڑاتے ہوئے بھاگ گئے تو وہ مصالح اہل اسلام  
 کے لئے ہی ہے میزان شرعی جلد ۱۸، حصہ ۲، حصہ ۱۸، حصہ ۲ میں علی الترتیب ہے او ما  
 متروکہ فزعاً و ہر دہ او ما متروکہ فزعاً و ہر دہ انہیں میں مذہب امام عظیم  
 علیہ الرحمۃ کا بیان ہوا جمیعہ مصالح المسلمین بحر الرائق مثلاً جلد ۱۸ میں ہے و  
 بناء المساجد النفقة علیہا ذکرہ فاصیخان فی فتاویٰ و فتاویٰ مذکورہ  
 لزیکوۃ فقد افاد ان من المصالح بناء المساجد و النفقة علیہا  
 ان الحرم یعنی اہل اسلام کے امور و قابضہ سے مسجدوں کا بناء کرنا اور ان پر خرچ کرنا ہے جن پر غیر مسلم کا یا  
 مال استعمال کیا جاتا ہے بلکہ جنگ۔ مفتوحہ علاقوں میں مسلمان مسجدیں بناتے چلے گئے ہیں اور یہ

ہر کی مسجدیں جو قدیم سے پہلی آتی ہیں پہلے پہلے یہ بھی منقہ اور کفار کے متروک عداوتوں میں سی بنائی گئی ہیں  
 حج تک نہ کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا قرن کریم سے فرمایا انساب محمد مسجد  
 منہ من امن باللہ و صوم لا حصر لایۃ کہ مسجدیں وہی یاد کرتے ہیں ہر ایسا اس نے نہ  
 نئی اور پہلے دن پر: تو روز نمبر در اور ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہو گیا جو کہ ان بعض غوام کا کتنا بالکل نقط  
 سے دریا ہے اور وہ مسجد شرمی مسجد ہے اس کا بنا کرنا اور اس پر خرچ کرنا اسی ثواب کا حامل ہے جو ایک  
 شرمی مسجد پر تب جوتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 وصحبہ و بارک و سلم

قرہ امتیر الہ الخیر محمد زواللہ العلی غفرلہ

۲۴ جمادی الاخرہ ۱۳۷۳ھ بوقت عصر

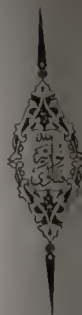
## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین شرح متین اندریں مسئلہ کہ ہمارے ہاں گورنمنٹ کی کانونی این غوام سے  
 اپنے چند سے ایک مسجد تعمیر کرنی چاہی تو حکومت نے اس شرط پر اجازت دی کہ جب گورنمنٹ اپنی طرف سے  
 مسجد بنوائے گی تو اسے گرانٹ دے دی ہوگا۔ اب حکومت نے اس جگہ ایک بہترین مسجد بنوائی ہے مگر سابقہ مسو  
 کامان نہیں خرید اور نہ ہی لگایا ہے اب ہمارے کسی ساتھی یہ کہتے ہیں کہ مسجد کا سامان مسجد کے سوا اور  
 کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی ٹھیک نہیں کیا یہ صحیح ہے! جو کہ کتب صحیحہ  
 جواب غایت فرمائیں کیا ہم اسے فرخت کر کے رقم کو اسی مسجد کے دوسرے اخراجات پر لگا سکتے ہیں؟  
 نیازمند علمائے ربانی: مسرور احمد قلم خور خطیب مین مسجد و عدت کانونی مکان



نہایت مسجد سامان مسجد کے سوا اور کہیں نہیں لگ سکتا اور اس سے کوئی اور مکان تعمیر کرنا بھی

ہیں جبکہ براہ راست ایسا کیا جائے اور اگر عمارت سے لے کر باقاعدہ خرید لیا جائے تو بار بار یہ  
 ہر ایک مسجد پر لگایا جاسکے جیسے کہ صورت سوال سے واضح ہے کہ جب بہترین مسجدیں ملتی تو سادہ سادہ  
 عمارت کا سامان اس میں نہیں لگ سکتا اور وصول شدہ قیمت بھی ظاہر ہے کہ ابھی اس کی تعمیر یا مرمت  
 پر خرچ نہیں ہو سکتی تو مسجد کے دوسرے اخراجات پر صرف ہو سکتی ہے جبکہ انتظار ضرورت مہمت میں تو  
 کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو چاہے فتح القدیر ص ۳۲۲ جلد ۵، وقایہ شمس الوقایہ ص ۳۲۲ جلد ۵، ورنہ مختار شاہ  
 جلد ۳، بحر الرائق ص ۲۲۲ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۳۲۲ جلد ۳ وغیرہ میں بالفاظ متعارف ہے و  
 ان تعذر إعادة عینہ الی موضعہ بیعہ وصرف ثمنہ الی المرمۃ ضرورہ  
 للبدل الی المبدل، اقول واذکاں فی وضع الثمن للانتظار عند احد  
 خوف الضیاع فینبغی ان یجوز صرفہا الی عمارتہا المعنویۃ عند  
 تعذر الصرف الی العمارۃ الظاہرۃ او مرمتہا مع خوف الضیاع  
 فان العمارۃ المعنویۃ ہی المقصودۃ من الظاہرۃ کما فی مصرف  
 المثلۃ فی الشامیۃ ص ۳۲۲ جلد ۳ مان انتہت عمارتہ وفصل م العمارۃ  
 شئی ببداً بما هو اقرب للعمارۃ و هو عمارۃ المعنویۃ لئلا  
 ہی قیام تعارضہ الی ان قال، کالامام للمسجد و فی الدر فی بیان  
 اشعارہ ہی امام و خطیب و مدرس و وفاد و فرائض و مؤذن  
 و ن ظر و ثمن و زیت و قنادیل و حصر و ماء و ضو و کلمۃ  
 نقلہ للمبضأ و ۱۶۵ ای جوان سیم النقص و مصرف ثمنہ الی العمارۃ  
 المعنویۃ کالخطیب و الامام و المؤذن و سایر شعائر المسجد  
 فی حدہ المسئلہ و اضحی کالتشمس و لایس، البتہ خریدار کے لئے ضروری ہے



سہ ای انتظار المرمۃ ۱۲ من غمرہ للعہ لان العمارۃ الحیدرہ لم یکنہ لانہما  
 فی المرمۃ الا بعد من طویل بخاف فب صیاء الموقوف لموت لامر او لعادۃ  
 بکد فی حد الرمان و قوعہا عمارۃ مسنمرۃ ۱۳ جردہ و غیرہ



مرات جاریں ہائیں! درن دکات کے اوپر اسے مکروں میں طلباء و علماء کے  
سے ہائیں! جیز نوجوا

سنتی : غلام رسول غفرلہ از حوٹی کا صنایع منگری



یہ خراجات اور طلباء حفظ قرآن کریم کی رہائش و درس قطعاً جائز ہیں جن کے جوازیں اصلاً گناہ شکر  
شبہات نہیں۔ اراضی متعلقہ مسجد میں طلباء کی رہائش کے لئے مکان بنانا بالذات ثابت ہے۔ اصحاب صفہ کا  
صفہ مسجد نبویہ کی متعلقہ اراضی میں ہی تھا اور وہ تقریباً چار سو کی تعداد میں رہائش پذیر تھے پھر آج تک بلائیکہ  
منکر یہ سلسلہ بالتواتر جاری ہے کہ مسجد کے متعلقہ مکانات میں طلباء رہائش پذیر چلے آ رہے ہیں اور جب وہ  
مکانات متعلقہ کا استعمال طلباء کے لئے جائز ہے تو ان مکانات کا کو ایہ جو محض منافع ہے کیونکر حرام ہو سکتا  
ہے اور اہالیان اسلام کے تعاون مذکورہ سے مکانات وغیرہ تعمیر ہونا اور اس کا ذخیرہ میں مستقل ہونا و  
علی المر والتقری کی تفسیر سے لے کر جائز بلکہ اس ارشاد ربانی کی تکمیل ہے تعجب ہے کہ حضرت رب  
العلین میں دلائل تو ایسے طلباء کرام پر خرچ کرنے کا صریح حکم فرماتے کہ للفقراء الذین حمصرو فی مسکن  
لہ لا یستطعون صرباً فی الارض یعصم الجاہل عباہ من العبد  
لاہ اصحاب صفہ کے حق میں تاویل فرمائی حالانکہ العسرة لعموم اللعصاة قاطبہ مسلمہ ہے اور آج میں  
کے جوازیں میں ہی شبہ کئے جاتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ علما و علماء جبل مجدہ سے  
حکم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حمہ و آلہ و صحابہ و صحابہ صفہ  
و بارک و سلو۔

حقہ التعمیر والاعمار محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

# الاستفتاء

جناب والا شان مولوی نور احمد صاحب دام مبارک  
سلام دنیا کے بعد انہیں ہے کہ کچھ سامان پہلے زمانے سے ہی ایک گروہ سے کا ذکر کی شکل میں پڑا  
ہو ہے جس کی سرکار کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں آئی۔ اب وہ سامان مسجد کی تعمیر میں استعمال ہو سکتا ہے یا  
نہیں۔ والسلام

بندہ : نور بخش سیکٹر ماسٹر انجی تعمیل دیپال پور

۲۲-۹-۲۸



بائیک و مشہور رب ایسا سامان تعمیر مسجد میں لگایا جاسکتا ہے۔ میزان ثمرانی، درجۃ الامہ، فتاویٰ قاضی  
نواز سے مانگیر۔ رد المحتار وغیرہ اسفار مذہب میں ہے کہ کافر کا وہ مال جو بئینہ قال لیا گیا ہو اس کا معرف  
اصل الیہ السلام ہے۔ میزان درجۃ الامہ کے یہ الفاظ نص صریح میں او مساکین کوہ فرعا و ہرو با  
ان جز الامم میں ہر موصو ہے۔ غانیہ، رد المحتار، ہندیہ میں ہے والنظم من المندیہ والی  
ب۔ لرماطات والمساخید۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اشہد انکم وصلی اللہ  
عالی علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عبد الغفور الکاظم محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ  
(یکم شوال الحکم ۱۳۶۶ ہجری قمری)

# الاستفتاء

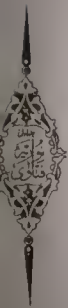
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ ایک عالم حاصل صوفی کا گھر نے  
پنی دو مکہ زمین میں سے بڑے ٹکڑے کو وقف لکھا اور مصارف وقف فقراء و مساکین و علما و مسافرن کئے  
اور یہ بھی لکھا کہ اس اراضی موقوفہ کو فقیر نے اپنے گھر سے خریدا ہوا ہے کسی کی اس میں شرکت نہیں ہے اور آئندہ میرے  
ورثہ و اقرباء سے کوئی دعویٰ دار نہ ہوا اور اس کا برخیر کا ثواب تقیامت واقف کو پہنچتا ہوا باعث نجات بنے اور  
دوسرے ٹکڑے چھوٹے کو وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا۔ پھر اسی چھوٹے ٹکڑے کو فروخت کر کے رقم وصول  
شدہ کو اپنی معین حیات میں مصارف حصہ موقوفہ پر صرف کر دیا اور حصہ موقوفہ میں کسی قسم کا نفیر و قبل نہ کیا بلکہ  
معین حیات متولی امین خیر خواہ غفلت کی تقرری میں کو نشان و سہے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ بالآخر ایک صاحب کو موسیٰ  
بنا دیا کہ جس صاحب کو متولی لائق منتظم سبھے مقرر وقف کر دے اور اسی حالت پر واقف کا انتقال ہو گیا۔ اب  
قابل دریافت یہ امر ہے کہ شرعاً اراضی موقوفہ کے وقف لازم ہونے میں چھوٹے ٹکڑے کی بیع مذکورہ کرنے سے  
نقصان لازم آتا ہے یا نہیں؟ بنیاداً جو زمین بالذات ل والبراہین ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ



بناشہ بڑے محرمے کا وقف ہونا جائز و صحیح و لازم ہے۔ فتح القدیر ص ۱۳۴ جلد ۵ میں ہے والحق  
تو جمع قول عامة العلماء بلزومه لان الاحادیث والآثار منتظافرة  
على ذلك قولاً كما صرح من قوله عليه الصلوة والسلام لا بأساً و  
لا يورث الى الخدم و نكرر هذا في احادیث كثيرة واسمى عمل  
امامة من الصمانية والتابعين ومن بعدهم على ذلك انه يجوز ان يشترط



مد میں ہے۔ واحد بعلول ای یوسف احوط واسهل ولما قال فی لفظ  
 و ما نھا احد و بعلول ای یوسف مترعیا للناس فی لوف  
 مرج الزکیہ مثلاً مد میں ہے و بعضی بعلول ای یوسف و الختار میں ہے والحد بعلول  
 ما و احوط واسهل بحر و فی الدر و صدر التریعہ و بہ بعض  
 و مدہ نصف بحر الزکیہ و دروختہ مثلاً جلد ۲ میں ہے فی الفتح ان بعلول ای یوسف  
 و مدہ عند المحققین و دروختہ پڑھا ہر کہ لفظ "بہ فیض" "الفتوح علیہ" سے بہت تاکید  
 والا ہے و الختار میں ہے و لفظ بہ بعضی کد من الفتوح علیہ ثانی بش  
 مد میں سے فال بن الہمام و المعروف منہما ان الاول یعید الحصر  
 و المعنی ان الفتوح لا یکن الا بدلت اور اس میں شک نہیں کہ لزوم وقف ہی  
 فرضی و اقف و قرار و غیر ہم موقوف علیہم کے حق میں ارتق و اصل ہے۔ اور ثانی مثلاً جلد ۲ میں ہے  
 و بعضی ن بکون مطمح بصرہ (ای ملفی) الی ما هو الارحق والا صلح  
 پس اس خلاف مرجوح ہوا و مرجوح کے ساتھ فتوے دینا جمل اور مخالفت اجماع ہے۔ و الختار  
 میں ہے و ان الحکم و المتی بالقول المرجوح جہل و خرق جماع۔  
 ثانی مثلاً بد میں ہے (قوله بالقول المرجوح) کقول محمد مع وجود  
 بعلول ای یوسف اذا لم یصحح او یقو وجہہ۔ اور یہاں قول ابی یوسف علی الرحمة  
 صادق قول ثالث بلکہ قوی ہے کہ اس کے لئے لفظ "بہ فیض" موجود ہے کما مر من الدر۔  
 و جمیع احوط نے وقف نہیں لکھا بلکہ متعلق وقف لکھا تھا۔ اور پڑھا ہر کہ متعلق شے منافی شے کو  
 لگا کر ہے میں تو اس کی بیع سے لزوم وقف اراضی موقوفہ میں نقصان متصور نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ  
 وقف عالم ناضل صوفی کامل نے اس ٹکڑے کے متعلق وقف ہونے کا معنی خود عملاً بیان فرما دیا کہ  
 سے درخت کر کے اصلاح اراضی موقوفہ پر خرچ کیا۔ اگر بعض غلط متعلق وقف کا معنی ملحق بالوقف  
 جو نافذہ ایسا ہرگز نہ کرنا اور پھر عین حیات تک اس اراضی موقوفہ کے لئے متولی امین خیر خواہ کی تکمیل  
 و ترمیم وقف اور ترقی صاف صاف بتا رہا ہے کہ واقف ہر کوئی شے سے آخر عمر تک کاربند رہا

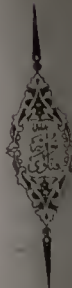


وہ چہرہ دانا، واقربا کو میرس کرمانیست ہی ثبوت لازمہ صراحتہ پتہ دیتا ہے لہذا اراضی موقوفہ  
 وقف بلاشبہ لازم آتا ہے۔ ہمدامعنی من العلم واللہ اعلم وعلمہ  
 تع و حکم و علی اللہ تعالیٰ علی لمحیوب الاکرم والدہ صلی  
 وسلم

عزہ الغفر الراجح محمد و آلہ الطیبین غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں ایک شخص عالم فاضل مرنے  
 کا دلدادہ متعلقہ انہوں نے اپنی عین حیات میں اپنی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو وقف حسبہ نہ پرانے خدمت  
 مسافروں و طلباء و یاد خدا اشخاص کو دیا گھدیاد اور فاضل اس تحریر وقف پر گواہوں کے دستخط بھی موجود ہیں۔  
 ۲۱۔ واقف موصوف نے کچھ مدت پہلے انتقال کے پہلے اپنے پیرزادہ کو مختار کل وصی رد و مجلس عام  
 اس امر مقرر فرمایا کہ جس صاحب کو آپ لائق دیانت و اہل سمعین متولی وقف ہذا کا بناویں۔ وہی متولی وقف  
 اللہ و اللہ الناس متولی ہوگا مگر اس ایضاً کی تحریر وقف کی طرف سے نہیں ہے مگر زبان سپردگی رد و  
 اکثر اشخاص ہے اور وقف نامہ بھی اپنے ہاتھ کا تحریر شدہ کسی مجلس عام میں اپنے پیرزادہ کو دیدیا تھا۔  
 ۲۲۔ پیرزادہ مختار کل وصی نے وقف موصوف کے بعد حسب فرمان واقف ایک شخص کو لائق دیانت  
 سمجھ کر متولی قابض متصرف ہذا کا بنا دیا۔ اس قابل دریافت یہ امر ہے کہ نبر اول میں وقف جائیداد موافق شرع  
 جائز ہے یا نہیں؟ نبر دو میں واقف موصوف کا اپنے پیرزادہ کو مختار کل وصی بنانا شرعاً جائز ہے یا  
 نہیں؟ نبر تین میں اس مختار کل کا کسی کو متولی قابض متصرف وقف ہذا بنانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟  
 نیز اس صورت میں مختار کل کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو متولی وقف ہذا کے بنانے کا حق شرعاً حاصل  
 ہے یا نہیں؟ جہذا تو مجسروا



الحجۃ بجمع  
الجواب  
اللہ نے نفع لی الیہ و فیہ

دریب وقت مذکور پر زویج بلک لازم ہے۔ فتح القدیر ص ۲۲۵ جلد ۵ لغز سرحد حوا  
علمہ تعلیمہ سزومہ لان الاحادیث والانتار مسطافہ علی دناب  
مولا کما صح من قوله علیہ الصلوہ والسلام لا یباع ولا یورث الا بفرد  
شکر ہمدانی حادیث کثیرہ واستمر عمل الامہ من الصحابہ  
والنعبین ومن بعدہم علی ذلک الخ بمراتب ص ۱۹ جلد ۵ و لاحد بقول  
ای یوسف احوط واسهل ولذا قال فی المحيط ومسانختا حیدر  
بقول ای یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ۔ والفتاویٰ ص ۲۲۵ جلد ۳ میں ہے والاحادیث بقول  
الک فی احوط واسهل بحرو فی الدرر و صدر الشریعہ و بہ یستی و  
افترہ المصنف۔ بمراتب ص ۱۹ جلد ۵، والفتاویٰ ص ۲۲۵ جلد ۳ میں ہے فی الفتح ان قول  
ای یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اوحہ عند المحققین و منقول جہت وقف میں، بے  
فتاویٰ جو توجہ از الوقف ہے۔ فتح القدیر ص ۲۲۵ جلد ۵ والماصل ان وقف الموقوف تبعاً  
للعقد یجوز۔ شامی ص ۲۲۵ جلد ۳ میں ہے اما تبعاً للعقد مہو حان بلا خلاف  
مدمما کما مر۔

۱۔ فتاویٰ میں بنا اثراً بلاشبہ مشروع و جائز ہے جس کے جواز پر یہ ہکتب شرعیہ کی شہادتیں موجود  
میں۔ ہا یہ منت جہد طبع مصطفائی، غنیہ ص ۲۹۰ جلد ۹ مصر، تکتہ البحر ص ۲۲۵ جلد ۱  
کشوری وغیرہ اسرافتہ میں ہے و العظم من الدرر اوحی و رید ی حملہ وصیا  
وفصل عندہ صحیح اور ایما لفظ سے ہوتا ہے جو مشروط باتحریز نہیں۔  
۲۔ سب پر زیادہ دینی و متعارف عام ہے تو عدم تحریر سے نقصان پذیر نہیں ہو سکتا۔ شامی ص ۲۲۵ جلد ۵



یں ہے و جسے ہذا اصول سے بھٹل لفظ ہے اعلیٰ علیہ السلام میں مایہ و سید  
 وغیرہ کا کتب مقبرہ و معتقد ہے اس وصی اور اس وصی فی مال و سلبت السلف لادار  
 بعد موتی و بعد اولاد ہی بعد موتی و ہم پہلو و ہم بعد موتی  
 و ماحصری محبر ہی ہذا الالفاظ سنوں وصیا اور مرید مذکورہ فی السور  
 میں لفظ موصی بقا رہ پائے گئے ہیں تو یقیناً وہ پیرزادہ وصی بن گیا تو محال اس ہ تعارف جائز و نافذ  
 ہوگا ورنہ وصی و مختار یا م کس چیز کا نام ہے بلکہ بعد واقعت اسی کا حق ہے۔ تو خیر لا بصائر و در المختار  
 مش ۵۶۲، بحر الرائق مش ۲۳۳ جلد ۵ میں ہے و النظم من الدر و متسہ و کلاب  
 نصب القیم الی الواقف شمولیہ) لقیامہ مقامہ و ضروری فی رد المختار  
 مش ۵۶۶ جلد ۳، تو اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کو حق تو میت کیسے حاصل ہو سکتا ہے۔ وصی کے  
 اختیارات قاضی اسلام بلکہ قاضی القضاۃ سے بھی وسیع ہیں بحر الرائق مش ۲۳۳ جلد ۵، شامی مش ۵۶۲ میں ہے  
 ماں کان الواقف مبتا موصیہ اولی من القاضی الغرضانی القضاۃ داخل  
 فی اطلاق القاضی خصوصاً علی تعیین الشیخ الرین البعور ان امرأه  
 من الغاضی هو قاضی القضاۃ۔ اور ایسے ہی وصی واقف کے آپ سے بھی مقدم ہے۔  
 جزیہ مش ۶۸۳ جلد ۲، شرح الوقایہ مش ۲۸۳ جلد ۳، بحکمۃ البحر مش ۳۶۹ جلد ۲، در المختار  
 شامی مش ۵۶۲ جلد ۵ میں ہے و النظم من الہدایۃ قتال و الوصی أحق مماں لصغر من  
 السجد لی ان مال و لما ان بالایضاء تنقل ولایۃ ذب انہ فکانت  
 ولینہ قاسمۃ معنی فی عدم علیہ کالاب نمہ

الحاصل وقف نہ کور جائز و لازم ہے اور وصی بنانا شرعاً جائز اور تسلیم وصی سے جو یہاں موجود ہے  
 لازم ہو جاتا ہے اور وصی کا تعارف حسب البصائر لازم ہے جب تک وصی خود یا وصی وصی موجود رہے کسی  
 اور کو حق تو میت حاصل نہیں اگرچہ وہ قاضی القضاۃ یا واقف کا باپ ہی کیوں نہ ہو۔ ہذا ماعندی  
 من العلم و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جبل مجدہ اسو و احکمہ وصی  
 منہ نہ علی علی لمحبوب السور المصلی و اللہ و صحبہ مصداق لہدی





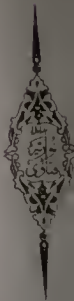
جلد ۱ پختی دین نمازی عیسیٰ کشتی کے مشابہ ہے کہ دونوں کسی جانور کے کھینچنے سے نہیں بلکہ جو آب و جہاب کے ذریعہ  
ستے جلتی ہیں اور کشتی باوجود یکہ پانی کے اوپر چلتی ہے اور زمین یا کسی ایسی عکس چیز پر نہیں چلتی جس پر جلا واسطہ  
مجدد فی قیام ہو سکے مگر پھر بھی اس میں نماز فرض بھی جائز ہے بلکہ احوادث مرفوعہ و موقوفہ مستدرک و حسن یعنی  
و دائر فطنی وغیرہ اور بھی متون و شروح و حواشی و فتاویٰ فقہیہ سے ثابت ہے بلکہ یہ امر بھی مفرح ہے کہ  
کنارہ نزدیک جو ادرا تہ کہ زمین پر پڑھ سکتا ہو تب بھی بیٹھ کر کشتی میں پڑھ سکتا ہے کما فی المسیح  
جلد ۲ والخللاصة منک جلد ۱ والسر احیة منک والہمد منک حد وغیرہ  
کشتی رواں میں جواز نماز کی تعمیل فقہائے کرام نے یہ فرمائی کہ کشتی کا چلنا اس کے سوار کی طرف منسوب نہیں تو  
منافی نماز نہیں بخلاف جانور کے کہ اس کا چلنا حکماً سوار کا چلنا ہے۔ بدائع صانع منک جلد ۱ یمین فتلانق  
منک جلد ۱، غلامۃ الفتاویٰ منک ۱۹ جلد ۱ میں ہے والنظم لمنک لعلماء سیرہ  
غیر مصاف الیہ فلا یكون منافیا للصلوة بخلاف اندابة فان سیرہا  
مضاف الیہ نیز تفاوت بدائع منک ۱۸ میں ہے بخلاف السفینہ فانہا لم یحمل  
سمنزلۃ رجلی الراكب لخروجهما عن قبول تصرف فی السر والوقوف  
ولہذا ضیف سیرہا الیہا دون راکہما قال اللہ تعالیٰ حتی ذاکنتم فی  
الملک وجبرین بہم وقال اللہ تعالیٰ وہی تجری بہم فی موج  
کالحبال فلم یعمل بدل مکانہا تبدل مکانہ۔ بناء علیہ فقہائے کرام نے منک  
صاف فرمایا کہ عیسیٰ کشتی جو زمانہ میں بن زمین ہے اور پہنے سوار کے حق میں گھر کے کی طرح ہے۔ بدائع منک جلد  
منک ۱۸، لیسع بمرئہ الارض۔ تفاوت بدائع منک میں ہے بدل مکانہ ما سیر

حرفہ من اسمیہ من حیث الحقیق والحکمہ و دلائل لریقہ  
 سیرھا، موطعہ جلد ۲، ج ۱، ص ۱۰۰، بحر الرائق ص ۲، شامی ص ۱۰۰، ج ۱، ص ۱۰۰  
 متعارفہ فی حقہ کالیت، موطعہ جلد ۲، ص ۱۰۰، درمناحتہ سے فرمایا لار  
 رکب لداۃ لیس لہ موضع سوار علی الارض وراکبہ السفینہ لہ مہا  
 موضع سوار علی الارض و سفینہ فی حقہ کالیت الاسری نہ لا تعویبا  
 سل ہی تجری بہ قال اللہ ساری وھی سحری بہم فی موح کالجبال  
 نیز حدیث فتح القدیر ص ۲، جلد ۱، فتاویٰ قاضی خان ص ۲، موطعہ جلد ۲، ص ۱۰۰  
 ورائتہ ص ۱۵۹، جلد ۱، ہندیہ ص ۲۹، جلد ۱، ص ۲۹، والنظم لمحقق سیر السعیدۃ لارجہ  
 مستلزم امکان و المجلس.

اوس دس کی طرح واضح ہویدا ہوا کہ کشتی، کشتی سوار کے لئے بمنزلہ زمین اور کمرے کی طرح ہے اس  
 پناہ مکان اور سوار کے تبدیل کا موجب نہیں تو پستی ریل، ریل سوار کے لئے بھی بمنزلہ زمین اور کمرے کی طرح ہوگی بلکہ  
 ریل میں تو پانی جیسا کوئی عامل بھی نہیں جس پر براہ راست قیام و سجدہ وغیرہ نہ ہو سکے بلکہ ایسی ٹھوس چیز  
 پر پستی ہے جو تسفل جہد کیوجہ تصور ہی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ فقہائے کرام نے بالتخصیص ایسی گاڑی پر جس کا کوئی  
 حصہ جانور پر نہ ہو، جواز نماز فرائض کی تصریح فرمادی، فتاویٰ فقہیہ النفس امام قاضی خان ص ۲، فتح القدیر  
 ص ۲، جلد ۱، تبیین الفتاویٰ ص ۲، جلد ۱، بحر الرائق ص ۲، جلد ۲، ہندیہ ص ۲، جلد ۱، تنویر الابصار، شامی  
 ص ۲، جلد ۱، بکلمات متعارفہ ہے والنظم للشاحی عن المتأرخانیۃ عن  
 المحيط لوصلی علی العجلۃ ان کان طرفہا علی الدابہ وھی تسیر  
 تحو فی حالۃ العذر لا فی غیرہا وان لم یکن طرفہا علی الدابہ  
 حایزہ۔ اور ماواسۃ تئویر کے ان سب کی تحریر ہے کہ ایسی گاڑی پر نماز بمنزلہ نماز بر سر پرستہ والنظم  
 لہ ایسا و هو مستمرۃ الصلوۃ علی السیر میں بمنزلہ الصلوۃ علی سیرۃ  
 تقدیر وفاق "سیر لہ الارض" اور "لہ موضع سوار علی الارض" اور "فی جمعہ  
 کالیت" کے ساتھ عدم تبدیل مکان و مجلس بوقت سیر کو اور زیادہ واضح نمایاں بنا رہا ہے کہ لاجرم

بہند و کرہ تعالیٰ ماہ و نیم ماہ اور ہر نیم روز کی طرف راست ہو کر دیل رواں میں قریب بائیس روز  
شرط تھا و انکان کے قطعاً مافی نہیں رہا استقبال قبلہ تو وہ بوقت قدرت ضروری ہے ، قبلہ رو شروع  
کرے اور اگر دیل سمت قبلہ سے بدل آئے تو قبلہ کی طرف پھر جاتے کہ گاڑی دشتی میں یوں پھرا جاسکتا  
ہے ، ان سے نفد صلا بکلف اللہ تعالیٰ و سہما ، مبسوط مسجلہ ۲ ، ہندیہ ص ۲  
جلد ۱ وغیرہ میں ہے والمطم من المبسوط یلزمہ النویجہ الی القبیلہ  
عد امتناع الصلوۃ و كذلك كلما دارت السفینۃ یتوجہ الیہا  
دہما فی حقہ کابیت -

اور ملتی گاڑی میں جواز نماز کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر مسافر کو اترنے میں جان کا یا بیمار ہونے  
یا بیماری بڑھنے کا یا درندہ یا دشمن کا خطرہ ہو یا اتنا کمزور ہے کہ بغیر امداد کے اتر نہیں سکتا یا سوار نہیں ہو سکتا  
یا سخت بوڑھا یا مریض ہے یا سامان چوری ہونے کا یا گاڑی چلنے یا جگہ رکنے کا خطرہ ہو تو ایسی صورتوں  
میں ایسی ملتی گاڑی پر نماز جائز ہے جو جانور کے کندھے پر جو یا خود نمازی ہی جانور پر ہو۔ فتاویٰ عالمگیری  
جلد ۱ ، کبیری مشن ۲۶۹ ، ۲۷۰ ، بحوالہ ص ۶۵۱ ، ۶۵۲ ، فتح القدیر مسجلہ ۲ ، خلاصۃ الفتاویٰ  
جلد ۱۹ ، فتاویٰ قاضیان ص ۲۷۰ والنظم من الہندیۃ ومن الاعداد  
ان یحاف لوضول عن الدابة علی نفسه او علی شایہ او وابستہ  
لنفا و سبباً وعدو او کانت الدابة جموحاً لوضول علیہا لانکون  
لرکوب الا بمعسۃ او اس کی تسلیل غائیہ و فتح و کفایہ میں بکلمات متقاربہ یہی ہے بعد ہمد  
الاعداد متجون المکتوبۃ علی الدابة لفولہ نفع الی فان خضع فرحلاً  
او رکبانا اور جب جانور یا اس کی اشائی ہوئی ملتی گاڑی پر جائز ہوئی تو دیل گاڑی پر بطریق اولیٰ جائز ہوگی  
و اذا احلی من ان یجبت ، بلکہ مسافر دیل گاڑی کو چونکہ غالباً ان میں سے بعض غدار و خطرے  
لاقب و اگر تھیں وہ شیشیں پر رکھے کے وقت مسافروں کا اتنا چڑھا باعث تشویش و تعویق ہوا کرتا ہے حالانکہ  
حکم بن غالب و مظہر عمر و کا کیا جاتا ہے او اسی وجہ سے کنارے کے قریب ملتی گشتی پر باوجودیکہ انکر زمین پر چڑھ سکتا ہو





کہ جس میں ذکر کیا ہے جو ہے کہ اس میں اس کے جواب میں اس کے بعد  
 اور یہ بھی ممکن ہے کہ جو ہے اور انسان پابند حوائج و ضروریات ہے وہ مانع ہے کہ اگر کسی کو  
 زجر لایکے نہ تھا اور یہاں مافی مناسبات من الایات والاحادیث  
 و ما حمل علیکم فی الدین من حرج و مافی مما عاکر و سرید نہ سبک  
 لیسر و لا یرید بکم عسر و غیرہا من الایات والاحادیث لدن  
 بسراہ بسروا و لا تمفروا و غیرہا ہاؤ ہوگا اور اسی بنا پر فرمایا ہے شروع ہوئے مول  
 فقہ میں متفق ہو چکا کہ وقت نماز معین نہیں بلکہ ظرف ہے اور اس کی وہی جز بہب و حزب ہے جس کے ساتھ  
 منسب ہو جائی منتہا اسے وغیرہ میں ہے والظم من فکان ظمرا لامعیار راق  
 راق فوجب ان یجعل بعضہ سببا و هو الجزء الذی یتصل بہ  
 الاداء من اتصل الاداء بالجزء الاول کان هو السبب والا ینتقل السبب  
 الی الجزء الذی یلیہ ۔

وجوب پختی گاڑی میں مسافر نماز شروع کرتے تو اسی وقت سبب و حزب منع ہوگا حالانکہ اگر نماز پختی ہو  
 ہے تو یہاں مذکور ہوتا تو نماز جائز ہوگی اور انتظار کشیدن لازم نہیں کیا تبین من اختیار الشاخی  
 حیث قال منها ان المسافر اذا عجز عن النزول عن الدابة لعذر من  
 اعذار المارة وکان علی رجاء زوال العذر قبل خروج الوقت کالمسافر  
 مع ركب الحج الشریف هل له ان یصلی العشاء مثلا علی الدابة  
 او المعمل فی اول الوقت اذا غساف من النزول ام یؤخر الی  
 وقت نزول الحجاج فی نصف اللیل لاجل الصلوة والذی یضہر  
 لی الاول لان لمصلی نما یمکن بالارکان والشروط عند امراده  
 الصلوة والشروع فیہا و لیس لدلک وقت خاص و نہ حار لہ  
 صلوة بالنعم اول الوقت وان کان یرجو وجود الماء قبل خروجه

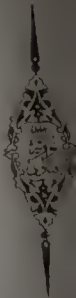
ہذا لہذا معہ معہ ہذا ہی الامر بالصلوة من غفرلہ

وہ کہ وہ مانتا ہے کہ وہ اس کے لئے ضروری ہے۔  
وہ وہاں سے متصل ہے۔

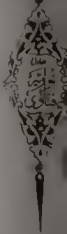
ہی ساق کی پیش کردہ عبارت تھا وہاں کہ، استقبال القبلة شرط ہے الصلوۃ غیر غلبہ۔ تو ساقی سے  
ہو شامی سے کام لیا ہے یا اس کی بعض علمی ہے درخاس کا بانی "ہر عند الامکان لا یستقل الا بعد شامی"۔  
بعد ہی ساقی کے بعض اشکالات کامل کر رہا ہے درجہ ہی جہاز تو سفینہ ہی ہے، رہا ہوئی تو ساقی میں ہی جہاز  
ہی ہے کہ کشتی کی طرح بنزیر الدرض "اور کابیت" ہے زمین اور اس کے درمیان پانی کی طرح ایک ایسا غلہ  
ہے جو خود تو قیام، بغیرہ کے قابل نہیں مگر جو اس پر رہا ہے وہ قابل ہے و لا نفس ما مرس من العہد  
المجورہ و عبرہا ما مانتجری لصلیٰ اور بل کا وہی وغیرہ کا فرق سی جواب سے واضح  
ہو گیا۔ و اللہ تعالیٰ علیم و علیمہ حل معہ اسرار حکم و صلیٰ اللہ تعالیٰ علی  
حبیبہ و واصحابہ و اولہ وسلم

مؤرخہ مجاہد سے اثر سے ۱۳۴۱ھ

مست : نیست حسنہ سے سستی و غفلت دور کرنے کے لئے بعد از ان جائزہ متعین ہے کہ یہ شریعت جماعت نماز کے  
لئے جائز ہے تو دعوت الی اللہ تعالیٰ ناجو نہایت ہی متعین ہے حضرت رب العالمین صلی علیہ و آلہ و سلم کا حکم کہ میں ہے و  
من حسن فورا من دعا فی اللہ الایۃ اداء امر بالمعروف ہے لا لکما اشارہ سے کہ ہم  
خبر مہ امر حجت للناس نامروں بالمعروف الایۃ اور یہی پر تہاد ہے و  
مدد اللہ تعالیٰ و تعاوین علی السبر و التقویٰ اور ان کے سوا کثرت آیات  
متظاہرہ و متظاہرہ اور احادیث متوافرہ و مشکاثرہ سے یہ معانی روز روشن کی طرح ثابت ہیں۔ لہذا فقہائے  
کرام نے متعین فرمایا۔ موطا ۱۳۱ جلد ۱، کفایہ ۲۱۲ جلد ۱، فتاویٰ قاضی خان مکتبہ ۲، بدائع  
مشق جلد ۱، تہذیب الفقہ ۲۱۲ جلد ۱ وغیرہ میں بالفاظ متقاربہ ہے استحسنت امتا حروں  
تتوہب فی الصدق کلمہ لطیفہ اللہ فی فی الامور الدینیہ غایہ مثلاً  
جلد ۱، شامی مثلاً جلد ۱ وغیرہ میں اس کے عرف و دواج پڑ جانے سے استدلال کی طرف مدیش عرف  
کلی۔ مارتہ المؤمنون حسنا فہم عند اللہ حسن ذکر کرتے ہوئے اشارہ



فرمایا نیز صراط جلد ۱، بدائع ص ۱۶۰ جلد ۱، سراجیہ ص ۹، کفایہ ص ۲۰۰ جلد ۱، لئذیٰ اتفاق شد جلد ۱  
 نبی خانق ص ۱۶۰ جلد ۱، بحر الرائق ص ۱۶۰ جلد ۱، مجمع الانہ ص ۱۶۰ جلد ۱، اور المصنف ص ۱۶۰ جلد ۱، تہذیب ص ۱۶۰ جلد ۱  
 بیان ترویج میں ہے ماسما فرخوہ حالانکہ رد المحتار ص ۲۰۰ جلد ۲، و در رسائل تہامی ص ۱۶۰  
 جلد ۲ اور بحر الرائق ص ۱۶۰ جلد ۱ میں کافی ہے و الاحکام نمبینی علی لعرب فعتبر  
 و کس عصر عرف اہلہ نیز شامی ص ۱۶۰ جلد ۳ میں ہے و فی شرح السیری  
 عن بسبوط الثابت بالعرب کالتثابت بالنص اور مانت ترویج میں کوئی  
 حدیث صحیح متصل مرفوع حقیقی یا محکی ایسی نہیں ملتی جو مطلقاً مانت ثابت کرے بلکہ بالقیض بھی نہیں وارد  
 حدیث مرفوع حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حکایت متعارفین ترمذی ص ۱۶۰ جلد ۱ اور بہیقی ص ۱۶۰ جلد ۱ میں ہے  
 امر لبلال ان یتوب فی صلوٰۃ الصبح ولا یشوب فی غیرہا تروا لایہ حدیث صحیح  
 متصل نہیں ملتی فرماتے ہیں و هذا ایضاً مرسل فان عبد الرحمن بن  
 ابی لیلی (الراوی عن بلال) لم یلق بلالاً اور ترمذی فرماتے ہیں و ابو اسراہیل  
 (الراوی عن الحكم) لم یسمع هذا الحدیث من الحكم نیز ابوامریل کے  
 متعلق فرماتے ہیں و لیس بذلک القوی عند اہل الحدیث اور ثانیاً اس ترویج  
 سے مراد فقہ الجہود و ترویج ہے جو افان کے درمیان ہو، ترمذی فرماتے ہیں و الذی فسر ان  
 المبارک و احمد ان التثویب ان یقول المؤذن فی صلوٰۃ المعبر الصلوٰۃ  
 حیر من النوم فہو قول صحیحہ اور سنن ہیثمی کی تیسری حدیث سند کے آخر میں ہے فكان  
 یقول (ای بلال) فی اذا نذہی علی الفلاح الصلوٰۃ حیر من النوم نصب  
 حراہ ص ۱۶۰ جلد ۱ میں ہے و مال الباقون (ای غیر اصحابنا) ہو قوله فی الاذان  
 الصلوٰۃ حیر من النوم تروا علیہ اس حدیث کا تعلق ترویج مسئلہ عذ کے ساتھ سرے سے ہے  
 ہی نہیں اور ہمارے فقہائے کرام کے نزدیک اگر اس ترویج سے مراد ترویج بعد از اذان ہی ہے مگر یہ



حکم رسول بہ صافہ وجوداً اور عدلاً ہے اور وہ ہے علت و کمال و چوکھاس پاک زمانہ میں اور  
غفلت سے پاک نئے البتہ وقت فجر میں احتمال تھا تو اس میں امر آیا اور باقی نمازوں میں ممانعت ہو کر  
چونکہ رفتہ رفتہ لوگوں میں غفلت و سستی پیدا ہو کر بڑھتی گئی تو وہ علت سب نمازوں کے وقتوں میں پائی گئی تو  
اسی حدیث کا تقاضا ہوا کہ ازاں غفلت کے لئے سب نمازوں میں تثنیہ ہو غلامانے کرام نے جو انما بشیرا  
متین ہیں، باز و مستحسن کا فتوے دیا۔ چنانچہ مشکل جلد میں ہے ان مشائخنا مالمو  
لنا من بالتثویب المحدث فی سائر الصلوات لفرط الغفلة  
فی الناس فی زماننا و متشددہ و کونہم الی الدنیا و تمنا و نہم  
بامور الدین فصار سائر الصلوات فی زماننا مثل المعبر فی زمانہم  
حکیم زیادہ الاعلام من باب التعاون علی البر و التقویٰ فكان مستحسناً  
مبہوط مثلاً جلد میں ہے و اما المتأخرون فاستحسنوا التثویب فی جمیع  
الصلوات لان الناس قد ازداد بہم الغفلة و علما یعمون عند  
سماع الاذان فیستحسن التثویب للمبالغة فی الاعلام و مثل هذا  
یختلف باختلاف احوال الناس اور ہدایہ وغیرہ سے لفظ سور النواہی فی الزمور  
الدینیہ سن ہی چکے اور یہیں سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تثنیہ نظر پراؤ  
حضرت مولانا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تثنیہ عشر پر کیوں ناراض ہوئے چونکہ اس زمانہ میں لوگ غافل و تکاس  
نہیں تھے اور تثنیہ غفلت پیدا ہونے کا سبب بنتی تھی تو اس سبب کی بنا پر ناراض ہوئے حکم لایا و ہوا  
علی الاشہد و العدوان اور جب وہ بات نہ رہی بلکہ غفلت پیدا ہو گئی تو اب تثنیہ چونکہ غفلت  
پیدا نہیں کرتی بلکہ پیدائشہ غفلت کا ازالہ کرتی ہے تو توقف و موا علی السور و تقویٰ  
کے تحت مستحسن بن گئی اور یہی ہمارے فقہائے عظام فرما رہے ہیں کما سمعت۔ نیز رسائل شامی  
جلد ۲ میں ہے المسائل الی احتلف حکمها باختلاف عادات  
اہل ارضان و احوالہم الی لا ید للمجتہد من معرفتها وھی

کبریا جب الامکن استغما وھا

## تنبیہ

سائل کے الفاظ ”تثویب کرنے والوں کی مساجد میں نماز کیوں نہ ادا کی“ اس کے تسابن و تداخل  
یاد دہی کا پتہ دیتے ہیں ورنہ تجاہل عارفانہ ہے کہ ان حضرات کے سامنے صرف ایک ایک تثویب کرنیوالا  
مؤذن تھا اور صرف نظر یا عشا کی تثویب تھی اور حضرت مولانا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس کے اخراج  
من المسجد حکم دیا تھا کہ خود باہر تشریف لے گئے اور نہ یہ کہ اس مسجد میں نماز ادا نہ کی اور حضرت غلام  
بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق بھی صراحتہ اس مسجد میں نماز ادا کرنے کا ذکر نہیں۔ غنا یہ مسئلہ جدا  
و غیر میں ہے رومی ان علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ وای مؤذنا بشوب  
فی مساء مقل اخرجوا هذا المبتدع من المسجد وروی مجتہد  
قال دخلت مع ابن عمر مسجدا یصلی فیہا الظهر فسمع مؤذنا  
بشوب فنصب و قال قم حتی نخرج من عند هذا المبتدع  
وافہم۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل محبہ اتم واحکم  
وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الفقیر الیہ الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

۱۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۴ھ

## الاستفتاء

فیہا : الکف میں جہالت نرا سکتا ہے یا نہیں ؟  
فیہا : نقمیں پڑھنی مسجد میں جائز ہے یا نہیں ؟  
فیہا : حضرت حسان نے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں جو شعر عرض کئے ہیں وہ کرنے  
میں اور کتاب کو کسی ہے ؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 التَّائِيَةُ لِمَنْ لِي التَّوْبَةُ الْعُصُوبُ

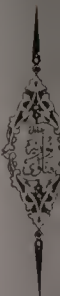
۱ : محبت ہونا مسنت ہے اور سنت مسجد میں ادا کر سکتا ہے جبکہ مانعت نہ آئی ہو کہ اصل اہانت ہے ہاں مسجد میں ہاتھ، بال نہ لگرس ومن ادعی الخلاف فعليه الدیان مالم یحان

۲ : ہاں جائز بلکہ مستحب و مسنون میں شعر اگرچہ کلام اور فائدہ پر مشتمل ہو تو یقیناً اچھا ہے یہ مضمون اتنی حدیثوں سے ثابت ہے کہ جمیع کی جائیں تو ضخیم کتاب بن جائے لہذا صرف ابوداؤد و مشکۃ جلد ۲ کی ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ان من الشعر حکمة اور لغتیں یعنی وہ اشعار جن میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات مبارک اور دشمنوں کی بدگوئی کا رد ہو یقیناً حکمت میں داخل ہیں اور ان کا پڑھنا اور سنا اللعظیم رب تعالیٰ اور تعظیم محبوب خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو وہ یقیناً جائز ہیں قرآن کریم فرماتا ہے و معنای ذکرت ابوداؤد و مشکۃ جلد ۲ میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان کے لئے مسجد میں منبر رکھا کرتے تھے جس پر کھڑے ہو کر حضرت حسان مخالفوں کا شعروں میں رو پڑھا کرتے تھے اور جبریل علیہ السلام ان کی امداد کرتے تھے کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضہ لحسان منبراً فی المسجد فیقوم علیہ فیہجو الحدیث بخاری ص ۱۱

جد میں ہے باب الشعر فی المسجد اور اس میں حضرت حسان کی حدیث ذکر کی فتح ابابہ

۳ : جلد ۱ میں ہے و اذا کان حفا حجاز فی المسجد کسائر الکلام الحق ولا یمنع منه عینی علی البخاری ص ۱۱ جلد ۲ میں ہے ان الشعر الحق لا یمنع فی المسجد فضیک نعتوں کا مسجد میں پڑھنا مدح آیات و احادیث سے ثابت ہے یہ چند کلمات بطور نمونہ ذکر کئے

۴ : وہ بہت سے شعر ہیں اور بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کیا جانا ہے جو محکم



۳۔ ملکہ میں حضرت حسان کے قصیدے کے پیرہا شمار میں جو حضور کے ارشاد کے اتمت حضرت حسان  
نے سائے جن میں تین ہیں۔

محبوت محمد اعلیٰ علیہ السلام      وعدہ اللہ فی دالۃ الحرام  
محبوت محمد ابن اقصیا      رسول اللہ شہمتہ السواء  
حسان فی والدنی و عرصی      تعرض محمد منکر و مواء  
اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے یہی شعر معانی تھے جو حق تعالیٰ نے مجھ پر عطا کرے تھے۔ حق تعالیٰ تبارک  
و تعالیٰ محبوب نے شاخوں سے بنائے وہ وہ اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ و  
سار و سلو۔

عن الغفر الراجح محمد نور الشانی غفرلہ

۲۷ ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

## الاستفتاء

نوٹ۔ مولانا قاضی ندام محمد صاحب خطیب جامع مسجد عید گاہ نیا محلہ جلم کے خط میں یہ سوال آیا تھا۔

تاریخ ۶۵-۱۱-۲۰

اگر مسجد کے صحن میں قبر بواحد خوب ڈھکی ہوئی ہو تو صف میں اگر بالکل محاذی اور سامنے سے  
تو کیا حرج ہوگا؟ بصورت حرج کے کیا صف میں وہ جگہ پچھے میں کھلی چھوڑ دی جایا کرے؟



”مسجد کے صحن میں قبر خوب ڈھکی ہوئی ہو“ سے کیا مراد ہے۔ اگر غلاف یا غلاف مٹی کی چیز سے  
ہوئی ہو مٹی جو مسجد اراکات شریف پر غلاف ہوئے ہیں تو ظاہر ہی ہے کہ یہ مکمل قبر کے حکم میں ہے اور اگر قاتوں

یا دیواروں میں کسی چیز سے ڈھکی ہو تو قطعاً حرج نہیں کہ صرف تیرہ ہی صلیب کافی ہے تو ایسا پڑ جائے  
 کافی نہ ہوگا اور یونہی اگر نمازی کے آگے اتنی دور ہو کہ فاتحہ نمازی کی نظر نہ پڑے تو چوبیس کوئی حرج نہیں  
 شامی صلاہیں ہے لا تکرہ الصلوۃ فی حہ صلاہا ادا کاں میں یہ  
 بحیث لوصلی صلوۃ الخاشعین وفع بصرہ علیہ کما فی  
 جہاۃ المفردات۔ اور یہی مستفاد ہے ہندیہ صلاہیں اس عبارت کا ان کا  
 القیور ما وراہ المصلی لا یکرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ  
 تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مفت الفیاض محمد نور الثنائی مدظلہ

۲۶-۱۱-۶۵ شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ

## الاستفتاء

نمبر ۱: کیا نماز میں عمامے دین تین شرعاً میں اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات کی چھوٹی سی مسجد میں چند  
 آدمی عشاء کی نماز ادا کر رہے تھے، دو آدمی ادا آگئے، جگہ تنگ ہونے کی وجہ سے بیٹھ گئے کس بقعہ  
 نمازی نماز پڑھ لیں ہم بعد میں پڑھیں گے اور بیٹھے ہی مسخریاں شروع کر دیں۔ ایک نمازی نے روکا بھی  
 مگر وہ برابر اپنے فعل کو ادا کرتے رہے۔ بعد میں خود بھی نماز ادا کی مگر بعد از فراغت بھی مسخریاں جاری  
 رہیں آخر کار سونے کا ٹائم آگیا اور سونے کی ترکیبیں ہونے لگیں۔ اسی اثنا میں منیٰ انجما نے سنی غلام رسول  
 سے کہا (جو ایک طالب علم اور چھوٹا بچہ ہے) کہ تم آج رات میرے پاس سو جاؤ تو میں تمہیں ٹیکہ (یعنی لائسنس)  
 پر سوار کر کے چکر لگاؤں دینیہ کی، مکتہ معظمہ کی،

نمبر ۲: ایک شخص سنی محل محمد نے ایک عورت خریدی کی ہے جس کے نکاح کا ثبوت نہیں ہے ہر چند کہ کوشش  
 کی گئی ہے کہ اگر کوئی ثبوت مل جائے کہ کنواری ہے، بیوہ ہے، مطلقہ ہے یا منکوحہ ہے مگر کوئی ثبوت نہیں ملا  
 اسے کہا گیا ہے کہ اسے دفع کرو، اپنے گھر سے نکال دو، وہ ہاں جی ہاں جی کرتا ہے مگر نکاح نہیں تقریباً



میں مادہ عرصہ گزر چکا ہے اگر نہ نکالے تو اس کے لئے کیا حکم ہے اور اگر نکال ہی دست تو جتنا عرصہ وہ اتنا مال  
 کرتا رہے۔ اس کی بھی کوئی سزا ہے یا نہیں؟ بمقتل ارشاد فرمادیں  
 السائل: الحاج عبدالحی صااحب بڑا درخور و صوفی رشید احمد بیٹھی اور میر و حسین

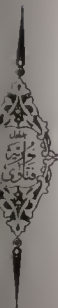
## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# الجواب

## الکلمہ نفعن لی انکوبوا الضوابط

۱۔ ان شخصوں نے بڑا ظلم کیا مسجد میں تو مباح دنیاوی گفتگو بھی نیکیوں کو نقصان پہنچاتی ہے چہ جائیکہ  
 منیٰ خول اور بیوہ ہائیں کی جائیں۔ پھر اس شخص کے سنی فہم مول کو شرارت آمیز لفظ کہنے اس کی ثقافت قلبیہ  
 کی دلیل میں یہ لفظ صریح کفر میں، بری بات کو ج کے ساتھ تشبیہ دینی، یہ ج کے ساتھ اور مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ  
 کے ساتھ اتنا ہے اور بد فعلی جو سخت حرام ہے اس کو ملال ظاہر کرنا یہ سب کفر سے خالی نہیں۔ فتاویٰ  
 عالمگیری جلد ۲۷ میں ہے المہارل والمسنہ مذی اذا تکلم بکفر استغففا  
 واستهزاء ومزاحا یكون کفرا عند الكل وان کان اعتقاده  
 خلاف ذلك نیز فتاویٰ عالمگیری مشک جلد ۲ میں ہے الاستهزاء باحكام الشرع  
 کفر کذا فی المحيط۔ اس شخص پر فرض ہے کہ فوراً دل سے تو یہ کرے اور نئے سرے  
 سے اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کرے کہ اس کا پہلا نکاح فاسد ہو چکا اور اگر نہ مانے تو مسلمانوں  
 پر لازم کس سے بالکل الگ تھلگ ہو جائیں اور اسے یوں الگ کر دیں کہ جیسے دو دوسے مکھی  
 کال سے لڑتی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں ہے ولا تترکنا الی الذین ظلموا پھر اس کی سزا  
 موتی سخت ہے مگر اسلامی حاکم کا کام ہے۔ آپ لوگ پنچایت طور پر قانون وقت کے لحاظ سے  
 جیسا کہ اسے ممکن دیں حتیٰ کہ مجبور ہو کر توبہ کرے۔

۲۔ وہ شخص صریحاً بڑا جرم ہے بلا نزاع عورت کو اپنے پاس رکھنا بہت بڑا گناہ ہے اور یہ استعمال  
 یعنی نہ کن کرچہ ایک مرتبہ ہی جو بہت بڑا جرم ہے اور اس کی سزا بھی بڑی سخت ہے جو حکام اسلام



و...  
 ...  
 ...  
 ...  
 ...  
 ...  
 ...  
 ...  
 ...  
 ...

...  
 ...



...





إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْفُوتًا

(النساء)

بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے اپنے مقرر وقت پر

# بَابُ الْأَوْقَاتِ



ظہر اور عصر کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ایک نا تحقیق

# كِتَابُ الصَّلَاةِ

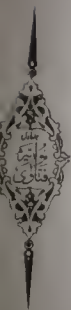
## بَابُ الْأَوْقَاتِ

### تَنْوِيرُ قِيَّ الزَّوَالِ بِنُورِ عَدَلٍ فِي قِيَّ الزَّوَالِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَشَوَّاحِبًا مَنِيرًا وَبِهِ بِلَا وَاسْطَةٍ أَوْ بَهَا ضُورُ الْمَصَائِرِ وَالْأَبْصَارِ تَنْوِيرًا وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى مَنْ أَبَدَهُ مَحْتَدًا مُحْتَدًا مُحْتَبًا مُحْتَبًا رَوْفًا رَحِيمًا نَصِيرًا أَظْهَرَ أَفْئَادًا وَأَمَّا وَابْقِيَّتُهُ إِلَى فِيْهِ الْجَنَّةِ فَلَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَلَا مَهْرًا

له السلام للاستغراق ١٢ منه غفرله لله الأضافة للعهد ١٢ منه غفرله لله أي شمسًا منيرًا كما في قوله تعالى سراجًا وافيًا فما هو صلى الله تعالى عليه وسلم متور بنفسه الشريفة بتجلياته الزاهرة وعند غيبوبته الظاهرة بوساطة أقماره ونجومه المقتسين من أنواره وعلومه من الأنبياء الماضين والعلماء والفقهاء من الصحابة والسلفين والأخريين اللاهقين إلى يوم الدين ولنعلم ما قال العلامة البوصري سرد لله صديقه حيث قال هـ فإنه شمس فضل هم كأكبها - يظهر أنوارها للناس في الظلم ولهد المرام تمام فاستغن بالاصباح عن المصباح ١٢ منه غفرله لله على زينة المعول بالمعنى البوصري ١٢ منه غفرله لله على زينة الفاعل ١٢ منه غفرله لله أي المهور من مما قبل فأنزله صلى الله تعالى عليه وسلم بالكلمات الدينية والدينية ١٢ منه غفرله لله أي يمينين بعد العشر والماضي باعتبار تحقق وقوعه الحقيقي ١٢ منه غفرله -

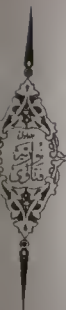


ومر طلائه واحبابه اله واصحابه ومبته الامم الاكبر مد  
بغوث الاعصم وعظم وفخم وسلوة تسلا كثيرا كثيرا  
وبعد فيقول العبد المنوسل بمولاه اموال الحذر مهتدة لمدعو  
سور الله المحمدي الفادري المعجبي وره الله ربه وفواه  
انه مُنْزَحٌ ونُصَّ على ان وقت الظهور ينهي ببلوغ ظل كل  
شيء مثله عندهما ومثليه عنده رضى الله تعالى عنهم  
سوى فيئ الروال في عامة المتون الموضوعة لنقل  
المدح والمهذب وقُتِبَتْ في كثير من الشروح والفتاوى بظُلُّ بكون  
للشيء عند الاستواء شمالا وجنوبا ولكن الظل الاستوائي  
لا ينفى على قدره بل ينتقص في زمان وينفخ في اخر ويحدث  
اخر بعد انتفائه في الجهة الاخرى في اخر قبل صيرورة  
المثلين واما محسوس معين لا ينفى على معين ولدا  
مترى في بعض الارمنة الشمس تاخذ الحيطان الشمالية

له فيئ الروال ١٢ منه غفر له لله فتركت حقيقة الفيئ والزوال ملا ما رعبها  
وعنى المجاز بدون علاقة معتدة بها وايضا لا معنى على هذا لاضافة الفيئ  
الى الروال ١٣ منه غفر له لله فيبلغ مثليه اذا صار كله مثليه على قدر مثلا  
اذا كان الشيء سبعة اقدام والظل الاستوائي تسعة اقدام فصير مثليه  
اذا صار ثلاثا وعشرين قدما هذا هو الطاهر من كلام اكثرهم ومصرح  
عليه في كتب بعضهم وقال بعضهم اذا صار بعد الظل الروالى من رأس الاستوائي  
قدر منى الشيء يصير مثليه وهذا مع ارتكابه المحاربين ومعالجته للاستغناء و  
معجوبه معروفة لان الاحتياض غالب يحدث اخر الوقت فمن ان يعرف موضعه  
رأس الاستوائي لا يستقيم ايضا بل يصير المثلان على هذا التفسير في اكثر  
نام السنة قبل المثلين بعد ويظهر القدر في الضيف واوائل الحريف وانظر لترسم  
ظهوره انما كما سبق مما سبق ان شاء الله تعالى ١٤ منه غفر له لله في بدون  
تفاء باعتبار المفهوم لمخافت المعنوية الكتب والمخاطبات ١٥ منه غفر له

من لم يمتد وامتثالها في بلادها وذلك لان حركه الشمس  
في كبر بلاد حماثية فاد طلعت مرتفعه ما تله الى الجنوب  
و لا سوء وبعده الى شمال في البلاد الشمالية وفي العوسه  
على عكس كما لا يخفى على اولي البهي فيقدر هذا اسفص النظر  
مد مبره على هذا التفسير ان يكون اوائل وقت العصر  
واخلاق في وقت الظهور او اخر الظهور في العصر فعلم  
ان هذا التفسير غير مستقيم والتفسير الصحيح  
مستقيم باعتبار منطوقه الحقيقي انه ظل كل شئ  
بعد الزوال بميلان الشمس عن مسامه خط المشرق  
والغرب جنوبا او شمالا لانه لا يلزم المحذور وهو  
فيئ حقيقه والمراد من الزوال امان وال الشمس عن  
مسامه خط المشرق والمغرب جنوبا او شمالا واما  
رواها عن نصف النهار واثباتا كان فالزوال على معناه  
الحقيقي واصله الفئ اليه اضافه المسبب الى عديه  
فان الزوال بالمعنى الاول سبب وجود هذا الفئ  
وبالمعنى الثاني سبب تسمية الموجود بالفئ والاضافه  
عديه على الثاني لانه يكون في هذا الوقت فيئان مختلطان  
باعتباره احدهما باعتباره وحده واخرهما باعتباره

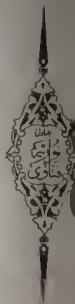
ثاني في معناه اصله الرجوع فاد يعني ومنه قيل للظلال للزوال فاد يعني لانه رجوع من الغرب الى  
جنب الشرق وفي التفسير الكبير والمعنى في اللغة هو رجوع الشئ الى ما كان عليه من قبل وبهذا افضل  
حاصله هذه الشمس من الظل سم يعود فاد وفي رد المحتار (قوله فيئ) جوزن شئ وهو الظل  
بعد الزوال سمي له فاد اي رجوع من حبله للمغرب الى المشرق وما اصل الزوال اما  
يسمى طلوعا ويسمى به ما بعده انقضاء ويسمى ما اصل الزوال مينا اصله سراج ومهر  
وفي بعض نسخ زوال كذا في المتن آفتاب باشد ١٢ منه فقرة



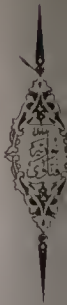


مع الأول واللام للمعنى على الأول وهو قوله  
 لا يصار إلى المعيار إلا لما تم عنها وهو ما لا مانع ولا مانع  
 من مواضع عن المعيار وما تم واحد يكفي في شمول  
 الأصل فكيف لا يجب ترك الحلف عند المانع من  
 بنص منطوق المتن الحفي في ما قلنا وما في المتن و  
 لو مفهوم ما مقدم على ما في النسخ والفتاوى ولو مضى  
 والله الهادي وهو الموفق ولهذا لم يصم الشيخ الحق  
 المقدق زين الملة والدين ابن نجيم رحمه الله تعالى  
 في بحره إلى ما قالوا بل صرح بخلافه حيث قال ما رواه  
 عن السراج الوهاج

والفئي في اللغة اسم للظل بعد الزوال سمي بذلك  
 لأنه فاء من جهة المغرب إلى جهة المشرق أي رجع وبه  
 اندفع ما قيل إن الفئي هو الظل الذي يكون للأشياء  
 وقت الزوال انتهى وهذا نص في ما قلت كما ترى فيعتبر  
 الظل دون ما كان من الفئي وقت قياس المنزل والمثلين  
 كما شأما كان وأين ما كان وإن انعدم فيه ما لكل فإن  
 قلت إذا كان الفئان مختلفين فلا يعلم قدره فكيف يسط  
 عند القياس قلت لترسم الدائرة الهندية بأن تسوى  
 الأرض جدا وترسم عليه دائرة عربح وليقم مقياس  
 قدر ربع قطر ما على عين مركزها وظاهر أن ظل  
 رأسه أول النهار يكون خارجا عن دائرة فيدخل نصفه  
 على المدخل علامة وكذا يخرج آخر النهار نصفه  
 علامة على المدخل أيضا ويصل منصفتي موصى محيطها

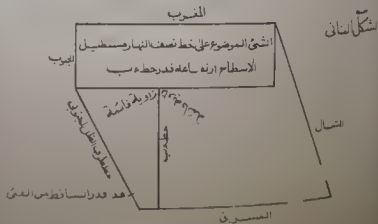






و سلم فصل رأس المقياس على خط نصف النهار  
لاستواء ولتعلم على نقطة البلوغ فاذا صار ظل رأس  
سرفيا عن هذا الخط دخل وقت الظهور فاذا بلغ خط المثل  
بعد وقت صبرورة ظل كل شيء مثله لانه لا يرب في  
فيئ الروال انما هو باعتبار بعد الشمس وميلانها عن  
المسامية خط المشرق والمغرب والا لم يخلف في عصر  
ما ولا مصر ما ولا اشر لميلانها عن المسامية الاميلان الظل  
عن عين خط المشرق والمغرب الى الجانب المخالف لميلانها  
وعند عدم ميلانها يكون المثل ببلوغ الظل خط المثل  
لان بعده من هذا المبلغ الى المركز ربع قطر دائرة ع ب ح  
وهو قدر المقياس فلا بد ايضا عند الميلان ان يكون المثل  
ببلوغه خط المثل وقد فيئ الروال في هذا الوقت ما بين  
خط المثل ومحيط دائره ع ح من الظل لان الزاوية بميلان  
الشمس هو هذا القدر لانه عند عدم الميلان يكون  
المثل ببلوغ الظل محيطها لان بعد المحيط من المركز يساوي  
المقياس وعند الميلان لا يصير ببلوغ المحيط بسبب ميلان  
الظل ببلوغه خط المثل فعلم ان الزاوية بالميلان قدر ما  
بين المحيط والخط فاذا بلغ خط المثليين فهو وقت صبرورة  
ظل كل شيء مثليه والدليل ينسب من مما سبق وما بين خط  
المثليين ومحط ع ب ح قدر فيئ الروال في هذا الوقت سحوا امر  
وبالجملة فكلما اردت معرفة قدر الظل والغيب في فصل رأس

من خط الشرق والشرق والمغرب الشرق يحط مسقط  
من بعدد قائمة بلاقهما ورسم على مركز عرب ج  
من بعدد محض على نقطة السلا في قدر الظل ما بين  
من مركز المحيط من الظل وقد رسم في ما بين المحيط و  
من الحد وشرق آخر يسر لمعرفة النقي وهو ان  
من حد في عرض طويل خشبة او غيرها يكون سطحه  
مردى وسماني منويين متوازيين ويوضع على خط  
من بهار حيث يكون احد طرفيه الى الجنوب واخرها  
في شمال على الارض المستوية بحيث تحدث من تلافي سعة  
بشرقي مع سطح الارض زاوية قائمة فاذا حدث الظل في  
العائب تشرق دخل وقت الظهر وقت الاعتبار يخط  
من نقيم ب فان كان مثل عرضه الشرقي مرة فمثل و  
من مرين فمثلان والاحاجة الى اسقاط الفيء لسقوطه نفسه  
من سن معرفة قدر الساقط فاسقط من خط طرف الظل  
سماني والجنوبي مثله فما بقي فهو قدر الفيء هكذا



و لا طرفة عين ولا نوم و لا يدرى ما يكون من بعد الموت  
 من بعد الموت و لا يعلم ما يكون من بعد الموت و لا يعلم  
 و لا يكون معصا و لا في و لا في قاسمها بالحق و لا لا من معصا  
 على بعض و بعضها مبيحة مما ذكره فلهذا طوعناكم  
 ذكره و ايضا لانحلفي ما سبيل من حرق لعمريه مما ذكره  
 و هذا اخر ما روي و بعد سراج يعلم من نحر من لعمري  
 يوم لاربعة تسعة و عشرين من المحرم الحرام سنة تسعين و ثمانمائة  
 بعد الالف من هجرة من سم به الالف صلى الله تعالى عنه و  
 ستم و اما مول من الكثر ما هو معمول الكثر ان لا سادرا لا  
 من دون الاستنصار فان وجد صوابا يطلعني مثانا و ان حذرو  
 رلا فلا يمل عن الاخبار ايضا ملا و ان استنصروكم في دين  
 فعليكم النصرا و اريد الاصلاح ما استطعت و ما نوديق لانه  
 عليه توكلت . الله انيب و الله يعلم المفسد من المصلح حسو  
 لله و بعد روحيل و اخرو عوانا ان الحمد لله رب العالمين و صلى  
 الله تعالى على سيد الاولين و الآخرين خاسرا اميين و اله و صبه  
 و حربه اجمعين .

هذه التفتير الراجح محمد نور الله تعالى عن محمد

یہ سال مشرقی پاکستان سے آمدہ استغفار کے جواب میں تحریر کیا گیا



نماز عید نصف النہار حقیقی تک ادا کی جاسکتی ہے

محرم المقام حضرت مولانا صاحب قلم علامہ العالی

سلام سکیم درجہ و برکاتہ :-

براہ کرم سوالات کے جوابات تحریر فرما کر رہین کرم فرمائیں یہاں یہ مسئلہ مندرجہ نہایت معرکہ الاثر

بنا ہوا ہے جس پر سخت لے دے ہو رہی ہے۔ جوابی لفاظی مرسل خدمت ہے۔ جس پر ڈروانہ فرمائیں جس کے لئے مزید پیاس پیسے کے ٹکٹ جوابی لفاظی پر چسپاں کر دئے گئے، آنحضرت کو ڈاک خانہ سے ایک امید جبری لے گی۔ فقط والسلام

چشم براہ ،

محمد عبدالمکرم قادری نعیمی مغفر لہ مدرسہ عزیزہ جلالیہ اسلامیہ ڈاک خانہ ملکت گنج  
ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)

الاستفتاء

راستہ میں علامتے دین و مفتیان شرعاً متین حسب ذیل مسائل میں کہ مستحبہ کتابوں سے

معلوم ہوتا ہے ۔

نمبر ۱ : نماز عیدین کا آخری وقت نصف النہار حقیقی تک ہے ، اگر نصف النہار حقیقی نماز کے اندر داخل ہو جائے تو نماز ناسمجھ ہو جائے گی ، اس بارہ میں صبح مسئلہ کیا ہے ؟ مکمل تحقیقی دلائل سے فرمایا ۔  
ایک صاحب کا کہنا ہے کہ منہوہ گبر کے یعنی نصف النہار شرعی نماز کے اندر داخل ہوتے ہی نماز ناسمجھ ہو جائے گی ، یہ قول کہاں تک صحیح ہے ؟

نمبر ۲ : ان معتبر کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹھیک دو پہر کو یعنی صرف نصف النہار حقیقی کے وقت ہر قسم کی نمازیں منوع ہیں لیکن صاحب موصوف کا کہنا ہے کہ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک ایک طویل وقت تک ہر قسم کی نمازیں منوع ہیں ۔ اس مسئلہ میں معتبر مکمل قطعی ظنی دلائل سے وضاحت فرمائیں ۔

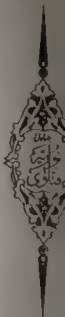
نمبر ۳ : زوال اور استوار کی کیا تعریف ہے ؟ نیز صاحب موصوف نے جو استوار کو ایک طویل وقت یعنی نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی تک بتلاتے ہیں قطعی اور ظنی معتبر مکمل دلائل سے اس کی حل فرمائیں ۔ بینوا هذه المسائل بالادلة الواضحة و توجروا عند الله بالاجور الكاملة و بالله التوفيق والسلام ۔

چند معتبر کتابوں کی مترجہ عبارتیں یہ ہیں :-

(۱) زوال کی تعریف :-

لغاية شرح پایہ وفي البسوط طریق معرفة الزوال ان  
ينصب عود مستوي في ارض مستوية فما دام ظل العود في النقصان  
علم ان الشمس في الارتفاع لم يزل بعد وان اسنوى لظل علم انه  
حال الزوال فاذا اخذ الظل في الريادة علم انها زالت فيحط  
على رأس الريادة فيكون رأس الحط الى عود يعني الزوال  
۲۱ اوقات مکروہہ :-

في الهداية لانحور الصلوة عند طلوع الشمس

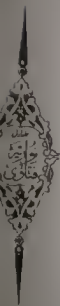




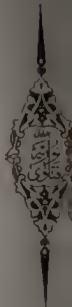
راعى قيامها في ظهره ولا عند غروبها (ح) ولا عند قيامها  
 في ظهره (ي) وقت وفوف الشمس في نصف النهار . في شرح الوقاية .  
 ولا يجوز صلوة وسجدة متلاوة وصلوة جواره عند طلوعها وقبيلها  
 وغروبها لا عصر يومه . مجتمعا لأنهر مع عن صلوة و  
 سجدة متلاوة وصلوة الجنائز عند الطلوع والاستواء والغروب  
 لا عصر يومه . قد روي لا يجوز لصوته عند طلوع الشمس و  
 لا عند غروبها إلا عصر يومه ولا عند قيامها في الظهر .  
 نسبة المصل . الأدوات التي تكره فيها الصلوة خمسة ثلاثة منها  
 كرهه فيها العرض والتطوع وذلك عند طلوع الشمس وعند  
 غروبها إلا عصر يومه ووقت الزوال . مرقى : الأدوات المكروهة  
 لوها عند طلوع الشمس إلى أن ترتفع وعند اسوائها إلى أن  
 تزدول وعند اصفارها إلى أن تغرب ويصح إداؤها واجب فيها  
 مع كراهة كحسانة حضرت وسجدة آية تلت فيها كما  
 صبح عصر اليوم عند الغروب .

(٣) انتهاء وقت نماز عيدين

في الهداية : وإذا حلت الصلوة بأربعاء  
 شمس دخل وقبيلها إلى الزوال وإذا زالت الشمس خرج وقتها  
 لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلي العيدين والشمس على  
 فيدرمه أو دمحين ولما شهدوا بالهلال بعد الزوال أمر  
 بالخروج إلى المصل من الغد (ح) أمر بالخروج من الغد ولو حار لاداء  
 بعد الزوال لو يمكن للتأخير معنى . في شرح الوقاية . وفيها من  
 بعد ذلك في زوالها (ح) قوله إلى زوالها المراد بالزوال الاستواء



بعد صلاتہ علیہ السلام اور دعا کے بعد نماز کے بعد  
 اور وقت ستواں شمس علی نصف النهار لم یوفت لها فماتہ  
 و لا یسکون و صا . مجسم الامہر . وقت صلوة العیدین میں  
 ارتفاع الشمس قدر دھج و رمحین الی استواء الشمس والعاہ  
 عبر دھجہ فی لمعیا فاذا استوی الشمس علی نصف النهار خرج  
 وقت صلوة العید . قدوری . فاذا حلت الصلوة بارتفاع الشمس  
 وحل و منها الی الزوال فاذا زالت الشمس خرج وقتہا و قولہ الی  
 الزوال ہی قبل نصف النهار لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی  
 لعید و لشمس علی قید رمح او رمحین و قولہ فاذا زالت الشمس  
 خرج او لما روی انہم لما شہدوا بالہلال بعد الزوال مر  
 بار خروج الی المصلی من العید و لو حیاز الاداء بعد لنزل لم یکن  
 لساخیر معنی . کبیری . مجتہبی . و ابتداء وقت صلوة عید  
 من ارتفاع الشمس قدر دھج او رمحین الی و انشاء الایمان . پیش  
 از نزل وقت نماز عیدین است (ح) و مراد از زوال عین نصف النهار است مجازاً کہ مبداء زوال ہی باشد  
 نہ انتقال آفتاب از خط نصف النهار جانب مغرب کہ آل ابتداء سے وقت ظہر است .  
 المستفی :



محمد کمال الدین غفرلہ امام دارالسلام جامع مسجد مقام ملفت گنج  
 ڈاکھستان ملفت گنج ضلع فرید پور (مشرقی پاکستان)  
 مورخہ : یکم ربیع الاول ۱۳۸۹ھ



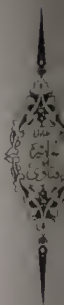
آپس میں نماز سے روکے کا حکم دیا ہے ہاں کچھ صورتوں میں یہ سبب مطلق ہے اور کچھ میں  
 سب کوئی سخت ہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جائے کہ فی الجملہ یہ سبب مطلق ہے۔  
 • مدد دے کہ ہاں معسورین کی مدد سے یہ سبب مطلق ہے ورنہ ان میں سے  
 خارج ہے اور استعانت کا ضرورت مند ہے لہذا ہر ایسے وقت میں یہ استعانت جائز ہے جس میں نماز پڑھے  
 سے اللہ تعالیٰ یا اس کے نائب عظمیٰ علیہ السلام کو کسی حرف سے مانعت نہ ہو اور نہ ہی الصلوٰۃ بھی حق ہے  
 لہذا ہر زمانہ سے استعانت جائز ہے اور چونکہ منجورہ کبر سے نصف منہا تحقیق کے قبل تک کسی نماز سے ہونے لگتی  
 ! حدیث منع نہیں فرماتی تو حالہ جائز ہوگی اگرچہ نماز عید ہو۔

۳۔ رَسَّيْنَا اَنَّا لِلّٰهِ اَلَا نَا مَسْغُوبٌ فِيْ وَاَمِیْهِ صَلَوةٌ یُّذَکِّرُنِیْ  
 اسوۃ طہ

اس میں حکم ہے کہ میری یاد کے وقت نماز قائم کرو تفسیر و تفسیر مشورۃ جلد ۴ طبع مصر میں ہے احمد  
 احمد وعبد بن حمید و بخاری و مسلم و اسوداد و ابن مردودہ  
 بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا رقد احدکم عن صلوة  
 وغسل عنہ فلیصلہا اذ ذکرہا فان اللہ قال فِیْمِ الصَّلَوةِ یُذَکِّرُنِیْ  
 یعنی محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تمہارا نماز سے سو جائے یا غفل ہو جائے تو جب سے  
 یاد کرے پڑھ لے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَمِیْهِ الصَّلَوةِ یُّذَکِّرُنِیْ۔

اور اس مضمون کی اور حدیثیں بھی کتب اعماد حدیث و تفسیر میں بکثرت ہیں۔ یہ امر بھی مطلق ہے و نماز  
 بھی مقید نہیں تو ہر ایسے وقت میں پڑھ سکتا ہے جس میں شرفا کوئی مانعت نہ ہو اور چونکہ نصف النہار یعنی  
 سے پہلے نماز عید سے منع نہیں فرمایا گیا تو یقیناً جائز ہوگی اور اسی آیت کی دلالت انص سے یہ بھی یقیناً ثابت  
 ہے کہ اگر کسی واقعی مذکر کی وجہ سے نماز میں دیر ہو جائے تو وقت کے ختمی حصہ میں بھی اگر نماز جائز ہے و  
 ذ ظاہر من نظر۔

۴۔ اَنْتَ لَدِیْ سُبْحٰنٌ عَزِیْزٌ اَصَلٰی  
 ان دو آیتوں میں نماز پڑھنے سے منع کرنے کی مذمت ہے لہذا کسی وقت میں کسی شخص کو نماز پڑھنے

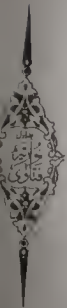


سے ملے کہ خانی اور اس کے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہ کیا جو اپنی طرف سے منع کرنا، بجا رہے  
 وسموہ مسموہ عن صلوہ لمیسیدن فی لصوہ الکبریٰ مسجود ولا یجوز ال  
 سمعہا

## الاحادیث المنیفة

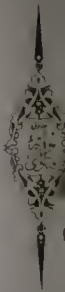
حضرت عقب بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین ساتھی ایسی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ  
 وعلیہ وسلم ان میں نماز پڑھنے سے یا اپنے مردوں کو ان میں دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جب سورج چمکتا  
 جو غروب ہوتا ہے حتیٰ کہ بندہ جراتے اور حین یقوم فائسہ الظہیرۃ حتیٰ تملل الشمس  
 جب غروب ہوتا ہے دوپہر کا کھڑا ہونے والا حتیٰ کہ سورج ڈھلے اور جب چمکے سورج غروب کے لئے حتیٰ کہ  
 غروب ہو جائے۔ (صحیح مسلم ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع سنن ابی داؤد ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع  
 سنن عبد المجتبیٰ، ترمذی ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع ابن ماجہ ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع شرح معانی الآثار ص ۱۷۷  
 جلد ۱ ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع ابوداؤد طرابلسی ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع دار المعارف دارمی ص ۲۷۷  
 جلد ۱ ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع دار المعارف دارمی ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع دار المعارف دارمی ص ۲۷۷

امام بیہقی نے فرمایا کہ میں نے فرماتے ہیں کہ تین ساتھی ایسی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ان میں نماز پڑھنے سے یا اپنے مردوں کو ان میں دفن کرنے سے منع فرماتے تھے جب سورج چمکتا  
 جو غروب ہوتا ہے دوپہر کا کھڑا ہونے والا حتیٰ کہ سورج ڈھلے اور جب چمکے سورج غروب کے لئے حتیٰ کہ  
 غروب ہو جائے۔ (صحیح مسلم ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع سنن ابی داؤد ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع  
 سنن عبد المجتبیٰ، ترمذی ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع ابن ماجہ ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع شرح معانی الآثار ص ۱۷۷  
 جلد ۱ ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع ابوداؤد طرابلسی ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع دار المعارف دارمی ص ۲۷۷  
 جلد ۱ ص ۱۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع دار المعارف دارمی ص ۲۷۷ جلد ۱ ص ۱۷۷ مطابع دار المعارف دارمی ص ۲۷۷



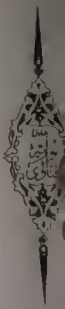
رسم بسا ابطات حرکت بطول او رسول و سار  
 لسان بها وقعت و می سار و قلب مال مانی و ساری الیال  
 مغتبیها حایمة و و می سار و سار السحاب و الله مانی احد  
 بالصواب قال النوری معاه حین لا یبغی للماشم فی الطهیرة ظل  
 فی المشرق و المغرب قال ابن حجر الطهیرة می نصف لهما و  
 فاشمها اما الظل و قیامه و فوفه من فامت به دابت و وقت  
 و المرد موفوفه بطو حرکت النماشی عن بطو حرکت الشمس  
 حینئذ باعتبار ما یظهر للمناظر ببادی الرأی و الا فمی سار  
 عن حالها و اما الماشم فیها لانه حینئذ لا یمیل له ظل الی  
 جهة المشرق و لا الی جهة المغرب انتهى ما فی المرفات - زبر لربی ثور  
 من لسانی لسیطی علی الرحمة مش ۱۰۰ بعدا می ہے فاشم الطهیرة فاشم الماشم الذي  
 لا یزید و لا ینقص فی رأی العین و ذلك یمکن منصف النهار و اسواء  
 الشمس و قال فی لنهاية ای میام الشمس و وقت الروا لشرح مذمی  
 علی النماشی مش ۱۰۰ بعدا می ہے ای یقف البدی یقف عادة عند الطهیرة حسب  
 ما یبری و یظهر فان الظل عند انظہر لا یظهر له حرکت سرع  
 حتی یظهر بمراعی لعدس انه واقف - نیز ای شرح مذمی مش ۱۰۰ بعدا می ہے ای  
 یقف و یستقر ظل الذي یقف عادة عند الطهیرة حسب ما یبدو  
 فان ظل عند الطهیرة لا یظهر له حرکت سرع حتی یظهر بمراعی  
 العین انه واقف و هو سار حقیقة و المرد عند الاسنود و او یثقی  
 شرح صحیح بخاری کرانی مش ۱۰۰ بعد ۱۴ فتح الباری مش ۱۰۰ بعد ۹ . یعنی مش ۱۰۰ جلد ۱ ، قطانی مش ۱۰۰ جلد ۱  
 مذمی علی البخاری مش ۱۰۰ جلد ۲ میں بھی ذرا اختلاف ہے ہے

ان عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عین دوپہر کے وقت جب سورج وسط السما میں پہنچتا ہے تو اسے



کی رک سورج دیکھنے تک آہستہ ہو جاتی ہے تو غور کرنے والے کو بھی یہ گمان ہوتا ہے کہ سورج سرورضہ  
 یہ ہے ناگکہ وہ ہیں۔ ہا ہوتا ہے مگر اس پلنے کا ایسا ظہور نہیں ہوتا جیسے زوال سے پخت اور پچھے ظاہر ہوتا  
 ہے۔ اور سورج کے اس غر جانے کو جو صرف ظاہری نظر سے معلوم ہوتا ہے تمام ماسد الظہیرہ  
 ہوتا ہے اور اس وقت کھڑا ہونے والے کا سایہ مشرق کی طرف باقی نہیں رہتا اور نہ ہی مغرب کی طرف  
 ہوتا ہے یعنی سورج وسط سماء میں سر کے اوپر برابر ہوتا ہے۔ مرقاة میں فرمایا و ذلك كذا كذا  
 وقت سماء الشمس في وسط السماء مطلقاً على المراتي مثلاً طبع مصر میں اس  
 حدث کے ثابت فرمایا وهو وقت الاسواء فالمعنى عند اسراءها حنف  
 شروں سبعین الحقائق ص ۷۷ طبع ۷۷ میں ہے اذا وقف احدى الطل ولم يفس  
 وسریرد جہو قیام الظہیرہ۔ اس کا حاصل بھی وہی ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر ثابت  
 ہوتا ہے کہ نصف النہار حقیقی یعنی جس وقت سورج سر پر ہو صرف اسی وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے  
 پہلے ناجائز نہیں۔

۲۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل میں ہے کہ محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھو، پھر نماز سے رک جاؤ جتنے کہ سورج طلوع کرے اس حد تک کہ  
 نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ سورج شیطان کے دونوں بینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے اور اس وقت  
 لاندہ ہونے کے لئے سجدہ کرتے ہیں ثم وصل فان الصلوة مشہودہ محضوہ  
 حی سنقل الطل بالرمح ثم اقصر عن الصلوة فان حبستہ  
 سحر جہنم پھر نماز پڑھو اس لئے کہ نماز مشہودہ محضوہ ہے یعنی فرشتے اس نماز میں حاضر ہوتے  
 ہیں اس حد تک کہ سایہ نیزے کے ساتھ مستقل ہو جائے پھر نماز سے بند ہو جاؤ اس لئے کہ اس وقت  
 سورج کا ہوتا ہے پس جس وقت سایہ ڈھلے تو نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز مشہودہ محضوہ ہے حتیٰ کہ عصر پڑھو  
 جو نماز سے بند ہو جاؤ حتیٰ کہ سورج ڈوب جائے اس لئے کہ وہ شیطان کے دو بینگوں کے درمیان ڈوبتا  
 ہے اور اس وقت کفر سے کو سجدہ کرتے ہیں۔ (اسلم شریعت ص ۲۷۷ جلد ۱ سنن بیہقی ص ۴۵۵ جلد ۲) علامہ



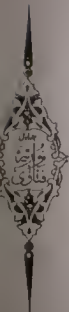
وروی مرآت ہیں معنی سے اصل لفظ سے مراد ہے کہ وہ  
 سماء نہیں مگر سلاوی المغرب ولا الی المشرق وھوہ خاص  
 لاسمہ و عمل علیہ لقارئ علیہ الرحمہ فی السرفاء مکتبہ مصر  
 مجمع البحرین مشقہ جلد ۳ میں ہے معنی سیرتھم لفظ معہ ولا معہ  
 علی الارض سنی و ساء معنی فی ای سیرتھم فی الرحمہ و تکلمہ مجمع البحرین مشقہ  
 میں ہے سیرتھم لفظ معہ ولا یقیم علی الارض منہ تنی من سماء لسماء  
 اربععت احو اور یونی مرقات مشککہ جلد ۳ میں بھی ہے۔ نیز مرقات میں ہے ای حنی سیرتھم  
 لفظ مع لرمح او فی الرحمہ و لم یس علی الارض منہ تنی نیز ای میں ہے  
 قال سن اظنک یعنی لم یبق ظل الرحمہ نیز مجمع البحرین مشقہ جلد ۳ انہایہ مشقہ جلد ۳  
 اندالشیہ مشقہ جلد ۳ میں بالفاء متقاربہ ہے و النظم من النہایۃ ای حنی سیرتھم  
 الرحمہ لعمدوس فی الارض ادی عامیۃ القلۃ و النقص لان ظل کی تنی  
 فی دل الہمار سیکون طویلا شمس لا یزال ینقص حتی یسلم اقصدہ و ذلك  
 عند انتصاف الہمار نیز نہایہ اور مجمع میں ہے و النظم منہا و هذا الفصل  
 السنہامی فی القصر هو الذی یسعی ظل الزوال ای الظل الذی  
 سرود الشمس عن وسط السماء و هو موجود قبل الریاۃ نیز مرقات میں  
 فرمایا و روی حنی بسقط لرمح بالظل ای سیرتھم لرمح ظلہ و الباء  
 للسعدۃ و علی الروایتین هو محبار عن عدم بقاء ظل لرمح  
 علی الارض و ذلك یكون فی وقت الاستواء۔

ان سب عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حنی بسقط لظل بالرمح سے مراد یہ  
 ہے کہ ایسا نیزہ جس کو زمین میں بالکل سیدھا گاڑ دیا جائے اور سورج کے بندہ ہوتے ہوئے اس کا سایہ  
 مذبذب کیطاف سے کم ہوتا ہوتا بالکل مٹ جائے اور مغرب و مشرق دونوں سمتوں میں سایہ نہ ہو تو یہ  
 وقت نماز مع ہونے کا ہے۔ البتہ اس وقت صرف شمال کی طرف ہی عموماً سایہ رہتا ہے جس کو ظل الزوال



فی ارسل کہا جائے جو تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ اور ان کے حوالی میں بعض دلوں میں نہیں پایا جاتا۔  
 حدیث پاک میں بالغوں نیز بچے اور سائے کا ذکر اس لئے فرمایا کہ عرب کی عادت تھی کہ وہ  
 صحابہ کے لئے اپنے سینوں کو زمین میں سیہ جاکر ڈھپتے تھے پھر ان کا سایہ دیکھتے تھے۔ مرقاۃ ص ۴۴  
 حد ۳ میں ہے: وخصص لرمح باسد کولان لعرب کانسواد ارادوا معدود  
 رمح رکود رمحهم فی الارض من نصود الی طلبہ اور نہادہ ودر شیر  
 یعنی یہ ذکر عبارت میں ظل الرمح المعسود فی الارض اعم میں بھی اسی عادت عرب  
 کی وجہ شہدہ ہے۔ یہی عوامی واقعہ گھڑی ہے جس میں کسی کی پیشی کا احتمال تک بھی نہیں اس کی چار  
 روایت بھی جاتی ہے اور باطل عام فہم ہے۔ الحاصل اس حدیث پاک سے اس شخص کی طرح واضح ہو رہا  
 ہے وہ دن نصف النہار حقیقی کے وقت ہی نماز ناہان ہے اور اس سے پہلے منوۃ گہری میں جو نماز پڑھی جائے  
 وہ نذر قبول ہے۔ اس نماز کے لئے رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں نیز اسی حدیث میں سنن  
 ابوداؤد ص ۴۵۵ حد ۲ میں حتی سئل لظل بالرمح کے عوض  
 حتی یعدل الرمح ظلمہ ہے اس کا حاصل معنی بھی وہی ہے۔ اور سنن ابن ماجہ ص ۳۹  
 کہا کہ حدیث میں حتی یقوم العسود علی ظلمہ ہے جو معنی مذکور کی اور زیادہ وضاحت  
 سے نیز اسی حدیث شریف میں ثم وصل فان الصلوۃ مشہودۃ محضودۃ کی بجائے  
 سنن ابوداؤد و سنن بیہقی کی دوسری روایت میں وصل ما شئت فان الصلوۃ مشہودۃ  
 منکونۃ سنن ماجہ میں ثم وصل ما بدا لك ہے ان کلمات مبارکہ ثم وصل ما شئت  
 ثم ما بدا لك میں منوۃ گہری میں جواز نماز اور عزم نماز کی تصریح ہے۔

حضرت صفہ بن یمان مطلق یعنی اللہ تعالیٰ عنہ نے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر سوال  
 فرمایا کہ اگر وہ نماز کرے تو حضور نے فرمایا ہاں جس  
 شخص کی نماز پڑھو سورج کے طلوع تک نماز نہ پڑھو اس لئے کہ سورج شیطان کے دو بیگوں کے درمیان  
 ہے اس لئے کہ وہ صلوۃ محضودۃ مفیدہ حتی سئل عن  
 حوالہ کا رسمہ ماد اکامت علی راسہ کا رسمہ مدبر الصلوۃ میں



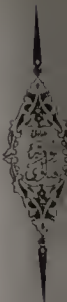
اس لئے سحر مہاجریم و معراج

شمس عن حاجتک الامس یعنی بعد ازاں نماز پڑھو اس لئے کہ وہ نماز حضور و معراج  
 ہے حتیٰ کہ سورج تھارتے سر پر نیزے کی طرح برابر ہو جاتے ہیں جب تھارتے سر پر نیزے کی طرح ہو  
 تو نماز چھوڑ دو اس لئے کہ بیشک وہ ایسا وقت ہے جس میں جہنم بھڑکایا جاتا ہے اور اس کے دروازے  
 کھولے جاتے ہیں حتیٰ کہ سورج تھارتے دائیں ابرو سے دھل جاتے ہیں جس وقت دھل جائے

تو اس وقت کی نماز حضورہ متلذذ ہے حتیٰ کہ عصر پڑھو پھر نماز چھوڑ دو سورج ڈوبنے تک ایسا ہی ہے  
 یہی حدیث شدک حاکم جلد ۱۵ دائرہ معارف اور ابن مہدی جلد ۲۵ ج ۲ طبع الدارۃ میں بالکل انہی کلمات مبارکہ کیساتھ نقل  
 جلتی ہے جس کے متعلق حاکم نے فرمایا صحیح الاسناد اور علامہ ذہبی نے فرمایا صحیح

اور یونہی سند امام احمد جلد ۳ طبع بیروت اور مجمع الزوائد طبع بیروت جلد ۲۲ میں ہے جس کے کلمات متعلقہ یہ ہیں فاداخلک  
 فصل فان الصلوۃ مقبولة حتى تعتدل على رأسك مثل الرمح او اسکے متعلق مجید فرمایا وادعوا عبد اللہ و زنادک  
 فی المسند و رجالہ رجال الصحیح ۱ نیز مجمع الزوائد جلد ۲۲ میں بھی یہ حدیث مذکور  
 ہے جس میں ماذا دنت للزوال فانہا ہے قال فی المجموع رواہ الطبرانی  
 فی الکبیر و رجالہ موثقون اس حدیث پاک سے بھی یہی ثابت ہو رہا ہے کہ عین دوپہر کے  
 وقت نماز ناجائز ہے اور اس سے پہلے جائز اور ایسی مقبول ہے کہ اس کے لئے فرشتے حاضر ہوا کرتے ہیں

۴۔ سند امام احمد بن حنبل جلد ۲ حضرت مرہ بن کعب یا کعب بن مرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ان کے مال  
 پر حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رات کی نماز مقبول ہے صبح کی نماز اور اگر نہ ہو پھر نماز رافع  
 نہیں حتیٰ کہ سورج طلوع کرے اور ایک یا دو نیزے کے قدر ہو جائے شہ الصلوۃ مقبولة حتى  
 تقوم بطل فسیام الرمح من الصلوۃ حتى نرسل الشمس یعنی ایک و نیزہ  
 سورج بلند ہونیکے بعد نماز مقبول ہے حتیٰ کہ سایہ نیزہ کے کھڑا ہونے کی طرح کھڑا ہو جائے اس پر مشرق و مغرب میں نہ ہو پھر نماز نہیں  
 حتیٰ کہ سورج ڈھلے پھر نماز مقبول ہے حتیٰ کہ عصر پڑھی جائے پھر سورج کے غروب ہونے تک نماز نہیں پھر اسی سند جامع معمر  
 کے جلد ۳۲ میں حضرت کعب بن مرہ سے نیز کسی شک کے بغیر یہی کلمات مبارکہ شہ الصلوۃ مقبولة ان میں و بجمع نوافل  
 ۱۵۵ میں اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد ہے رواہ احمد من طریق



سنة ثمان مائة و لاخرى عن سالم عن رجل عن كعب بن جابر  
عن ابي بصير عن عثمان بن عفان عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال  
من عسرته في الكسر وجباله رجال لصحة الا ان لاسناد

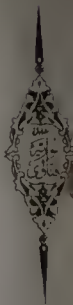
و مہرحلہ ہمسعہ  
حضرت عبداللہ صاحبی سے ہے: جو صحابی میں یا بلیل القدر تابعی کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم  
میرے سفر ہوا کہ بے شک مورخ طبرستان کہتا ہے حالانکہ اس کے ساتھ قرن شیطان ہوتا ہے پس جب بلند ہو  
و لگ جوتا ہے پیراد استوت و فرما جس وقت استوار کرے یعنی بالکل سر پر آجائے  
قرآن کے نزدیک ہوتا ہے پس جس وقت ڈھل جائے تو لگ جوتا ہے پھر جس وقت غروب کے قریب  
ہوئے نزدیک ہوتا ہے پس جس وقت ڈوب جائے تو لگ جوتا ہے وہی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم عن الصلوۃ فی سلك الساعات اور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
راہوں میں نماز سے منع فرمایا رواہ الامام مالک فی الموطا طبع رحیمہ ۴۷ و  
امام محمد فی الموطا طبع یوسنی ۱۷۷ و البیہقی فی السنن ۳۵۷ جلد ۲  
امام الشافعی فی الام (طبع مصر) مسند امام احمد مشہور ابن ماجہ جلد ۳۹ میں اسی حدیث  
میں اد استوت و فرما کی بجائے فاذا کان فی وسط السماء قارہا ہے  
جو کائنات اور زیادہ واضح کر رہا ہے۔ ابن ماجہ کے محشی نے لکھا ہے فی الزوال  
سادہ مرسول و بحالہ نجات نیز زرقانی شرح موطا طبع مصر جلد ۲ میں ہے ان  
حدیث صحیحہ بلا متکاد رواہ نعات مشاہیر و علی بن سعید  
سہ مہر مقداد عصد باحدیث عقیبہ و عمرو و قد صححہما  
سہر کمادیت و محدث ابی ہریرۃ نیز اسی میں ہے قال صحیح سہر  
عبد اللہ صاحبی روی عنہ المدنیون یشہد ان لہ صحیحہ و قال ابن  
سکین لعل لہ صحیحہ مدنی اور یمنی تہذیب التہذیب جلد ۱۲ جلد ۶ دائرۃ المعارف  
کتابت جس میں اسے صحابی یا تابعی ہونے میں اختلاف ہے یمنی ان کے نام میں بھی اختلاف ہے کہ

مہ لہ ہے ہر مہ لہ میں کسما فی السہدیب وغیرہ، اور کبھی ابو عبد اللہ سے، ان وجہ سے کہ  
ہے در بآئی حضرات کی روایت میں عبد اللہ ہے مگر یہ اختلاف قطعاً معترض نہیں کہ تقدیر صحابیت پر تو فی ہر سہد  
کوئی حرج نہیں اور پونہی تاہی ہونے کی صورت میں بھی کیونکہ وہ علیل القدر ہیں تقریب التہذیب میں سہ  
نفسہ من کبار التابعین، اور یہ تو مسلم ہے کہ المرسل حجت عندنا اور اسما و فہما مات کا اعتبار  
جیکہ معنوں و معنی ایک ہو قطعاً معترض نہیں، اور زرقانی نے اس حدیث کی تصحیح بالتفصیل کی ہے کہ سہ مر  
وقد استدلل بہ فقہا ونا المظام کما فی المبسوط والمدائے والمدائے  
والکبریٰ فعلیہ الاعتماد۔

۶۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اثنی عن الصلوۃ عند طلوع  
الشمس وعند غروبها ونصف النهار وواہ الطحاوی فی شرح معانی  
الاستار منک جلد ۱ جمیعہ، نیز مجمع الزوائد جلد ۲۲ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے  
وإذا انصف النهار فتحت لها ابواب جہنم وواہ الطبرانی فی الکبیر و  
اسنادہ حسن۔ اس نصف النهار سے بھی نصف النهار حقیقی ہی مراد ہے لان الاحادیث یفسد  
بعضہا ببعض۔ بہر حال ان احادیث شریفہ سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نصف النهار حقیقی کیوقت  
ہی نماز ممنوع ہے اور نصف النهار حقیقی سے پہلے جائز ہے اور باعث ثواب ہے اگرچہ ضوۃ کبرے میں ہی جو  
اور حکم عام ہے تو نماز عید کو بھی شامل ہے۔

## النَّصُوصُ لِفَقْهِيَّہِ

انہی احادیث مبارکہ کے حکم سے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز نصف النهار حقیقی  
میں میں مکروہ مجہ ہے ہمارے فقہائے نظام نے اس وقت کو چار مختلف عنوانوں سے ذکر فرمایا ہے :  
۱۔ حنڈ قیام الشمس فی الظہیرۃ (جو حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
وغیرہ سے مستفاد ہے)۔



۲۔ عند استواء الشمس (جو حدیث صناعی وغیرہ سے مستفاد ہے)

۳۔ عند الانتصاف (جو حدیث عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے مستفاد ہے)

۴۔ وقت الروان (جو حضرت صفوان بن مہطل کی روایت طبرانی اور حدیث غفر بن عامر اکبر سہو

وغیرہ میں اس حدیث کے کلمات میں و عند رواہا حتیٰ نزول ہے سے ماخوذ ہے)

مختصر القدوری مسئلہ ۱۱۱ مع لطایف و متن ہدایہ قبائی مث میں ہے لا تحو۔ مصلوہ عند

طلوع الشمس ولا عند مہامہا فی الظہیرۃ ولا عند غروبہا جلیہ

میں فرمایا لحدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ثلاث

اوقات نہانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی وان یغیر

فیہاموتانا ۱۰ وقرره فی فتح القدیر ص ۲۳۲ جلد ۱ طبع مصر ب ذکر حدیث

عقبہ والصناعی وایضا قرره فی الکفایۃ والعناۃ شرحی الہدیۃ

ص ۲۳۲ جلد ۱ طبع مصر والجوہرۃ النیرۃ ص ۲۳۲ جلد ۱ نیز فتاویٰ رضویہ میں ہے

عند طلوع الشمس و قیام الظہیرۃ والغروب۔ وقایہ مع الشرح طبع غلام رسول لاہور

مس ۳۳۰ جلد ۱، نقایہ مطبع مع جامع الرواۃ کثوری ص ۵۳۰ میں ہے عند طلوعہا و قیامہا و

غروبہا شرح وقایہ مس ۳۳۰ جلد ۱ میں ہے واما سائر الصلوات فلا یجوز فی

الاقوات الثلاثۃ لحدیث النہی۔ بدائع ص ۲۹۶ ۲۹۷ جلد ۱ طبع مصر میں ہے والتمانی

عند استواء الشمس الی ان تنزل۔ اور احادیث حضرت عقبہ و صناعی سے استدلال فرمایا

کنز الدقائق اسلامیہ پریس لاہور مس ۳۳۰، غرر در مجمع طبع دار السعاده، مفتی الانامیر مس ۳۳۰ مطبوع عامرہ مصر،

مع الشرحین میں ہے والنظم منہ عند الطلوع والاسواء والغروب۔

مفتی الاجر مس ۳۳۰ میں فرمایا اسی وقت وقوف الشمس فی نصف النہار در میں فرمایا

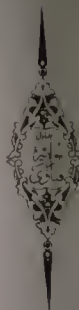
للمی الزاود عہا فی الحدیث ۱۰۔ عینی شرح کنز مس ۳۳۰ تبیین الحقائق مس ۳۳۰ جلد ۱ میں حدیث

حضرت عقبہ بن عامر سے استدلال فرمایا۔ بحر الرائق مس ۳۳۰ جلد ۱ طبع مصر میں فرمایا لماروہ بحمادہ

لا یجوز من حدیث عقبہ بن عامر الحمصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جہز فرمایا و ہم فی حدیث عقبہ میں جدول مکان ...  
 بعد ازاں حدیث صحابہ کی بھی استدلال فرمایا۔ نور الایضاح و مرآۃ المفہمین عزیز ...  
 الطحاوی میں ہے (و التی عند استواہا فی مطن السماء) ...  
 علامہ طحاوی نے فرمایا و علامہ ان سقیم اطل عن العصر ولا یأخذ فی ...  
 الوصول۔ پھر اسی میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے استدلال فرمایا جس میں سنہ و عہد ...  
 رو بہ طحاوی نے اس کی شرح میں فرمایا اسی ضرب رواہا و هو وقت الاستواء ...  
 ما المعنی عند استواہا حتی تدول۔ کبیری شرح فیہ ۲۲۷ میں ہے عند ...  
 طلوع الشمس و استواہا و غروبہا۔ تنویر البصار ۳۶ مطبوع مع الدرر المنجید ...  
 میں ہے مع شروق و استواء و غروب۔ طحاوی علی الدرر المنجید اربعہ عشر میں ہے ...  
 قوله و استواء اسی استواء الشمس فی کبد السماء۔ او طحاوی میں ...  
 جلد میں کبد السماء کی تفسیر یہ ہے اسی وسط السماء بحسب ما بظہر لها ...  
 فتاویٰ قاضی خان ۳۵ کشوری، خلاصۃ الفتاویٰ ۷۱ مطبوعہ قصہ خوانی بازار پشاور میں ہے و عند ...  
 الانصاف الی ان تنزل الشمس۔ نیز خلاصۃ الفتاویٰ ۷۱، فنیۃ المصلیٰ ۱۷۱ میں ہے ...  
 والمنصم من الخلاصۃ النسلۃ فی وقت طلوع الشمس و الزوال ...  
 و لغروب یکدہ۔ فتاویٰ عالمگیری ۱۷۱ میں ہے الاوقات المکروہۃ من الزوال ...  
 تعدد الشمس للغروب او طلوعہا۔ کبیری ۲۳۵ میں حضرت عقبہ بن عامر اور صحابہ کی حدیث ...  
 سے استدلال فرمایا ہے۔

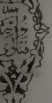
ان نصوص فقہیہ سے ماہ نیم ماہ و مہ نیم روز کی طرح نمایاں ہو رہا ہے کہ ہر قسم کی نمازیں اوقات ٹکڑوں میں ...  
 کردہ تحریمی ہیں اور ضعف التہار میں یہ کراہت صرف اس وقت ہے جب کہ سورج اور سایہ قائم معصوم ...  
 ہوتے ہیں اور سورج وسط سماء میں سر پہ ہوتا ہے جبکہ مشرق یا مغرب میں سایہ بالکل نہیں ہوتا جیسے کہ عادت ...  
 شریفہ سے ثابت ہوتا ہے۔ احادیث اصول میں اور نصوص فقہیہ فردغ اور کوئی فرع اپنے اصل کے خلاف ...  
 نہیں ہوتی تو یوں ہی ضعف التہار خفی ہی میں کراہت ثابت ہوتی ہے اور یہ بھی پڑھا کر دیا ہے۔

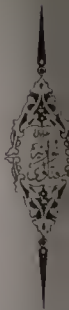


میں تخصیص بالذکر کے ماسوائے حکم کی نفی کرتی ہے۔ شرح الوقایع جہاں مسئلہ جلد ۲ میں ہے ۵  
 خلاف فیہ۔ لنخصیص بالذکر فی البرویات یبدل علی سبیل للمحدد  
 معاصداہ لہذا منہ مکبرست میں جواز ثابت ہوا اور منہ مکبرست میں کراہت کا حکم کسی کتاب میں ہو کر گزر  
 نہیں۔ اور قنیہ و قستانی غیر معتبر ہیں اور کسی متاخر کا احتمالی رنگ میں کہنا جس کا مبنی ہی غلط ہو حکم نہیں  
 بن سکتا کما سبجی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ خصوص فقہیہ تو عام ہیں اور قبر حکم کی نماز کے متعلق ہیں۔ اب نماز عید کے متعلق بالخصوص نفوس  
 فقہیہ پیش کی جاتی ہیں اور چونکہ اس مسئلہ میں عید اور باقی نمازوں کا ایک ہی حکم ہے تو اس لحاظ سے  
 پہلی خصوص کی طرح ان سے بھی تمام نمازوں کا وہی حکم عام ثابت ہو رہا ہے جو سب نمازوں کو شامل  
 ہے یعنی وقت استواء میں کوئی نماز بھی جائز نہیں اور اس سے پہلے جائز ہیں۔

بدائع صناعۃ ص ۲۷۷ جلد ۲، فتاویٰ قاضی خان ص ۸۵، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۲۷۷ جلد ۲، مراجعہ  
 ص ۱۵۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے والنظم من البدائم وقت صلوة العید من حين  
 تبضع الشمس الى ان تزول۔ کنز الدقائق ص ۵۷ طبع الہی بخش لاہور مع تقریر الشرح بلقی الاکبر  
 مع تقریر الشرح ص ۱۷۱ جلد ۱، نور الایضاح مع تقریر الشرح والحاشیہ ص ۳۳، وقایہ مع تقریر الشرح ص ۲۷۷  
 جلد ۱، نقایح تقریر قستانی ص ۱۲۷، قستانی ص ۱۵۱ ہے والنظم من الکفر و قتها من  
 ارتفاع الشمس الى زوالها۔ قدوری مع تقریر الجبر ص ۱۷۷ جلد ۱، غریب مع تقریر الدرر ص ۱۷۷ جلد ۱  
 تنویر البصار مع تقریر الدرر الشامی ص ۱۷۷، متن ہدایہ مع تقریر الہدایہ ص ۱۷۷ جلد ۱، فتح القدیر ص ۲۷۷ جلد ۲،  
 بحر الرائق ص ۱۷۷ جلد ۲، شامی ص ۳۳۷ وغیر میں ہے اذا حلت الصلوة بارتفاع الشمس  
 دخل وقتها الى الزوال۔ مرآۃ الفلاح ص ۱۵۱، الی، قبیل ذوالہا، ہے قستانی۔  
 وراختار بطحاوی ص ۱۷۷ جلد ۱، شامی ص ۱۷۷ جلد ۱، بلقی الاکبر ص ۱۷۷ جلد ۱، ہے ای الی ما قبل  
 قول الشمس والفہ غبر داخلۃ فی المغنی بفسرینۃ ما مراد  
 لصیوہ الراحۃ لم یجرب عند قیامہا۔ شامی ص ۱۷۷ جلد ۱، بطحاوی ص ۱۷۷  
 جلد ۱ میں ہے وهذا یبرشد الی ان المراد بالزوال الاسواء و اطل





حیہ للمبادرة قدوری، جو ہر وقت بعد اذان تک مستعد رہا، دروغاں سے بچا رہا،  
 طحاویؒ جلد ۲ بحوالہ جلد ۲ میں ہے فاذا زالت الشمس حرج ومہما  
 اما طحاوی شرح معانی الآثار مش ۲ جلد ۲ میں فرماتے ہیں اخره زوال الشمس وحصل  
 قد احسہ علی انہا اذا لم تصل موصلہ حی زالت الشمس لا یصر  
 بقیۃ یومہا۔ اور یونی اور بھی صد ہا جزئیات فقہیہ اس کی صریح دلیل میں جن میں "روال" و "رد  
 سزل الشمس" کے الفاظ میں مثلاً شہادت زوال کے بعد آئی یا زوال سے پہلے ایسے وقت میں آئی کہ نماز  
 جمع نہ ہو سکی یا ابراہیم اور سلام کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز بعد زوال کے ہوئی، تو دوسرے دن پڑھے، یا امام نے  
 دعا و نماز پڑھی اور زوال سے پہلے علم ہوا تو اعادہ کرے اور بعد کو ہو تو دوسرے دن پڑھے اور یونی ذبح قربانی  
 وغیرہ کے جزئیات جو متفرق طور پر قدوری، عالمگیر، جوہرہ فیرہ، صفیری، کبیری، غفرہ، نور الایضاح،  
 دراختار، طحاوی، شامی، قسستانی، قاضی خان، ہدایہ، تبیین الحقائق وغیرہ کتب فقہیہ میں مذکور ہیں  
 والنظم من لہمدیۃ تزخر صلوة عید الفطر بعد الزوال الی العد  
 اذ معہ من اقامتہا عذر بان غم علیہم الهلال وشہد عند  
 امام بعد الزوال او قبلہ بحیث لا یسکن جمع الناس قبل الزوال  
 او صلا ما فی یوم غیم فطہر انہا وقعت بعد الزوال نیز ای میں ہے ومن  
 ذبح بعد العد لا یجوز ذبحہ حتی تزول الشمس اور اس زوال سے مراد  
 استواء ہے جو حقیقی زوال کے قبل یا قبل ہوتا ہے، مجاورت کے لئے مجازاً استواء کو زوال سے تعبیر کیا گیا اور اس  
 استواء سے مراد نصف النہار حقیقی ہی ہے کہ استواء کا حقیقی معنی وہی ہے اور مجاز کا سلسلہ یوں نہیں چلا کہ زوال  
 سے مراد استواء اور استواء سے مراد غمخوہ کبرے ہو کہ اس میں تضاد فی مسئلۃ نیت الصوم  
 ان شاء اللہ تعالیٰ۔

چودھویں صدی سے پہلے کسی کتاب فقہ میں بالتخصیص یہ نہیں ملا کہ انتہائے وقت عید غمخوہ کبریٰ  
 ہے یا استواء و زوال ہے جو پہلے غمخوہ کبرے ہے۔ نیز ہمارے فقہائے کرام کی عادت مسترہ ہے کہ کیسے غمخوہ  
 میں نبض ہفتات ضرور، مقننہ فرمادیا کرتے ہیں چنانچہ روزہ ماہ رمضان اور مذہبین و نفل کے وقت نیت







اور یہ سب نہیں کہ نماز کے اکثر حصہ میں نیت پائی جائے۔

بہر حال روزہ کے متعلق یہ دو قول ہیں۔ ایک طرف شائع گرام کی کثرت ہے تو دوسری طرف قاضی  
عظیم کی عظمت و جدات۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر بالفرض جامع معنیہ و جامع کبیر کی عبارتیں متعارض ہوں تو  
پھر یہی کسی کو ہے جو جامع کبیر میں ہے۔ بحوالہ اثنی عشر جلد ۲ میں ہے ان الحجامم الصغیر صنفہ  
بعد الاصل فما فیہ هو الممول علیہ۔ شامی مل الدرۃ جلد ۱ میں ہے وف  
باب العیدین من البحر والنهر ان الحجامم الصغیر صنفہ محمد  
بعد الاصل فما فیہ هو الممول علیہ ثم قال فی النهر سبی الاصل  
اصلاً لانه صنف اولاً ثم الحجامم الصغیر ثم الکبیر ثم الزیادات  
کذا فی غایۃ البیان۔ اور ثلاثین شامی مل جلد ۱ میں ہے وقال فی البحر فی باب صلوہ  
العید عن غایۃ البیان سبی الاصل اصلاً لانه صنف اولاً ثم الحجامم  
الصغیر ثم الکبیر ثم الزیادات انتهى وقال ان الحجامم الصغیر  
صنفہ محمد بعد الاصل فما فیہ هو الممول علیہ انتهى اقول  
ولذا بعینہ اقول فما فی الحجامم الکبیر هو الممول علیہ۔ تو روزہ و نیت کی  
طرح واضح ہوا کہ روزہ میں بھی ہذا عرفی کا اعتبار ہے چہ جائیکہ نماز میں مقتدر ہو۔

## فائدہ

.. فتوہ کبرئے میں کہ بہت نماز وہ بھی صرف احتمال کے رنگ میں عبد الباقی پر جہدی نے شہادت لیا  
میں ذکر کی ہے کہ ساقی نقل عنہ الشامی فی مسئلہ ۳۳ جلد ۱ اور عموی نے شرح اشباہ  
مسئلہ میں اس کی نسبت قسستانی کی طرف کی ہے مگر اس میں یہ طائشیں۔ اور طحاوی صنف ۱۸ جلد ۱ میں  
عموی سے منقول ہے اور قسستانی نے مسئلہ میں وثوق سے اس کی نسبت ائمہ خوارزم کی طرف کی ہے  
اور علامہ شامی نے بھی قسستانی سے اس نسبت کو نقل کیا ہے۔ نیز شامی علیہ الرحمۃ نے اس کے متعلق قنیز سے بھی  
نقل کیا ہے علامہ شامی کی پوری عبارت یہ ہے :

وفی شرح النقایۃ للبرہندہ قد وقع فی عبارات الفقہاء

ان الوقت المذكورہ ہے عند انتصاف النهار فی سمرقند  
 ولایخفی ان زوال الشمس انما ہو عقیب انتصاف النهار  
 بلا فصل و فی هذا العذر من الزمان لا يمكن اداها صلوة  
 فيه فلهذا المراد انه لا تجوز الصلوة بحديث بفجره  
 منها فی هذا الزمان او المراد بالنهار هو النهار  
 الشرعی وهو من اول طلوع الصبح الى غروب الشمس  
 وعلى هذا يكون نصف النهار قبل الزوال بزمان بعد  
 به استعمل ونوح وحموی و فی القنیة واختلف فی وقت  
 الكراهة عند الزوال فقیل من نصف النهار الى الزوال  
 لروایة ابی سعید عن النبی صلی الله علیه وسلم انه نهى  
 عن الصلوة نصف النهار حتى تزول الشمس فالرکن  
 الدین الصباغی وما احسن هذا لان النهی عن الصلوة فيه  
 يعتمد تصورها فيه وعزانی القهستانی القول بان المراد  
 انتصاف النهار المعروف الى اشمه ما واء النهار و بان  
 المراد انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الکبری  
 الى الزوال الى اشمه خوارزمی ۳۳۵ جلد ۱ فاین السمع  
 واستمع بقلب شهید۔

اولاً برہندی نے صرف اس شبہ کی بناء پر کہ نصف النهار حقیقی کا وقت اتنا کم ہے کہ اس میں نماز  
 ادا نہیں ہو سکتی اور نہ ہی "کا قضا ہے کہ ادا ممکن و مقدور ہو صرف ایک احتمال کے رنگ میں جس  
 کے ساتھ دوسرے مرتبہ میں یہ کہا او المراد بالنهار هو النهار الشرعی تو اس سے  
 تمام کتب متقدمین و متأخرین امتون و مشرور و قنادے کا مزاج حکم کیسے بدل سکتا ہے برہندی تو برہندی

ابن حضرت ابن ہمام سے ہے۔ حضرات کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ان کی ایسی بات ہو سکتی  
 کے خلاف ہوں، معتبر نہیں، شامی ۲۵۵ جلد میں ہے۔ عد مال العلامة الحام  
 لاغرہ، ساجحات نیحنا یعنی من الہمام اذ خالفت لمقول  
 نیز شامی منہا جلد میں ہے البحت فی المسقول غیر مقبول اور یہ بھی محکم ہے کہ ما  
 فی سمون مافی السنوہ، پر مقدم ہوتا ہے اور مافی الشروح مقدم ہوتا ہے مافی الفتاویٰ پر،  
 شامی منہا جلد میں ہے مافی المنون معدوم علی مافی الشروح و مافی  
 الشروح معدوم علی مافی الفتاویٰ، تو ایک برجہ کی کا محض احتمال قول تمام متون و  
 شروح و فتاویٰ پر کیے مقدم ہو سکتا ہے؟ اور قیہ و قسائی تو متون و شروح و فتاویٰ کے مقابلہ میں کیا  
 آگتی ہیں جبکہ وہ محض غیر معتبر و ضعیف اور ساقط الاعتناء میں۔ زاہری مصنف فقہی معتزلی ہے اور  
 قسائی اس کا خوشہ چین ہے۔ کشف الظنون ۱۳۵۷ جلد ۲ طبع تہران میں فقہی کے متعلق ہے۔  
 مشہورۃ عند العلماء بضعف الروایۃ و ان صاحبہا معتزلی  
 اور قسائی کے متعلق ۱۹۶۲ جلد ۲ میں ہے انما کان دلال الکتب فی زمانہ ولا کان  
 معروف بالعتقہ ولا غیرہ بین اقرانہ و یؤیدہ انہ جمع فی شرحہ  
 ہذا بین الفث و السمین و الصحیح و الضعیف من غیر تحقیق و  
 لتصحیح و تدقیق مہو کہ مخاطب اللیل جامع بین الرطب و البس  
 فی النبل۔

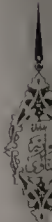
یہی علامہ شامی عقروالدیریہ ۳۵۶ جلد ۲ طبع مصر میں فرماتے ہیں نقل الراہدی لا معاص  
 فعل المعتربات العمانیۃ فانہ ذکر اس و ہبان اسہ لا یلغی لی ما  
 علہ صاحب القیۃ یعنی الزاہدی مخالفاً للعو عدم لم یعصده  
 من من غیرہ و مثله فی النہر ایضاً۔ نیز اسی میں ہے و المہمسائی کہ جازف  
 سبل و مخاطب لیل حصراً و استنادہ الی کتب الراہدی المعسری

سائل بن مہربین سے بعد اربعہ الآت میں ہے و من کتب العربیہ منہ  
 شرح لکرو و لہمسانی لعدم الاطلاع علی حال مؤلفہما او لعل  
 لا قول صحفہ کصاحب الفیہ۔ اور اس سے پہلے ہے الکتاب المساعرة  
 خصوصاً عمر بمحررة کثیر انفعایہ للہمسانی۔ بعد ازاں فرمایا لا حور  
 الافء من هذه الكتب الا اذا علم المسقول منه والاطلاع علی ماحدھا  
 اور نئی شامی علی الدر مشہد میں بھی ہے۔ طحاوی علی الدر ملکہ جلد میں ہے ان العیہ لبس  
 من کتب المذهب المعتمدة فلا یعارض ما فی الفتح و النہایہ و العنایہ  
 اور مسند زبیر بحث میں توقیہ و قسسانی کی نقل صرف فتح و نہایہ و عنایہ کے خلاف نہیں بلکہ جمع متون و شروع و فتاویٰ  
 متقدمین و متاخرین کے سراسر منافی ہے تو کیونکر مقبر ہو۔

**ثانیاً :-** برہنہ کا احتمال اور توقیہ و قسسانی کے نقل صرف لفظ نصف النہار سے ہی ناخذ ہیں یعنی  
 وہ النہار سے مراد نہار شرعی جیسے میں حالانکہ ائمہ و مشائخ مذہب کے کلمات مبارکہ میں صرف لفظ نصف النہار  
 ہی نہیں بلکہ الفاظ استواء الشمس اور قیام قائم الظہیر اور وقت الزوال بھی بکثرت وارد ہیں کما مر  
 حالانکہ ان سے ضوہ کبریٰ مراد نہیں لیا جاسکتا کما مر۔ اور جب یہ سب کلمات ایک ہی چیز کے متعلق  
 ہیں و نصف النہار کا ایک ایسا معنی جو ان دوسرے کلمات کے مخالف ہو، کس طرح مراد لیا جاسکتا ہے  
 و ثابت ہوا کہ وہ احتمال و قول محض غلط ہیں اور قابل التفات نہیں۔

**ثالثاً :-** وہ صرف متون و شروع و فتاویٰ کے خلاف ہی نہیں بلکہ احادیث مبارکہ کے بھی خلاف  
 ہیں کما مر۔ اور اکثر احادیث میں لفظ نصف النہار نہیں بلکہ وہ کلمات مبارکہ میں جن میں ان کی تاویل  
 چلی نہیں سکتی، زہد ہی اور قسسانی جیسوں کی کیا حیثیت جبکہ امام الانامہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ  
 مجھے حضرات فرماتے ہیں اد اصحہ الحدیث فہو مدھی پھر صرف احادیث ہی نہیں  
 بلکہ آیات سابقہ کے بھی خلاف ہے

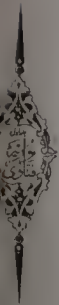
**رابعاً** جس کو وہ نہار شرعی کہتے ہیں وہ روزہ کے لحاظ سے تو نہار شرعی ہے مگر ان اوقات ثلاثہ  
 متعلقہ نماز کا نہار شرعی تو وہی ہے جس کو وہ نہار یعنی تارہے میں کہتے کہ ان سب احادیث نہی میں کلمات



مع غروب اور استواء قائم ظہیر وغیرہ کی تصریح مسجد اور طلوع وغروب بالاتفاق طرفین میں تو اگرچہ المناہج  
سے ماہِ شریعی مراد لیٹا ہے تو وہ نہاۃً شرعی مراد لیں جو متعاضد اوقات ملتا ہے نہ کہ نہاۃً شرعی صیامی مراد لیں کہ  
میانِ بیتِ روزہ زیر بحث نہیں اور نہ ہی نہاۃً صیامی کے ساتھ لفظ نہاۃً شرعی کی تفسیر کسی آیت یا حدیث سے  
ثابت ہے حتیٰ کہ نہاۃً صلاقی یا اوقاتی پر اس کا اطلاق ناجائز ہو جبکہ اکثر روایات میں تو لفظ "النہار"

ہے ہی نہیں۔  
خامساً وہ شخص جس پر بچہ کی کاہنہ اور قیہ و قستانی کے نقل مبنی ہیں وہ سرے سے محض بے جا اور باور  
ہو اسے کیونکہ نبیؐ کی نسبت امر امکان و قدرت ادا کا زیادہ تقاضا کرتا ہے۔ امر میں عمل مطلوب ہوتا ہے اور  
نہی میں کفایتی رک جانا، اور عمل رک جانے کی یہ نسبت قدرت کا زیادہ تقاضا کرتا ہے حالانکہ امر کے متعلق  
ہل اصول طے تصریح فرمائی کہ صرف قدرت ممکنہ ہی کافی ہے اور اس کا بھی صرف تو یہی شرط ہے چنانچہ ماہِ نکاح ایسا  
ہو ہی وقت جس میں صرف "اللہ اکبر" ہی کہا جاسکے، اس میں لڑکا بالغ ہو جائے یا کافر یا مسلم لائے یا حاضر  
نہاۃً پاک ہو جائے یا دیوانہ بوجھش پائے تو ان پر بالشرط معتبرہ نماز لازم ہو جاتی ہے یعنی وہ اُقیم لصلوۃ  
کے خطاب ہو جاتے ہیں کیونکہ ایسے کم وقت میں اگرچہ عادتاً نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر اس کا امتداد متوہم ہے  
کیونکہ اللہ رب العالمین سورج کو ٹھہرا کر ایسے کم وقت کو طویل بنا سکتا ہے تو ادا ہو سکتی ہے۔

حسامی جیمیہ منہ ۴۱۰۔ منار اور نور الانوار طبع مراجدین لاہور ۱۲۰۴ء، شرح المنار لابن الملک  
طبع عامہ ۱۲۰۵ء، شرح المنار لابن یعنی طبع عامہ ۱۲۰۵ء، افاضۃ الانوار شرح المنار اور اس کے حاشیہ  
نہات الاسعاد للعلامہ ابن عابدین الشامی ۱۲۰۴ء طبع مصر، تحریر اور اس کی شرح تیسیر التحریر ج ۱ ص ۲۴ طبع  
مصر، تنقیح، توضیح توحید ۱۲۰۵ء جلد اول طبع مصر میں بالفاظ متعارفہ ہے والنظم للحسامی جمع  
مقدرة الممكنة شرطاً الوجوب الاداء (الحی ان قال) والشرط کونه  
منوهم الوجود لا کونه متحقق الوجود فان ذلك لا یسبق الاداء و  
لہذا قلنا اذا سئل الصی او اسلم الکافر فی اخر الوقت تلزمہ  
لصلوۃ لجوار ان یظهر فی الوقت امتداد متوقف الشمس کما کان  
لسدائ علیہ السلام الخ تو یہی وقت استواء کہ ہونے کے باوجود متوہم الامتداد ہے تو موردِ نبیؐ



جس کا سبب یہ ہے کہ وہ شہ راق ہو گیا۔

سادساً اس نئی سے مطلب کف عن الصلوة ہے یعنی نماز کے ادا کرنے سے رک بنانا اور یہاں پر ہے جو زمان طویل کا تقاضا ہی نہیں کرتا بلکہ اگر اس وقت استواء سے پہلے نماز شروع کرنے والا ہو کر رہے ہو تو یہ نماز سے رک جائے یا استواء کے وقت نئے سرے سے نماز شروع کرنے سے پرہیز کرے تو دونوں طرح اس نئی کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔

الحاصل مکمل نماز ادا کرنے کے لئے جتنا وقت ضروری ہے۔ کف عن الاداء کے لئے اتنے وقت کی ضرورت نہیں وذا امسا لا تغبار علیہ اصلاً مگر وہ حضرات جنہی عن الصلوة الکاملۃ بجمیع اجزائہا من اولہا الی آخرہا سمیعہ بیٹھے حالانکہ صحیح نہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان حضرات نے "الصلوة" کو بمعنی مفعول تصور کر لیا اور جمیع اجزائہا مراد لیا حالانکہ یہ مصدر بمعنی فعل ہے۔ اگر مصدری معنی میں نہ لیں تو "الصلوة" فعل نہیں بنے گا تو نہ ہی عن الافعال الشرعیۃ کا حکم یعنی مقدر العبد ہو تا اس پر ماموری نہیں ہوگا تو وہ شہر خود بخود نازل ہو جائے گا کہ اس کی بناء ہی اس پر ہے کہ نصف النہار تحقیق کا وقت اناتنگ ہے کہ اس میں فعل صلوۃ سانس نہیں سکتا۔ اور جب "الصلوة" کو بمعنی مصدر لیا جائے تو ادا جمیع الصلوة کی طرح ادا بعض الصلوة بھی اس کا مصداق بنے گا حالانکہ بعض کا ادا ضرور مقدر ہے تو وہ شہر مت گیا اور یوں بھی یہ شہر باطل ہے کہ اگر "نہی عن الصلوة بجمیع اجزائہا" مراد ہو تو بعض الصلوة کا پڑھنا جائز ہوگا کہ وہ منہی عنہ نہیں اور جب بعض اجزاء کا پڑھنا جائز ہو تو ایسی نماز عید یا نضائے فرض و واجب جو اس وقت نہی سے پہلے شروع کی جائے اور نماز کے اندر وقت نہی آجائے۔ فاسد نہ ہو کہ یہ بعض ہے اور بعض سے نہی ہی نہیں وہ یہ نہی فعل نماز جو پہلے سے شروع کی ہو وہ مکروہ نہ ہو اور ایسے ہی وہ نماز تقاضا واجب و نفل جو اس وقت نہی میں شروع کرے اور غر کے وقت میں ختم کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہ ہوتا کیونکہ نہی بعض سے ہے ہی نہیں حالانکہ یوں نہیں بلکہ پہلے کی شروع کر وہ نماز بھی وقت نہی کے داخل ہونے سے فاسد یا مکروہ ہو جاتی ہے اور جو نہی نماز کا وقت نہی میں شروع کرنا بھی ناجائز ہے اگرچہ وقت ختم ہونے کے بعد ہی پوری کرے۔ تو معلوم ہوا کہ جمیع اجزائہا والی قید غلط ہے لہذا برہنہ کی کا پھانساں ہی درست ہے کہ لعل المراد امہ لاحد لصلوۃ



سنت یعم جرد مہما فی هذا الرمان ثانی ۴۴، تو احتمال دیتا ہے کہ اس  
 کثارت میں اور علامہ طحاوی نے تو اس شبہ کے جواب میں فرمایا ہے ہمیں تصویر یہاں  
 کیوں شروع قبل الاسواء تم طرأ الاسواء فی سناہما قبل  
 بقعود مدد التشہد فانہ بذلک یفسد الفرض و یکوہ العمل  
 مکروہا یعنی اس وقت استواء یعنی نصف النہار حقیقی میں ادا کئے نماز کی صورت میں بنائی جاسکتی ہے کہ  
 متواتر سے پہلے نماز شروع کی جائے۔ پھر نماز کے اندر قعود قدر التشہد سے پہلے استواء طاری ہو جائے۔ اس  
 لئے کہ بے شک طاری ہونے سے فرض ناسد ہو جاتا ہے اور نفل مکروہ ہو جاتے ہیں۔ نیز مرقاۃ ص ۴۴ جلد ۳  
 میں ہے قال ابن حجر وقت الاستواء المذكور وان کا وقت ضیف  
 لاسع التحریمة فحرم تقدم المحرم فیہ یعنی وقت استمرار  
 یعنی نصف النہار حقیقی اگرچہ وقت تنگ ہے اور پوری نماز کو مانہیں سکتا مگر بے شک تکبیر تحریم کو مانہا  
 ہے تو نماز کا قصد شروع کرنا اس میں حرام ہوگا۔ اور ان دونوں جوابوں سے ثابت ہوا کہ نماز جمیع اجزائہا  
 کا امکان الاداء فی الوقت ضروری نہیں بلکہ پہلے سے شروع کردہ پر استواء طاری ہو جائے یا وقت استواء  
 میں شروع کی جائے تب بھی مورد ہی بن جاتی ہے۔

سابعاً وہ احادیث ثریعہ جن سے نصف النہار میں نہی عن الصلوۃ ہے انہی احادیث سے ضحوة  
 کہنے میں نماز پڑھنے کا جواز روز روشن کی طرح واضح ہو رہا ہے کما مر۔ بلکہ احادیث ثریعہ نہایت دو  
 تین چار میں تو اس نماز کو مشہورہ محضورہ تنقیذہ مقبولہ فرمایا گیا ہے یعنی وہ نماز ایسی جائز ہے کہ اس کے لئے  
 رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور وہ مقبول بارگاہ عزت ہے کما مر بالسنن مفصل، تو اگر  
 نصف النہار سے مراد ضحوة کبرے ہو تو لازم آتا ہے کہ ان حدیثوں میں سے ہر ایک حدیث کا ایک حصہ  
 دوسرے حصہ سے متعارض ہو یعنی پہلے حصے میں ترضوہ کبرے میں نماز کا جائز و مقبول ہونا بیان ہو رہا ہے  
 دوسرے حصے میں نماز کا ناجائز ہونا۔ و باطل فصل لا یجوز فی کل عام من فصلین  
 قد سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ثانیاً اگر باغرض ضحوة کبرے میں جواز نماز آیات و احادیث اور اقوال ائمہ و مشایخ مذہب ہے

ثابت بھی برتا تب بھی بلا دلیل کہ ثابت رہ جوتی کی کہ اہل السنۃ والجماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ  
 "اشارہ میں اصل اباحت ہے" بلکہ ہمارے مشایخ عظام نے تصریح فرمائی کہ کراہت تحریمی ہوتی ہے بلکہ دلیل  
 خاص ثابت نہیں ہو سکتی۔ اختصاراً صرف شامی ہی کی عبارت پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ شامی ص ۱۱۱ جلد  
 میں ہے لا یلزم من سئل المستحب تبوت الکراہۃ اذ لا بد لہا من دلیل  
 خاص نیز یہ بھی ہے لا یلزم منه ان یکون مکروہا الا بنہی خاص لان الذکاۃ  
 حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل اور ص ۵۹ جلد ۱ میں مکروہ تحریمی کے متعلق فرماتے ہیں  
 انه فی رتبۃ الواجب لا یشبت الالباس یشبت بہ الواجب یعنی بالہی  
 الظنی الثبوت او الدلالۃ۔

**تاسعاً** علی سبیل ارغار الغنان، نصف النہار حقیقی کے بعد اگر بلا فصل زوال شمس ہو جاتا ہے اور  
 حقیقت وہ وقت اتنا کم ہوتا ہے کہ اس میں نماز ادا نہیں ہو سکتی مگر چونکہ ہماری نظروں میں اس وقت سورج یا  
 سایہ حرکت سے ٹھہرا ہوا معلوم ہوتا ہے حتیٰ کہ غور و تامل سے دیکھنے والا بھی ٹھہرا ہوا ہی محسوس کرتا ہے تو  
 فی الواقع نصف النہار حقیقی ہونے سے ذرا پہلے ہی نصف النہار کا ظن ہو جاتا ہے جو ذرا بعد تک بھی رہتا ہے  
 اور فی الواقع زوال ہونے سے ذرا بعد ہی زوال کا علم ہوتا ہے چنانچہ بعض نے تو یہ قول بھی کر دیا کہ سورج  
 حقیقتہً حرکت سے تھوڑی دیر کے لئے بند ہو جاتا ہے مگر یہ صحیح نہیں، سورج حرکت کرتا رہتا ہے اور کمال

سورت الغلوب شریف ص ۵۵ جلد ۱ میں ہے کہ ضرور مروی ہے کہ عرب عظمیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیرل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ  
 زوال ہو گیا ہے، تو حیرل نے عرض کی "لا نعم" یعنی نہیں ہوا ہاں برا، تو حضور نے فرمایا یہ کس طرت؟ تو عرض کی کہ حیرل نے  
 عرض کر کے کہ مدت میں سورج نے آسمان میں ڈیڑھ لاکھ میل کا فاصلہ طے کیا ہے و بعد وہ قدر مروی فی العباد ان السنو  
 صول اللہ علیہ وسلم سأل حیریل علیہ السلام فقال هل زالت الشمس فقال لا نعم فقال کیف حد  
 فقال یعن فوی لک لا نعم قطعت فی المثلث حسنین الف حرسہ۔ (ص ۵۵ جلد ۱) اللہ تعالیٰ اعزہ عنہ قادی بنو عبد  
 میں ص ۳۲ جلد ۲ میں وقت ابھی غروب کے متعلق تفصیل افادہ فرمایا ہے جو وقت زوال قبل نزال کے، میں میں بھی افادہ عارفا  
 ماری ہے۔ فرماتے ہیں وقت غروب مثل کھجورہ ایک کی حیثیت و اختیار کا اور ایک وقت بڑی شری سے خارج ہے، (ان ان دن، و بعد  
 حقیقت میں سے کہ پہلے اور کچھ بعد تک عار غروب کے نزدیک وقت مشکوک ہے۔ اسی کو وقت بین الوقین کہتے ہیں اس میں غروب  
 کسی حالت مشکوک رہتی ہے۔ کبھی غروب وقت اول کہیں غروب وقت خزانہ کرتی ہے ۹

درج کے باعث حرکت ظہور نہیں ہوتا تو غور و تامل سے بھی قائم و دائم ہونے کا ظن ہوتا ہے۔ مرقاۃ  
 جلد ۳ میں ابن الملک کا قول نقل کیا سكون الشمس واقعة عن السد وتنب  
 في كبد السماء لحظه ثورسير وقيل بطن انها واقعه قلت هـ  
 هو لمعتند قال الطيبي الشمس اذا بليت وسط السماء انطأ  
 حركة الظل الى ان تزول فيتخيل للناظر المتأمل انها وقفت  
 وهي سائرة الى اخر ما من من المرفوعة .

حدیث ۱ کے تحت نووی ، نہایہ ، ورنشیر ، جمع ، لسان العرب وغیرہ سے بھی تفصیلاً ذکر کیا ہے  
 اور حضور محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اس قیام شمس کا اعتبار فرمایا ہے کہ حسین بقوم قاشم  
 الظہیرۃ فرمایا ہے یعنی جتنے وقت تک قائم معلوم ہوتا ہے نماز منوع ہے۔ نہایہ وغیرہ میں اسی  
 اعتبار کے لحاظ سے تشریح ہے ، تو اس ظاہری وظنی وقت نصف النہار میں اتنی دعت ہے کہ دو گنت  
 نماز ادا ہو سکتی ہے تو رجحندی ، قسمانی ، زابری کا وہ شبہ برے سے ہی زائل ہو گیا و لہذا نعالی  
 الحمد والمنة ۔

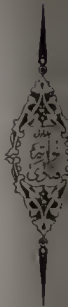
## تنبيه

رسائل ابن عابدین ص ۱۸۱ میں یہی علامہ شامی فرماتے ہیں قلت وقد يتفق نقل  
 قول في نحو عشرين كتاباً من كتب المتأخرين ويكون القول خطأ  
 احطاه اول واضع له فيأتي من بعده وينقله عنه وهكذا يفعل  
 بعضهم عن بعض . پھر ۱۸۱ میں فرمایا و لهذا الذي ذكرناه نظائر كثيرة  
 اتفق فيها صاحب البحر والنهر والمنع والدر المختار وغيرهم  
 وهي بسهم منشأها الخطأ في العمل او سبق النظر . تو مسئلہ زیر بحث کا اثر  
 چھ کتابوں میں آجانا اور وہ بھی بعض میں صرف احتمالی رنگ میں اور بعض میں رو کے ساتھ اور ان کی بعض  
 بالکل غور و تامل یا غیر متبصری میں تو یہ کیونکر مقبول و مقہور ہو سکتا ہے ؟ بہر حال وہ شبہ اور اس پر مبنی احتمال و  
 تاں سب باطل میں اور بلا شک و شبہ و ریب نحوہ کبرے میں اور اس کے بعد نصف النہار واقعی تک

عویل وقت مندرج فی السؤال میں ہر قسم کی نمازیں یقیناً جائز و روا اور باعث ثواب ہر اور وقت میں  
 کا آخری وقت بھی یقیناً نصف النہار حقیقی تک ہے۔ اگر نماز عید میں نصف النہار حقیقی کا وقت ہو جائے  
 فاسد ہو جائے گی مگر ضوۃ کبرے کے داخل ہونے سے فاسد نہیں ہوتی بلکہ ضوۃ کبرے ہونے کے بعد بھی  
 نماز عید یقیناً جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں اس کا پڑھنا واجب و لازم ہو جاتا ہے مثلاً شہادت دینے  
 آئی کہ ضوۃ کبرے سے پہلے نہیں پڑھی جاسکتی۔ یا امام نے نماز پڑھائی اور ضوۃ کبرے ہونے پر ظاہر ہوا کہ  
 وضو نہیں تھا یا جسم یا لباس پر درجو سے زائد نجاست لگی ہوئی تھی تو اعادہ لازم ہوا۔ تو ایسی صورتوں میں  
 ضوۃ کبرے کے داخل ہونے پر بھی نصف النہار حقیقی سے پہلے پڑھنا ضروری و واجب ہے لاسہ  
 وقت العید بتصریحات جمیع کتب المذہب حتی الشامسة والفہست  
 کما مر ولا يجوز تاخیر الصلوة عن وقتها بلا عذر اور اس جواب سے یہ بھی واضح  
 ہو گیا کہ استوار ہے نصف النہار شرعی صحابی مراد نہیں بلکہ شرعی صلوٰتی یا اوقاتی ہے جس کو نصف النہار حقیقی و عرفی  
 بھی کہا جاتا ہے یعنی جس وقت سورج سر پہ ہوا و مشرق و مغرب میں سایہ معدوم ہو جائے مجازاً البوجہ بجا و درست  
 ہو جائے بھی کہا جاتا ہے ومن اراد زیادة تفصیل المقال وتحقیق الحال فعليه  
 بوسالتنا فی الزوال و شرحہ تیسیر المقال۔

الحمد لله! کہ تمام سوالات کے جواب بقدر ضرورت تفصیل سے تحریر ہوئے فہما کار  
 صوابا فمن الله تعالى بسمه و كرمه و ما كان خطا فمخى ومن التيف  
 مرحم الله تعالى فاضلا مستدبنا دلسى على الخطا والنسيان وما  
 اسبرئ نفسى ان النفس لامارة بالسوء الا ما رحم ربي ان ربي غفور  
 رحيم واسمى الحواب بالبدء البشرى بقبول الصلوة في  
 الضحوة الكبرى حمله الله تعالى البشرى في الحيوة الدن  
 و الاخرى وما ذلک على الله تعالى بعز و

والله تعالى اعلم و صلى الله تعالى على سيدنا و محبوبنا محمد



عقود الخیر الی الخیر محمد زور الشامی غفرلہ

۱۲ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فجر کے بعد قبل طلوع آفتاب  
تھا فرض نماز ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ با دلیل تحریر فرمادیں جو الہ کتاب بھی ہو۔  
آپ کا شمار گو: سب آستانہ خادم فقیر ترقی فیہ خادم الفقراء عبد الحلیم غفرلہ از موضع بریت  
متصل جوابی لکھا منتظر الجواب۔

(۱۷ مارچ ذی الحجہ ۱۳۸۵ھ)



بلاشبہ صبح سے طلوع آفتاب تک قبل از نماز فجر اور بعد از نماز فجر فرض نماز کی قضا ادا کر سکتا  
ہے۔ تمام کتب فقہ کلمات مجتہدین سے گونجی رہی ہیں۔ ہدایہ مسئلہ بعد از، فتاویٰ عالمگیری ص ۲۷ بعد از، الدر المنثور ص ۱

تشریف فرما ہے، لہذا میں اس کو لاچار اور غریب  
سمجھتا ہوں۔ وہ جو اس قدر غریب ہو کہ اسے حرم میں  
نہیں لے جاتا، نہ کھانا دیا جاتا، نہ کوئی رحمہ لاکرم دیا  
جاتا، نہ کوئی احسان دیا جاتا، نہ کوئی صلہ

فی سبب و کما فی سبب





# بَابُ الْاِذَا نِ

## الاستفتاء

کیا زنا سے عمامے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا ولد الزنا کا مذبح اور اس کی اذان جائز ہے یا نہیں؟ باوجودیکہ مسئلہ و صوم کا پابند ہے اور مدرسہ بھی کچھ پڑھا ہوا ہے اور دوکانداری کرتا ہے ظاہراً تو احوال اچھے ہیں مگر ریش بریدہ ہے اور اس کی والدہ لے بعدہ توبہ کر لی ہے اور نکاح کر لیا ہے۔ اب یافت طلبہ میرے کہ اس میں حق حق بیان کر دیں۔

السائل: علم الدین ولد حاجی غلام فرید قوم رنجیز منڈی کشیش دساوے والہ ضلع ساہیوال



ملت ذبیحہ کے لئے شرعاً ذابح کا مسلمان عاقل ہونا کافی ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۷ جلد ۳ میں ہے منہا  
 ان سکون عاقلان نیز ای میں ہے ومنہا ان یکون مسلماً الخ تو ولد الزنا جبکہ مسلمان  
 بعد از پانچ سو و مسئلہ ہے تو اس کی ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے اور ایسے ہی اس کی اذان بھی جائز ہے اور ولد الزنا بونے  
 کہ جسے مکروہ بھی نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۷ جلد ۳ میں ہے و يجوز اذان العبد و القروی  
 . هل المعارة و ولد الزنا الخ ان قالوا من غیر مکواہۃ البتہ اگر ریش بریدہ  
 شت جسے کم رکھنے والا ہے تو فاسق ہوا اور اس وجہ سے اس کی اذان مکروہ ہوگی۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷۷ جلد ۳



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْكَ  
وَلَهُ وَحَبْلُهُ وَوَسْلَمُ

حق، انفعیلہ الی الخیر محمد نور اللہ تعالیٰ مغفرت

۱۰ المحرم الحرام ۱۳۷۲ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین بچ اس مسئلہ کے اذان کے متعلق کہ مؤذن اذان مسجد سے  
باہر مٹا ہے یعنی مسجد کے پیچھے متصل ایک کھوہ سے اور اس میں رہائش بھی ہے اور اس جگہ میں لاؤ سپیکر بھی فٹ  
کر کے رکھا ہوا ہے اور آبادی بھی وہ اذان کے سنے کی ہے کیا وہاں اذان کہنی جائز ہے یا نہیں؟ امام غلام  
رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کیا فتوہ ہے بمقتل جواب سے نوازیں۔ اہل سنت و جماعت جواب دیکر شکور و فدا ہیں  
السلام : محمد ضیف نظامی مدینہ مسجد حجاب پور تحصیل کنڈیارو ضلع نوابشاہ



شرعاً اس وقت میں کوئی حرج نہیں، اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے۔ ہمارے مذہب حنفی میں بھی یہی حکم  
ہے۔ فقہیہ علی ۳، فقہ القدر بر ۳۱۲ جلد ۱، خلاصہ الفتاویٰ ۳۱۲ جلد ۱ میں ہے واللہ اعلم بالصواب  
۱۔ اصل و منبع ۱۔ مؤذن علی المسندۃ او خارج المسجد ولا مؤذن فی  
المسجد یعنی اصل میں ہے کہ، اذان یہ ہے کہ اذان منارہ پر کہی جائے یا مسجد سے باہر اور مسجد میں اذان نہ کہی جائے  
۲۔ اصل امام محمد علیہ الرحمۃ فیہ بر ۳۱۲ جلد ۱ امام غلام علیہما الرحمۃ کی کتاب کا نام ہے جو مذہب حنفی کی نہایت مستند  
کتاب ہے۔ بہر حال اذان کہی ہی مسجد سے باہر جاتی ہے اور منارہ بھی نماز کی جگہ سے باہر ہی جاتا ہے تو متصل کون

یہاں کہیں کیا حرج؟ بلشبہ جائز ہے اور محبوب پیار سے صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک رہانے میں بھی سب سے  
 بہر یک بہت اونچے مکان پر حضرت بلال اذان دیا کرتے تھے سنن ابو داؤد و صحیح بخاری میں ایک صحابیہ انصار بنی  
 روایت ہے کہ اس جہی میں طول صیحت کاں حصول المسجد ذکاں مبدل نودوں  
 علیہ لفعبر یعنی میز گھر مسجد پاک کے آس پاس تمام گھروں سے اونچا تھا تو حضرت بلال اس پر فوجی دان کہ  
 کھڑے دروازہ کو اس نہ بھی دیکھتے تھے کہ وہ اذان کے لئے اونچا بنایا جاتا ہے اور مسجد کے متصل مسجد سے  
 باہر جاتا ہے اور یونہی جمعہ کی دوسری اذان بھی مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے امام کے سامنے مسجد کے دروازہ پر چھینچ  
 صورت پر نور میں یا لم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے بھی مسجد کے باہر دروازہ پر جو اکتی تھی ابو داؤد شریف ۱۵۱۱ میں  
 حضرت ناب بن یزید سے کہ کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد  
 والی سکر و عمر یعنی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب آپ منبر پر جمعہ کے دن جہرہ گرجتے  
 تھے تو مسجد کے دروازہ پر اذان کہی جاتی تھی اور یونہی حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے  
 بھی اور یہ سامنے والی اذان تو برقرار رہی اور اس سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید منورہ کے  
 بنانے کے ساتھ مکان زور پر اذان کا حکم دیا ابو داؤد کے اسی صفحہ میں ہے فلما کان خلافة عثمان  
 و کثر الناس امر عثمان یوم الجمعة بالاذان الثالث فاذن به  
 علی السور ا یعنی جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ہوئی اور لوگ پہلے سے بھی زیادہ ہو گئے  
 تو آپ نے جمعہ کے دن پہلی اذان کا حکم دیا تو وہ اذان زور پر کہی گئی بہر حال روز روشن کی طرح واضح ہے کہ اذان جمعہ  
 کی جو دوسری مسجد سے باہر ہی کہی جاتی ہے منارہ پر جو یا کسی دوسرے مکان پر مقصور نمازیوں کو سننا اور خبردار  
 کرنا ہے اور وہ نماز مسجد سے باہر ہی ہوتے ہیں تو جس مکان سے وہ اچھی طرح سن سکتے ہیں وہاں اذان ہونی چاہیے  
 اللہ ہو کہ اسے باہر اذان مبارک کی دوسری اذان جو امام کے سامنے ہوتی ہے وہ سامنے ہی دروازہ پر سنت کے  
 مطابق کہی جائے اور کھوہ پر نہ کہیں کہ سامنے نہ رہے گی۔ واللہ نف الی اعلم و صلی اللہ تعالیٰ  
 علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارئہ وسلم

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں مفتیان و علمائے دین دریں مسئلہ کہ آیا کہ اذان ثانی بعد مسجد کے اندر پڑھنی جائز ہے کہ نہیں؟  
حوالہ کتب سے تحریر فرما کر جواب سے مشرت فراویں بیسوا سو حبروا۔

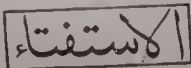
السائل: الفقیر محمد یار خطیب مسجد یک مکہ ۱۹ ایل صلیبہ فیاض



مسجد کے اندر نہ پڑھی جاتے فتاویٰ تھان خان ص ۳ جلد ۱۔ خلاصہ الفتاویٰ ص ۳۹ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۱  
جلد ۱ میں ہے لا یسودن فی المسجد (ترجمہ مسجد کے اندر اذان نہ پڑھی جائے) اور ابو داؤد و ترمذی میں  
ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب منبر پر مسجد کے دن بدوہ فرماتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر  
اذان کہی جاتی۔ اور ایسے ہی حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سامنے بھی، قرآن مجید جو کہ اذان ثانی مسجد  
بھی مسجد کے باہر ہوئی ضروری ہے۔ اس اگر اول سے مسجد میں اذان کے لئے مسجد بنانے سے پہلے ہی مسجد اذان کی معین  
بنائی جو دروازہ مسجد میں امامی کی طرح ہو تو اس میں جائز ہے کیونکہ وہ جگہ مکہ مسجد سے باہر ہوگی۔ واللہ اعلم  
علمہ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحابہ و مارک وسلم۔

حقہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ عالمگیری

۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۶ھ ۲۵-۶-۶۶



بخدمت گرامی قدر کرمی مفتی حضرت مولانا محمد نور اللہ صاحب

مسجد جمہ کے بعد عرض مسجد بدیل ہے برائے کرم اس مسجد کا جواب ہوا ہونی بدیل رواۃ فرما کر مسجد  
 داس — نماز جمہ کی اذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا باہر، فقہ وحدیث ہوی سے جواب منقطع ہو ،  
 عرب مسجد بدیل کا تفصیل سے جو مسجد کے اندر ہونے سے مطلب ہے کہ مسجد کے مکان کے اندر ہونی ضروری  
 ہے اگر باہر عام مسجد میں بیٹھے کہ اذان اول ہوتی ہے ۔

السائل : مولوی محمد ربیع صادق آباد موضع کوٹ قاضی ڈاکٹر محمد کرم پور پرستہ دہانہ

ضلع ملتان -

۲۳۔۱۲۔۶۳



جمہ کی اذان ثانی امام کے سامنے سنت ہے اور اذان اول دوسری نمازوں کی اذانوں کی طرح منارہ یا  
 بند مکان پر دیکھائی ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے مگر امام کے سامنے کا یہ مطلب نہیں کہ مسجد کے مکان  
 کے اندر یا باہر مکان کے سامنے نماز کی جگہ پر جو بلکہ نماز کی مقرر کردہ جائے مسجد جو احالہ وہی مسجد ہے اس میں  
 زوی جاسے بلکہ اس جگہ سے باہر کسی جائے پھر خواہ مکان کے دروازہ میں ہو یا بیرونی مسجد کے دروازہ پر جو  
 یا مکان کی شرقی دیوار میں الماری نما جگہ میں جو جو امام کے سامنے ہو حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں ہے من باب  
 کان وجہا لمسبح . من البدو او دمی ہے کان یؤذن بین یدی رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعہ  
 علی باب مسجد وابی بکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قدامی قاضیان  
 مؤمنین ثلاثۃ قدامی ملکۃ بدیل ، قدامی مالکیرۃ بدیل ، بحر الرائق ۲۵۵ بدیل میں ہے لا مسود  
 فی المسجد . فقیر شرف میں ہے الاذان انما یسکون فی المسجد وحارح  
 مسجد فتح اللہ ۲۵۵ بدیل میں ہے لکراۃ الاذان فی المسجد بہر اولی ثانی

جی دانتہ۔ سبوت ہربرہ و اللہ تعالیٰ علیٰ حسبہ و  
وصحبہ و بارک وسلم

حقہ الفقیر الیٰ غیر قدور الشاعری غفرلہ

۹ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ ۲۹-۱۲-۹۳

## الاستفتاء

نمبر ۱۔ آیا کہ جب جمعۃ المبارکہ کی جو دوسری اذان کہی جاتی ہے تو اس اذان کا جواب دیا جائے یا کہ نہیں اور  
اس دوسری اذان کے بعد اور خطبہ سے پہلے اس اذان کی دعا مانگی جائے یا کہ نہیں؟

نمبر ۲۔ آیا کہ جب نمازِ جنازہ پڑھی جاتی ہے تو جب امام سلام کہتا ہے اور دائیں طرف منہ پھیرتا ہے تو  
اس وقت دائیں ہاتھ کو چھوڑ دینا چاہیے اور جب بائیں طرف سلام کہتا ہے تو بائیں ہاتھ چھوڑ دینا چاہیے  
یا کہ دونوں طرف سلام کہہ کر ہاتھ چھوڑے جائیں؟

السائل: جناب محمد یار صاحب خطیب امام مسجد چیک ۴۹۷/۲ ب۔ ڈاک خانہ چیک ۴۹۷/۲ ب۔  
تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ ضلع لاہل پور



ملک۔ ہاں اس اذان کا جواب بھی جائز ہے اور بعد ازاں دعائے اذان بھی جائز ہے کہ جانب

سہ ۳۰۵: جلد ۲۰۱۲ جواب المسئلۃ: لکھا ہے اور یہ منہ "اللہ تعالیٰ ہم کی جگہ" اللہ تعالیٰ ہم "اور درود پاک" جلی

علیٰ صدرہ سلم لکھا ہے کہ ادب ۵ میں تقاضا ہے ۱۲ منہ غفر لہ

ان دو مالک مدینیں مطلق ہیں اپنے اطلاق سے اذن ثانی کو بھی شامل ہیں اور بافتوس میں اذن کے  
 موجب کی مدت صبح بخیر ہی ۲۵ بعد میں بڑے واضح طور پر موجود ہے اصل بات یہ ہے کہ شروع عطیہ سے  
 پہلے پہلے یہ اوم جو دنیاوی نہ ہو۔ ہمارے امام عظیم علیہ الرحمۃ کے نزدیک بلا کر امت جائز ہے صحابی  
 می مرتبی ۲ میں ہے مما یکرمہ ماکاں من حسن کلام مناس ام  
 سسہ وغیرہ فلا

۱۔ نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر تک ہاتھ باندھے جائیں بعد ازاں دونوں ہاتھ چھڑوے اور پھر دونوں  
 سلام کہے۔ غرضۃ الفتاویٰ ۲۵۵ بعد میں ہے فالصحبۃ نہ یحل لیدبر  
 تو بسلم سلیمتیں مکذاب الذحیرۃ۔ (ترجمہ صبح یہ ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے  
 والوں ہاتھ کھول دے پھر دونوں سلام کہے۔ اس طرح ذخیرہ میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 وعلمہ جبل محبہ اتم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 وصحبہ وبارک و سلم

مولانا صاحب آئندہ مسئلہ کے لئے کارڈ بھیجا کریں بلکہ رفاغہ ہوتا چاہئے۔

عزراہ الغیبۃ ابوالخیر محمد نور اللہ انیس فی غفرلہ



جمعہ کی اذان ثانی میں انگوٹھے چومنے کا حکم





# الاستفتاء

۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مذہبِ مسند کہ جمعۃ المبارک کی اذان ثانی کے بعد وہ گنا جائز ہے ؟

۲۔ اذان ثانی کا جواب جائز ہے ؟ نام پاک آنے پر اگر گونے چومنے جائز ہیں ؟ اگر یہ امور جائز ہیں تو بعض کتابوں میں جو حدیث پاک اذا خرج الامام فلا صلوة ولا سلام کے تحت عدم جز رکھا گیا ہے اس کا کیا جواب ہے ؟

۳۔ مشکوٰۃ شریف باب حرم مکہ و مہما اللہ تعالیٰ ص ۲۳، ص ۲۴ طابع پر ہے عن حباب بن سالم سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عن الضعيف ان هو سجد و جعل فيه كبشا اذا اصابه المحرم رواه ابو داود و ابن ماجه و الدارمي في رصاحت فرمادیں : عین نوازش و شفقت ہوئی۔

مستفتی ۱۔ منظور احمد غفرلہ مدرس العلوم عالیہ زیر مدینہ مسجد مبارک

(جواب ص ۲۸ پر ملاحظہ کریں) ۴۸-۵-۱۳ بجری المقدس

۴۔ یہ اختلاف تین سوالوں پر مشتمل ہے پہلے دو سوالوں کا حضرت مصنف امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تفصیل جواب دیا ہے جب کہ تیسرے سوال کا جواب فتاویٰ نوریہ کے قلمی نسخے میں بھی درج نہیں ہے۔  
۵۔ اس سے سوال میں مذکور حدیث پاک میں "بجو" کے شکار کا ذکر ہے سائل کے استفسار کا مقصد یہ ہے کہ اگر "بجو" سے تو پر لیا اسے کھانا حلال ہے ؟

(باقی اگلے صفحے پر)

## بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ

جو باہر مردوں کے سید یعنی شکار سے مراد ایسے وحشی جانور ہیں جو نقلتاً انسانوں سے ہیں۔  
ہوں چنانچہ نیل گائے اور ہرن وغیرہ شکار ہیں اور گائے، بکری وغیرہ شکار نہیں۔ بحالت احرام وحشی  
(جنگل) کا شکار منع ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ حرم علیکم صید المرءات مہم حرما (المائدہ 96) یعنی  
حرام ہے تمہارے لئے جنگلی کا شکار جب تک تم احرام میں رہو۔ وحشی جانور کا شکار کر بیٹھے تو جزا دار ہے۔  
ہے۔ البتہ کو ا، بیل، چوہا، گائے، بچھو اور سانپ کو حضور علیہ السلام نے مستثنیٰ قرار دیا لہذا حرام  
غیر محرم کے لئے حرم یا غیر حرم میں بطور عادت ابتداء حملہ کرنے والے ان موذی جانوروں کے قتل کی  
اجازت ہے۔ اسی طرح وہ جانور یا درندے جو اکثر و بیشتر عادتاً حملہ کرنے میں پھل نہیں کرتے ایسے بچو  
لو مزی (وغیرہ) حملہ آور ہوں تو ان کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ حدیث مذکور میں حضرت جابر کے سوال کا  
مقصد یہ ہے کہ کیا بچو ان موذی جانوروں میں سے ہے جن کا قتل معاف ہے۔ یا یہ شکار ہے جس پر کفارہ  
و جزا لازم آتی ہے؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بچو شکار ہے محرم جب اس کا شکار کرے تو اس سے  
عوض چھترادے دے۔

شکار کا لفظ احناف کے نزدیک تمام وحشی جانوروں کو شامل ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا حرام۔  
لہذا اس حدیث پاک میں بچو کو شکار کہنے سے اس کی حلت ثابت نہیں ہوتی۔  
مشکوٰۃ شریف کی محولہ بالا حدیث سے اگلی حدیث میں ہے، حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
بچو کے بارے میں دریافت کیا تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "او یاکل الصبیح احد"  
کیا کوئی بچو بھی کھاتا ہے؟ (یعنی کوئی مسلمان اسے کھانا پسند نہیں کرتا۔)  
نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کیل دار جانور کو ناجائز قرار دیا ہے اور بچو بھی کیل دار  
جانور ہے لہذا اسے کھانا منع ہے۔

محمد حبیب اللہ پوری

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الجواب اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى وَالصَّوَابَ

حمد لله الذي بذكره بطمئن قلب الذین یذکرون الله  
صالح وعودا و علی جنوبهم وقال بکرمه یا ایها الذین  
مسو ذکروا الله ذکرا کثیرا فان الذکر ماحی عیوبهم وصلی  
سنة عالی علی من رفع ذکره و جعله ذکرا من ذکره و جعل اکثر  
الصورة علیه عرفا من بحره و علی اله و اصحابه المتأدین  
سادیه .

مور ذکره موال بلائیک و شب و گنجائش ریب شرعا جائز بلکہ مستحسن و مطلوب میں . اطلاقات و دعوات  
بیت متکاثره و احادیث متظافره و اجماع ائمہ و جمیع امت سے حجاز و حسن و عار و روشن سے بھی زیادہ واضح و  
برہانے کما بینہ فی فتا وانا . اور اطلاق و عموم سے اتلال سلف و خلف سے شائع و ذائع  
ہے اس کا انکار مجتہد و خرد کا انکار ہے کما بینہ محبہ المائۃ الحاضرة علیہ  
لرحمۃ فی اقامۃ القیامۃ ص ۲۸۲ و بذل الجواسر ص ۲۸۲ و غیرہا  
من نصایفہ المنیفۃ و فتاویہ الشریفۃ تو لامحالہ یہ دعا بھی جائز و مستحسن  
کی مولیٰ بھروسہ دہائی ابتدا . بالخصوص درود پاک سے ہے اور درود پاک کا استحسان فرمانِ فرقان مبین  
اور احادیث شریفہ و اجماع سے برودہر اتم ثابت بلکہ یہ دعائے مخصوص احادیث مرفوعہ سندہ کتب  
میں ہادیہ پختہ کرامت ہے جس کا ذکر عام فرمایا . شامی ص ۲۸۲ جلد ۱ میں ہے قوله ویدعو الی الخ ای بعد ان

یصلی لیس یصلی اللہ علیہ وسلم لما رواہ مسلم و غیرہ اذا سمعتم المؤذن الخ اور بالخصوص ہر مرتبہ کثرت  
و سے و اکثر اعلیٰ من الصلوۃ فیہ دای یوم الجمعة فان صلیتک مبرورۃ علی مرفوعہ کثرت  
جلد ۱ ص ۲۸۲ منہ عمرہ

معتبرہ صحیح سند و طریقہ پر ثابت، مثلاً اذا اسمعتم النور فقولوا لا حول ولا قوة الا بالله من صلی علی جملہ صلی اللہ علیہ وسلم  
عسر اثم صلوا الله لي الوسيلة فانها منزل في العبد لا سب  
لا لعبد من عباد الله وارجوا ان يكون اما هو فمن سأل لي الوسيلة  
حلقت عليه الشفاعة واه مسلم ۱۶۶ حلد عن عبد الله بن عمرو بن  
الغاص اس امر صلوا اور صلوا لا علم بوجہ ظرفیت اذا اسمعتم اور غیبت بلم المود  
مستقیم اذانی ثانی پر بھی حاوی، تو لا محالہ یہ درود دعا یقیناً مستحسن و مطلوب بنے بلکہ بالخصوص خود محبوب مکرّم صلی اللہ  
علیہ وسلم سے اس اذان حمد کے بعد دعا حدیث صحیح سے ثابت کما صرح بہ الفتاویٰ حصہ  
۲۱۳ جلد ۲، حالانکہ اصل یہ ہم مخصوص ہے لفظولہ تعالیٰ لغد کا ان حکم فی رسول اللہ  
اموۃ حسنہ الاۃ توجب تک کسی دلیل خاص سے اس کو خاصہ سید کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثابت نہ کیا جا  
اس وقت تک ہمارے لئے بھی جائز و حسن و مسنون ہی رہے گی چہ جائیکہ علوم "صلوا" اور "صلوا" خصوصیت  
کے نافی میں، نیز یہ درود دعا و جواب اذان سب ذکر اللہ میں اور ذکر اللہ کا امتحان صد آیات مبارکہ اور سزاوار  
احادیث مبارکہ سے اس و شمس سے بھی زیادہ نمایاں ہے اور صرف جواز و امتحان ہی نہیں بلکہ بلا  
تدبیرت کرتے رہنے کے بکثرت احکام کتاب و سنت سے نہایت ہی عیاں و تاباں ہیں مثلاً قال  
لله تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اذکروا الله ذکرًا کثیرا اور حدیث عبد اللہ  
بن عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یزال لسانک و طبا  
بذکر لله تعالیٰ ابن کثیر مشکوٰۃ جلد ۳ بحوالہ امہ احمد و ترمذی و ابن ماجہ، نیز اسی میں حضرت عبد اللہ  
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اذکروا الله ذکرًا کثیرا کی تفسیر میں ہے ان الله تعالیٰ  
لم یعرض علی عباده فریضه الا جعل له احدا معلوما ثم  
عذر اهلها فی حال العذر غیر الذکر فان الله تعالیٰ لم یجعل

بعد یسہی الیہ ولم یبد احدًا فی سركہ الا معلو با علی  
 سركہ مبارک ذکرہ اللہ میاماً و قعوداً و علی جنوبکم باللیل و النهار  
 و لیرد لبحرہ فی السمر و الحصر و العی و الفقر و السقم  
 و صحہ و لسر و العیال و علی کل حال۔ اور جب جہنم و تمام  
 ریات میں ذکر اللہ مستحسن و مطلوب ہو تو محال یہ اذکار درود و دعا و جواب اذان بھی جائز ہوتے آلا  
 ہ بمعہ جامع خاص۔ اقامۃ القیامہ مثلاً میں ہے بطلق ذکر الہی کی خوبی قرآن و حدیث سے  
 ثابت۔ نوبت کبھی کبھی کسی طور پر خدا کی یاد کی جائے گی بہتری ہوگی۔ ہر خصوصیت کا ثبوت شرع سے ضرور  
 نہیں مگر پانچہ میں بیچہ کہ زبان سے یاد الہی کرنا منوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت  
 بلکہ جواب اذان دعا و درود کی طرح بالخصوص بھی کثرت احادیث مر فوعہ صحاح ستہ و غیرہ سے مرثہ ثابت  
 جس کی مثال سلم سے گزر چکی۔ وہ احادیث اتنی عام ہیں کہ ان کا ظاہری تعاضل ان اذانوں کے جوابوں کو بھی  
 ثابت کر آئے جو کسی نماز کے لئے نہیں جیسے اذان نور و شامی جلد ۳۶۹ میں ہے بقی ہل  
 بعیب ذان غیر الصلوۃ کا اذان للمولود لمارہ لاشمتنا والظاہر  
 نعم ولنا یلقت فی حیلتہ کما مر و هو ظاہر الحدیث نیز اسی  
 مسئلہ میں یوں بھی بیان موم ہے و یظہر فی احبابہ الكل بالنقول لتعدد السبب  
 و هو السماع۔ اور انہی احادیث کے حکم عام کی بنا پر ہمارے بعض فقہائے کرام اور ائمہ عظام نے جواب  
 اذان میں اہانت قول کا وجوب اختیار فرمایا۔ بدائع صناعۃ جلد ۱۰، بحر الرائق مشفق جلد ۱، تہذیبی علی الزیلعی  
 جلد ۱ اور المختار جلد ۳، ہندیہ جلد ۲ اور غیرہ میں ہے والنظم من الدر والظاہر  
 و حرمہا باللسان لظاہر الامر فی حدیث اذا سمعتم المؤذن  
 فقولوا اسلم ما یقول الخ اور عینی علی البخاری جلد ۶۳۵ میں ہے احتج بقولہ  
 صل اللہ علیہ وسلم فقولوا "اصحابنا ان احبابہ المؤذن  
 حمد علی السامعین لدلالۃ الامر علی الوجوب اور بعض حضرات  
 علی شنبہ لیا کہ مرستیابی ہے۔ شامی جلد ۳ میں امام طہاوی سے ہے ان الامر لا یسحب

و السبب ان قال و به تايد ماصرح به جماعة من اصحاب  
من عدم وجوب الاحابة باللسان و انها مستحبة الى روى  
الذى سبى تحريره في هذا المحل ان الاحابة باللسان  
مستحبة.

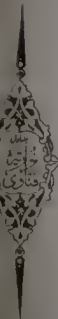
بہر حال استحباب سے کم کسی کا قول نہیں تو ثابت ہوا کہ اذان ثانی کا جواب کم از کم مستحب شرع  
ہے بلکہ حدیث مرفوعہ صحیح بخاری سے صراحتہ ثابت کہ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر اس اذان کا  
جواب دیا۔ صحیح بخاری مشتمل جلد امیں ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرماتے  
مؤذن نے اذان شروع کی پس کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حضرت معاویہ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر پھر  
کہا اشد ان لا اله الا اللہ تو حضرت معاویہ نے فرمایا وانا، پھر کہا واشهد ان محمد رسول اللہ تو حضرت  
معاویہ نے فرمایا وانا، پھر جب اذان پوری ہوئی تو حضرت معاویہ نے فرمایا ایہا الناس انی  
سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی هذا المجلس حين كان  
المؤذن يقول ما سمعتم مني مقالتي يعني اے لوگو: بیشک میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مجلس پر کچھ مؤذن نے اذان دی فرماتے ہوئے وہ جو تم نے میرا کہنا مجھ سے سنا ہے  
اور پہلے گزر چکا کہ اصل عدم التخصیص ہے جو یہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس جواب دینے  
سے بھی صراحتہ ثابت ہو رہا ہے لہذا یعنی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے فوائد میں فرماتے ہیں و فیہ اجابۃ  
حطیب للمؤذن وهو علی المنبر و خطیب کے لئے جائز ہوا تو دوسرے حاضرین کے لئے  
بھی ضرور جائز ہوگا لعدم العار و المانع اور یہی تعلیل الایہام بھی جائز و مستحسن کہ یہ عزائم و  
عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور ضرور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم آیات متواترہ و اماویث متظاہرہ سے یقیناً



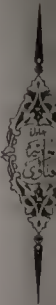
۶۱۳  
مہ کیا سبحی عن الطحطاوی الاسد ندال بہدا محدث علی حوالہ کلام الفکر لدعوی

ثبت واصل لہا میں بھی ضرور ثابت ہوئی و اما ملایحی و قدیمہ سبباً لا مرید  
 سببہ سمعہ در صی اللہ تعالیٰ عنہ فی منیر العین و معہ السلام  
 و سرکاری روایت پاک داخلہ الامام ملاصلوہ و لا کلام تو اس سے قبل ہوئی  
 و ردود و رد جواب افان و اذکار کا حرام ہونا ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس کا علوم و اطلاق بایں معنی کہ نماز  
 اور کلام ہرگز ہرگز مراد نہیں کیا افان اور خطبہ کلام نہیں اور نماز بعد نماز نہیں ؛ بلکہ صاحب تریب  
 پرمانہ فائز کی قضا لا تترکین ؛ کیا خروج امام کے ساتھ تمام جہان میں نماز و کلام سے بندش جو بقی ہے یا کم نہ  
 کو صرف روئے زمین پر ؛ نہیں نہیں بلکہ کسی ایک اقلیم میں بلکہ ایک علاقہ یا ایک شہر یا کم از کم ایک محل میں ہی  
 و مت ثابت ہو جاتی ہے ۔ پھر وقت خروج سے قیامت تک کے لئے ثابت ہے یا کسی ایک صدی کے لئے یا  
 نو یا کمال سال یا یہ بھی نہیں تو ایک مہینہ یا ہفتہ یا کم از کم اسی دن کے آخر تک ثابت رہتی ہے ۔ ہرگز نہیں ۔ تو  
 انت ہوا کہ اس نماز و کلام ممنوع سے مراد خاص نماز اور خاص ہی کلام ہے ۔ نماز میں تو کوئی نذرانہ نہیں ہوتا  
 یا کلام پر اکتفا ہے ۔ فاسمع بقلوب شہید اصح یہ ہے کہ اس کلام سے مراد حاضرین مسجد کی  
 و نادی کلام ہے ۔ غنائہ شرح ہایہ ص ۳۳ جلد ۲ ، کفایہ ص ۳۳ جلد ۲ ، بحر الرائق ص ۵۵ جلد ۲ ، شامی ص ۵۵  
 جلد ۲ ، طحاوی علی المراقی ص ۳۲۲ میں بالفاظ متقاربہ و النظم للشامی (قوله ولا کلام)  
 ای من حسن کلام الناس اما التسییح ونحوہ فلا یکره و هو الاصح  
 طحاوی علیہ الرحمۃ نے یہ اور فرمایا ومن شمه فزال فی البرہمان وخس وجه قضاطہ  
 للکلام ای کلام الناس اھ فعلہ بہذا لانه لا خلاف بینہم فی جوار

ص ۵۵ ج ۲ وغیرہ میں مصرع کہ یہ لافنت امام کو بھی شامل ہے اطلاق فی الختم فخل الامام ۲ ص ۵۵ و قد  
 صرح بالقرود فاصبحان علیہ الرحمۃ وغیرہم ۲ للغة یعنی وہ کلام چھ حرفتہ الامام انظم منہ ہے قول الخ ۲ ص ۵۵  
 نو علیہ الرحمۃ ص ۵۵ ج ۲ میں فرماتے ہیں حال الامام الحافظ العلما منہ محمد بن طویون الحنفی فی بعض رسائلہ  
 باطلات الفقہاء فی الغالب مضدہ یعود یصرح صاحب العہم المستقیم الممارس للفس و ساسکون لغاوی  
 علی ص ۵۵ ج ۲ اور نو ص ۵۵ ج ۲ میں فرماتے ہیں انما یزید



سرانديون علی الاصح بحمل الکلام الوارد فی الاسرار  
 وسهله ما خرجه البحاری من معادیه حباب المؤمنین  
 ما ذکر لطحطوی تصاف صاف ثابت ہوا کہ اذکار وغیرہ سے یہ حدیث مان نہیں چر  
 بھی دیکھنا ہے کہ یہ حدیث مذکور سوال قابل استدلال بھی ہے فتح القدیر مؤلف جلد ۲، طحاوی من  
 المراتی ۳، شامی مؤلف جلد ۱، مرقاۃ مؤلف جلد ۳ میں ہے ان رفعہ غریب والمرفوع  
 کوئلہ من کلام الزہری یعنی اس کا مرفوع ہونا ضرور غریب ہے اور وہ کچھ جو پہچانا گیا ہے یہ  
 ہے کہ یہ زہری تابعی کا کلام ہے۔ نصب الراية مؤلف جلد ۲ میں ہے فلت غریب مرفوعا  
 قال البیهقی رفعہ وہم فاحش انما هو من کلام الزہری  
 یعنی میں کتابوں کا مرفوع ہونے کی حیثیت سے غریب ہے، امام بیہقی نے فرمایا اس کا رفع و مرفوع  
 سب تو زہری ہی کا کلام ہے۔ غنیۃ المستملی مؤلف ۲ میں ہے و انما المستند لما استد  
 له فی السدایۃ وغیرہا و هو اذا خرج الامام فلاصلوۃ  
 ولا کلام لان رفعہ غریب والمعروف کوئلہ من کلام الزہری  
 یعنی ہم نے ہر بار بغیر ا کے مسئلہ پر اذا خرج الامام فلاصلوۃ ولا کلام سے صرف اسے  
 استدلال نہیں کیا کہ اس کا رفع غریب اور معروف ہی ہے کذا زہری کا اپنا کلام ہے۔ ان حضرات کا اس  
 حدیث کے متعلق رفع غریب اور المعروف الی فرما نا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ غریب بمعنی شاذ ہے  
 شذوذ اقسام طعن فی الحدیث سے ہے۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ مشکوٰۃ ص ۱۰  
 سے و لغریب مدیعم بمعنی التذادی شذوذ او من قسام  
 الطعن فی الحدیث پھر لطیف مزید یہ کہ امام زہری تابعی نے بھی بعینہ یہ کلمات نہیں فرمائے  
 فتح القدیر، نصب الراية، غنیۃ المستملی میں متصل ہی فرمایا زہ مالک فی المعروف  
 قال حدو حہ یعطم الصلوۃ و کلامہ بفطعم الکلام یعنی امام مالک نے مؤلف میں  
 اس کو روایت فرمایا کہ زہری نے فرمایا کہ امام مالک نماز بند کر دیتا ہے اور امام ابوہنا کلام بند کر دیتا ہے۔ نصب الراية میں یہ اور فرمایا و  
 عن مالک رواہ محمد بن الحسن فی مسند طہ کہ امام محمد علیہ الرحمۃ نے اس کو





امام مالک علیہ الرحمۃ نے اپنے موطا میں روایت فرمایا: امام زہریؒ کا یہ کلام پرستی موطا امام مالکؒ سے  
 طبع، اور شاعت، موطا امام محمدؒ مثلاً طبع یوسفی میں ہے۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ زہریؒ تابعی یوں فرماتے  
 کیوں ہیں! تو موطا امام مالک اور موطا امام محمد اور سنن بیہقی مثلاً جلد ۳ طبع حیدرآباد سے صراحتاً سند  
 کہ امام زہریؒ کا یہ ارشاد اپنے استاد حضرت ثعلبہ بن مالک کے بیان سے مستفاد ہے و النعم من  
 موطا مالک. مالک عن ابن شہاب عن ثعلبہ بن ابی مالک عن عمر  
 انہ احبہ اہم کانوا فی زمن عمر من الخطاب بصلوں یوم  
 الجمعة حتی یخرج عمر من الخطاب فاذا خرج عمر وحلس  
 علی المنبر اذن المؤذنون قال ثعلبہ جلسنا نتحدث فاذا سکت  
 المؤذنون وقام عمر یخطب انصنا فلم یتکلم منا احد قال ابن  
 شہاب فخرج الامام یقطع الصلوة وکلامه یقطع الکلام بکلام  
 ابو جعفر غازی شرح معانی الآثار مثلاً جلد ۱ میں اور امام بیہقی سنن بیہقی مثلاً جلد ۳ میں اپنی اپنی سندوں  
 سے ابن شہاب زہریؒ سے راوی کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ثعلبہ بن ابی مالک نے یہ خبر دی و نعم  
 عن الطحاوی عن ابن شہاب قال احبر فی ثعلبہ بن ابی مالک  
 المرطی ان حبسوا الامام علی المنبر یقطع لصلوة وکلامه  
 یقطع الکلام وقال انهم کانوا یتحدثون حين یجلس عمر  
 ابن الخطاب علی المنبر حتی یسکت المؤذن فاذا قام عمر  
 علی المنبر لم یتکلم احد حتی یقضى خطبتيه کتبہما شواذا  
 نزل عمر عن المنبر وقضى خطبتيه تکلموا۔

علامہ ابنی عمدة القاری مثلاً جلد ۳ طبع دارو میں اس کے متعلق فرماتے ہیں اخرجه الطحاوی  
 اصحابہ سند صحیح یہ حضرت ثعلبہؒ صحابی میں یا تابعی جو زمان فیض تو ان حضرت فاروقؒ اعظم

میں اللہ تعالیٰ عنہ سے خبر دیتے ہیں کہ ان کے منبر پر جلوہ فرما ہونے کے وقت جمعہ کے دن اقامت اور  
 تک اہم کاموں سے حد نہوں یعنی بے شک وہ حاضری گفتگو کرتے رہتے تھے اور یہ بھی خبر  
 دیتے ہیں کہ امام کا منبر پر بیٹھا نماز بند کر دیتا ہے اور امام کا بولنا و خطبہ دینا حکام بند کر دیتا ہے و کا  
 سکوت فی و هو را الصحابة فی رمہ السعدس و منہم لایسکون  
 علی باطل رضی اللہ تعالیٰ عنہم فسمط ما فیل هذا استدلال  
 بالسکوت تو روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اس حدیث سے حرمت کلام قبل الخطبہ پر استدلال نہیں  
 ہو سکتا بلکہ اس کے کلمات موثوق بہا جواز کلام کی صریح دلیل ہیں اور جب جواز کلام ثابت ہو تو اس کلام  
 سے مراد ہمارے نزدیک کلام متعلق بآخرت ہے نہ کہ اس کے متعارض نہ ہو جو حضرت مولیٰ علی اور ابن عباس  
 اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے کہ وہ امام کے نکلنے کے بعد نماز اور کلام پسند نہ فرماتے تھے  
 لیسمن کلماتہم و لا تتعارض پھر تفرقی نے حکم نفی ادا حصر الامام  
 فلا صلوة ولا کلام کا مبنی یہ پایا کہ خروج امام خطبہ کے لئے ہوتا ہے اور امتناع خطبہ فرض اور  
 اذان ثانی مقدمہ مسنونہ ہے تو اگر حاضر مسجد نماز شروع کر دے یا دنیاوی کلام تو ہو سکتا ہے کہ امام خطبہ  
 شروع کر دے اور امتناع فوت ہو جائے۔ متوسط مستجدہ ۲ میں ہے فیجعل بعد الخروح  
 کا سادع فیہ سامن وجہ۔ ثانی ملکہ جدا میں ہے ینتظرون خروج الخصب  
 منہم یؤن لسماعہ۔ پھر جب خطبہ شروع نہ کیا اور اذان شروع ہو گئی تو وجہ شرعی نے بنادیا  
 کہ اختتام اذان تک خطبہ ملتوی ہے تو اب وہ انتظار بھی اتنی دین تک نہ رہی تو کلام اخروی بطریق اولیٰ  
 جائز ہوئی لانقضاء علۃ المسعہ اور پونہی جب امام نے دعائے اذان شروع کی تو حاضری کو بھی  
 فرصت و عامل گئی۔ یہ تو صرف وقت قبل الخطبہ ہے۔ ہم بفضلہ و کرمہ تعالیٰ اس کی نظیر میں خطبہ میں  
 ثابت کرتے ہیں صحاح ستہ وغیرہ کی احادیث مرہجہ کثیرہ یا مہرا لمرکمتین لحافی وقت

مع کما فی السید نمبر ۲ عنہ یہ ایسا کلام ہے جو دل پر نہ لگتا ہے اور نہ نفعت سارا وقت ہو سکتا ہے اور اخروی کلام واجب

محنت نہیں اور امام کے کفر ہے جو تھے ہی بند ہو سکتا ہے نفعت نماز کو وہ یا فائدہ حاصل تک پہنچے ختم نہ رہیں ہو سکتی و صحیح

مسند مروی ہیں حضرت امام شافعیؒ ان کی بنا پر جو نماز میں نکر ہمارے مکرکلام کے نزدیک درست  
 خطیبیں دوہ فریضت استماع والصلاۃ نہیں پڑھ سکتا تو ان احادیث کثیرہ کا ایک جواب ساقط یہ دیا کہ  
 ہو سکتا ہے کہ سرکابہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آنے والے کے لئے اس کے نمازت فارغ ہونے تک  
 عقبہ بہ فرما دیا جو۔ مبسوط ص ۲۹۰ جلد ۲، تبیین الحقائق ص ۲۵۰ جلد ۱، کبریٰ ص ۲۳۹، فتح القدیر ص ۲۴۰ جلد ۲،  
 نصب الزاویہ ص ۲۵۰ جلد ۲، عمدۃ القاری ص ۲۳۰ جلد ۲، مرقاة المفاتیح ص ۲۹۰ جلد ۳ میں ہے و نصہم  
 من مکتع لجوار کولہ فصم الخطبۃ حتی فرغ وهو كذلك رواہ  
 ابن رقصی فی سننہ من حدیث عبید بن محمد بن العبدی ۶ تو  
 روز روشن کی طرح معلوم ہوا کہ جب ایک وقت مقرر تک خطیب خطبہ دائرہ بند کر دے تو اس دوران میں  
 نماز جائز ہے تو کلام بطریق اولیٰ جائز ہوگی لعدم الفراق مع عدم لزوم استداده  
 کا صلوٰۃ

اور قول علی قاری علیہ الرحمۃ کی نظر میں اولیٰ یہ کہ ان حدیثوں کو وقت قبل الخطبہ پر محمول کیا جائے  
 مرقاة ص ۲۹۰ جلد ۲ میں فرماتے ہیں فالاولیٰ ان یقال معنی قولہ یخطبای  
 یریدان یخطب وليس قوله امسك عن الخطبة بصافي قطع  
 الخطبة لاننا نقول المراد امسك عن شروعهما.

بہر حال مقصود واضح ہے۔ نیز دوران خطبہ میں جب خطیب کا کہنا متیقن ہو جائے تو صراحتہ جواز  
 کلام کا مٹھان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوران خطبہ میں  
 جلیس ہر کرام میں عرض کیا اور کسی نے قطعاً انکار کیا فکان ذا اجماعاً منہم معتدل دلت  
 بحال رواہ لاشئ مالک فی الموطا ص ۳۰۰ و محمد فی الموطا ص ۳۰۰ والحدیث

ص ۳۰۰ بخلاف ہواطہ ص ۳۰۰ عمدة القاری ص ۲۳۰ جلد ۲ میں ہے لحواب لای ن ذلک کا فصل  
 مسرودہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخطبۃ وقد یوب السبا فی سبۃ لکبریٰ علی حدیث مسلم  
 حال نہ نصیوہ مسلم الخطبۃ ثم خرج فی لیسر عن حار قال جاء سبیل العطاء ورمول  
 نعصر شہ علیہ وسلم وخرج علی لمیسر الحدیث ۱۲ حد غفر

سلم وسلم منہ والترمذی مشک مطہ علیہ وغیرہ میں  
 وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین و لنظم من الامام مسد  
 الرحیل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائے نماز  
 دخل المسجد یوم الجمعة وعمر بن الخطاب یخطب  
 الناس فقال ایہ ساعة هذه فقال الرجل انقلب من السوق  
 فسمعت النداء فمأزدت علی ان نوضات ثم اقبلت فقال عمرو  
 الصوري الحديث اور اس کی نظیر نماز میں اذا امن الامام فامنوا رواہ البخاری  
 میں عن ابی هريرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال - استأذنوا  
 نماز فرض ہے مگر تین امام کے وقت امر تین ہے ، تو ماہیم ماہ و منہم روز کی طرح واضح ہوا کہ جواب  
 اذان جائز ہے اور جب امام دعائے اذان کرے تو مقتدی بھی کر سکتے ہیں ۔ نیز یہ حکم فقہی کراہت کلام  
 بعد خروج الامام اس لئے ہے کہ وہ وقت انتظار خطبہ ہے ، بسوطے میں چکے فیجعل بعد الخروج  
 کاشعار فیما من وجہ تو یہ نظیر منظر نماز ہے جو شرعاً حکم نماز میں ہے لایزال احدکم  
 فی صلوۃ ما كانت الصلوۃ تحبسہ رواہ البخاری منہ عن ابی هريرة  
 مرفوعاً حالانکہ منظر نماز پر کلام اخروی مکروہ نہیں حالانکہ وہ حکم نماز میں ہے تو منظر خطبہ پر کیوں مکروہ  
 ہوئی ؟ تو لامحالہ تحقیق یہی ہے کہ جن آثار سے کراہت کلام ثابت ہو رہی ہے ۔ اس کلام سے مراد کلام مذہبی  
 سے اور جن دلائل کثیرہ سے جواز ثابت ہو رہا ہے تو وہ کلام اخروی کا ہے ۔ پیر نصوح مجوزہ کی کثرت و  
 مرحمت کا بھی یہی تقاضا ہے اور اصل انعدام تعارض اور توفیق و تطبیق ہی ہے ۔ غنیہ مستغنی مسئلہ ۲ میں ہے  
 ادھی (المعارضۃ) خلاص الاصل فلا یحکم بہا الا عند عدم مکان الوضوء فیصد بآیات  
 متظاہرہ ، آیات متظاہرہ اور اقوال متکاثرہ عامہ و خاصہ جو تہود وعدو سے بالاتر ہیں وہ بھی مجوزہ کا رد  
 ادعیہ واجابت قولیہ اذان میں کامر ، تو کیا چند آثار موقوفہ و مختصہ سے نصوح متواترہ مستوح ہو سکتی ہیں

بہت سی باتیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ احادیثِ اجابت و اعجابِ اذان جو صحاح و صحاح میں گناہ  
 سب سے بڑے گناہ کے ساتھ مخصوص ہیں کہ وہی مخاطب میں لہذا ہمیں اجابت نہ ہو۔ یا صرف ملک عرب  
 کی دونوں کے یا اذان سے مؤذنین محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا ان میں سے کسی ایک کی اذانوں  
 یا ان دونوں سے کسی ایک اذان کے ساتھ مختص ہوں۔ یا کسی خاص زمانے یا قوم کے مؤذنین کے متعلق ہو  
 یا نالید یا ولید کی اذانیں قابلِ اجابت و اعجاب ہیں یا نہیں؟ الی غیر ذلک من الصور العامہ  
 و خاصہ المنجورہ الکاف سوف الکاف الالوف بالاتفاق ایسے بے سرو پا دور  
 خیالات خام اور اوہام ناتمام قطعاً قابلِ سماع نہیں کہ وہ احادیث یقیناً عام و شامل ہیں اور صوتِ مسرور بھی  
 اسی عموم کے تحت داخل اور یہ اسے شامل۔

اذان علی القبر جو کسی نماز کے لئے نہیں اور اس کے متعلق شامی مشہور ہیں ردہ ابن حشر  
 اور مشہور ہیں لا یجوز۔ اس کا جواز فضائل ذکر و دعا و درود کی آیات و احادیث اور احادیث  
 مطلقہ اذان سے اٹھ حضرت علی المرتضیٰ نے اذان الابرار نے اذان القبر میں ثابت فرمایا ہے جو جائز و مسلم ہے  
 محض ترین حیرت یوں دامن گیر کہ وہی دلائل آیات و احادیث اور احادیث اذان اس اذان واقعی و جاز  
 خصوصی نماز کی اذان ہے کہ جواب و دعا ثابت کرنے سے قاصر کہ جاتے ہیں فانا لله وانا  
 الیہ راجعون، فقیر نے آج تک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کسی کتاب میں باوجود  
 کثرت مطالعہ قطعاً نہیں پایا کہ امور مذکورہ سوال ناجائز ہیں اور آیات و احادیث ان کے اثبات سے قاصر  
 ہیں بلکہ الباقی اشارہ تک نہیں بلکہ بعض حضرات نے در المختار کے حوالہ سے فرمایا کہ اس  
 اذان کا جواب مقتدیوں کے لئے ناجائز ہے تو..... عبارت در المختار کی متفق و

عہدِ مائتیت مصرم مصرم میں عکس مسجد میں اذان کن مسجد ہے۔ کے عہد سے متعلق فرقہ جو کہ کیا عہد اذان کے لئے ہے نہ  
 کی کتاب میں کوئی اذان اس سے متعلق نہیں۔ اذان ثانی بعد بھی اسی میں داخل ہے حالانکہ احادیثِ اجابت و اعجاب اذان عام میں کوئی اذان  
 سے کسی میں اذان ثانی عہد میں داخل ہے۔ کیا وہ احادیث عام کلام مشائخ جتنی طاقت بھی نہیں رکھتے؟ اور ساتھ ہی کتب فقہ  
 اور محدثین کی کتابت صرف سے احادیث کی دہرائی کو اذان سے کی ہرگز نہیں۔ منظر

جواب ہی اس کا جواب ہے در مختار ص ۳۶۳ جلد مطبوعہ مکتبہ الشریعہ میں ہے ما  
 محیب بلسانہ العاوی الاذان سبب بدی الخطیب تاوی میں ہے  
 مال کی ہر

تو اس عبارت در مختار کا حاصل یہ ہوا کہ صاحب نہ نرے نہ میں فرمایا یا ہے کہ جواب نہ دے نہ ان سے  
 بار اتفاق اس دن میں جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے تو اولاً اس چاہئے کہ صاف ثابت ہو رہے  
 بمقتول فی مذہب نہیں بلکہ صاحب نہ کی رائے ہے جو مذہب نہیں بن سکتی و دا خطا ہر جہدا علی  
 من رآی کلمات النعم بلکہ خود صاحب نہ نے تصریح فرمائی کہ میں کتابوں کے ساتھ سیجی عن  
 منہجہ پھر یہ رائے بھی اسی قدر ہے کہ جواب نہ دینا چاہئے اور یہ نہیں فرمایا کہ اجازت ہے تو اس  
 سے اجازت کھنجا جائز نہیں غالباً اسی بنا پر در مختار میں جب ان لوگوں کا بیان کیا جن پر جواب اذان  
 نہیں تو اس کی طرف اشارہ تک بھی نہ کیا۔ در مختار ص ۳۶۳ میں یعحیب من سمع الاذان  
 کی شرح میں ہے لاحاطضا ونفسا و سامع خطبة و فی صلوة جہانہ  
 و حذاء و مستراح الخیف و نفاس والی عورت اور خطبہ سننے والے اور نماز جہازہ پڑھنے والے اور جو نماز  
 میں مشغول یا قضاے حاجت میں جو ان پر واجب نہیں، تو معلوم ہوا کہ صاحب در مختار کو یہ مختار نہیں کہ مختار خطبہ پر  
 بھی جواب نہیں چاہئے نہ اجازت بتائیں۔

ثانیاً۔ اس کے کا مٹی دوسری رائے ضعیف پر ہے کہ عند الامارہ اعظم قبل الخطبہ و غیرہ  
 بھی مکروہ ہے وقد بینا فساد السمبئی و المبنی علی الفاسد فسد  
 طحاوی علی الدرعہ میں ہے ولكن سیاقی ان الامام <sup>قائمۃ</sup> حوزہ الاذکار عند قبل شروع فی خطبہ فلا مانع من  
 ثالثاً۔ قبل در مختار صحیح بھی نہیں بلکہ کاتب نے لایحجب کو بگاڑ کر "لا یحجب" لکھ دیا  
 ہے۔ منہج الخلق ص ۲۵۵ بعد امیں قال فی المہر اقل ینبغی ان لا یحجب باللسان

عہ وقد خلت لا مرعی صاحب الدور ولا فال معمول عن المہر کما فی شہدہ و خطوط و علی ہر

"لا یحجب" فاصح المر و السمان وقد کتبت ہذا علی ہامش لسانی ص ۲۰۲ مخبرہ



میں فرماتے ہیں و لمطم من الاول لاسحور الامام من  
 کا ہر و شرح الکنز للعینی والدر المختار شرح  
 الانصار نیز مال کے اسی صفحہ میں فرماتے ہیں لاشقة بما یفتی بہ کثر من  
 رما بنا بمجرد مراجعة کتاب من الکتب المتاخره خصوصاً  
 غیر محررة کتبح الفایة للفتاوی والدر المختار و  
 الاشباہ والنظائر ونحوها فانها لشدة الاختصار والاحتجار  
 کادت تلحق بالانحاز مع ما اشتملت علیه من السقط فی اسفل  
 فی مواضع کثيرة وترجیح ما هو خلاف الراجح بل ترجیح  
 ما هو مذهب الغیر مما لم یقل به احد من اهل المذهب  
 نیز اسی صفحہ میں ہے وقد یتفق نقل قول فی نحو عشرين کتاباً من  
 کتب المتاخرين ویكون القول اخطأ به اول واضع له  
 میانی من بعده وینقله عنه وهكذا یفسل بعض عن بعض  
 پھر اسی کی کئی نظیریں تا کر فرماتے ہیں ولهذا الذی ذکرناه نظائر کثیرہ  
 اتفق فیها صاحب البحر والنهر والمنح و الدر المختار  
 وغیرہم وہی سہو منشأها الخطأ فی النقل وسبق النظر  
 نہت الیہ تو معلوم ہوا کہ صرف در المختار اور نہر پر اعتماد کرتے ہوئے اگر ان میں مدح و جواز اجابت  
 مذکورہ صراحت بھی ہوتا تب بھی اس پر فتوے نہیں دیا جاسکتا تھا چر جائیکہ اس عبارت مستدل بہا  
 سے حسب القواعد جواز مفہوم ہو رہا ہے۔

اونیجار پیگر شہرہ

احدثه لا یجدت سنی قلمن الامام الاحل فقب النفس وحمه الله تعالى رحمہ واسع ورحماتہ فی الدن و  
 الآخرة میں لاخر وعلیٰ حراد کونہ وکل صارم سہ ولا عصبہ الا کلام الانوہیہ للامام السہ ۳۳۵

نہت کے مدح میں در المختار اور مال کے ان کے منق فرما کر تمام حرمی نیا میں ان پر اعتماد ہے ۱۲ فرزند



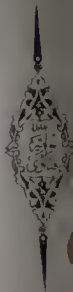
## فائدہ

”خروج اذا خرج الامام“ سے کیا مراد ہے ؟ اس کے متعلق بعض حضرات نے ”صعود المنبر“ فرمایا ہے۔ تبیین الحقائق ص ۲۱۲ جلد ۱، یعنی علی الکفر ص ۴۹، غنیۃ المستمل ص ۵۱۹ میں ہے ”والمضم من معینی ومعنی خرج اذا صعود علی المنبر اور بعض نے یہ تفصیل فرمائی کہ اگر امام جہ میں ہو تو اس سے نکلنا اور نہ منبر پر چڑھنا، اور منتقلی ص ۱۷۱ جلد ۱، والمختار ص ۱۷۱ جلد ۱، طحاوی علی المرقی ص ۳۱۲، بحر الرائق ص ۱۵۵ جلد ۲ میں ہے ”والمضم من لبحر الامام“ کہ فی خلوة فالعاطم الفصالة عہا وطہورہ للناس والاقبالہ للصعود۔ اور درحقیقت ان دو تفسیروں میں کوئی اختلاف نہیں کہ جن حضرات نے صرف معنی منبر کہا وہ اپنے اقاہم کے لحاظ سے فرماتے ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ نہیں اور جن حضرات نے تفصیل فرمائی تو ان کی نظریں وہ علاقے بھی ہیں جہاں امام کے لئے خلوت گاہ ہوتی ہے۔ بحر الرائق میں ہے ”وفی شرح المحم عبارة الخروج واردة علی عادة العرب من انهم ینخذون للامام مکاما حالیا تعظیما لشیانہ فیخرج منه حین اراد الصعود کذا شاهدنا فی دیارہم والقاطم فی دیارنا یكون قیام الامام للصعود۔“

اور وہ جو سراج التوابع سے ہے فان لم یکن فی المسجد معصومہ بخروج مہا لم یترك القراءة والذكر الا اذا قام الامام فی الخطبة۔ اس ”قام الامام الی الخطبة“ سے مراد یہ ہے کہ وہ قیام کرے جو بعد از معمولات وقتیہ منتقلی الی الخطبہ ہوتا ہے اور اس معنی کا قرینہ ”الی“ انتہائیہ ہے اور دوسرے قرینہ اس کے بعد متن میں فساد صعود الامام المنبر جلس ”قار“ کے ساتھ آتا اور اس بناء پر یہ معنی بھی اس تفصیل معنی کے مطابق ہو جائے گا

البتہ تفسیر کی نظر قاصر میں تفصیل معنی خروج میں ایک اور شے بھی ہونی چاہیے۔ وہ تفصیل یہ کہ جو کہ اگر امام ایسی خلوت گاہ پر ہو جو داخل مسجد ہے اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا ہے تو اس سے نکلے اور اگر

ایسی علت گاہ میں نہ ہو اور مسجد سے باہر ہو تو مسجد میں داخل ہو اور اگر قبل از وقت داخل ہو  
 ہی مسجد میں بیٹھا ہے تو منبر پر چڑھے اس کی وجہ یہ ہے کہ اولین امام امام ائمہ سید عالم صلی اللہ علیہ  
 وسلم ہیں جو حجہ مبارک سے باہر تشریف لاتے تو اتصال باب معلیٰ کے باعث حجرہ سے باہر تشریف نہ  
 ہی مسجد میں داخل ہوتا تھا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲۵۲ میں ہے فساد اخرج الامام اراد  
 نفسه عليه الصوة والسلام فالمراد الخروج الحقيقي  
 من الحجرة الشريفة اور حجہ امام باہر سے آتا ہے تو اس کا مسجد میں داخل ہونا مکہ  
 دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس داخل ہونے کی صورت میں ہے حجہ مبارک سے خارج ہونا تھا، لہذا ایسا  
 داخل ہونا اسم خروج کا مصداق بن سکتا ہے اور اگر پہلے سے ہی مسجد میں ہو تو چونکہ ایسا دخول نہیں ہوتا،  
 اور وقت سے پہلے بندش حاجت ہے اور خروج شرعاً دفع تو اس کا منبر پر چڑھنا مکہ کا یہ دو عالم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی اس تشریف آوری کے معنی میں ہو گا کہ چڑھنے سے ہی تعیین الوقت ہوتا ہے۔ اسی مرقاۃ میں ہے  
 او المعنى اذا ظهر الامام بدخوله الى المسجد او بطلوعه على  
 المسير۔



دعا علامہ شامی علیہ الرحمۃ کا ۶۹ جلد ۱ میں فرماتا واحبابہ الاذان حیثین مذکور  
 تو وہ بھی قابل استدلال نہیں کہ یہ تو صاحب در کی متابعت میں ان کے کلام فالترقیۃ المعارفہ  
 کی توجیہ کے ضمن میں فرما رہے ہیں جس کا مبنی والخللاف فی کلام یتعلق بالاحدۃ  
 ما عیرہ فیکرہ اجماعاً عامہ مالاکہ علامہ شامی علیہ الرحمۃ خود اس کے خلاف صرف ایک ہی  
 صنف پہلے تعزیر فرما چکے ہیں (اماقولہ ولا کلام) اسی من جنس کلام الناس اما  
 التسبیح ونحوہ فلا یمکرہ وهو الاصح وغیرہ شرح ہدایہ مش ۲ جلد ۲ میں ہے ہر  
 بلہ ما سوی التسبیح ونحوہ علی الاصح وقال بعضهم کل کلام  
 انما یشرع ہدایہ مش ۲ جلد ۲ میں بسوٹی شیخ الاسلام سے بحر الرائق ۱۵ جلد ۲ میں نہایت اور نہایت سے طحاوی  
 علی الرائق ۲۱ جلد ۲۱ میں مجرے ہے والنظم له اختلف المشائخ علی قول

امام را ای حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کی کتابت و کلام  
 و کلام قبل الخطبہ معطل انما میکرہ ما کہ من حسن کلام  
 الناس ما استسبح ونحوہ ملا و قبل ذلك مکروہ و تلخیص  
 در طحاوی اس کے متصل فرماتے ہیں و من ثم قال فی السبرہاں و حروجہ  
 فاصح سکلام ای کلام الناس عند الامام اور اس پر متفرع فرماتے ہیں علم  
 بہذا انہ لا خلاف بینہم فی جواز غیر الدنیوی علیہ الاصح  
 و یحمل الکلام الوارد فی الاثر علی الدنیوی و یتہمدلہ ما احررہ  
 سخاری ان المعاویہ احباب المؤمنین بین یدیه العتبت فاعلم  
 یعنی اس کی شرح مشکۃ جلد ۲ میں فرماتے ہیں وفيہ احبابہ الخطیب للمؤذن و ہر  
 علی المنبر تو معلوم ہوا کہ صاحب دُر کا و الخلاف فی کلام یتعلق بالآخرہ  
 اور یونہی اما غیرہ فیکرہ اجماعاً فرما شامی وغیرہ ذکرین کی نظر میں معنی غیر متعلق ہے  
 اور اس "اجماعاً" سے اجماع ائمہ کرام تو کیا اجماع جمیع مشائخ مذہب بھی مراد نہیں ورنہ اختلاف شائع ہے  
 قول ابن خیفہ "کا کیا معنی؟ البتہ اس "اجماعاً" سے مراد صرف بعض علما کا اجماع ہو سکتا ہے جو ہمارے  
 اوپر کسی موت میں بھی حجت نہیں اس کی نفیر در المختار اور شامی کے مشکۃ میں گذر چکی و بحسب  
 الاقامۃ ندباً اجماعاً شامی نے فرمایا (قوله اجماعاً بقید لفظہ ندباً ای  
 ان الفاضلین باجابتہا اجمعوا علی السند ولم یفعل احدہم  
 بالحبوب کما میل فی الاذان ملا ینا فی قولہ و فیل لا فافہم  
 وہاں مسلک "قریبے تو بیاں" میکرہ اجماعاً سے کچھ آگے صاحب دُر کا ادس

منہ کہ فی لسانہ لغوی علی الہدایۃ ص ۱۱۱ "من مذکور

معنی طحاوی ای حل لدرستی و مشکۃ ان الاصححو رانہ کار عند الامام الاعظم عبد الواحد من سیر

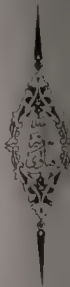
۱ خط امام من ارعایہ زای جائہ الادانہ اسکی سببیدی الامام قالہ رد لبقی لدرجہ سیر

دھند بعد و احد و اما قریب ہے کہ سنت اذان تو پہلی سے اور گنتی باقی نماز میں دربار میں ہے

سیحنی بعصلہ تعالیٰ تعصیل ما

نیز علامہ شامی باب اذان مثلاً میں فرماتے ہیں کہ اجابت اذان کا سبب سماع اذان ہی ہے تو نہ  
نظر میں پہلی اور دوسری سب اذانوں کی اجابت قولیہ کا ہونا ظاہر ہے و مطہر علی احاطہ الكل  
ی الاول والثانی، بالقول لعدد السبب وهو السماء  
بلکہ وہ تو اسی سبب اجابت (سماع الاذان) کی بنا پر ظاہر ادا و اثبات کا تقاضا اس مذکورہ ماہر ہے  
ہیں کہ اذان غیر نماز کو بھی شامل ہے اور اس کا جواب بھی دینا چاہیے (چہ جائیکہ نماز مخصوصی کی اذان کا جواب  
دیا جائے) فرماتے ہیں هل یجیب اذان غیر الصلوۃ کا اذان للمولود  
لما رآه لا شمتنا والظاہر نعم ولدا یلتفت فی حیلنیۃ کما  
مر وهو ظاہر الحدیث پھر فضائل پر فضائل الا ان یقال ان فی  
للعبد ہیں قطعاً مضر نہیں کہ اذان نماز کے سوا کوئی معبود نہیں تو نہایت ہی نمایاں ہوا کہ علامہ شامی  
علیہ الرحمۃ کے نزدیک کلام اخروی اور جواب اذان مکروہ و ممنوع نہیں تو یہ جملہ (اجابہ) الاذان حنیفہ  
مکروہۃ محض متابعت و مماشات دُر میں ہے و کمالہ من نظیر فی کلام الشراح  
و المحشین۔ پھر علامہ کا یہ جملہ اس اذان ثانی کے متعلق ہے جو تلعین مرقی پر مترتب ہوتی ہے کہ  
ان کی مائے قوی یہ ہے کہ وہ تلعین (جو اذان سے پہلے آواز کے ساتھ ہوتی ہے) ہی اصل اذان بن جائے  
اور وہ اذان جسے مؤذن باقاعدہ اذان سمجھتے ہوئے لہجہ اذان میں ادا کرتا ہے جواب اذان بن جائے  
فرماتے ہیں و الظاہر ان مثل ذلك یقال انما فی تنفس المرقی  
لاذان للمؤذن و الظاہر ان الکراہۃ علی المؤذن دون المرقی  
لان سنته لادن الذی بین میذی الخطیب تحصل بآداب  
المرقی فیکون المؤذن محبباً لآداب المرقی واجابہ الاذان  
حینئذ مکروہۃ

درجہ یہ باقاعدہ اذان ظاہر اس معظلمات اذان کا جواب ہونے کی وجہ سے مکروہ





بہ آواز سے اور اگر ناچونکہ زمانِ سعادت تو ان شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ ریت  
مشہورہ سے ثابت ہیں بلکہ بخاری وغیرہ سے صراحتاً تو یہ مؤذن ثابت ہے اس کا جواز ثواب ہر  
حدیثِ مبارکہ المسلمون سے ثابت کر رہے ہیں ما نصح الحق و سمار  
ماضی قریب کے متبحر عالم اور ذکی فاضل عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح الوقایہ مشکۃ مجدد میں  
فرماتے ہیں وما نکلم فاسماً یکره من قبل شروع الخطبة  
الدنیوی لا الدینی کا لا ذکار و التسبیح و بعد الشروع فیہا کرہ  
مطلقاتاً هذا هو الاصح کما فی النہایۃ وغیرہا ملاحظہ احباب  
الاذان الذی یؤذن بین یدی الخطیب وقد ثبت ذلک من  
عمل معاویۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی صحیح البخاری ولادعا  
الوسیلۃ الماشور بعد ذلک الاذان هذا عند ابی حنیفۃ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ

## تنبیہ

یہ وہی عمدة الرعاۃ ہے جس سے فتاویٰ رضویہ مشکۃ جلد ۲ میں اسی اذان ثانی میں  
سیدھی الخطیب کے ہر واژہ مسجد پر ہونے کے متعلق خود المصنف رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
استدلال فرمایا ہے و نص۔ یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب  
کننوی عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ مشکۃ جلد ۱ میں لکھتے ہیں الخ نیز کار السغیۃ الایم کے مشکۃ میں ان کے  
متعلق فرمایا ذکی، طباطبائی، عالم یہ تعجب کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام  
تے تعبیل الایہامین جیسی حرکت تقلید تعظیم کی ممانعت کیے منظور ہوتی ہے حالانکہ ہمارے فقہائے کرام  
نے ہمارے اکثر ثلاثہ کی تصریح نقل فرمائی کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے پہلے آنے والا چل کر لوگوں سے  
گزر کر محراب کے قریب آسکتا ہے فتاویٰ غانیہ مشکۃ، و المختار مع تقریر اشامی مشکۃ، جلد ۱، بحر الرئی  
مشکۃ جلد ۲، ما یلیٰ ۵۵۰ جلد ۱ فقہ التتبی ۵۲۳ میں ہے و لدظم رهنما والعامیۃ

و بعد ذکر تنفیہ سو جمعہ عن صحابہ لا اساس بالمعنی  
 ما لم یأخذ الامام فی الخطبہ و بکثرہ اور احداث للمسلم  
 من مقدم و بدو من المحراب اذ لم یکن الامام فی الخطبہ  
 لیستہ اسکان علی من یجبی بعدہ و ینال فصل العرب من  
 الامام (انی ن قال) اما من جاء و الامام یخطب فعلیہ ان  
 یتقر فی المسجد لان مشیہ و تقدمہ عمل فی حال الخطبہ  
 نیز ہرے حضرات نے تفرق فرمائی کہ قوم کے لئے مستحب ہے کہ امام کی طرف منکرے بوقت خطبہ  
 تنفیہ المستل من۵۲ اور دوسری کتب متعارفہ میں ہے والنظم من العنیۃ و فی المسوط  
 یتحب للقوم ان یتقبلوا الامام عند الخطبۃ وعن ابی حمزہ  
 انه کان اذا فرغ المؤذن من اذانہ اذار وجہہ الی الامام و  
 عن عدی بن ثابت کان علیہ السلام اذا خطب یتقبل الامام  
 بوجہہم ذکرہ ابن بطال فی شرح البخاری لکن الرسم  
 الان انہم یتقبلون القبلة للحجۃ فی تسویہ الصفوف  
 لکثرة النحام کذا فی شرح الہدایۃ للسروجی۔

جب اتنی حرکات کثیرہ جائز ہیں تو اس قلیل میں کیا حرج؟ بالانکہ تعظیم محبوب مخیر علی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم ہے جو مطلقاً مطلوب شرعی ہے جب کہ نہی خصوصاً نہ آئے لہذا جائز و مستحسن ہے واللہ تعالیٰ  
 اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی  
 محبوبنا الاکرم ما اذن و اجیب اذان و دعی لہ باوسیلۃ فی الحما

علیہ السلام ۱۲۲ بد ۴ میں ہے المشہورہ اخلاق اصحابنا علی ائمتنا السلام فی حنفیہ  
 صاحبہ کما ذکرہ فی شرح الوصایۃ ۳۴۷۲۲







حق سر ہا و محمد شریفی محد

۳۰

# الاستفتاء

ہذا میں علم سے دس دھین شرع میں اس مسئلہ میں دن یا اور مجھ حضور کر اس  
 کہ جس میں نہ تھا علیہ وسلم کا نام نامی در کہ سامی یا جاسے اور سامع ہے دونوں کو فتح جو  
 کہ جابہ فعل جاز سے مانیں ؟ اگر بڑے تو ان کو بیت شریف سے دیں دے ربح بردا اب  
 سو سو سو

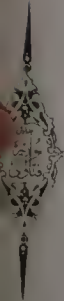
مسئلی سلطان احمد غازی پوری پک نمبر ۵۴۴



لہذا دہانت کا مذہب ہے وقرآن کریم و احادیث میں محبوب میر محمد  
 و حضور پر نبوت سے کہ میں خواہاں است میں کہ با حق تعالیٰ و رب  
 ز سے درویشی نہیں کرتے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ میں  
 ۱۴۰۰ھ میں سے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حدیث  
 ۱۴۰۰ھ میں سے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حدیث  
 ۱۴۰۰ھ میں سے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حدیث  
 ۱۴۰۰ھ میں سے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حدیث  
 ۱۴۰۰ھ میں سے عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ میں حدیث

س من ابد ۱۳۰، من الترمذی ۱۳۱، جلد اول غیر اہم ہے اور برایہ مطبوعہ، مشروح حاشیہ شریف جلد ۱  
مع تقدیر ۱۳۲، جلد ۲، منہ الخالق ۱۳۳، جلد ۱، شامی ۱۳۴، جلد ۱ میں ہے کہ میں اشتباہ و احتساب شامی  
کے نقطہ میں و صرح فی سحر سر بان المختار ان الاصل الاباح  
عند الجمهور من حنفیہ و الشافعیہ اور نفعہ تلبیذہ اعلامہ  
فاسم و جبرمی غلبہ فی الہدایہ من الحداد و فی الحاسبہ من  
اور سئل الحضرة و الاباح

نویذہ دشمن کی طرح واضح ہو گیا کہ ائمہ ثلثوں کا چرنا اصل میں کم از کم مباح نہ وہ ہے کہ شرعاً بطلہ سے اس  
کی مانع نہیں آئی اور جب نیت تعظیم محبوب عظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چوستے ہیں تو مستحب عبادت  
ہیں جاتے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں  
اسما الاعمال بالنیات صحیح بخاری شریف کی پہلی حدیث یہی ہے اور ایسے ہی مسند امام  
حضرت سیما امام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے پہلی حدیث یہی ہے کہ الا انما الاعمال  
بالنیات حضرت امام قاضی عیاضؒ کی شفا شریف جلد ۲، حضرت شیخ الامام الکمال ابن العمام  
فی التذییر جلد ۲، علامہ شیخ محمد طبریزیؒ جلد ۱، علامہ ابوہریرہ علیؒ غنیہ جلد ۱، علامہ شامی علیہ الرحمۃ  
رد المحتار جلد ۱۰، امام محمد بن الدین ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں والمطمح لدی  
للسوف المباحات تصیر طاعات بالنیات الصالحات  
اس جگہ تعالیٰ کھل گیا کہ تقبیل الابرار میں تعظیم اہم محبوب صلی اللہ علیہ وسلم شرعاً اطہر میں جائز و مستحب ہے۔ نیز  
قرآن و کیم سے صحیح طور پر ثابت اور حدیث شریف اور ائمہ قدیم و حدیث سے بھی کمال شرف محبوب طاب و  
علیہ کی تعظیم و اہمال شرعاً نہایت ہی ضروری و لازم ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے لتؤمنوا باللہ  
ورسلہ و تعزوا و سواقرہ معالم ۱۵۰ جلد ۱ میں ہے (و تعزوا و سواقرہ)  
نسیبہ و نصورہ و نورہ و تعظروہ و تعظروہ ہذا الکتا ب  
حمد لی لسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سواقرہ و سواقرہ و سواقرہ و سواقرہ  
۱۵۰۔ سحر سر بان المختار شفا شریف جلد ۲ میں ہے مال من



عبد بن عمرو جلد ۱۰ مال المبرور سابعوالی معظمہ عبد بن  
 جلد ۱۱ میں ت معظمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفصل العرب  
 و اصول کا مسئلہ قاعدہ ہے کہ المطلق بجسمی علی اطلاق توجہ قول و فعل تعلیم پر وال برہ  
 وہ کم از کم جائز و مستحسن ضرور ہوگا لہذا فتح القدیر جلد ۹ ، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱۳ میں ہے کہ  
 ماکان ادخل فی الادب والاحلال کا حسننا پس تقبل الایمان جردال تعلیم  
 ہے ضرور جائز و مستحسن ہوئی۔

نیز حدیث میں وارد ہے کہ ما رواہ المسلمون حسننا فهو عند اللہ  
 حسن اور تقبل الایمان کو ابی اسلام حسن جانتے ہیں اور نفی و رد حدیث مرفوع صحیح جزیرہ میں  
 نفی و رد صحیح نہیں اور ایسے ہی نفی صحیح سے نفی حسن و ضعیف نہیں ہو سکتی اور وہ بھی فضائل اعمال میں قول  
 اور یونہی نفی مرفوع سے نفی موقوف نہیں ہو سکتی اور موقوف نہی حجت ہے۔ غائہ مجمع البحرین جلد ۱۰  
 لم یصح لا یلزم منه اثبات العدم الخ تغیر کیم جلد ۱۱ میں ہے عدم  
 الوحیدان لا یلزم علی عدم الوجود۔ تغیر غیرا میں ہے مذهب لصاحب  
 حجتہ بجب تقلیدہ۔ فتح القدیر جلد ۲ میں ہے والاستحباب میثبت  
 بالضعیف غیر الموضوع بحدیث صحیح کہ نفی صاف صاف باقی ہے کہ حدیث حسن یا  
 ضعیف مرفوع یا موقوف صحیح ثابت ہے کہ مفہوم مخالف روایات میں مرفوع بالضرور معتبر ہے۔ در الخاتمین  
 المفہوم معتبر فی الروایات اتفاقاً ومنہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم  
 جلد ۱۱ میں ہے اسہ فی الروایات وسوہا معتبر باقسام حتی  
 مفہوم اللعاب پس جراح کا ۱۰ لم یصح فی المرفوع ۱۰ گنا ثبوت بطریق مذکورہ کا صاف  
 طور پر پتہ دیتا ہے لہذا شامی علیا رحمۃ اللہ تقیل الایمان کو مستحب بھی لکھا اور قول جراح بھی نقل کیا۔ جلد ۱۱  
 میں ہے فسحب ان مقال عند سماع الاولی من الشہادۃ صلی اللہ  
 علیک یا رسول اللہ وعند المتأیۃ مہا قرۃ صبیی بک یا رسول اللہ

سبحون اللہم معنی بالسمع والسمع بعد وصع لاسہامیں  
 جو مستنیر مانت علیہ السلام یکدم فائدہ الی الجہت لد  
 وحکم المباد اور ہمدای و نحوه فی مناوی الصوفیہ و فی کتاب  
 مردوس من قبل صفی ابہامیہ حدیث۔

نیز عین منایں موضوعات ذیل قاری علیہ الرحمۃ منقول ہے قلب و ادبیت رفعہ  
 و صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی العمل بہ لعمولہ علیہ الصلوہ  
 والسلام علیکم بسنی و سنۃ الحلواء الراشدین۔ معارج النبوۃ ص ۱۷  
 دکن دل میں ہے "گزیدہ وقت اذان در عین استماع شہداں محمد و رسول اللہ صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پرین و انگشت پریدہ نہادن نیز منت آدم علیہ السلام است و  
 احادیث در فضل آل آدرہ اند" اور بابیر کے نزدیک بھی منت ہی ہونا چاہئے کہ ان کا اپنا حکیم ہشتی زیور کے  
 منہ پر لکھا ہے "منت وہ فعل ہے جس کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم الخ نے کیا ہو اور  
 لکھی یا ان کے منہ پر لکھا ہے" جو شے باوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے مگر عجب کلاس کا فکر  
 کرتے ہیں اور فرمان باری تعالیٰ جل جلالہ و لا تقولوا لما تصف السستکم الکذب حد  
 حلال و هذا احرام لتفتروا علی اللہ الکذب سے نہیں ڈرتے۔ مگر ان کا مذہب  
 یہ بھی پایا ہے کہ تعظیم محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روکا جائے۔ چنانچہ براہین منافیہ میں روئے  
 "بہن کا لڑکھان لہین کے لئے تو رشید احمد نے مان لیا اور سرکارِ دو عالم دانائے ماکان و یحیون سے نفی کیا  
 بلکہ ان صفوں میں دیوار کے پیچھے کے علم سے بھی انکار کیا اور وہ بھی حدیثِ مؤخرہ سے۔ بہر حال یہ ثابت ہوا کہ  
 فضیل الہیہ میں عند ذکر الامم الشریف ضرور بالضرور جائز و مستحب ہے الا ان یمنعہ مانع کا لخب  
 و عراۃ فیمنعہ هناك خصوصاً لا مطلقاً۔ واللہ و رسولہ  
 صلہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ وسلم۔

عن الغفر الراجح محمد نور الدین غفرلہ



# بَابُ الْإِمَامَةِ

## الاستفتاء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یوہندیوں، مرانیوں، اہل نیش، شیعوں کے جہلوں میں جانا کیسا ہے؟ اور اگر معروف میں مل کر کام کرنا کیسا ہے؟ اور اگر حضرت بریل شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کیا مسلک تھا؟ یا درہے کہ ان سے مل کر کام کرنے سے عوام ہی سمجھیں گے کہ سب یکے مسلمان ہیں اور ان کے اختلاف جزوی فردی ہیں۔ سب کے پیچھے نمازیں جائز ہیں۔ صرف علویہ مانوسے کا اختلاف ہے۔ - ہذا التوجہ وراہ  
المستفتی: محمد عبدالغفور ہزاروی غفرلہ خطیب دہلی آباد



ابلاس امامی ابدان و ارتداد میں بحالت اختیار دیدہ و دانستہ شریک جو نامراد و حرام محض ہے

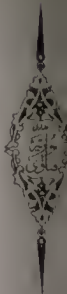
لے سافلت هذا لان الذهاب قد يجوز لعرض المتناظرة والردود ذالة الاثر

آیہ کریمہ صلاحتہ بعد سے وہ معہ لغوم اللطیف دیر اور  
 اس ریش متواخرہ کا ہی تاکید کی تقاضا ہے جس پر امر صفت و خلق کا اطلاق فوج و محل سے ہے اور  
 بل صفت و الجہانت محمد و مائتہ مائتہ عظیم البرکۃ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بنی نصیب ہیں  
 جمہدیں ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز سے بھی زیادہ واضح و جوید افراد یا حتیٰ کہ وصایا شریعت میں بھی اس کا پختہ  
 اعادہ فرمایا۔

اور سوال کی شق ثانی "امر معروف میں بل کر کام کرنا کیسا ہے؟" نہایت ہی مجمل ہے حتیٰ کہ  
 معروف کی تفصیل بھی غیر معروف ہی رہی کہ شرعی مراد ہے یا عرفی یا لغوی؟ جمالی جواب یہ ہے کہ ضرور  
 کثیرہ میں حکیم و لائق مشارالہا اختلاف عوام ہے اور بکثرت ایسی صورتیں بھی ہیں کہ تغیر قلبی کے ساتھ اختلاف  
 صوری کی تحمل ہو سکتی ہیں مثلاً در معاصر میں سفر و ادارہ انعالیٰ ج میں اکثر اختلاف ہو جاتا ہے بلکہ فوج  
 میں بھی شمولیت ممنوع نہیں، جہاد کثیر وغیرہ بھی جائز ہے۔ حال اللہ تعالیٰ لایکلف  
 اللہ نفساً الا وسعہا۔ ما جعل علیک فی الدین من حرج  
 الا ان تشقوا منهم تقصۃ ابوالسود ص ۱۲۲ جلد ۲ بنیسا پوری مشعل جلد ۳ میں بالفاظ  
 متعارف ہے والنظم لہ رخص لم فی موالا نہم اذا احافوہم والمراد  
 بتلك الموالاة مخالفة ومعاشرۃ ظاہرۃ والغلب مصطلح  
 بالعداۃ والبغضاء وانتظار منہ والمانع من قسر لعصا و  
 اصرار الطویۃ حکقول عیسیٰ علیہ السلام کن وسطاً وامس  
 حانئاً۔ اور ایسے ہی روح البیان ص ۲۱۰ میں ہے لافہا سنو العصابدر  
 قسر العصا۔ اور قول کلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام کی تشریح میں فرمایا اسی کس مما سنہم  
 صبرۃ وتجنب عہم سبیرۃ۔ احکام القرآن ص ۱۲۲ جلد ۲ میں امام ابو بکر بعد از خیمہ درانے  
 میں دھندھو ظاہر ما یقتضی اللطیف وعلیہ المحہور من اہل

عہ مجتہدین علی حضرت بنی اللہ تعالیٰ عہدہ و شاد ہے مکرر فرمایا کہ ہاں معافی لاں سفر مہجہ

ہاں معافی لاں سفر مہجہ





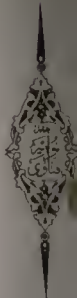
پر ہی دیا جسے اللہ والی اسرار دالہ علی استدیعہ ان یعامل  
 بہ علیہ و لحقہ دون لملطف و الملائت مالم تکن حال  
 بعد و ہما علی تلف نفسہ او تلف بعض اعضاء او ضرر اکبیر  
 ینعمہ فی نفسہ فانہ اذ اخاف ذلک جازلہ اظہار لملطف  
 و سولۃ الخ روح البیان ص ۲ بلکہ میں بتہ و اذ کان برجل مسلمی بصحبہ  
 فحجہ فی سفرہ صحیح و لعمراء لاسرک الطاعة بصحبہم و لکن  
 سکرہ عقبہ ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ حل محددہ اسم و احکم  
 وصی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ و بارک و سلم ۔

ترجمہ فقیر الہدیہ نورانیہ فی غفرانہ

۱۲ جماد الاخری ۱۲۸۵  
 بروز بدھ بوقت عصر

## الاستفتاء

۱ مقدمہ کے حالات یعنی بیان ) ہمارے پک میں پہلے ایک امام رکھا ہوا تھا۔ اس امام میں کسی  
 ایک نامیاں تھیں۔ مثلاً جھوٹ بھی بول لیتا تھا، خفیہ سو بھی لے لیتا تھا، جھوٹی شہادت بھی دے  
 دیتا تھا اور ایک دفعہ معاذ اللہ! یہ بھی کہہ دیا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک دفعہ آسنک  
 نماز جھوٹ بولا تھا، یعنی ایسی ایسی نامیاں تھیں چنانچہ گاؤں والوں نے اس امام کو نکال دیا کہ اس کے  
 پیچھے ماری نماز نہیں ہوتی اور اس کی جگہ ایک سید امام جو اپنے علم کے مطابق عالم بھی تھا اور خفیہ بھی تھا،  
 لے سے اور پک والوں نے اسے قبول کر لیا اور نماز اس کے پیچھے پڑھنی شروع کر دی۔ اس کے بعد  
 دین محمد اس امام کے بھی خلاف ہو گئے کہ اس کو بھی نکال دو، ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہی پہلے والا  
 امام آجائے ان ہی شخصوں نے اس کو جواب دیا تھا کہ یہ امام ٹھیک نہیں ہے اس کو نکال دو۔ پھر  
 ان آدمیوں میں سے ایک کا نام کریم بخش ہے اس نے حد شروع کر دیا کہ یہ حاجی صاحب لائے ہیں



س کو بالکل نہیں رہے۔ دینا امام پر یہ بات لگادی۔ اس نے فرمایا: میں نے یہ سب سنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس نے جہاں وہ تار اٹھا دی۔ رنگ کر بیچ دیا تھا۔ اور ایک دو چھوٹے امام اس سے اور لوگوں کو مجبور کیا کہ اس امام کو نکال دو جو کہ یہ تھا، اور لائیں گے۔ اچھی صاحب ان کو خیر پر لایا۔ ہماری طرف سے جواب ہے باقی لوگوں سے پوچھ لو بسید امام صاحب نے آواز پائی کہ پوچھا۔ ان نے کہا کہ ابھی نماز پڑھا کرو چوڑا کن لوگوں نے ۲۰۱۰ دن نہیں بتایا اور جو پارٹی حسد کرتی تھی کہ یہ صاحب کے پیچھے نہیں جوتی ان نے وہی پہلا امام لاکر مسجد میں کھڑا کر دیا اور دو جماعت سونے لگی چار یا پانچ دن دو جماعت ہوتی رہی۔ آخر ایک دن مغرب کی نماز پڑھنے کے واسطے گئے اور میں بھی ساتھ ہی تھا تو ہم لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور شہ صاحب کو بلا کر نماز کراؤ، تو بات پر کہ کریم بخش نے کہا کہ ہم جماعت نہیں ہونے دیں گے چنانچہ اس نے مصلیٰ کو اٹھا کر دوسری طرف پھینک دیا جس پر کہ امام نے کھڑے ہو کر نماز پڑھانی تھی اور یہی کہتا رہا کہ بار بار جماعت نہیں کر اسے کھا اور تمہارے امام کو بھی جماعت نہیں کرانے دیں گے تو ہم پھر مسجد کے صحن سے باہر مصلیٰ لے گئے اور کہا کہ ہم یہاں جماعت کرالیں گے تو اسی کریم بخش نے وہاں سے بھی مصلیٰ اٹھا کر اندر پھینک دیا اور مغرب کی نماز نہیں ہونے دی اور سب لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھی اور اس کو روک بھی لیتے، اس نے مسجد کے باہر بیہ آدمی بڑے بڑے نماز خانے طوائف کے واسطے کھڑے کئے ہوئے تھے۔

یہ مقدمہ کے پورے حالات ہیں اس مقدمہ کا صحیح فیصلہ لکھ کر بھیج دیں اور کریم بخش پر کوئی جرم ملتا ہو تو وہ بھیج دیں اور حدیث کا خال دیں اور لکھیں کہ اس کو کیا تعزیر لگنی چاہئے اس کا جلدی سے جلدی جواب دیں اور فرانسہ پور بھیج کر بھیج دیں اور یہ جو کہ مذمت سامنے بھیج دیں تاکہ فیصلہ کرنے کے وقت سب کو سنا دیں کہ جو کوئی بات کوئی نہیں ہے، مصلیٰ اٹھا کر پھینکے والے کریم بخش کے ساتھ ایک آدمی بھی تھا اس کا نام یاد نہیں ہے، اس میں کوئی غلطی نہیں ہے، یہ مصلیٰ امام کا دو دفعہ اٹھا کر پھینکا گیا یہ قصہ میرے سامنے ہوا ہے۔

سائل : صوفی بشیر احمد نوری کاٹھ والا دیوبند سسٹیشن قریب میک سنگھ



اگر یہ سوال اور حالات امام سابق صحیح اور واقعی ہیں تو وہ امام بد لگام اہل اسلام کا امام قطعاً نہیں بن سکتا



بہت برن، جھوٹی شہادت دینا، سود لینا، یا ایسے جرم ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک ان پر برکت نہ ملے۔  
 یہ بات بلا توجہ امام بنانا مکروہ تحریمی ہے یا جائزہ وہ ان تین جرموں کا مادی مجرم ٹھہرنا ہی ہے۔  
 عاصیؑ ہوں لیا عاصیؑ، اے بھائی! ” دے دیتا تھا “ سے ظاہر ہے مگر وہ تو حضور پر نورؐ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کی طرف، فاش بدعتی، جھوٹ بولنے کی نسبت کرتے اور وہ بھی اس جہت، اہل حق کے ساتھ کہ آٹھ آدمی کی خاطر مانتے ہیں  
 تو کیا اور نہ اسلام سے بالاجبار خارج ہو گیا اور مرتد ہو گیا، اس کا کفر یہود و نصاریٰ سے اور ہندوؤں  
 سکھوں سے بھی زیادہ بدتر ہے کہ کلمہ گو ہو کر مرتد ہوا، اللہ رب العالمین نے فرمایا والذین یؤذون  
 رسول اللہ لیسعدوا بکرم اللہ علیہم سید کلمہ ” وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں، ان کے لئے  
 دردناک عذاب ہے “ نیز فرماتا ہے ” الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم  
 اللہ فی الدنیا و الاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا “ ” بے شک  
 جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور  
 اللہ ان کے لئے لعنت کا عذاب تیار کر رکھا ہے “

اللہ عزوجل ایذا سے پاک ہے، اسے کون ایذا دے سکتا ہے؛ مگر اپنے حبیب پاک صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے شان میں گستاخی کو اپنی ایذا فرمایا اور ان کے سوا اور بہت سی آیات سے اور عادت سے  
 حضور پر نورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب و گستاخ کا خائب و خاسر و مردود و بونا اظہر من الشمس ہے  
 و الفتاویٰ شامی کے منہ بلد ۳ میں فتاویٰ بزاز و درر و شفا سے اور فتاویٰ خیرہ مسئلہ جلد اول وغیرہ  
 میں ہے والنظم من الشاخی علیہ الرحمة اجمع المسلمون ان شاکہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کافر و من شک فی عذابیہ و کفرہ کفر  
 ” تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان پاک میں گستاخی  
 کرتے وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں یا معذب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے “ شامی  
 منہ بلد ۳ میں ہے ان مجبور و نسبة الکذب الیہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 مسلم صحیح ” من جھوٹ کی نسبت حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر ہے “ بلکہ کفر کہنے  
 ہی سے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کسی ایسی چیز میں کرے جس کو مانا

درج ۱۰ میں ہے درلوحات شانی سلک ۲۰۰ ج ۲ و طبرہا میں سے  
 حضرت اسکندریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی مساجد  
 میں نہیں ضرور ہے اور ضروری اللہ علیہ وسلم کا صادق ہونا عیناً یقیناً ضروریات دین  
 سے ہے بلکہ ضروریات کا صدق اسی پرستی ہے لہذا وہ بوجہ کفر و ارتداد امامت کے قابل نہیں رہا  
 باقی حدیث شریعہ و اخلاص حرام ہے پھر اس حدیث کی وجہ سے اس پہلے امام کو امامت کی دعوت  
 دینا اور سخت حرام ہے اور بڑا سخت ظلم ہے قرآن کریم میں ہے لا تجد قوماً یؤمنون  
 بانثہ و الیوم الاحد یو ادون من حاد یتہ و رسولہ و لو کانوا بانہم  
 او ابنا شہم او اخوانہم او عشیرتہم تو نہ پائے گا انہیں جو ایمان لائے  
 اللہ اور قیامت پر کہ ان کے دل میں ایسوں کی محبت آنے پائے جنہوں نے خدا و رسول سے مخالفت کی  
 چاہے وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی کیوں نہ ہوں ؟

اس آیت کریمہ میں صاف فرمادیا کہ جو اللہ یا رسول کی جناب میں گستاخی کرے مسلمان اس سے  
 دوستی نہ کرے گا جس کا مزید مفاد یہ ہوا کہ جو اس سے دوستی کرے وہ مسلمان نہ ہوگا ، پھر اس حکم کا قطعاً عام  
 ہونا صاف صاف ارشاد فرمادیا کہ باپ ، بیٹے ، بھائی ، عزیز سب کو گناہا یعنی کوئی کیسا ہی تباہ گمان  
 میں معظّم یا کیسا ہی نہیں باطن محبوب جو ایمان ہے تو گستاخی کے بعد اس سے محبت نہیں رکھ سکتے ،  
 اس کی وقعت نہیں مان سکتے ورنہ مسلمان نہ ہو گئے ۔ حاجی صاحب اور گاؤں والوں نے شیک کہا کہ  
 اس کے نتیجے میں ہماری نماز نہیں پڑھتی اور وہ سید صاحب جو غنی اور غلام واریں اور تمام چک والوں نے انہیں  
 قبول بھی کر لیا اور امام بنایا تو ان کی مخالفت بزرگوار نہیں جب کہ ان سے کوئی شرعی عیب مرند نہ ہوا  
 ہو ۔ جو نے الزام رکھنے اور بہت بڑی چیز سے جیسے سورہ احزاب سے ثابت ہے ۔

باقی رہا مرد اور عورت یا بھینس یا جام تار کر گئے کے بعد چنپا ، تو یہ کوئی عیب نہیں بلکہ شرعاً جائز ہے  
 اور بہت مضبوط حدیثوں سے ثابت ہے صحیح بخاری ص ۱۰۰ جلد ۱ ، مسند ۲ جلد ۲ ، صحیح مسلم ص ۱۰۰ جلد ۱ ،  
 سنن نسائی ص ۱۰۰ جلد ۲ ، سنن ابوداؤد ص ۱۰۰ جلد ۲ ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰۰ جلد ۲ ، سنن ابوالقاسم ص ۱۰۰ جلد ۲ ، سنن  
 عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آؤ اور وہ کنیز کی فریاد

کے متین حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہلا اسمعتم سجدہا؟" قرآن  
 کے پام کے ساتھ کیوں نہیں نفع اٹھایا؟" فقالوا انہا مینندہ "صحابہ کرام نے عرض کیا ہے کہ  
 یہ مردار ہے۔" قال سمعتم اکلہا؟ "مفتویٰ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ وہ طواف  
 کھابو حرام کیا گیا ہے، اور اس نے سوسٹ حدیثوں سے ثابت کہ مردار وہ پام رنگے سے پاک وجوہات  
 اور اس سے ہر طرح کا نفع اٹھایا جاسکتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، تو سید صاحب اس الزامت جو  
 پاک میں۔

باقی رہا کہ یہ بخش کا جماعت سے روکنا اور عقلی باہر پھینک دینا، یہ بہت بڑا غلط ہے اور مسجد کو برباد  
 کرنا ہے جس کی سزا دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ وہ  
 اظم من منع مسجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ و سعی فی خرابہا  
 اولئک ما کان لہم ان یدخلوها الا خائفین لہم فی الدنیا  
 حزی و لہم فی الآخرة عذاب عظیم۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجد کو  
 روکے ان میں نام خدا لئے جاسے اور ان کی دیرانی میں کوشش کرے، ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں  
 میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب  
 ہے۔" باقی رہی تم پر تو وہ بہت ہی زیادہ سخت ہے اور حاکم اسلام ہی لگا سکتا ہے۔ البتہ البالیان  
 اسلام پر لازم کہ اس کو مجبور کر دیں کہ ان غادقوں سے باز آجائے اور نیک بن جائے، آپس میں برادری  
 کے لوگ باقی کاٹ وغیرہ سے ڈرا دھمکا کر بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و  
 علمہ جبل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ  
 والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

منہ النعیر ابو الخیر محمد نور الشانی می غفرلہ

مورخہ ۶ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

# الکستفتاء

علمائے دین و شرع متین ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے اور اسے صحیح النیۃ یعنی امور کرنے سے متعلق کیا فرماتے ہیں جس کے چند عقائد و اعمال ذیل میں درج ہیں :-

۱۔ اسی حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کے متعلق گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے مثلاً یہ کتاب ہے کہ وہ معاذ اللہ کوڑھے ہو کر مرے تھے۔ اس کے باوجود لوگوں کے سامنے مجمع خلق ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

۲۔ اپنے آپ کو بے ایمان کہتا ہے، خطبہ کے دوران کئی بار اس نے کہا "میرے بیٹے کی نہ یا ملاں ہیں۔"

۳۔ مسجد سے خاصی آمدنی کے باوجود روٹیاں مانگتا ہے۔

۴۔ چھوٹی موٹی چیزوں کی چوری کا ارتکاب بھی کر لیتا ہے۔

۵۔ خود کو سید کہلانے کے باوجود قربانی کی کھالیں گاؤں کے سر پائندہ لوگوں کے ذریعے دباؤ ڈال کر حاصل کرتا ہے۔

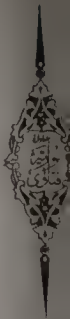
۶۔ لوگوں کو ایسے تعویذ دینے سے بھی گریز نہیں کرتا جو دوسروں کی موت کا بہت سکتے ہیں۔

ان افعال ذمیر کے باعث مجھے اس سے سخت نفرت ہے کیونکہ وہ کئے پر بھی وہ نہیں رکنا اس لئے میں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کر دیا ہے۔ براہ فہوش یہ بھی تحریر فرمائیں کہ میرا فعل حق بجانب ہے یا نہیں؛ مبلووا الوجہ روا۔

السائل

محمد الدین الیف۔ اسے امواہی فاضل، میڈیاٹر، گورنمنٹ پبلسٹی سکول

بھڑوہ دیان





اگر یہ سوال صحیح اور واقعی ہے کہ وہ شخص اپنے آپ کو بے ایمان کہتا تو وہ امام قطعاً نہیں بن سکتا۔  
 اسے مسجد کا آباد کرنا، اس میں بیٹھا بھی جائز نہیں ہے، بالیکہ منصب امامت کے لائق ہو، بے ایمان کا فریضہ  
 ہے اور کافر کے متعلق رب العالمین فرماتا ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْبُرُوا مَسَاجِدَ  
 اللَّهِ سَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِم بِالْكَفْرِ (ترجمہ) مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں  
 آباد کریں خود اپنے کفر کی گواہی دیں، (سورۃ التوبہ، امام اہل سنت والجماعت مجددانہ حاضر و اہل حضرت  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس کے ایسے کلمات استعمال کرنا اس کے خبیث باطنی کی دلیل ہے اور چوری جیسے جیل  
 کام گداگری اور فتنہ آمیز تعویذات یہ سب اسی خبیث باطنی کا نتیجہ ہیں، ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں اور  
 نفرت نہایت لازم ہے آپ نے اپنا فرض ادا فرمایا آپ حق بجانب ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى  
 الله نعالى على حبيبہ سيدنا محمد وعلى آله وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الغفر البواخی محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

۱۳ شوال المکرم ۱۳۸۶ھ ۱۵-۱-۲۸

## الاستفتاء

علامہ زمان فقیہ دوران شیخ الحدیث و تہتم صاحب جامعہ خفیہ فریدیہ بصیر لوہ دامت برکاتہم  
 سلام منون : حسب ذیل استفتاء میں اور دسے شرع کیا ارشاد ہے ؟  
 نمبر ۱ : جو شخص حضرت علی کریم ان دہرہ کو حضرت ابو بکر صدیق دہرہ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بالکل افضل سمجھے  
 وہ تہنی برستہ ہے ؟ کیا اس کی اقتدار میں نماز جائز ہے ؟

برا۔ جو شخص حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو واجب الاحترام مانے بسباب اہل بیت  
کے سختی کرے اور فاسق تک کے کیا وہ سنی ہے در کیا اس کے پیچھے سنی کی نماز جائز ہے؟ نیز جو  
شخص : محمد سرور قادریؒ کا متم دار معلوم غوثیہ رضویہ جبرو  
خطیب نور ام صاحب حمید وطنی ۶۹-۹-۱۷



عالی جناب حضرت قادری صاحب غفرلہ  
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ اہل سنت والجماعت کا یہ عقیدہ اہل بیت سے کہ حضرت ابو بکر  
صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بعد الانبیا علیہم السلام افضل البشرین اور یونہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابی اور واجب الاحترام ہیں لہذا ایسے شخص کے پیچھے سنی کی نماز مکروہ تحریمیہ در واجب  
الاعادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا محمد وعلى  
آله وصحابة وبارك وسلم۔

حرمہ الغفر ابو اغیر محمد نور اللہ النعمی نعم لہ

۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۹ھ ۶۹-۱۰-۶۷

## الاستفتاء

محذوف قدس حضرت مولانا مولوی صاحب وام فیہمکم العالیہ

یہ مستفتی حضرت مفتی غلام سرور قادریؒ حال مستم جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں کہ نگہ اس  
دست میں ۱۰ صوف مسجد نور الساجد چیچہ وطنی کے خطیب رہے ہیں  
محمد صوف اللہ نوری





اسلام علیہ الرحمۃ و بركاتہ : ایک آدمی ایک گاؤں کا پیش نام ہے اور اسل دواریاں ہیں یہ سیدی

کے لئے نفقہ دینی دیتا ہے در دوسری بیوی کے لئے نفقہ دینی نہیں دیتا۔ وہ وہاں دیتا ہے اس سے بچے نہ  
پڑھنی جائز ہے یا نہیں ؟ یادہ ذرا کس مال میں مقصور ہوگا کافر اسلام : فاسق طہرہ اب دو حج و زادہ  
ہے اسکی بیوی کو جس کے لئے نفقہ دینی ہے اپنے ساتھ لے جاتا ہے ، آیا اس کی بیوی یا نہیں اثواب و عید  
کے متعلق بھی کہیں (نص قرآن و حدیث کی روش سے جواب) .

المسنعتی ، پشیمات علی شاہ حسو کے گرد و زبک غازیہ پور

تحصیل دیپال پور ضلع ساہیوال



سائل نے نہایت اجمال سے کام لیا ہے۔ ایسے سائل میں پوری تفصیل سے سوال کرنا چاہئے۔ اللہ  
رب العالمین کا حکم ہے وَعَلَيْسَ رُؤُوسُ يَأْمُرُكُمْ وَعَلَيْكُمْ عَوْرَتُونَ سے اچھا پتا دو کرو ؟ اور یہ بھی قرآن  
کریم کا ارشاد ہے أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ مَوْتَ عَلَى الْيَسَارِ یعنی مردانہ میں عورتوں پر ؟ اور حدیث پاک  
میں تو حقوق زوجین کو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو جو بھی غاوند ہو یا بیوی دوسرے کے حق بلا دجلا  
نہ کرے تو وہی مجرم ہے تو اگر وہ شخص اپنی فرمانبرداری اور وفاداری بیوی کو نفقہ دینا دے سکتی ہے محروم رکھتا ہے تو گنہگار ہے  
اور اگر بیوی اس کے گھرا پاد نہیں جاتی اور بے فرمان ہے تو بیوی گنہگار ہے اور طلاق دینا بھی ہمیشہ مرد پر چھوڑا  
با فساد میں لازم ہیں ورنہ طلاق کی صورت میں مرد گنہگار ہوتا حالانکہ قرآن کریم گنہگار نہیں بتاتا بلکہ فرماتا ہے قُلْ  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا مَا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَلَا تَقْرَبُوا مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَلَا تَقْرَبُوا مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَلَا تَقْرَبُوا مِمَّا حُرِّمَ عَلَيْكُمْ  
جنی اگر تمہیں خطہ ہو کہ میاں بیوی اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم نہ رکھیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں اس میں

فہرست مضامین

[illegible]

درخت رزق و میوه

11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1041 1042 1043 1044 10

الاستفتاء

کروا لے میں جو ہے ان کا حق ادا کرنا ہے۔ میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے  
 اس سے کہا تھا کہ میں نے اس کے لیے جو سارا سامان دیا ہے اس سے مجھے ساری مٹی کا  
 ہر ایک ٹکڑا مل گیا ہے۔

۱۷

مردی صاحب نمود موضوع نشاء کره حاصل حوالی نمود

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى

اگر صورت مسئلہ یہی فی الواقع ہے تو شخص مذکور کی امامت مردہ تحریر ہے۔ مقتدیوں پر واجب کدھافت ہوتے ہوئے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اس کو امامت سے علیحدہ کر دیں کہ شخص مذکور سخت فاسق ہے، اس نے جو روپیہ لوگوں کے عوض لیا ہے وہ رشوت ہے چنانچہ بھرا لائق۔ فتادی عالمگیری میں اس کی تصریح ہے۔ باب کا حکم ماننا خصوصاً جب حکم شرع پر پابندی کا حکم کرے نہایت ضروری اور فرض اہم ہے اور اس شخص نے زمانا تو سخت فاسق ہوا اور فاسق کی امامت کا حکم اسفار اطمینان فقہ میں مخرج و مصرع ہے ہاں صحیح طور پر تو یہ کہہ سکتے تو اس کی امامت میں اس وجہ سے کوئی کدھافت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ آمین و احکم وعلیہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ وسلم

عزیز الغفر الابرار محترمہ نور الشامی غفرلہ

(۱۶ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ)

**الاستفتاء**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی مکوحہ کو سسرال کے نامہائے تنگ کرنے کے باعث اپنے گھر ٹھہرا لیا ہے، تو کیا اندریں صورت زید امامت نماز کر سکتا ہے یا نہیں؟ بیرونہ وجہ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى

اگر صورت مسئلہ واقعی درست اور صحیح سے تو زید بلاشبہ امامت کر سکتا ہے کہ نامہائے تنگ کرنا ظہر ہے اور

علم کی امداد جس سے تو اس انجمن کی جو سائنس سے کیونکر روکا جا سکتا ہے، وہاں ہر زمانہ میں یہ  
 وہ سوال ہیں احساناً و ذی الامنیٰ میں باپ کے ساتھ جو دعائیہ کردار و قربت وہاں سے  
 ساتھ ساتھ انکا گھر کی بھی قربت والی ہے اس کے ساتھ بھی احسان ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم  
 وعلیہ حل مجدہ اسم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حمیر حلفہ سیدنا  
 و مولانا محمد و آلہ و صحبہ و بارئ و سلم۔

عزہ العزیز الراجحہ محمد نور الشماسی غفرلہ

۲۲ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ

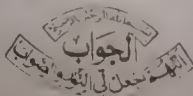
## الاستفتاء

اس مسئلہ کے متعلق علمائے دین و فقیہان شرع متین کیا فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک جی مسجد ہے  
 جس کے دو پیش امام زید اور بکر ہیں جو کہ ایسی باری امامت کرتے ہیں، زید نے بکر کے خلاف زنا کرنے کا الزام  
 لگا یا جو کہ گاؤں کی پنپائیت کے روبرو پیش ہوا لیکن وہ الزام شہادتوں سے پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکا اس کے دل  
 کیسے کہ ان ہردو کے پیچھے نماز پڑھ رہے یا نہیں؟ و ہر دو ایسی ایک کے خلاف کوئی شرعی تفسیر مانہ ہوئی  
 ہے یا نہیں؟ اگر ہوئی ہے تو کیا ہر دو کے متعلق یہ حد مفصل طور پر تحریر فرمائیے۔ بنیاداً تو جرح

الماثل قطب الدین محمد بن سید بسنت پورہ

نیز یہ کہ الزید بکر سے معافی مانگ لے اور بکر حافی و سہ سے تو اس معاملہ کی حاکم ہو گئی۔

نوٹ: زید معافی ثابت نہیں تھا بلکہ گواہوں کے کہنے پر اس نے ہر الزام لگایا



زید نے قسم لیا اور تعویذ کیا، قرآن کریم میں ہے ما ذلکم یأتمون بالشہادۃ و لکنکم

ہم انکا دیوتا (جہاں) ہیں جب گواہ نہ ہو تو وہی ان کے نزدیک جھوٹے ہیں : قرآن کریم نے سید  
 نبی کوڑے مقرر فرمائے ہیں جلد و ہم شمایں جلد و لا تعجلن فیہا سہادۃ اس  
 زمرہ تو انہیں تہی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو : و اولئک ہم الفاسقون  
 وہی فاسق ہیں ! جھوٹے اور فاسق کے پیچھے نماز مکہ و قرعہ واجب الاعداء ہے ، مگر پیچھے دل سے توبہ کر لو  
 اور بکری سے بھی معافی لے لے تو نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی الا الذین تابوا من بعد ذلک  
 و اصلحو فان اللہ عفون رحیم ، مگر وہ جو اس کے بعد توبہ کر لیں اور سنور جائیں توبہ بے شک  
 بخشنے والا مہربان ہے اور بکری بچا رہے کا کیا قصور ! قرآن یہ تو صرف ناحق تہمت لگانے والے کو فاسق اور  
 کاذب فرماتا ہے ہم ان فاسقوں ، ہم انکادوں کو بڑا توبہ کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے مگر کوئی اور  
 نہ بہتر ہو ۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علیہم و علیہم و علیہم و علیہم و علیہم و علیہم و علیہم و علیہم  
 و آلہ و صحبہ و سلم ۔

حقہ الغنیمۃ البراءۃ محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

ارذی القعدہ ۱۳۶۹ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق کہ نہ پاپے پیشوا کا علیہ کتے ہوئے یوں قطعاً زبہ  
 یوم ثانی مست حریم و جمال ، بچھو موسے بست در ماہ و جمال  
 اور ایک دوسری نزل میں یوں قطعاً زبہ کہ  
 آج کیوں ناہر و داعظ نکل آتے ہیں مسجدیں چھوڑ کر خادم تیرے میخانے میں  
 دونوں شعروں کے متعلق حکم شرعی صاف فرمائیں ، نیز زید کے امام و خلیفہ ہونے کی صورت میں زید کے پیچھے  
 نادرست ہے یا نہیں ؟ جواب عنایت فرما کر مشکوٰۃ فرمائیں ۔

سوال رضا کا طلب ہے، زید کا پیشوا کیسا ہے؟ اگر کسی صحیح العقیدہ عالم باہل اور عین عالم و عارف ہے تو بکرم ان السلام و رحمت الانبیاء علیہ غایری و اہلنی کے لحاظ سے یہ سننے کی نیاز مندی کے طور پر کہتا ہے تو کیوں جائز نہیں؟ اور اس کی اقتدا میں نمازیں کیوں ناردائیں؟ اور اگر بے علم و بے عمل غائب نہایت ذنیہ متبع ہوائے انسانی اور پس روشیطانی ہے اور بدعتیہ ہے تو یہ شرعی جائز و محنت ترین جرم میں، ادا ایسے کی امامت و رحمت نہیں اور خطابت نارداء، خود حالات و واقعات کے مطابق سمجھ سکتے ہیں اور یہی خود بھی عمل کی از حد ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آل و صحب و بارک و سلم

حقود الضعيف الوالحير محمد نور الشمايسى غفرله

(7-9-10)

الاستفتاء

کی فرمائے ہیں علامتِ دین شرعاً تین اندر میں مسئلہ کہ زمینے باؤلے کتے کا جگر نکھوایا ناگ باؤلے کتے کے  
اے سوسے کو عذاباً کھلاوے پھر کھلایا نہیں ب دریافت طلب امر ہے کہ زمین باؤلے کتے کا جگر نکھوایا ناگ باؤلے کتے کے  
محمدی گستاخ ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے ناز ہائے کرب کے نہیں! یمینہ الزحیدہ دا۔

السائل : اقر فیض احمد ہشتی یک ۴/۶۹ ذی الحجۃ ۱۴۱۹ھ

تخصیص فریڈ عباس ضلع بہاولنگر ۶۰۵۰۶۴۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
**التمتع بغير التيمم**

یہ نے اگر کسی نیک، دیندار طبیب، ڈاکٹر کے کھنڈے سے بطور علاج وہ جگر کھلانا چاہتا جو مسلمہ معالج ہے  
 وہ یہ بتاتا ہے کہ اس کا اس کے ماسوا کوئی اور علاج نہیں درموت کا جمع اور واقعی غصہ ہے تو اس کی بات  
 برکتی ہے مگر جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ایسا عادت ناممکن ہے تو اس بنا پر اس نے غلط اور ناجائز حرام  
 کا ارادہ کیا مگر نکالیا اب دیکھا جائے کہ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس نے یہ ارادہ بدلا ہے تو اس کے لئے یہ نیک لکھی  
 گئی ہے مافی الحدیث المنفی علیہ اور اگر کسی اور وجہ سے نہیں کھلایا تو اس ارادہ پر  
 تو بے گناہ معاف ہو سکتا ہے تو امامت کے لائق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ  
 علی حبیبہ الاکرم والہ وصحبہ و بالہ وسلم۔

عزیز الغفران ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۱۴ - ۵ - ۶۶

**الاستفتاء**

کیا فرائض میں طہارت دین و متقیان شرع متین اندر ہی مسئلہ کہ باصے گاؤں کا پہلا احکام ہو گیا ہے  
 اور ان کا جو کہ اگر نیرنگی تعلیم یافتہ اور زیر صبی رہ چکا ہے نمازیں بھی قضاء کرتا ہے اور واقعی بھی منہ داتا ہے،  
 اور نہ ہی بدعات ہے، کیا وہ امامت کا حق ہے؟ بیضا توجہ  
 مستفتی

سردن دیپال پرنسپل مکتبہ

# الجواب فی النکاح والطلاق

دارھی منڈوانا، زمانا کی، نمازوں کا قضاء کرنا یہ بہت بڑے عیب ہیں اور شرعی عیب ہیں اور اگر  
 ہونا کوئی عیب نہیں۔ اگر مندرجات سوال صحیح اور واقعی ہیں تو شخص مذکور اپنے کاؤتہ تنبیہ اور عزت کی وجہ سے  
 سبب جرم و بدکار و فاسق ہے، امامت نماز کے منصب رفیع کا مستزا اور نہیں اور اس کے بیچے نماز کو ترک کر  
 ہے اس کا امام بنانا ناروا و گناہ ہے، امام بنانا تعظیم ہے اور وہ شرعاً تعظیم کا مستحق نہیں بلکہ وجب الازدہار  
 تہیین الخالق ۳۴ جلد ۱، مرقا الفلاح ۱۷۱، شامی ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے و لنظم بدریلحی  
 لہ فی تقدیمہ للامامة تعظیمة وقد وجب علیہم الازہار  
 شرعاً۔ غنیۃ المستملی ۳۹، طحاوی علی المرقا ۱۷۱، شامی ۵۲۳ جلد ۱ میں ہے و لنظم  
 لظحطاوی ومعادہ کون الکراہۃ فی الفاسق تحریمتہ، غنیۃ  
 اضافہ فرمایا وفيہ اشارۃ الی انہم لو قدموا فاسقا یا شمون، ایسے  
 کو مسلمان برا جانتے ہیں، و رد ہیث پاک میں ہے کہ اس شخص کی نماز باگاہ الہی میں مقبول نہیں جو تو کہ امام ہے  
 حالانکہ وہ اسے برا جانتے ہوں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بقول لست  
 لا یقبل اللہ منہم صلوۃ من تقدم حوماً وھم لہ کارھوں : حدیث  
 درہ سود و دھندہ جلد ۱، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما وکنہ  
 علیہ وکذا ابن ماجہ ۱۷۱، سنن ترمذی ۱۷۱ جلد ۱ میں حضرت ابوامرؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے نہیں گزرتی، یعنی  
 قبول نہیں ہوتی، ان میں سے ایک یہ بیان فرمایا امام قوم وھم لہ کارھوں مندرجات  
 کے قابل نہیں واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتمہ و حکم وحی  
 للہ تعالیٰ علی حبیبہ وآلہ واصحابہ ومارک وسلم



# الکستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین۔ میں سجدہ کر ایک عورت جو اپنی عورت کے ساتھ  
 رہ کر اپنے بچے لگتی اور تین ماہ پورے ہونے پر فائدہ نے طلاق دی تو ایک امام سجدہ نے اپنی دعویٰ سے یہ بھی  
 کہ چونکہ عورت و مرد میں ماہ سے اپنے فائدہ سے ایک سہ لہذا اس صداق کی مدت گزرتی، تو اس نے صدق  
 کے دن ہی نیا نکاح پڑھا دیا تو اس امام سجدہ کا اپنا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اور اس کے بچے نماز جائز ہے  
 یا نہیں؟ اور امام سجدہ اپنی غلطی کا سقر ہے اور تائب ہوا یا پاسبان ہے۔ نیز انجسردہ (زنا) عورت، خوب ہے۔  
 اسکاں، غلام حسین زوری بعدی پری غیب چک یہ گزری ضلع مظفری



نت وقت طلاق سے شروع ہوتی ہے۔ اس امام سجدہ نے بڑی سخت غلطی کی، اس پر لازم تھا کہ  
 علمائے کرام سے دریافت کرتا، مگر اس فعل حرام کے سبب ردہ کا فرض نہیں ہوا اور نہ ہی اس پر ایسا فاسد ہوا  
 کردہ غلط فہمی کا شکار ہوا ہے، اگر دیدہ و نسبتہ طلال جانتے ہوئے کرتا تو کفر و فساد و نکاح کا حکم مار دیتا  
 قرآن کریم میں ہے وبنالائتواخذنا ان نسينا او اخطانا اور مادیت شریف میں ہے  
 رجع عن امتي الخطأ و التسيان، اور جب ردہ تو بہ کرنا پاتا ہے تو کہہ سکتا ہے اور تو بہ  
 سے گناہ مٹ جاتے ہیں، قرآن کریم میں ہے الا من تاب و امن و عمل عملا صالحا  
 و اولئك يسئل الله سيئاتهم حسنة، حدیث پاک میں ہے ان العبد  
 و اعترف ثم تاب تاب الله عليه، بہر حال امام سجدہ تو بہ کر سکتا ہے بلکہ تو بہ کرنا فرض  
 ہے بلکہ سوہو الی الله نوب، نصوحا اور جب تاب تو بہا ہے تو امام حسین بن سکتا ہے ہاں وہ

ہمت میں گ گیا نکاح شرعاً نکاح نہیں ، عورت و مرد پر لازم ہے کہ باہم الگ تنگ رہیں ،  
 پورے پرہیز سے رہیں اور عدت پوری ہو جائے تو شریعت نکاح صحیح کر دیتے ہیں و  
 تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحابہ و ہابہ  
 وسلم

عنہ الغفر ابو الجحیر محمد نور الشامی غفرلہ (۲۶) محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

## الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت فقیہ فقیر اعظم علامہ ابو الجحیر محمد نور اللہ صاحب مدظلہم العالی  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ : مزاج شریف !

مندرجہ ذیل مسئلہ زیر بحث ہے لہذا التماس ہے کہ بواسطیہ قرآن و حدیث سے مسئلہ ذیل کا صحیح  
 جواب عنایت فرمائیں :-

مولوی ولی محمد ولد حاجی فتح دین اراٹھیں سکے چک ۱۱/۳ ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری جہاں حدیث  
 فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں پیش امام فرقہ مذکورہ چک ہذا میں جنہوں نے اپنے مکان متروکہ ضلع فیروزپور  
 کا کلیم نام پہلے دس ہزار کا اور بعد ازاں توہم کر کے سترہ ہزار روپے سے زائد رقم کا منظور کرالیا ہے چونکہ  
 ہم اس کی برادری اور اس کے سابقہ و موجودہ گاؤں کے رہنے والے ہیں ، ہم ان کے مکانات وغیرہ  
 و دیگر حالات سے بخوبی واقف ہیں ، ان کے مکانات متروکہ کا اٹھائی تین ہزار روپے سے زیادہ مالیت  
 کے کسی طرح بھی نہیں تھے ، چونکہ پیش امام مذکور نے گورنمنٹ کو دھوکا دیکر اور جھوٹ بول کر ناجائز طور پر اپنا  
 کلیم رقم منظور کرالیا ہے ، تو کیا ایسے دھوکا باز اور جھوٹے شخص کے ایچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں ؟ مسو  
 موجد و من رب العالمین .

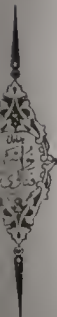
الاستفتیان : باشندگان چک نمبر ۱۱ ایل ضلع منٹگمری

نشان انگوٹھا عبد الغنی ولد فرید قوم اراٹھیں + نشان انگوٹھا عروین ولد بلقی قوم اراٹھیں +

نشان انگوٹھا رشید ولد عبد الرحمن قوم اراٹھیں +

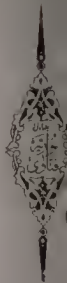
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 انتم جعلتم لي الدين الاسلام

اگر سوال صحیح اور واقعی ہے تو پیش امام مذکور بہت بڑا بدکار ہے جس نے دیدہ دانستہ کئی مرتبہ  
 حدیث اور دھوکا کا ارتکاب کیا اور اب بھی اس بدکاری پر اڑا ہوا ہے۔ منزه ہزار سے زائد روپے کی محبت  
 میں رُفقا ہے اور تو بہ نہیں کرتا۔ اُس کے ان جرموں کی شاعت و قباحت بکثرت آیات قرآن کریم اور  
 مد باہد ثروں سے روز روشن کی طرح ثابت ہے۔ جھوٹے اور دھوکا باز کو تو کافر قویں بھی میسوب جانتی ہیں  
 تو قوم کم کیونکر پاز جائے، لہذا ہر مسلمان قوم ایسے بدکار کو ضرور برا جانتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ یہ  
 شخص کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا جو ایسی قوم کا امام بنے جو اُسے برا جانتی ہے ان رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقول ثلثۃ لا یتقبل اللہ منہم  
 صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ ابوداؤد مثجلدا  
 عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وسکت علیہ وکذا ابن ماجہ  
 مث۔ یہی حدیث میں آیا کہ ایسے شخص کی نماز اس کے سر سے بالشت بھر بھی بلند نہیں ہوتی عن رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ثلاثۃ لا یتبرفع صلوۃھم  
 فون رؤسھم شبرا ارجل ام قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ ابن ماجہ  
 مث۔ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ نیز حدیث میں ایسے پر رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی لعنت آئی ہے لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 رجلا ام قوما وھم لہ کارھون الحدیث رواہ الترمذی مثجلدا عن  
 سر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نماز اس کے کانوں سے  
 بھی بلند نہ ہوگی قبول نہیں ہوتی، قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 لئن لاتعجا و صلوۃھم اذا ھو العبد الذنق حتی یرحمہ و



لمرہ بابت و روحہا علیہا ساحت و امام حرم و حملہ کہ مر  
 روه لمرمذی مؤید جلد عن ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز  
 میں مرفوع ہے کہ نیکوں کو امام بناؤ اس لئے کہ امام تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان وفد واسطے  
 جوتے ہیں اجمعوا ائمتکم خیارکم فانہم وفدکم فیما بینکم و  
 بین اللہ عز و جل رواہ الدارقطنی مؤید جلد عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما و کذا البیہقی مؤید جلد ۳۰ - نیز حدیث میں ہے کہ جب تمہیں پسند ہو کہ تمہاری نماز قبول  
 کی جائے تو تمہارے نیک تمہارے امام بنیں کہ وہ تمہارے وفد میں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان  
 ادا اسو کہ ان تفعل صلوٰتکم ظلیو مکم خیارکم فانہم وفدکم  
 فیما بینکم و بین ربکم رواہ الدارقطنی مؤید جلد ۱۹ عن مرشد بن  
 ابی مرشد الغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً و کذا الحاکمی  
 المستدرک مؤید جلد ۳ - یہی حدیث میں ہے کہ اگر تمہیں اپنی نمازوں کا صحت اور پختہ بنانا  
 خوش کرے تو اپنے نیکوں کو آگے کرو (امام بناؤ) ان سرکہم ان سرکہوا صلوٰتکم مقدم  
 خیارکم (الخطیب عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کنز العمال جلد ۱۲ ص ۴۰۰) نیز صحیح بخاری  
 مؤید جلد ۱ کی حدیث ہے عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یؤمن من فاجر موت الا  
 ان یتوبہ بسلطان یخاف سیفہ اوسطہ رواہ ابن ماجہ  
 یعنی کوئی بدکار کسی مومن کا امام ہرگز ہرگز نہیں بن سکتا مگر یہ کہ بدکار مومن پر اپنی حکومت سے غالب آجائے  
 مومن اس کی توادیا کوڑے سے ڈرے ؟

ان احادیث کی روشنی میں بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایسا فاجر فاسق ہرگز ہرگز امامت کے لائق  
 نہیں۔ اہل یان اسلام اپنے اختیار سے اسے بالکل امام نہ بنائیں اگر امام ہوتے ہوئے ایسے پاڑ  
 بیٹے تو طاقت والوں پر لازم کہ اسے امامت سے ہٹا دیں۔ قرآن کریم تو نبیوں کے پاس بیٹھنے سے بھی  
 منع فرماتا ہے چہ جائیکہ ان کو امام رکھا جائے فَلَا تَقْعُدُوا عَنْ صَلَاتِكُمْ مِّنْ قَبْلِهَا



وہی بہت سی آیت و احادیث سے روزِ روشن کی طرح ثابت کہ ہر وہ مسلمان جو  
 لوگوں کا ساتھ چاہے اس کی غلام بادشاہ وغیرہ سے جان کا خطرہ ہو تو اجازت بہت معذور حکم پر جگہ جایی  
 میں یہ خطرے کے وقت تو رلاً مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ  
 سے اجازت فائدہ بھی آئی ہے مگر جب ایسا سخت خطرہ نہ ہو تو قطعاً اجازت نہیں۔ قرآن کریم سے ثابت  
 کہ عیادت کو اس کے امام کے ساتھ بلایا جائے گا يَوْمَ سَدَعُوْ كُلَّ اُنَاسٍ بِمَا مَآوَايَسْمُ  
 سورہ فی اہلِ بکرا تو انہم کہ کسی بکرا کو امام نہ رکھا جائے کہ اس کے ظاہری معنی کی دوسرے بچاؤ ہو سکے نیز ایسا  
 بدکار شرعاً نفی و تنبیہ کا مستحق ہے اور امام رکھنا تو قیود و تعظیم سے تو طاقت ہوتے ہوئے اسے امت سے  
 الگ کرنا ضروری ہے پھر الگ کرنے میں یہ صلحت بھی ہے کہ تادمہ پشیمان ہو کر تائب ہو جائے۔ خبر ال  
 ایسے بدکار کو منصبِ امامت سے الگ کرنا بشرطِ طاقت ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم  
 وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم۔

عزیز الغفران الباقی محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۳ صفر ۱۳۶۹ھ

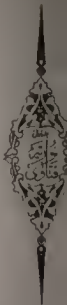
# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین فقہین اندریں کہ فاسق کا خود بخود اپنی طاقت سے امام نماز میں جانا یا قضا  
 دار کا سے عام بنانا جب کہ اس سے حق بلا امامت موجود ہو کیا ہے؟ پھر اس صورت میں جو نمازی بوجہ  
 غیبت جماعت میں شامل ہوں کہ اگر شامل نہ ہوں تو فتنہ و فساد کا صحیح خطرہ ہو یا خطرہ تو نہ ہو مگر کسی اور  
 سبب سے قیام کی اقتداء حاصل نہ کر سکتا ہو یا کوئی اور حق بلا امامت ہو جسے تو ان کی نماز کا کیا حکم ہے اور اگر  
 وہ کسی میں بدعت کی اقتداء حاصل کر سکتا ہو تو کیا کوئی بدعتیہ اور حبرہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّيْ الْتَوْبَةَ وَالْغُفْرَانَ

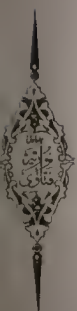
فاسق کا حق بالامامت کی موجودگی میں طاقت یا اثر و رسوخ سے امام بن جانا یا اصحابِ اقتدارہ  
 امام بادیاً شرعاً سخت ناجائز اور ظلمِ بین ہے جبکہ کسی مقدار کا حق غصب کرنا شرعاً ناجائز اور ظلم ہے تو امامت  
 نماز کا شرعی حق جو حق بالامامت کے لئے حاصل ہے بلکہ تمام نمازیوں کی اقتدار بالحق کے حقوقِ غائبہ خدا سے  
 مبرج و قدوس میں غصب کرنے کیونکر ظلم و ناروانہ ہوں گے، کیا اللہ رب العالمین جیل و علائقہ حکمِ محکم نہیں فرمایا  
 اِنْ اَتَيْتُمْ مَرْكَبًا فَاَنْتُمْ عَلَيْهِ اَصْحَابٌ اِلٰى اَهْلِهَا۔ کیا احادیثِ ابن ماجہ و ابوداؤد و  
 ترمذی میں صراحۃً یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ ایسے شخص کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی جو ایسی قوم کا امام بن جائے جو  
 اسے ناپسند کرتی ہو، کیا یہ ارشاد نہیں فرمایا اجعلوا لکم خیار کم، اسی کو بھی پروردگار  
 بھی کافی مدد میں وقد مر البعض فی هذه الفتاوی۔

فتاویٰ کرام نے بھی مکرر ذکر یہ فرمایا ہے بحر الرائق ص ۳۳۳ جلد ۱، و المختار، مطبوعی علی الدہ ص ۳۳۳  
 جلد ۱، شامی ص ۵۲۲ جلد ۱ میں ہے والنظم من الدر مع التنویر دلائل قوما وہ  
 لہ کرحون ان الکراہۃ لفساد فیہ او لانہم احق بالامامۃ منہ  
 کرہ ل ذلک تحریراً نیز قدوری ص ۳۳۳، ہدایہ ص ۳۳۳ جلد ۱، غنیہ و کبریٰ ص ۳۵۲، مبسوط ص ۳۵۲  
 جلد ۱ میں ہے والنظم من القدوری مکرر تفہیم لعد لاہر ابو  
 الفاسق۔ کبریٰ ص ۳۳۳، مطبوعی علی الدہ ص ۳۳۳ جلد ۱، شامی ص ۵۲۲ جلد ۱ میں ہے والنظم للحلی  
 علیہ الرحمۃ کراہۃ تعددیم (ای فاسق) کراہۃ تعددیم۔ تو ایسے امام اور قادیان  
 پر لازم کہ ایسی مکرر تحریر نمازیں کا اعادہ کریں یعنی دوبارہ بلا کراہت اور کراہت ہوئے مکرر و شریک نہیں۔ ان میں  
 شک نہیں کہ اصل فرض ادا ہو جاتا ہے للدلائل الاتباعیہ مگر اعادہ لازم ہے للکراہۃ التحریمیۃ  
 بسنا علی الدلائل الماضیۃ باقی وہ نمازی جو سوال کی پہلی قوں میں مذکور ہیں ان سب کی

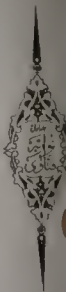


تارک یا زہد اور واجب الاعداء نہیں، البتہ ان میں سے بعض کی نمازیں مکروہ تنزیہی ہیں جس سے اعادہ بہ  
 کمال سبب، قرآن کریم میں ہے وَاكْعُوهَا مَعَ الرَّاكِعِينَ نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کیا کرو۔  
 باطل ہے اور یہاں کوئی متفقہ کراہت تحریم نہیں تو نمازیں بلاشبہ جائز ہیں۔ احادیث شریفہ میں تحر  
 س اعلان کی مائیں اور تصریحات جواز موجود ہیں۔ سنن ابوداؤد مشہور سنن بیہقی ص ۱۸۱ جلد ۲ حضرت ابوہریرہ  
 سے اور سنن دارقطنی ص ۱۸۱ جلد ۲ حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوالدرداء، حضرت ابن عمر حضرت  
 عثمان بن عفان اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے باسانید متکاثرہ اور کلمات متعارفہ متعارفہ  
 مروی ہے صلوا خلف کل سر وفاحبر۔ ان اسانید سے طریق کھول عن ابی ہریرۃ  
 کتب راوی ثقہ ہیں البتہ یہ اصل ہے جو ہمارے نزدیک اور جمہور کے نزدیک مقبول اور محبت ہے فتح القدیر  
 ص ۳۵۸ جلد ۲ مرۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۷ جلد ۲، کبیری ص ۱۸۱ میں فرمایا والنظم منہ انہ مسلسل  
 وهو حجة عندنا وعند مالک وجمہور الفقہاء اور باقی اسانید ضعیف ہیں  
 لکڑت فرق سے درج حسن و قبول پر نازل ہیں۔ فتح القدیر ص ۳۵۸ جلد ۲، مرۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۹۷ میں ہے  
 وقد روی هذا المعنى من عدة طرق للدارقطنی وابی نعیم والعفلی  
 کلہا مضعفة من قبل بغض الرواة وبذلك سیرتقی الی درجۃ  
 لحسن عند المحققین وهو الصواب۔ شرح سفر السعادة ص ۲۳۵ میں ہے  
 ”والجملۃ من ارجیث حدیث نفی وارجیث اجماع قطعی“ پھر یہ اطلاعات آیت و احادیث صحابہ کرام  
 اور تابعین کرام کے دستور العمل سے اور واضح ہو رہا ہے مبسوط مشکوٰۃ جلد ۲، باریک صانع ص ۱۸۱ جلد ۲، کفایہ  
 علی الحدادیہ ص ۱۸۱ جلد ۲، زیلعی اور شلبی ص ۱۸۱ جلد ۲ وغیرہ میں ہے والنظم للسرخسی علیہ  
 رحمۃ لان الصحابة والتابعین كانوا لا یمتنعون من الاقتداء  
 بالعجائب فی مسئلة الجمعة وغیرہا مع انہ کان افسق اهل زمانہ  
 نہایت ہی مشکوٰۃ جلد ۲ میں حضرت عبداللہ بن عمر کے اقتداء بالمہاجر وغیرہ باقاعدہ اسنادوں سے بیان کرنے کے

علیہ خیرات میں ہے، وهو مقبول عندنا ۲ منہ غفرلہ



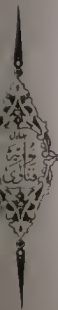
بعد اذکریم بگا سے اسناد روایت کیا ادرکب عشرۃ من اصحاب رسول  
 اللہ علیہ وسلم کلہم یصلی خلف ائمتہ الجور نیز ان میں امام محمد  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسناد روایت کیا ان الحسن والحسن کا نابصلیاں حد  
 مرویہ فقال فقال ما کا نابصلیان اذا رجعا الی مناد لہما فقال  
 لا والله ما کا نابصلیان علی صلوۃ الا ائمتہ - ملا علی قاری شریعت فقہ اکبر شریف میں  
 فرماتے ہیں وہاں ابن مسعود وغیرہ یصلون خلف الولید بن عقیل  
 وہاں یشریب الخمر - مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۸۷۷ حدیث والصلوۃ واجبہ  
 علیکم خلف کل مسلم براء کان او فاحبرا وان عمل الکبائر  
 کے تحت بعد ذکر کلام ابن ہمام متفقہ توثیق و تحمیل حدیث فرمایا وقال ابن حجر وروى  
 الدارقطنی افسدوا بكل یروى فاحبر وهو وان کان مرسلًا لکنہ  
 اعتضد بفعل السلف فانہم کانوا یصلون وراء ائمتہ الجور  
 وروی الشیخان ان ابن عمر کان یصلی خلف الحجاج  
 وکذا کان ابن یسری خلفہ ایضا واحتمال الخوف یمنعہ  
 ان یمن عمر کان لا یخافہ لان عبد الملک کان ممثلاً  
 لما یأمر بہ ابن عمر فیہ وفي غیرہ ومن شہر کان  
 یحمل امر الحجاج لہ وبأمر الحجاج بالتباعہ فیہ  
 بخاری ص ۷۷۷ ج ۱ میں اسناد سے کہ عبد اللہ بن عمر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ  
 میں حاضر ہوئے حالانکہ آپ حضور ﷺ سے تو عرض کیا ہمیں امام فقہ (یعنی باغیر) کا سر غنہ کنا بن بشر نماز پڑھا کرتے  
 اور ہم حرج سمجھتے ہیں تو آپ نے جواب دیا اصلوہ حسن ما یعمل الناس  
 فاد احسن لاس فاحسن معہم واد اساء واخشب  
 اساء بہم پس ملاحد ص ۱۲ اس کی شرح میں فرماتے ہیں وہاں ان لصلوۃ خلف  
 من شکوۃ صلوات خلف اولی من یعطیل لجماعۃ اور ص ۱۲





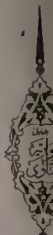
جس کے لئے لوصلی خلف فاسق او مبند ہو سکتا ہے۔  
 جماعۃ ذکر فرمایا شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ اسی حدیث عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تحت شفعۃ اہل  
 السنۃ بدایں فرماتے ہیں "دوری دلیل است در گذاردن نماز خلف بر روافض چنانکہ مذہب بل سنت  
 جماعت ۴ مرتبہ مسئلہ ۱۲۱ جلد ۲ میں ہے وسیلہ دلیل علی حوزہ الصلوۃ  
 خلف لفرقة الساعیة وکل فاجبر علیہا کہ اس وقت سائل وغیرہ کو  
 بغیروں سے کوئی قسم کا خطرہ نہیں کہ وہ تو صرف سیدنا ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیعہ ایثار  
 ہی حدیث و متون صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے باعث ہمارے ائمہ دین اور فقہاء  
 متکلمین حضرات بھی ہی فرماتے ہیں۔

فقہ کبشریہ میں حضرت سراج الامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد پاک ہے وانصوبہ  
 خلف کل بر و فاجبر من المؤمنین جائزۃ۔ ملاحظہ فرمائیے علیہ الرحمۃ اس کی شرح  
 میں اس کی دلیل وہی حدیث اور علی صحابہ قرار دیتے ہیں۔ نیز اسی صفحہ میں مفتی سے نقل کرتے ہیں مسئلہ  
 یوحییمۃ رحمہ اللہ تعالیٰ عن مذهب اہل السنۃ والجماعۃ  
 فقال ان تفضل الشیخین ای ابابکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما وتحب الختین ای عثمان وعلیا رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما وان تری المسح علی الخفین وتصلی خلف کل  
 بر وفاجر اور یونہی شرح الالتمی میں ہے۔ فتاویٰ قاضی خان مسئلہ میں ہے و  
 من شرائط اہل السنۃ والجماعۃ ان یرى الصلوۃ خلف  
 کل بر وفاجر عقائد و شرح عقائد میں ہے وتجاوز الصلوۃ خلف  
 کل بر وفاجر التکمیل الایمان مسئلہ میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں "و  
 حوزہ الصلوۃ خلف کل بر وفاجر جماعت و نماز از دست نباید داد و مقید  
 اور متوقف نہ بنایا برود و محبت آل فضیلت جماعت کہ سبہ شبہ اوسنن مؤکدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے ترک نہ کیا کر دیاں قدر کہ آنحضرت راتا کہ در التزام جماعت واجتماع و ایالات بود و رہا



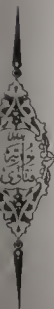
دیگر بودیم اگر مردے صالح و متقی برائے امامت پیدا شود بہتر والا برکہ باشد نماز جماعت گذرود و ہم  
 فاسق بود بشرطیکہ فسق و فجور دے منہر کفر نگردد و علم بحکام و ارکان نماز و قدر بایکجز بر الصلوۃ انقرآن یا کلام  
 باشد " نیز شرح سفر السعادة ص ۵۲ میں فرمایا " و علامات اہل سنت و جماعت برآں اجماع کردہ و  
 در کتب عقائد آں را ذکر کردہ و آں را از علامات سنت و جماعت داشته اند "

اسی حدیث کے ذکر میں حضرت ابو الشکور سالمی رضی اللہ عنہ تہمید شریف ص ۱۲۸ میں چالیس  
 میل القدر تابعین (جو کہ ایک ایک یا دو دو اہل بد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کر چکے  
 ہیں) سے ایک حدیث مرفوعہ اس مدعی کی نقل کرتے ہیں جس میں ہے و اشہدوا الصلوات  
 الخمس و الجمعة بالجماعة مع كل امام - مجموعہ ظاہر الروایۃ متن مبوط  
 شرعی منہ جلد ۱ میں ہے و موجود امامۃ الاعلیٰ و الاعرابی و العبد و ولدہ  
 و العاسق و غیرہم احب الی حضرت مخدوم ذہب امام محمد علیہ الرحمۃ کا یہ وغیرہم  
 احب الی " فرمایا روز روشن سے بھی دھخ و دلیل ہے کہ ایسی صورت میں کہ امت تحریر قطعاً نہیں کر  
 آحت " کا مقابل جائز و محبوب ہوتا ہے اور مکروہ تحریمی ناجائز ہوتا ہے البتہ مکروہ تنزیہی بن سکتا ہے  
 کردہ بھی جائز ہوتا ہے اور محبوب بن سکتا ہے لہذا بحر الرائق ص ۱۱۱ جلد ۱ میں فقہی و معراج الدرایۃ، پھر ثانی  
 ص ۲۳۰ جلد ۱ میں فرمایا و النظم من البحر و هذه الكراهية تنزيهية لقوله  
 في الاصل امامة غيرهم احب الی - و المرتقی مثلہ جلد ۱ طحاوی علی الدر ص ۲۳۳ جلد ۱  
 میں ہے و النظم له افعلة تنزيهية اى في الكل لقول محمد في الاصل  
 امامة غيرهم احب الی - خلاصہ ان آئے ص ۱۱۱ جلد ۱ میں بھی " وغیرہم احب الی " فرمایا  
 بانی ص ۱۱۵ جلد ۱ میں ہے وغیرہم اولی - تو معلوم ہوا کہ یہ مکروہ تنزیہی ہی ہو سکتا ہے  
 جو حسب اور اولی کا مقابل ہوتا ہے اور یہ صورت امامت جس کا ذکر ہو رہا ہے صورت تقدیم نہیں بلکہ صورت تقدم  
 ہے کیونکہ تقدم کا معنی آگے ہونا ہے اور امامت کا معنی امام بننا یعنی وہ لوگ فاسق و غیر خود بخود آگے  
 ہو جائیں اور امام بن جائیں اور یہ مراد نہیں کہ امام بنائے جائیں - بحر الرائق ص ۱۱۹ جلد ۱، ثانی ص ۲۳۰ جلد ۱  
 میں ہے و النظم من البحر فالعاصل انه مكره ليهو لاه المقدم

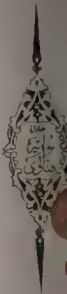


وسکونہ الامداد بہم کمر اھذا متن یہیہ قدوری مسئلہ ۳۴ ، دایہ مسئلہ ۱۵ ،  
 بخیر کفار ، غایہ شروح دایہ مسئلہ ۲۴ جلد ۱ ، زمینی مسئلہ ۱۵ جلد ۱ سے واسطہ من سہدیہ  
 وسکونہ مقدم السید الذاریہ ، وان بعد موا حبار بقول عیب  
 سلام صلوا خلف کل مبر و فاجر

بر مال تقدیم و تقدم کافر و دفع ہے اور یہ بھی واضح کہ صلوة فغیم ہو رہے ہے اور ماہو جس  
 برا ہے ----- تو لا محالہ ان کی نمازیں  
 کردہ تو یہ نہیں ہوں گی ۔ بلکہ فقہائے نظام نے تو یہ بھی تصریح فرمائی کہ فاسق کی اقتدار میں ثواب عبادت  
 حاصل ہو جاتا ہے ، اگر اتنا نہیں جتنا کہ متقی کی اقتدار سے ، فتاویٰ قاضی خان مسئلہ ۳۴ ، فتح القدیر مسئلہ ۳۴ ،  
 گیری مسئلہ ۳۴ ، بحر الرائق مسئلہ ۳۴ جلد ۱ ، درالمختار ، شامی مسئلہ ۲۵ ، شلبی علی الزیلعی مسئلہ ۳۴ جلد ۱ ، مراقی عن  
 مجمع روایات ، ہندیہ مسئلہ ۳۴ جلد ۱ ، خلاصۃ الفوائد مسئلہ ۱۵ میں ہے والنظم منها ولوصلی  
 خلف مبتدع او فاسق فهو محذور ثواب الجماعة لكن لا ينال  
 منہ ما ينال خلف متقی ۔ اس سے صاف صاف معلوم ہوا کہ افراد سے اقتدار بہتر ہے  
 شامی مسئلہ ۳۴ جلد ۱ میں ہے افراد ان الصلوة خلفہا اولی من الانفراد بحر الرائق  
 مسئلہ ۳۴ جلد ۱ میں ہے فان امکن الصلوة خلف غیرہم فهو افضل وان  
 لا فالاعتداء اولی من الانفراد ۔ اگر دوسری مسجد میں امام متقی کی اقتدار حاصل  
 کر لے ، تو بہتر کہ دوسری مسجد میں چلا جائے تبیین الحقائق مسئلہ ۳۴ جلد ۱ ، بحر الرائق مسئلہ ۳۴ ، مجمع الانر مشاء  
 شامی مسئلہ ۳۴ وغیرہ میں ہے والنظم من البعیر ان الفاسق اذا تعذر منہ  
 یصل الجماعة خلفہ وفي غیرہا ینتقل الی مسجد اخر  
 الی یقتل الی مسجد اخر ایجاب نہیں بلکہ اباحت واستحباب کے لئے ہے ۔  
 کہ بات کے قابر کرنے کے لئے کہ گواہی مسجد محلہ کا حق ہے کہ اس میں نماز ادا کی جائے مگر اس قدر  
 کہ ہر مسئلہ ہے چنانچہ فتاویٰ قاضی خان مسئلہ ۳۴ ، خلاصہ مسئلہ ۱۵ ، فتح القدیر مسئلہ ۳۴ جلد ۱ ، ہندیہ  
 مسئلہ ۳۴ سے جزئی تفصیلی سے واضح ہو رہا ہے امام قاضی خان نے فرمایا الفاسق اذا کان

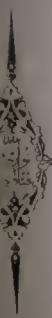


سوم و غیر القوم عن منہ تکلم الناس به ما یفهم  
 فی صلوة الجمعة یقتدی به ولا یشترک الجمعة امام  
 لان فی الجمعة لا موحید غیره ومن شرائط السنة و  
 الجماعة ان یرى الصلوة حلف کل ید و فاحبر و اما  
 فی غیر الجمعة من لکنوبات فهو بسبیل من ان ینحول  
 الی مسجد اخر ولا یأثم بذلك لان قصده الصلوة  
 حلف تنفی. خلاصہ کے الفاظ میں و العاسق اذا کان بمؤم الجمعة و عمر  
 القوم عن منہ قال بعضهم یقتدی به فی الجمعة ولا یشترک  
 الجمعة بامامته و فی غیر الجمعة بسبیل من ان یتحول  
 الی مسجد اخر ولا یأثم بذلك اور فتح القدیر میں خلاصہ ہے کہ  
 میں فرمایا و العاسق اذا کان یوم یوم الجمعة و عمر القوم عن منہ  
 قال بعضهم یقتدی به فی الجمعة ولا یشترک الجمعة بامامته  
 و فی غیر الجمعة یجوز ان یشعروا الی مسجد اخر ولا یأثم  
 به هنکذا فی انظر لمبریة. قرہ "سبیل من ان ینحول" اور (کیا ہم  
 بذلت) اور "سحونہ" و سحر ہے ہی کہ وہ امر انقال الی مسجد اخر "و جو فی قطعی نہیں لہذا افانیہ  
 خلاصہ. فتح القدیر و غیر ہا میں جزئیہ مذکورہ کے بعد متصلاً فرمایا و المظلم من لفتہ و لو  
 صلی خلف فاسق او مبتدع احسن ثواب الجماعة ان کرہت  
 تشریح یہ ضرور ہوتی ہو موجب اعادہ نہیں، پھر حید اور غیر جمعہ کی تقریر اس بنا پر ہے کہ پہلے زمانہ جموں  
 قعد و نہیں ہوتا تھا یعنی شہر میں ایک ہی مسجد میں قائم کیا جاتا تھا لہذا کسی اور مسجد میں مل نہیں سکتا تھا اور  
 دوسری فرض نماز شہر کی اور مسجدوں میں ہی ہوتی میں لہذا مشایخ کرام نے تصریح فرمادی کہ اگر جمعہ بھی  
 متعدد ہو تو وہ دوسری مسجد میں قعد اسے متقی میں اور اگر سے و فاسق کے پیچھے مکر وہ ہو گا فتح القدیر و غیر  
 تمام بشرایم ہے و غیر ہا۔ خلاصہ کہ وہ فی الجمعة او بعد و امام



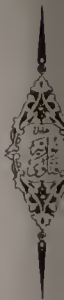
فی سمرقند قول محمد وهو لا یصلی بعد صلاة سبیل من  
 معمول حبشیہ اور تفریق کی اس بنا سے وہ کوشش کی طرح منع راگرومری وخص نمازیں ہی  
 کسی کی قہر میداؤں کیسا ہوگا اس آدمی نے مسجد توحید کی ایک یا دو مسجد ہو مگر نامہ بھی ہر نوہ وخص  
 یہاں ہی جہ کی طرح اس آدمی کی قہر میں وگرنے کہ یہاں ہی جہ کی طرح وہ سب سب  
 معمول و مسجد جس میں پائی گیا ملائکہ کی پروردگار نے تو کسی نے نہیں فرمایا کہ اکید  
 پڑے اپنے طرح میں جماعت قائم کر لے اور حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس میں  
 جماعت مسجد میں واکرنے کی تاکید ہے اس کا بھی یہی تعاقب ہے بلکہ انہی تعقیبات خانیہ وغیرہ کے  
 مدد و نفع کے لحاظ سے جو کتب فقہیہ میں مقبر ہے کما فی الشامیہ وغیرہ  
 بدوے کا اس صورت میں اس کی اقدام میں نماز پڑھے تو گنہگار ہوگا اور جائز نہیں ہوگا اور شری  
 ہو کر رقی سے بالفاظ مقاربہ گزری چکا کہ فاس امکان الصلوۃ خلف غیر ہم فہو  
 يصل والا فالاستدرا اولی من الانفراد نیز بحر الرائق ص ۲۲۹ ودر المختار شامی ص ۵۲۵  
 مما ید للنظر من البحر وینبغی ان یکون محل کراۃ الاقنداء  
 بہ عند وجود غیر ہم والا فلا کراۃ کما لا یخفی شامی  
 عبر ہم کہ تفسیر میں فرمایا ای من هو احق بالامامۃ منہم  
 اس تقریر سے یہ بھی واضح ہوا کہ جزئیہ مذکورہ میں بصلی اور بقتدی اور لا یتروک  
 حسمۃ امامتہ کے امر و نہی وجوبی میں اگر خلاف ورزی کرے گا تو گنہگار ہوگا چنانچہ  
 مؤلف کی میر رحۃ الباری نے اسے ابتداء قرار دیا شرح فقہ اکبر ص ۱۱ میں فرمایا من ترک  
 جماعۃ و جماعۃ خلف الامام الفاجر مہو مستدع  
 عند عصر العلماء والصحیح انہ یصلیہا ولا یعیدها

مضمون۔ بصلی و بقتدی و بصلیہا و لا یصلیہا و لا یعیدها  
 معنی ہے کہ جب تک کہ امام ہو اور لا یتروک صلاحتہ منقطع نہیں ہے کما لا یخفی



# تنبيه

لا يلزم من كراهة التقديم تحريما ان يكون الصلوة  
خلفه على الاطلاق مكرهة تحريما لانه ليس بواجب  
الامانة مطلقا كالكافر حتى لا يعظم بنوع تعظيم من  
السلام والفسل والجنابة والدفن في المعابر وامثاله  
كيف لا وهو مؤمن مسلم والاسلام يعمل ولا يعمل فلا يلزم  
من كراهة تعظيمه بالتقديم ان يكون صلوة غير المتقدمين  
خلفه تعظيما مكروها وذا ظاهرا من الدلائل المتقدمة  
ظهورها تمامًا وقد قال الطعطاوي في حاشية الدرر مثلاً جلدا  
" وظاهرها في البحر حيث خص التحريم بامام الحديث  
السابق ان الكراهة في حقهم تنزيهية " وايضا عدم الاهتمام  
بالامور الدينية ليس بلائم كل فاسق وكذا احتمال عدم الاهتمام  
لا يستلزم كراهة الصلوة خلفه تحريما فان امثال هذه انظرون  
. ان اعتبرت في التقديم فلا يعتبر مطلقا فان الاصل في المسم  
عدمه فتذكر المسائل التي لم يعتبر المشائخ الظاهر  
البين فيها انظر مسألة الحيوان الحي الواقع في البئر في  
الخنائية والفتخ والبحر وغيرها من اسفار المذهب  
المهذب كما في الشامية مثلاً جلدا ، قال في البحر وقيدنا  
بالعلم لانهم قالوا في البقر ونحوه يخرج حيا لا يجب  
نزع شيء وان كان الظاهر اشتغال بولها على افخادها  
تكن محتمل طهرتها بان سقطت عقب دخولها ماء كثير  
مع ان الاصل الطهارة اهـ ومنه في الفتع وايضا فيها 3



لحایب لو دعت الشاة وخرجت حیة سیزح عشر و  
 دیوا لسکین القلب لا للتطهر فی لوم سیزح وقرصا جان  
 رکذا الحمار والبغل لو خرج فحیا ولم یصب منه الماء وکذا  
 ما یوکل لحمه من الامبل والبقر والمغنم والعبور والدجاج  
 المحبوسه ام ومثل فی مختارات النوازل.

والله تعالى اعلم وعلمه جل معبده اسم واحکم وصلى الله  
 تعالى علی صلیب الامکم وعلى اله وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الغفران الباقی محمد زکریا الشامی غفرلہ

## الاستفتاء

ما فی ترتیب واجبی شرک بدعت و متغیان عن امام دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب مولانا مولوی  
 محمد نور اللہ صاحب دام اقبالہ۔

السلام علیکم ورحمۃ ربکا تود مغفرتہ :- بعداً واجب نیاز کے عرض ہے کہ فرمائیے کہ ایک پانچ وقت نماز پر  
 پابندی کرنے والا یعنی پانچوں نمازیں باقاعدہ اور وقت پر ادا کرنے والا اگر بروز روز یا ایک نماز قضا کر نیوے  
 کے چھ نماز باجماعت پڑھے تو آیا نماز کا ثواب ملے گا یا نہیں جو پیش امام بروز روز و نمازیں قضا کرے یا صبح  
 کی نماز پھولی اور عصر عصر کی چھ روزے ، آیا اس امام کے چھ صاحب ترتیب کی اقتدا صحیح ہے یا نہیں جو حضرت  
 اس کا حوالہ دینا ، دیگر تراویح کی نیت میں عشر کا وقت کہنا ضروری ہے یا نہیں بلغی تراویح کی نیت تحریر  
 فرمادیں ، ہمارا بہت جھگڑا رہتا ہے آپ فیصلہ کریں کہ نماز تراویح میں نیت کس طرح متب ہے ؟ اور  
 حضرت صاحب دونوں مسئلے تحریر فرما کر مجھ جیسے جاہل کا مفاد نکال دیں ، میں آپ حضور کا بڑا مشکور ہوں گا  
 چونکہ ہمارے پیش امام کہتے ہیں کہ تراویح وقت نماز عشر کھنے کے بغیر تراویح ہوتی ہی نہیں ، حوالہ دینا واجباً  
 عرض ہے کہ جواب تحریر فرمادیں۔



علیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ ومنقرتہ :-

چونکہ قصداً بلاغاً در ایک نماز فرض کسی ایک دن نہ پڑھے تو وہ فاسق ہے چہ بایک ہر روز ایک یا دو نمازیں قضا کرے، ایسے شخص کے سخت فاجر و فاسق ہونے میں کوئی شک نہیں اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ فاسق کی اقتدار مکروہ ہے اور یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی کا حکم یہ ہے کہ اس کا دوبارہ پڑھنا واجب ہے لہذا ایسے شخص کی اقتدار سے پرہیز کی جائے۔ شامی ص ۲۳۵ ج ۱ میں ہے واما الفاسق فقد علوا کراہۃ تقدیمہ لانہ لا یہتم لامردینہ وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجہ جنبہم اہانتہ شرعاً (ان ان قال، مشی فی شرح المسئ علی کراہۃ تقدیمہ کراہۃ تحریم۔ نیز ص ۲۳۵ میں در افتخار سے ہے کل صلوۃ ادیت مع کراہۃ تحریمہ بحکم اعادة مرتب تراویح کی نیت میں عشر کا وقت کہنا بالکل ضروری نہیں، تراویح ہے ہی وہ نماز جو شام کے وقت میں پڑھی جاتی ہے اور زبان سے نیت ہر نماز میں صرف مستحب ہے اور دل کی نیت ضروری ہے نفل اور سنت اور تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے البتہ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح کی نیت کرے یا سنت وقت کی یا قیام الیل کی (یعنی اس رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی) فتاویٰ عالمگیری ص ۲۸۱ ج ۱ میں ہے وبکفیف مطلق السب للنفل والسنة والترویح هو الصحیح کذا فی التنبیہ وهو ظاہر الجواب واحسان عام المسائۃ کذا فی الجنیس والاحتیاط فی تراویح ان سوی تراویح وہ الوقت او قیام للیل و اللہ تعالیٰ اعلمہ وصلی اللہ علیہ وسلم

والسلام علیہ والہ وسلم وبارک وسلم محمد ہے زادہ کا ہی تقاضا ہے ہر روز



علی حبيب و آلہ و صحابہ و بائعہ وسلم  
 نوٹ :- مسائل دریافت کرنے کے لئے کارڈ نہیں بھیجنا چاہئے بلکہ لغات میں لکھنا چاہئے۔

محرمہ الغنیۃ البراکیہ محمد نور الدین انیسوی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرمانے میں عمائے دین و مفتیان شرح منہن اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہے ، اس کے اوپر ال و عیال کا بہت بوجھ ہے ، مگر کہ دس افراد کھانے والے میں اور کوئی کمانے والا نہیں ہے ، وہ شخص نابینا بھی نہیں ہے لیکن صرف نظر مغور ٹی کمزور ہے ، دور کی چیز نہیں دیکھ سکتا نزدیک سے دیکھ سکتا ہے ، مجبوری کی وجہ سے دین گاڑی میں سوال کرتا ہے ، نظر کی کمزوری کی وجہ سے کوئی کام نہیں کر سکتا گزشتہ سال ماہ رمضان شریف میں مسجد قادری میں اس نے قرآن پاک ختم کیا ہر سال کہیں نہ کہیں رمضان شریف میں قرآن پاک سنا تا ہے گزشتہ سال جب اس نے یہاں مسجد قادری میں تراویح پڑھائیں تو کسی نے بھی اعتراض نہیں کیا اب بھی پیش امام کے غیر حاضر ہونے کی وجہ سے غازی حضرات اس حافظ قرآن کو نماز پڑھانے کے لئے آگے کھڑا کرتے ہیں اور اس حافظ قرآن کو دو چار مرتبہ کہتے ہیں تب نماز پڑھاتے ہیں وہ خود یہ کہتے ہیں کہ کوئی اور صاحب نماز پڑھائیں تو بہتر ہوگا لیکن کوئی صاحب تیار نہیں ہوتے ، ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوتی کیونکہ یہ حافظ قرآن گاڑیوں پر سوال کرتا ہے ، مانگنے کو وہ خود بھی پسند نہیں کرتا ، مجبوری کی وجہ سے سوال کرتا ہے لہذا براہ کرم اس نزاع میں احکام شرع سے واضح طور پر بعد دلائل و حکم شرعی سے مطلع فرمائیں مبینو  
 نسو جہدوا۔

السائل :-

محرمہ عنایت اللہ منظم مسجد قادری ٹیشیرل و مدعیہ آباد سندھ



ناز ہو جاتی ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں، حدیث شرعیہ میں ہے صلوا خلف حسن  
 بدو و فاحس۔ ہاں یہ بھی واضح ہے کہ اس حافظ صاحب کا غیری بہتر ہے کیونکہ منصب امامت  
 نہایت اعلیٰ و ارفع ہے اور گدگری اگرچہ اصل میں ضرورت پر مبنی جو مگر ضرورت پر اکتفاء عادت ہو  
 مشکل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم  
 والہ وصحبہ وسلم

عزہ الغفر الابرار محمد نور اللہ انعمی غفرلہ

۱۴ رجب المرجب ۱۳۸۸ھ / ۹/۱۰/۹۸

## الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ دارھی منڈالنے والا امام مسجد بنانا جائز  
 ہے؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟  
 اس سائل: بشیر احمد ٹیچر سکول چک ۴۳/ایس۔ پی کھرہ ۱۹-۲-۵۹



منصب امامت بہت ہی بڑا دینی منصب ہے۔ دارھی منڈالنے والا فاسق اور گنہگار اس بلند منصب



کہ وہ ہیں لہذا اسے امام بنایا جائے اس کے بیچے ناز مکررہ تحریر ہے لہذا اس کا ثناء واجب ہے کیا  
مومنین من کتب المذہب المہذب - واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جبل مجدہ اسم و  
حکم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم

حق الفقير الراح محمد زور الشمايمى غفرله

۱۱، رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین بحوالہ عادتہ مندرجہ ذیل کے کہ بوقت دم موجودگی امام الہی و دیگر قابلِ اہمیت  
پہن پہننے کی ایسی عادت کی اقتدار کر لی جاوے جس کی دائرہ تنہ سے کم ہو، ضرورت و قبیحہ کے مترادف و مطابق صلوات  
عبد کل سب و فاجبر الحاقہ کر لیں تو کیا اس صورت میں بھی بسبب مسئلہ مشہورہ ادائیگی  
صورت کرامت موجب اعادہ ہے یا کہ نہ ؟

نزل : نماز جماعتیں۔ بیٹنوا بالحوالۃ توجہوا بالکمالۃ۔

## الجواب المرفق للصدق والصواب

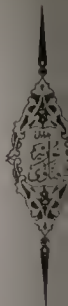
بشراعت و صدق مسئلہ بوجہ ضرورت شخص مذکور کے پیچھے نماز صحیح و درست بلکہ اولیٰ ہے ،  
 فان كنت فما الافضلية ان يصل خلف هؤلاء او الانفراد قيل اما حق الناس  
 فانصروه خلف اولی (بعد الواقع) پس جبکہ نماز درست ہوئی اور کراہت پائی نہیں گئی تو پھر عادیہ کیے؟  
 محب النبی صدر مدرس جامعہ غوثیہ نظامیہ دہلی آباد

(اس سوال و جواب پر مسند درجہ ذیل جواب لکھا گیا - )



گندہ عورت و قسہ شرمیہ کی بنا پر اقدار کیا گئی ہے تو جاگہ نشین شک و شبہ و ریب جائز و روافیجہ ہے

لہذا یہ نہیں بلکہ علامہ کا ارشاد یہی ہے وادکموا حقہم الراۃ فی الاموال  
 مسند لخص حتی لا يتخصص بخبر الواحد والعیاس کما  
 عن فاطمة پراس اطلاق کی تائید حدیث صلوا خلف کل مبر و فاحسبہ ہوتی ہے  
 جس کا معنی صحیح ثابت و متعدد صحابہ کرام سے مرفوعاً، سنن ابوداؤد اور بیہقی و دارقطنی وغیرہ میں ہسانیہ کثیرہ  
 مردی و اہل السنۃ و الجماعۃ کے نزدیک مجمع علیہ ہے اور صحابہ کرام اور خلف صالحین کے دستور العمل سے وثوق  
 ہے کما لا یخفی علی من خدم کلمات الاثمة الکرام اصلاً  
 تھے کہ لائل قاری شرح فقہ اکبر شریف ملا میں حضرت امام الامام سراج الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد  
 وانصوۃ خلف کل مبر و فاحبر من المؤمنین حاشیہ کے تحت  
 فرماتے ہیں فمن سترک الجمعة والجماعة خلف الامام الفاجر  
 فهو مبتدع عند اکثر العلماء والصحیح انہ یصیبها ولا  
 یحیدھا پھر تعجب ہے کہ جب کوئی اور قابل امامت علی سبیل السنۃ موجود ہی نہیں تو کراہت و اعادہ کا  
 شبہ ہی کیوں جاتا ہے؟



بحر الرائق ص ۳۲۹ جلد ۱۰ و المختار شامی ص ۵۲۵ جلد ۱ میں ہے والنظم من البحر  
 ویبغی ان یکون محل کراہۃ الاقتداء بہم عند وجود غیرہم  
 و لا یحکم کراہۃ کما یبغی شامی نے غیر ہوا کی تفسیر میں فرمایا امی من ہو  
 احق بالامامۃ مہم نیز بحر و شامی میں بالفاظ متعارف ہے ہاں امکان الصلوۃ خلف  
 غیرہم فهو افضل و الا فالافتداء اولی من الامسداد پھر تعجب بالسنۃ  
 تعجب یہ کہ یہ حدیث ہے ہی نماز جمعہ کی، حالانکہ اس کی او موقوف برجماعت ہے اور چونکہ فرض کا موقوف علیہ  
 فرض ہوتا ہے لہذا یہ جماعت بھی فرض ہوگی اور اقتداء ضروری ہوگا یہاں تک کہ مشائخ کرام نے مطلقاً تصریح  
 فرمادی کہ اگر ناسق زیر دست امامت کرتا ہے اور منع نہیں کر سکتے تو اس کی اقتداء میں جمعا داکا ہانے جبکہ  
 کسی اور احق بالامامت کی اقتداء حاصل نہ ہو سکتی ہو فتاویٰ تافہی فان صلا، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۵۵ جلد ۱  
 فتح القدیر ص ۳۰۵ جلد ۱، تفتاویٰ السنۃ ص ۵۵ جلد ۱، ہندیہ ص ۵۵ جلد ۱، مجمع الزوائد ص ۵۵ جلد ۱، شامی ص ۵۵ جلد ۱

میں لکھا ہے کہ بعد ۳۲۹ ہجری میں ہے و سطلم منہ فی ماسودہ بعد  
 مد۔ مصلی الصفحۃ حنف

تو انہی ماہ و صریح روز کی طرح واضح ہو کہ صورت رسول میں اقتدار و بکد ضروری تھا ورنہ وہی  
 کربت جو موجب اعدہ بننے قطعاً نہ تھی لہذا یہ اقتدار موجب عادیہ نہیں۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بلا ضرورت  
 شریف فاس کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے کما صرحوا لہ و العصب فی ماسودہ

نوٹ۔ ظاہر سوال یہ کہ اس امام وقتی کی دماغی قبضہ سے کم کرتے رہنے کے سبب سے ہے ورنہ نائب بھی  
 نہ ہوا ورنہ اگر دماغی پوری ہوئی ہی نہ جو یا نائب جو گیا تو کیا حرج؟ بلکہ اگر سرے سے خلقۃ موی نہ تب بھی نائب  
 کا کربت جائز جب کہ کوئی اور مانع نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی  
 حبیبہ و آلہ و اصحابہ وسلم۔

مترجم: انصاری الرائی الخیر محمد نور اللہ عالمی غفرلہ  
 ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۱ھ (۲۰۱۰-۱۳۸۱ھ)

# الاستفتاء

مندرجہ ذیل مسائل بھی تحریر فرمادیں تو مہربانی ہوگی :

نمبر ۱ : امام سنیہ کو ڈاکیومنٹ پیش رکھتا ہے تو جب کبھی وہ جماعت کرتا ہو، بعد میں اگر مجھے شامل ہونا جائز  
 ہے یا نہیں حالانکہ میں نے اسے سمجھا دیا ہے مگر وہ نہیں مانتا بلکہ کہتا ہے شرعی ہے بھی یہی ؟

نمبر ۲ : صوفیوں سے خون نکالنے سے روزہ فاسد ہوتا ہے یا نہیں ؟

نمبر ۳ : اوس قرنی کے والد ماجد کا کیا لقب ؟

نمبر ۴ : گندم و دیگر غذاکو عشر یا نصف عشر کھانے کی گندم رکھنے کے بعد کوسے یا تمام کے حساب سے ؟

الساکن : ابو طیب قلام رسول فاروقی زیچک " ایس پی

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
**الجواب**  
 اللہم اجعل لی التوفیق والقبول

آپ پر بزرگ ہیں اور محتاط بھی رہیں یعنی کوئی ایسی صورت نکالیں کہ وہ کچھ جائیں اور فساد بھی نہ ہو۔

ہاں شرفِ ادا بھی کاشت بھر رکھنا واجب ہے یہ صحیح مسلم ۱۲۹۰ جلد ۱ سنن ترمذی ۱۰۰۰ جلد ۲ نسائی ۱۰۰۰

جلد ۲ ابن ماجہ ۲۵۰۰ میں "عشر من الفطرة" کی حدیث میں ہے واعفاء اللحية صحیح بخاری ۲۵۰۰

جلد ۲ مسلم ۱۲۹۰ جلد ۱ ترمذی ۱۰۰۰ جلد ۲ نسائی ۱۰۰۰ جلد ۲ میں ہوا یا متعذر ابن عمر سے

مرفوعاً وارد ہے وقروا اللحى واعفوا اللحى او فوا اللحى بكم ثمم میں ابو ہریرہ سے مرفوعاً

ادخوا اللحى بھی آیا ہے اور مسلم و ترمذی نے ابن عمر سے یہی روایت کیا ان رسول اللہ صلی

للہ تعالیٰ علیہ وسلم امر باحفاء الشوارب و اعفاء اللحى اور امر بوجوب

کے لئے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ واڑھی بڑھانا نہایت ضروری ہے اور کٹنا بالکل جائز ہی نہ ہوتا مگر دوسری دلیل

سے معلوم ہوا کہ کاشت بھر سے زائد کٹنا جائز ہے تو کاشت بھر رکھنا ضروری ہوا، شاہی ۳۵۰ جلد ۲ میں ہے

وهو ان يقبض الرجل على اللحية مما زاد منها على قبضة قطعه كذا

ذكره محمد في كتاب الاشارة عن الامام قتال و به نأخذ فتح القدير ۱۰۰۰

جلد ۲ بحر الرائق و القارئ شامی میں ہے والنظم من الدر و اتنا الاخذ منها و ہی دون دل

کما سئل بعض المعاربة ومختصة الرجال فلم يبعد احد ما بين يث

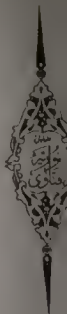
سے کہ اگر کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں ہے۔

جملہ مسوئے سے خون نکالنا مقید مہرم نہیں و ذا ظہر جلد ۱

۱۰ حضرت خضر القاین سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام عامر ہے کما فی تعریب اللمع

وغیرہ

یہاں عشر یا نصف عشر کل پیداوار سے لیا جاتا ہے کما صرح بہ المعفاء الکدر



حاصیہ و هو حکم الکتاب والسنن لمعلوم کلمہ ما۔ و اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارئہ وسلم  
 عنہ اغفر لہم الذنوب و اجمعہ نور الشہادۃ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ

## الاستفتاء

مذاہب ہدایتی اس شعبہ کی حدیث فقہیہ حضرت قبلہ مفتی ابوالرحمن محمد نور اللہ صاحب جمعی مدظلہ العالی

السلام میکر و رحمتہ و برکاتہ :- ہوائے مہرانی درج ذیل مسئلہ تفصیلاً تحریر فرمائیں :-

مسئلہ ۱۔ دائری منڈا نایا ایک منہی سے کم تر شوانا کیسا ہے اور اس کی امامت کیسی ہے بعض کہتے ہیں کہ ایک

منہی دائری رکھنا کہیں صحیح حدیث سے ثابت نہیں مفسلاً تحریر فرمادیں

مسئلہ ۲۔ ایک مولوی نے ایک امام مسجد کے نام کے ساتھ "منظر اعجاز نبوت" لکھا ہے ایسے لکھنے و لکھ

کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے ؟

مسئلہ ۳۔ مسجد میں بچہ کر جھوٹی قسمیں اٹھا کر لوگوں میں فتنہ و فساد پھیلانا کیسا ہے ؟ فقط والسلام

"ایجنیز : غلام سرور جادوی خطیب جامع مسجد غوثیہ رضویہ کالائیت فوجی مڑ جہلم

۱۸۔ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ



اسلامیہ و رحمتہ و برکاتہ ۱۔ مزاج گرامی :

آپ کے محمد صالح محتاج تفصیل جو یہ نہیں ان پر بہت کچھ لکھا گیا ہے جس میں کسی شک و شبہ کی

نہایت میں اعلیٰ علیہ السلام کی مکمل تحقیق معصرت میں اعلیٰ علیہ السلام کے ساتھ اعلیٰ علیہ السلام  
بیشب آیات و معجزات کی روشنی میں دیکھیں، اور اعلیٰ علیہ السلام کی مامت مکرہ ہے اپنے اختیارات عام بنا اور اس  
اقتدار مکرہ و مخفی ہے اور اگر کسی کو بنایا ہوا ہے اور مامی کو اس کے بنائے کا اختیار نہیں تو تنہا ہی ہے ہر  
ہو عہد لہجہ و اگر امام معبود واقعی عالم کامل و مکمل معلم و مبلغ پابند سنت ہے اور وہ صاحب  
کرامات تو ایسا عالم مقرر اعجاز نبوت ہی ہوتا ہے یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے محض  
کے ظہور کا ذریعہ سے تو شرعاً ہمارے ہے، اور اگر اس کے خلاف ہے تو خلاف کے مقدار پر ناجائز سے مسجد میں  
بیکر جھوٹی قسمیں اٹھانی جو فتنہ و فساد کا ذریعہ ہو نہایت ہی سخت حرام ہے جس کا استیصال کفر ہے جھوٹی قسم اٹھانا  
قرآن کریم کے احکام سے فسق و تبہ میں ہے چہ جائیکہ ایسی قسم فتنہ و فساد بھی پھیلانے چہ جائیکہ مسجد کے اندر جو  
واللہ اعلم بالصواب و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ الاکرم و علیٰ آلہ و اصحابہ  
و بارک و سلم۔

حقه النفقة الواجب لمحمد بن محمد بن نور الشافعي غفر له

٢٣٨، مجمع الاول شريف ١٣٩٠ هـ، ٥٠٤، ١٣٨

الاستفتاء

نہرو! ہمارے محلہ شمالی کی مسجد گلاب شاہ کے خزانچی میاں محمد غلام صاحب دایمی۔ ہاتے میں جو کہ گلاب شاہ سے کم ہو جاتی ہے۔ امام صاحب اور پھیز کی عدم موجودگی میں امامت کے لئے خود کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اسی وقت دایمی کھڑا ہوتا ہے۔ اسے کو کھڑا کر دیتے ہیں وہ بعض وقت موروں صاحب کے آؤں کو کھڑا کر دیتے ہیں۔ دایمی کے اعتبار سے وہ بھی ناقص تھا ہے۔ اگر نہیں دایمی پر بھی کر کے لئے کہا ہے تو بے درجن کہنے میں کلام دایمی تو سند سے صاف دیکھ گئے ورنہ دایمی منہ سے یہ بھی ناز پڑیں گے۔ ہماری ناز بولتی ہے۔ اسے آؤں کے لئے کہا حکم؟ اور سیاؤں! محال منہ میں خزانچی رہ سکتا ہے یا نہیں؟

ب۔ ایک دوسرے کی جوڑی معافی نہ دے مگر کسی جنگی حالت کراستے دروازے کھولتے ہیں جو کہ



مست سے کم ہے۔ امت کے لئے کھڑا کر دیا۔ جب انہیں دایمی کے بارے میں انکار کیا کہ دایمی نہ دے دے  
کے پیچھے نماز کو ترک کر دے تو بہت جرات سے بولے۔ دایمی فزعون کی تھی، دایمی سکون کی ہے، اعمال نیت پر  
ہیں یہ آدمی کے لئے شرعی حکم فرمادیں جس نے دایمی کا یہ التزام کیا؟

ج۔ شخص مذکور میں کھڑا، صاحب ایک نئی امت خانہ ان بل چشت کے دمرکتے ہیں کہ خانہ ان بل چشت  
کے نزدیک پوری کرنا منع ہے۔ باقی دایمی کی کوئی قید نہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے :

سوال۔ حضور والا ! امام صاحب کی عدم موجودگی میں جبکہ امام صاحب دو چار دن مجلس جاتیں اور انھیں  
سبکی دوسرے آدمی کا انتظام نہ کر سکے اور وقت جماعت تمام آدمی بے ریش یا دایمی کتر دانے دے موجود  
ہوں تو ایسی صورت میں کیا ان آدمیوں کے کسی کو امت کے لئے کھڑا کر سکتے ہیں، کیا یہ امت جائز سے یا  
نہیں؟ کیا اس نماز کو دہرانا واجب ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے مطلع فرمادیں۔

الفاظ : محمد نور الہی مرزا، رضا ہومیو پیتھل بخش ماکیت جہلم



وکیل السلام ورحمۃ وبرکاتہ :-

واقعی ایسا شخص خزانچی نہیں ہونا چاہئے مگر شرعاً حکم بھی نہیں لگا سکے کہ نہ رہے، دایمی مثلاً اسے یا  
کہ ایک کھانہ سے کم رکھنے والے کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے اور بطرف کرنے کی طاقت رکھنے والے شخص کی نماز  
اس کے اقتدار میں مکروہ تحریمی ہے اور واجب الاعادہ سے اس میں تقاضا یا غیر مقام کا فرق نہیں، پھر جرات کر فزعون  
در سکون کی دایمی کی طاعت نسب کر کے دایمی پر استہزار کیا جائے، نہایت ہی ظلم اور فسق و فجور ہے۔ حضرات چشت  
ایسا بہت کی طرف ایسی بات منسوب کر لی بھی بدترین جھوٹ اور سخت افزائے سے، اپنے جیسے فاسق کی اقتدا میں  
نماز ادا کرنے والی وہی حکم بنے یعنی فرض ادا ہو جائے گا اور ہمارا واجب الامارہ ہے البتہ اگر قدرتی طور پر دایمی  
سند یافتہ یا نہ ہو، دایمی دایمی تری نہیں تو وہ امام بن سکتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ

عزیز علی حبیب و سید محمد والدہ رحمہ اللہ و اہل بیت و بارک وسلم  
 زینت مزید انتقادات کے لئے آپ اپنے شرکے مفتی حضرت مولانا علامہ محمد صاحب غفرلہ کاہ کی طرف  
 رجوع فرمایا کریں و سلام

عزیز المعتمد ابو الخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ ۱۰۱-۱۳۵

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد جس کی دائرہ میں مسجد بھرنی ہو  
 وہ قنچی سے کتراتا ہے اور دائرہ میں پر سیاہ رنگ کا خضاب لگاتا ہے کیا وہ امامت کے قابل ہے یا کہ نہیں، کیا  
 خضاب سیاہ رنگ کا لگانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

السؤال: محمد شرف القلندر ۱۱-۱۳۵

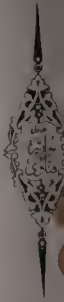


دائرہ میں مشتمل ہرے کم کرانی حرام ہے اور یونہی خضاب بھی ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا ناجائز ہے  
 کافی سمار المذهب المہذب العنقی۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وصحبہ و مارک وسلم۔

عزیز المعتمد ابو الخیر محمد نور اللہ انیس غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پورے اٹھارہ سال لڑکے کے پیچھے نماز باجماعت ہو سکتی ہے کہ نہیں



یاد رکھو کہ لڑکا کتاب ہے کہ مجھے مستحکم آتا رہتا ہے اور اب تک دائر میں نہیں آئی اور پڑا خوبصورت نہیں۔ بسوا

سو حیدر

سائل : غلام رسول بخاری



بعورت صحت سوال وہ لڑکا شرفاً بالغ ہے تمام ائمہ دین کے نزدیک تنزیہ الابعاد میں ہے سلو  
مصرم بالاحتلام والاحبال والانسزال۔ نیز اسی میں ہے فان لم یوحب  
مہما فعنی یتیم لكل منهما خمس عشرة سنة مہ یعنی وفرد  
في الدر وقال الشافعي في المأثية هذا عندهما وهو رواية عن  
الامام وبہ قالت الامثلة الثلاثة وعند الامام حتی یتیم لہ  
سما في عشرة سنة و لہا سبع عشرة سنة لہذا نماز اس کے پیچھے بکراست  
باز رہے، ثانی میں ہے (قوله وكذا تکره خلف امرء الظاهر انہا تنزیہیہ  
انف والظاهر ايضا كما قال الرحمتی ان المراد به الصبیح الوجہ  
لانہ محل الفتنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اسم و  
احکم وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

مرہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بوقت ظہر

# الاستفتاء

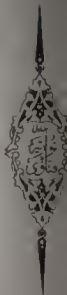
بخدمت اقدس جناب قید کنین و کعبہ دارین والد صاحب دامت برکاتہم

اسلام علیکم کے بعد گزارش ہے کہ آپ کے فرمان کے مطابق آج مؤخر ۲۹ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ کو  
بہاول پہنچے، بات چیت ہونے کے بعد انہوں نے یہ کہا ہے کہ حافظہ نذیر احمد صاحب بغیر داعی سے ہیں  
اور اس کے پیچھے ہماری نماز ہوگی یا نہیں، یہ حضرت صاحبِ قدست لکھوا کر آؤ تو اب فقیر آپ کی  
خدمت میں عرض کرنا ہے کہ سربانی فرما کر تحریر فرمادیں کہ جائز ہے یا نہیں؟ حضور کی عین گزارش ہوگی  
آپ کا کترین غلام : عبد الغنی منیر احمد نورانی قلم خور ساکن بہاول دس  
تحصیل دیپالپور ضلع منٹگمری



ہاں جائز ہے جبکہ امام بالغ ہو شرایا امام بالغین سے ہے کہ امام بھی بالغ ہو نور الایضاح  
مافی الافلاک علی مشین الطحاوی میں ہے و نستظم من السموات و الارض اور یہ شرط کسی آیت یا حدیث  
یا کتاب فقہ میں ہرگز ہرگز نہیں کہ بالغ ہونے کے بعد داعی بھی اتر چکی ہے تو نماز جائز ہے ورنہ نہیں جو یہ  
کے کوئی دلیل دے او کسی متبر کتاب سے دکھائے کہ نماز ناجائز ہے۔ قوم کے نوجوان ہونہار مافظوں  
کی دل خواہش ہوتی ہے کہ قرآن کریم سنائیں تو تکلم و نفا و سواعی السبر و السفوح انہیں موقع  
دینا چاہتے کہ یہ عبادت انجام دے سکیں نہ یہ کہ اسے منہ کیا ہلے و اللہ تعالیٰ عود دہی  
لہ تعالیٰ علی حبیب و لد و صحاہ و ر و و

عز و محبہ الی الخ محمد بن عبد اللہ نعیمی عجل



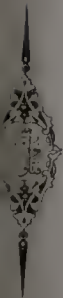
# الاستفتاء

مفتیان دین و شرح متین شریعت میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک لڑکا جس کی پیدائش ۱۹۲۰ء ۱۹ سال میں ہوئی اور وہ ایک سال سے قرآن مجید کا حافظ ہو چکا ہے اور دو یا تین جماعت سکول میں پڑھا ہوا ہے اور اس کو ایک سال سے احکام بھی آتا ہے چونکہ اس کو دارمی ابھی نہیں اتنی س سے پھرہ مسعودیوں کی مانند ہے لڑکا بگ کا سا نولا ہے۔ ایک دیوبندی صاحب نے کہا ہے کہ اس کے پیچھے نماز منع ہے کیونکہ اس کا چہرہ عورتوں کی طرح صاف ہے اس کے بارے شریعت میں کیا فرماتے ہیں نیز دیوبندی صاحب کہتا ہے کہ فرض نماز بزرگ نہیں ہوتی، اس کے پیچھے نفل نماز ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں بھی تحریر فرما کر مشکور فرماؤں آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ امید ہے کہ آپ میری برے شریعت مدد فرما کر تحریر کا جواب دیں گے۔

السائل: محمد ضیف حصہ دار لٹویا (۶۳-۱۲-۱۳۰۱)

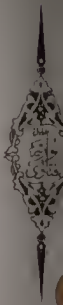


شرقا بلاشبہ اس لڑکے کو امام پناہ جائز ہے کہ شرعا یقیناً وہ بالغ ہے جب ۱۹۲۰ء میں پیدا ہوا ہے تو اس کی ۱۰ سال سے بھی یقیناً نماز ہے کہ شرعی سال انگریزی سال سے تقریباً دس دن کم ہوتا ہے تو اگر ۱۹۲۰ء کے ترمیم بھی پیدا ہوا تو تب بھی تقریباً ساڑھے سولہ سال مقرر ہے حالانکہ شرعا پندرہ سال لڑکا بالغ ہوتا ہے اگرچہ اس مقام نہ آئے اور اس لڑکے کو تو احکام بھی سال کا آتا ہے تو وہ یقیناً بالغ ہے کما فی الدر و نسامیۃ و الہندیۃ و غیرہا من الاسعار المدہبۃ اور دارمی کا اثر امام کشمیری نام کے نزدیک قطعاً نہیں بلکہ اطلاق قرآن کریم اور حدیث پاک سے کئی وجوہ سے اس کی بس



بارے وہ دیربندی کی بنا پر لاگو کی یا اصل میں علم اور باطن معلوم ہوتا ہے یا پھر اس کے دل میں کوئی عارضہ صاف  
 ہے کسی دیربندی کی کتاب میں بھی یہ قطعاً نہیں لکھا کہ وارثی کا اثرنا شرط ہے تو وہ کیوں بنا دیا گیا ہے دیکھ  
 قرآن کریم میں ہے وَاذْكُرُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ اَبَ السَّعَةِ یعنی نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھو اس آیت سے  
 جماعت و امامت ثابت ہو رہی ہے اور اس کا اطلاق اس جماعت و امامت کو بھی یقیناً شامل ہے جس کا امام  
 بالغ ہو مگر وارثی نہ اتنی ہو وَاِلَّا طَلَقَ فِي حَكْمِ النَّهْضِ عَنْ دَنَا كَمَا نَصَّوْا حَلَبَ فِي  
 الرِّاصُولِ اور مسلم شریف ص ۲۳۶ جلد ۱، ابوداؤد ص ۸۶ جلد ۱، نسائی ص ۱۲۱ جلد ۱، ترمذی ص ۳۳ جلد ۱،  
 ابن ماجہ ص ۱، مستدرک حاکم ص ۲۳۴ جلد ۱، دارقطنی ص ۱۰۱ میں محبوب پیارے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث  
 پاک بِالْفَاظِ مُتَقَارِبَةٌ وَبِیَوْمِ الْغُصُونِ اخبرتهم لکتاب اللہ یعنی قوم کی امامت کے ان  
 میں سے قرآن کریم کو زیادہ پڑھنے والا، ملاکہ حافظ دوسروں سے زیادہ پڑھنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ حدیث پاک  
 میں یہاں تک آیا وَالصَّلَاةُ وَاجِبَةٌ عَلَيْكُمْ خَلْفَ كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی نماز اسے مسلمان  
 تمہارے اوپر لازم ہے جو مسلمان کے پیچھے رواہ ابوداؤد ص ۲۳۳ جلد ۱، کتاب الجہاد باب فی الغزو مع الرسول  
 سنن بیہقی ص ۱۲۱ جلد ۳، نوکیلا وہ حافظ جو گاؤں کے لوگوں سے قرآن کریم زیادہ پڑھنے والا ہے اور مسلمان اور سنی  
 ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی؟ تاہم اگر کتنا قرآن کریم اور حدیث پاک کے خلاف ہے اور یونہی کتب فقہ مذہب  
 حضرت امام اعظم ابوحنیفہ بلکہ امام مذاہب اربعہ کے خلاف ہے کسی ایک امام نے بھی یہ شرط نہیں لگائی کہ  
 وارثی آئی ہوئی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں بلکہ حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک سات آٹھ سال کا بچہ  
 بھی نماز اُٹھ اور فرض و دنوں میں امام بن سکتا ہے مگر دوسرے امام فرماتے ہیں کہ بالغ ہونا شرط ہے کیونکہ حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ٹٹکے کی امامت سے منع فرمایا ہے جب کہ اسے اختلاف نہ آیا ہو۔ ان کی حدیث کے  
 لفظ یہ ہیں وَهَسَانَا رَا حَمِيرًا مَوْمِنِينَ عَمْرٍوسَ الْخَطَابِ اِنْ يَثُوبَا اِلَّا الْمَعْنَمِ  
 رحمہ مبارکی ص ۲۹۵ جلد ۲، اور یونہی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کشف الغم ص ۱۳  
 جلد ۱ میں ہے لَا يَلِمْ الْعِلَامَ حَتَّى يَجْتَمِعَ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام  
 پاک یہ لا يَلِمْ الْعِلَامَ حَتَّى يَجْتَمِعَ عَلَيْهِ الْحُدُودُ۔

ان سب کا مصل یہ کہ اختلاف آنے سے پہلے ان کا امام نہیں بن سکتا مگر تعجب کہ یہ چودھویں صدی دیربندی



یہ کہتا ہے کہ امام آئے کے بعد بھی امام نہیں بن سکتا جس کی دوا بھی نہ آگے برودت کے حکم میں نہیں اگرچہ بالغ نہ ہو  
 ہو اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کی صف بالغوں کے پیچھے جوتی ہے اور عورتوں سے آگے پھر شرعی مسئلہ  
 ہے کہ عورت مرد کے ساتھ جماعت میں کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز ٹوٹ جاتی ہے مگر لڑکا کھڑا ہو جائے تو  
 نہیں ٹوٹی بلکہ اگر لڑکا ہو تو حکم ہے کہ مردوں کے ساتھ کھڑا ہو اور جب بالغ ہو جائے تو بالغوں کے ساتھ ہی ضرور  
 کھڑا ہوگا تو عورت کے حکم میں کیسے ہوا؟ ہاں اگر کوئی لڑکا ایسا ہو جو بڑا ہو اور عورت جو جس کی صورت بڑی دکھش  
 ہو کر رہے اور دلیل لوگ اسے دیکھ کر شیطانی اور شہوانی خیالات میں پڑتے ہوں تو ایسے بالغ لڑکے کی امامت  
 خلاف اولیٰ ہے یعنی بہتر نہیں مگر ناجائز کچھ بھی نہیں۔ شامی ۵۴۲ جلد ۱ میں ہے الظاهر انہا تنزیہیۃ  
 بعت والظاهر ایضاً کما قال انجمتی ان المراد به الصبیح  
 سوجہ لانہ محل الفتنة پھر اسی میں ہے علل الکراہۃ خشية الشهوة  
 وهو الاظهر۔ فقہ التدریث جلد ۱ میں ہے و مرجعہ ص ۱۰۱ کراہۃ التنزیہ  
 الخلاف الاولیٰ۔

ہر حال ایسے بالغ حافظ لڑکے کا امام بننا فرضی و نفلی سب نمازوں میں شرعاً یقیناً جائز ہے جبکہ وہ صحیح معنی  
 میں مسلمان ہو۔ ہاں اگر ایسے لوگ جو حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے ادب اور گستاخ ہوں یا حشر  
 کے دیکھے کسی اور نبی کے آنے کے قائل ہوں یا کوئی اور کفریہ عقیدہ رکھیں تو ان کی امامت فرض اور نفلی کسی نماز میں  
 بھی جائز نہیں اگرچہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کریں اور داڑھیاں بڑی بڑی رکھیں، جب ایمان نہیں تو کچھ بھی  
 نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ وبارک و سلم۔

عزہ انفعیہ البواکیر محمد نور الشاذلی عفی عنہ

۲۸-۱۲۰۶ھ

## الاستفتاء

بعض فضیلہ گنجرفضیل صاحب مفتی صاحب مدظلکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی بازار میں دکان ہے اس کے

الکستفتا

## الجواب

سوال: ...  
جواب: ...

...

...

## الکستفتا

...  
...  
...

...

...





باقاعدہ مدد جاسلام کی پوری پوری پابندی نرستے ہوئے کر سکتا ہے ہاں اگر کوئی کراچ خواں ناب و نکاح  
یہ رشتہ وغیرہ تو یہ حائز سبب درگاہ ال اسی پر ہے اگرچہ ایسا نہ کرے تو وہ مجرم نہیں بلکہ پابندی نہ کورہ کے ساتھ  
بہرہ کرنا منہجس ہے اگر کوئی مسلمان یہ کام نہ کرے تو یہ ہاں اسلام کے نفاذ میں ہرجسٹرا کوئی غیر مسلم مقرو کیا  
ہاں یہ عجیب سامواں ہے و اللہ تعالیٰ وسلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
و صحابہ وسلم

حضرت الفقیر الہدایہ محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ ۲۵-۹-۹۶

## الاستفتاء

کہا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندری مسئلہ کہ زید جو باقاعدہ مرد باریش ہے اور صرف  
مردوں والا عضو رکھتا ہے، عورتوں والا عضو برائے نام بھی نہیں اور نہ ہی لیپتان عورتوں کی طرح ابھرے ہوئے  
میں بلکہ اس کے مردانہ عضویں سوراخ ہے جس سے پیشاب آتا ہے اور احتلام مردوں کی طرح ہوتا ہے اور  
نہی بھی مردانہ عضو سے کسی سوراخ سے خارج ہوتی ہے تو کیا ایسا شخص شرعاً مرد ہے اور مردوں کا امام بن سکتا  
ہے؟ فتویٰ سے اور مردوں کا امام نہیں بن سکتا، مگر توجہ دوا

مستفتی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَةَ رَغِيْبًا

ایسا شخص بلا شک و شبہ یقیناً مرد ہے اور فتنی بالکل نہیں، مگر فتنے وہ انسان ہے جس کے مردانہ  
 زمانہ دونوں خصوصوں یا دونوں ہی نہ ہوں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۴ میں ہے بوجہ ان بعضہ ہاں  
 الغرض من یسکون له محرجان قال البقاعی رحمہ اللہ تعالیٰ اولایکوں له  
 واحد مہما اور دوسری تمام کتب معتبرہ مذکورہ میں ہے۔ اور مردانہ عفتو کے سوراخ درمیان سے پیشاب آتا بھی کئی  
 مرتبہ نہیں بلکہ یہ تو واقعی فتنی کے حق میں بھی مرد ہونے کی دلیل ہے کہ مردانہ عفتو سے پیشاب آئے۔ فقہائے کرام  
 نے اس کو مطلقاً مرد ہونے کی دلیل قرار دیا ہے اور یہی اعادیث شریفہ سے بھی ثابت ہے۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے  
 من کان یسول من الذکر فہو غلام۔ اور مردوں کی طرح احتلام آتا یا پستانوں کا عورتوں کی  
 عرق نہ ہونا جو ان کے حق میں مرد ہونے کا نشان ہے فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں ہے و کذا اذا احتلم  
 کما یحتلم الرجل او کان له مثنی مستوی (الی ان قالوا لان عدم نبات اللہ میں  
 کما یسکون للنساء دلیل شرعی علی انہ رجل کذا فی المبسوط  
 لشمس الاثمتہ السرخسی اور دائمی بھی مردانگی کی دلیل خاص ہے۔ فتاویٰ مذکورہ وغیرہ میں ہے  
 خرجت لعمیہ فہو رجل کذا فی الذخیرۃ مالک زید کا زمانہ عضو پرانے نام بھی نہیں  
 تو یہ چیزیں اس کے حق میں اس کی واقعی مردانگی کے نشان کیوں نہیں بنتیں تو روز روشن کی طرح واضح ہو گا کہ  
 مرد ہے تو اس کی امامت مردوں کے لئے جائز ہوگی جس میں کسی شک و شبہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں، و  
 اللہ تعالیٰ اعلم و علم جبل مجدہ اتم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ  
 علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و بارک و مسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النبی غفرلہ

۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۹ھ



لاؤڈ سپیکر میں نماز جائز ہے

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ  
اور اللہ نے تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی

(الحج، آیت ۷۸)



محکم شرع دریافت کر لینا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

(مکتوب محررہ ۶ ص ۱۸۶۳ء)

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی، شیخ الحدیث دارالعلوم نعیمیہ کراچی فرماتے ہیں:  
 ”لوگ اس مسئلہ میں اختلاف تو کرتے ہیں لیکن اس رسالہ ”کبر الصوت“ کے  
 دلائل کا جواب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔۔۔۔۔ اب تو ہمیں برس سے زیادہ گزر  
 گئے اور یاقین میں سے کوئی شخص تاحال اس رسالے کے دلائل کا جواب نہیں  
 لکھ سکا۔“

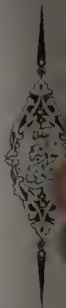
(تقریظ محررہ ۲۶ ذوالحجہ ۱۴۱۰ھ / ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء)

حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے لہیت و غلو ص کے ساتھ اس موضوع پر قلم  
 اٹھایا۔ کبر الصوت کا اختتامیہ ملاحظہ ہو:

”حضرات علمائے کرام و فقہائے عظام کے حضور پر زور معروض کہ مسئلہ زیر بحث  
 کے متعلق براہ کرم قیمتی آراء عالیہ سے ضرور مطلع فرمائیں اور بصورت  
 اختلاف دلائل تحقیقیہ شرعیہ و مذہبیہ کی روشنی میں رہنمائی کی سعی جمیل  
 فرمائیں۔ بفضل و کرمہ تعالیٰ مجھے قبول حق سے قطعاً عار نہیں اور اعتراف خطا بھی  
 دشوار نہیں۔۔۔۔۔ ہاں محض لکیر کا فقیر بننا اور دلائل شرعیہ کے خلاف محض  
 شخصیتوں کے سامنے جھک جانا تو ہمت باطلہ و اشتباہات عاطفہ کا شکار ہو جانا میں  
 کیا آپ کی انصاف پسند نظرس بھی پسند نہیں فرماتیں۔ خدا را اپنی بھاری ذمہ  
 داری کا احساس فرمائیں اور حق خوب ظاہر و واضح کر دکھائیں۔“

کبر الصوت (پبلیکیشن ۳۹)

یہ رسالہ پہلی بار ”کبر الصوت لیس فوٹ“ کے تاریخی نام کے ۱۹۵۱ء میں  
 اردو پریس لاہور سے تھپ کر انجمن حزب الرحمن بصیر پور کی طرف سے شائع ہوا فردری  
 ۱۹۵۹ء میں اس کا ضخیمہ چھپا۔۔۔۔۔ ازاں بعد ۱۹۵۸ء / ۱۹۵۹ء میں یہ مکمل رسالہ ترتیب



بیچ کے ساتھ خطیب پاکستان علامہ محمد شریف نوری قصوری نے لاہور آرٹ پریس لاہور  
سے چھپا کر جمعیت اہل سنت قصور کی طرف سے شائع کیا۔۔۔۔۔ سیدی فقیہ اعظم نے اس  
کا منساب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے نام کیا:

”یہ چھوٹا سا مجالہ چونکہ حضرت امام اہل السنۃ والجماعت حامی سنت، ماحضی بدعت، عظیم  
ابرکت، کریم الخلت، مجدد مائۃ حاضرہ، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا صاحب رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کے خصوصی فیوض و برکات سے ہی مستفاد ہے۔ لہذا ان ہی کے نام نامی و اسم ساری سے  
منتخب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

ط مگر قبول الحمد ہے عز و شرف

الفقیہ ابو الخیر النعمی غفرلہ

۷ رزی القعدۃ المبارکہ ۷۸ ۱۳۵۳ھ

۱۹۷۳ء میں جب فتاویٰ نوریہ حصہ اول پہلی بار شائع ہوا تو سیدی فقیہ اعظم رحمۃ اللہ  
علیہ نے اس میں حوالہ جات کا اضافہ فرما کر فتاویٰ نوریہ میں شامل کر دیا۔

محمد محب اللہ نوری

۹ اگست ۱۹۹۱ء



الاستفتاء

کیا دے جس علمائے دین و مفتیان شرع امین اندر مسدک اگر امام امت سے پہلے لاؤ سپیکر نصب کرادے کہ بحکیم تحریر و مقالات سے وہ مقتدی جو دور ہوں مطلع ہوتے ہیں تو کیا ترغابان تقدیر کی ناز ہوگی جلاؤ سپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعال نماز میں متابعت امام کرتے رہے ہیں؟ بعض علماء کرام نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے وہ فی آواز ہے اور صدابے آواز کی آواز نہیں تو یہ من لحدید دخل فی الصلوۃ کی افتاد برہنی جو مفید نماز ہے کما فی السنن ایک بہت بڑے عالم نے تو اسے جزئیہ صریح لاؤ سپیکر کا حکم دیا ہے اور ایسے ہی بٹ تلفن میں صدابے بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعال نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفید ہے ایک بہت بڑے اور مشہور مدرسے کے صدر المدین نے کہا " نماز میں کسی ایسے شخص کی آواز سے جو داخل نماز نہ ہو، استفادہ کرنا بالفاق فقہاء مفید نماز ہے " صدائے سجدۂ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں آتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نماز میں فاسد ہیں اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جہر مغرط پایا جاتا ہے جو مفید نماز ہے لہذا نماز میں نہ ہوگی اور لاؤ سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے جو کرے اس پر تو بہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤ سپیکر پر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ کیا قرآن کریم سے باوجود دعوائے "تسبیحاً لکل شیئ" اس کا کوئی حل نہیں ملتا؟ احادیث شریفہ سے کوئی ہدایت نہیں ملتی؟ پھر اجماع امت اور اجتہاد مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا؟ بینوا ماجورین من رب العالمین۔

سامل : ابوالنصر گول چکر منگھری





# مقدمہ اولے

## اشیاء میں اصل اباحت ہے

اشیاء میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو جس کا  
 جائز الاستعمال رہتی ہے۔ استعمال کرنے والے پر شاکوئی گرفت نہیں کہ وہ معاف ہے۔ قرآن کریم نے معاف  
 صاف فرمادیا یعنی اللہ عَزَّوَجَلَّ (المائدہ) ترجمہ : "اللہ انہیں معاف کر چکا ہے" سنن ترمذی ص ۱۲۵  
 بدلا ، ابن ماجہ ص ۲۲۲ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی  
 اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم  
 اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فهو مما عفا عنہ ترجمہ : حلال  
 وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن پاک) میں حلال کیا اور حرام وہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں  
 حرام فرمادیا اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کردہ چیزوں سے ہے یعنی اس  
 کے کرنے پر کچھ گرفت نہیں۔ سنن بیہقی ص ۱۲۲ جلد ۹ میں ہے فقد عفا عنہ اور اسی کے معنی جلد ۱ میں ہے  
 فهو عفو اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مرفوع سنن بیہقی ص ۱۲۲ جلد ۱۰، مستدرک ص ۲۰۲  
 جلد ۲ میں ہے وما سکت عنہ فهو عافية فاقبلوا من اللہ العفو فان  
 اللہ لو یکن نسیا ترجمہ : "اور جس چیز کا ذکر نہ فرمایا تو وہ معاف ہے پس اللہ تعالیٰ سے معافی قبول  
 کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بھولنے والا نہیں" پھر یہ آیت پڑھی واما کما دبت نسیا لینے  
 فقمار الرب بھولنے والا نہیں "حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا۔ اور ذہبی نے تصحیح بقرار رکھی۔ سنن  
 ابی داؤد ص ۱۲۵ جلد ۲، مستدرک ص ۳۱۲ جلد ۲ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث مرفوعہ  
 میں ہے فهو عفو کہ وہ عاف ہے۔ قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین  
 واعرہ الدہلی

عہد شریف میں ہے عاف کصاحب و در کردن خدا۔ بندہ مکروہ و ناو سلامت از بجائی و بلاد و مکانات و درین خود را

و بناء تحریف اسم عفا است ۱۲

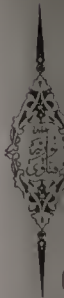


ملک ہے مالِ معالیٰ حلو لکم۔ فی الارض حرمہا جب تک کسی مائیس سے سر  
 اس کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لئے رہے گا۔ مگر المذنب سنیہ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں  
 نہ ناخذ مالہم معرفت شیئا حراما بعینہ۔

## مقدمہ ثانیہ

بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے

بلا دلیل خاص شرعی کسی شے کو حرام و مکروہ کہنا جھوٹ اور حرام ہے اور حضرت رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر  
 افتراء ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ اَلْكَذِبُ هَذَا حَلَالٌ  
 وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِیْنَ یَعْمُرُونَ عِ  
 سَیةَ الْكَذِبِ لَا یَفْلَحُونَ ترجمہ : اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے  
 اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، ان کا بھلا نہ ہوگا۔ فتاویٰ رضویہ  
 صفحہ ۲۱ میں ہے جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرتے اور اسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہے منو، جان لو  
 کہ بابت ثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعویٰ اسی پر مردود اور  
 ناجائز و مباح کہنے والا بالکل سبکدوش کہ اس کے لئے تسک بہ اصل موجود ہے اقامۃ اقیامہ صلاۃ میں  
 فرمایا "ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا اور رسول نے ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے !  
 اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ دے سکے تو اقرار کرو کہ تم نے شرعاً مطہر پر افتراء کیا ان اسدین  
 بعتروں علی اللہ الکذب لا یفلحون۔ سبحان اللہ! المسلم کا مطالبہ ہم سے : بشامی  
 صفحہ ۱۱ میں بحر الرائق نے ہے وَلَا یُزِنُ مِنْ شَرِّكَ الْمُسْنَعِبِ ثُبُوتُ الْكُفْرَانِ  
 ذَلَالَتُهُمَا مِنْ دَلِيلٍ حَاصٍّ شَامِي فَرَمَاتے ہیں اُمُولٌ وَهَذَا هُوَ الصَّاهِرُ  
 دَلَالَتُهُمَا مِنْ السَّوَابِلِ مِنْ أَطْعَامَاتٍ كَالصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَحَوْمَا  
 مَعْلُومَا وَلِيٍّ مِنْ سَوَكِهِمَا بِلَا عَارِضٍ وَلَا نَفْعَالٍ سَوَكُهُمَا مَكْرُوهٌ سَرِی  
 غلام یہ کہ کرامت تشریف بلا دلیل خاص ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ مقدمہ بھی پہلے کی طرح کثرت یافتہ



# مقدمہ ثالث

بہ تحقیق و ثبوت کمال حرام و مکروہ کہنا فرائض سے

جو محقق و ثبوت کمال حرام و مکروہ کہنا فرائض سے امام اہل سنت والجماعت کے کلمات طیبات میں ہی ملے  
 آئندہ میں نہیں کہ بہ تحقیق بان و ثبوت کمال کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر ثمرت طاعت مطہرہ پر فرائض کیجئے بلکہ  
 یہاں بحث ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت مبتین خرو مبتین ہسیدی و عبد الغنی بن سیدی  
 عین قدس سرہما جلیل فرماتے ہیں بسیر الاحضیاط فی الافراد علی منہ تعالیٰ  
 است نحرمة او الکراہۃ اللذین لا بد لہما من دلیل بسیر  
 و ہوں بالاباحۃ الی ہی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم مع انہ ہوا المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث  
 علی نزل علیہ النص القطعی ام و آشرہ ابن عابدیس فی الاشریۃ  
 معد افتاویٰ رضویۃ ص ۱۱۱ جلد ۲۲ ترجمہ ۱ یہ کچھ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا  
 تعالیٰ پر فرائض کر دو کہ حرمت کے لئے تو دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مافی جائے  
 کہ اس میں ہے اور ضرورت تو لغت فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شراب کے حرام فرمانے میں حتیٰ کہ حضور  
 پر غلظتی تری باوجودیکہ وہی مشرب ہیں ام اور مذکورہ شامی نے کتاب الاشربہ میں اسے نقل کر کے

## مقدمہ رابعہ

توقی گمان ممانعت نہ ہو تو تحقیقات کی ضرورت نہیں

ام اہل سنت والجماعت کے پاکیزہ کلمات میں ہے "جب تک خاص اسی شے میں جسے استعمال  
 نہایت کوئی مطہر تو چھوڑ دیا نہ کہ نہ پایا جائے تفتیش و تحقیقات کی بھی ضرورت نہیں ہر گمان

کرنا ہے کہ اصل من و عمارت ہم پر عمل کرے اور ہمیں دیکھنا چاہیے کہ اصل  
 فلاح و نفع لاجرمۃ الامر العلم لان الاصل الحل ولا ملزم سور  
 عن شیء حتی یطلم علی حرمة و ینحقی بہا فی حرم علیہ  
 رد وی رضویہ ص ۲۷۵ ترجمہ: حدیث میں ہے حرمت نہیں مگر جبکہ یقینی طور پر ثابت ہو اس کے لئے  
 اصل حلال ہونا ہی ہے اور انسان پر کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا بھی لازم نہیں، اس حد تک کہ اس شیء  
 کی حرمت پر اطلاع پائے اور محسوس ثبوت حاصل کرے تو اس پر حرام ہوگی، نیز مشہور ہے وہی  
 الحدیث لاجرمۃ الامر العلم لان الاصل الحل یعنی حدیث میں ہے کہ یقین حرمت کے مواشک یا گمان کے ساتھ حرمت  
 ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ اشیاء میں اصل حلال ہونا ہی ہے، بلکہ قرآن کریم میں صراحت ارشاد فرمایا یا ایہا  
 الذین آمنوا استسئلوا عن اشیاء العالمہ کہ اسے ایسا نہ دو! چیزوں سے سوال نہ کرو  
 یہ اور اس کے ساتھ متعدد آیات و احادیث سے بھی یہ مقدمہ ثابت ہے۔

## **مقدمہ خامسہ**

### **اطلاق مطلق بمنزہ لافض ہے**

اطلاق مطلق بمنزہ لافض ہے یعنی کسی امر کو کسی قید سے تنفیذ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ اس امر کی ادائیگی  
 اس قید پر موقوف نہیں اس کا ہونا نہ ہونا یکساں ہے مثلاً کوئی کچھ پانی پلا اور یہ نہ کہے کہ پیالے میں، نہ  
 پیالے میں پلایا جائے یا گلاس یا کوڑے میں ہر طرح پلانا پایا گیا، حکم اقامت نماز بلا مصلیٰ زمین پر پڑھنے  
 کی قید سے مطلق ہے تو زمین پر پڑھی جائے یا نہ ہر طرح حکم ادا ہو جاتا ہے اور زمین ہی پر قید بھی نہیں کہ اذان  
 سن کر ہی نماز قائم کر دو اذان کے سننے پر نماز موقوف نہیں بلکہ نمازی بہرہ یاد رکھو کہ اذان سن نہ سکے  
 یا اسے سے جوشی نہ، تب بھی نماز کا ادا کرنا معتبر ہے حتیٰ کہ جماعت جمعہ میں بھی شامل ہو جائے تو فرض ادا

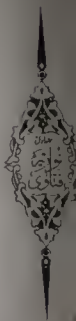
برہانہ اصول اشائی "بیق و تزج ملا" وغیرہ میں ہے۔ نظم لصور لصورہ  
حکم مطلق و یجبری علی اصداغ: نیز بیق و تزج ملا میں ہے کہ  
مورعانی لاسئو عن انبیواں تبدلکم نسؤکم فہدہ الاب بدل  
عور ل مطلق یجبری علی طلاق تحریر ل اصول مع التشریح ملا عبدالمیں ہے  
سر حمل بہ و یجبری کل ما صدق علیہ امصورہ من تبدل  
بدل ل ما علی ان یحمل علی اطلاق بحیب امکان للمکلف و ناف  
سائنہ من فرادہ سواد کان ذلک الممید المنصوص او غیرہ  
فیكون کل فرد من افراد المطلق معجزیاً عما هو الوجوب علی  
ان سب کا حاصل یہ کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر لکھا جاتا ہے یعنی وہ تمام افراد جن پر مطلق سچا آتا ہے  
ان میں سے مکلف جسے چاہے اور اگر ممکن ہے کسی ایک فرد کے ادا کرنے سے بری الذمہ ہو جاتا ہے

مقدمہ سادہ

صوت و صدا کی تعریفیں بمع فوائد ضروریہ

صورت و صدائے تعریفیں بمع فوائد ضروریہ مواقف و شرح مواقف وغیرہا سے مکمل العزت کی جتنی اول میں درج ہوئی تھیں مگر بعد ازاں امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمارے مبارک لکشف شامیٰ فی حکم حریم حرامہا " سے منقولہ حضرت مولانا حشمت علی صاحب رحمہ العزت و صدائے تعریفیں بمع فوائد جو نہایت ہی جامع و مانع و مفید ہیں، بوقت دار و رضوان لاہور، ۱۲ دسمبر ۱۹۳۹ء میں غنیمت باردہ کی صورت میں دستیاب ہوئیں لہذا تہذیب کا وہی نقل کی جاتی ہیں ایک

سے سازگار صورت لیجئے کہ بعد اس زمانہ علی حضرت میرزا " اکبر شاہیاء " بھی جھپ کر لیا جس میں مرید و صاحبان  
 " حرم " کے قریب پہنچ گئے۔ ان دنوں میں مرزا نے کئی بار " اکبر شاہیاء " جہاں میں تھا پھر چاہر سے  
 مٹا دیا۔



جو کہ دوسرے حصے سے جو کہ مناسبت فرما کر اس کے لئے میں یا جس پر ہوگا "قل" مذکور ہے جس کا  
 ہوا یا آب میں واقع ہوا اس کے اجزاء سے مجاورہ میں ایک خاص شکل و کیفیت کا تاباں ہے جس کو  
 کا نام "آواز" ہے اس صورت قرق کی فرما ہے کہ زبان و گھوٹے کے وقت تکلم کی حرکت ہوا  
 کو کجا کر اس میں شکل حرف پیدا کرتی ہے۔ یہاں وہ کیفیت مخصوص اس صورت خاصہ کلام پر مبنی ہے جسے  
 قدرت کا مرنے اپنے ناطق بندوں کے ساتھ خاص کیا ہے۔ یہ ہوا سے اول یعنی جس پر ابتدا زدہ قرق قطع واقع ہوا  
 بیسے صورت کلام میں ہوا سے منقطع اگر بغیر ہوا سے گوش سامع ہوتی تو ہمیں وہ آواز سننے میں باقی نہ رہتا  
 لہذا حکیم عزت حکمت نے اس آواز کو گوش سامع تک پہنچانے یعنی ان مشکلات کو اس کی ہوا سے گوش میں پہنچانے  
 کے لئے سلسلہ توجہ قائم فرمایا۔ ظاہر ہے کہ ایسے نرم و تراجم میں تحریک سے موج بنتی ہے جسے مابین  
 کوئی چھڑا لے۔ یہ اپنے مجاور اجزاء سے اب کو حرکت دے گا، وہ اپنے مقابل کو جہاں تک کہ اس تحریک  
 کی قوت اور اس پانی کی لطافت اقتضاکرے یہی حالت بلکہ اس سے بہت زائد ہوا میں ہے کہ ولایت و  
 رطوبت میں پانی سے کہیں زیادہ ہے لہذا قرق اول سے کہ ہوا سے اول متحرک و متشکل ہوتی تھی اس کی جنبش نے  
 برابر والی ہوا کو قرق کیا۔ اس سے دہی شکل ہوا سے دم میں نہیں اس کی حرکت نے متصل کی ہوا کو دھکا دیا  
 اب اس ہوا سے سوم میں قسم ہوئی، یعنی ہوا کے حصے پر وجہ توجہ ایک دوسرے کو قرق کرتے اور چونکہ  
 دہی اشکال سب میں بنتے چلے گئے یہاں تک کہ سوراخ گوش میں جو ایک پٹھا پٹھا اور پردہ کھنچا ہے یہ دہی سلسلہ  
 اس تک پہنچا اور وہاں کی ہوا سے متصل نے متشکل ہو کر اس پٹھے کو بجایا یہاں بھی وجہ توجہ یہی ہے کہ  
 قرق نے اس میں بھی دہی اشکال و کیفیات جن کا نام آواز تھا، پیدا کیں اور اس ذریعہ سے لوح مشترک میں رسم  
 ہو کر افس ناطقہ کے سامنے حاضر ہوئیں اور محض بھرن اللہ تعالیٰ اور اک سمعی حاصل ہوا۔

الغرض ہر شے کا سبب حقیقی ارادۃ اللہ تعالیٰ ہے۔ بلکہ اس کے ارادے کے کچھ ممکن نہیں وہ  
 فرما ہے تو اصل کسی سبب کی حاجت نہیں مگر عالم اسباب میں حدوث آواز کا سبب مادی یہ قرق قطع ہے وہ اس  
 کے سننے وہی نوع و تکرار قرق و تکرار ہوا سے ہے حرکت و قرق سے ماحول میں شکل و کیفیت مخصوصہ بنی تھی کہ شکل و حرکت  
 ہوئی تو وہی الفاظ و دعوات تھیں اور قسم کی آواز اس کے قرق نے ہوا و لطافت اس مجاور کو جھنجھکی دی اس کے



بیش لے اپنے متصل کو قرع کیا اور وہی تھا کہ یہاں اس میں بانٹا اس میں اتار کیا یعنی آدہ کی دو پیاں سوچی گئیں۔ اگرچہ عینا فصل بڑھتا اور وسائل زیادہ ہوتے پئے جاتے ہیں۔ توجہ قرع میں ضعف آتا جاتا ہے اور ضعیف ہکا پڑ جاتا ہے و ہذا دور کی آواز کم سناؤ دیتی ہے اور حرف صاف سمجھ میں نہیں آتے یہاں تک کہ ایک حد پر توجہ کو موجب قرع آئندہ متاخم ہو جاتا ہے اور عدم قرع سے اس کی کاپی برابر دیاں ہوا میں نہیں ترقی آوازیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ یہ توجہ ایک مخروطی شکل پر پیدا ہوتا ہے جس کا نفاذ اس متحرک و محرک اول کی طرف ہے اور اس کے تمام اطراف مقابلہ میں جس طرح زمین سے مخروطی اُٹھتا اور آنکھ سے مخروط شعاعی نہیں بلکہ جس طرح آفتاب سے مخروط بندری نکلتا ہے کہ ہر جانب ایک مخروط ہوتا ہے بخلاف مخروطی کے کہ مقابل جرم اور مخروط شعاعی ہر کے کہ متماثلت مواجہ میں بنتا ہے۔ ان مخروطات توجہ ہوائی کے اندر جو کائنات ہوں ایک ایک ٹپا سب تک پہنچا کہ سب اس آواز کو سنیں گے۔ بچوں کی تعداد سے آواز متعدد نہ بھیجی جاتی۔ یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سنیں بلکہ یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی۔

اس تقریر سے مجد اللہ تعالیٰ منکشف ہو گیا کہ :-

۱۔ آواز اس شکل و کیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر میں قرع و قلع سے پیدا ہوئی۔  
۲۔ اس کا اور تمام حوادث کا سبب حقیقی محض ارادہ الہی ہے، دوسری چیز اصل و موثر نہ موقوف علیہ اور آواز کا ظاہری و مادی سبب قریب و قرع ہے

۳۔ سننے کا سبب جو آواز کے گوش کا متشکل شکل آواز ہونا ہے اور اس کے تشکل کا سبب ہوا سے خارج متشکل آواز سے قرع کرنا اور اس قرع کا سبب بذریعہ توجہ حرکت کا دیاں تک پہنچنا۔

۴۔ ذریعہ و وقت قرع و قلع میں اور وہ آتی ہیں۔ حادث ہوتے ہی ختم ہو جاتے ہیں اور وہ شکل و کیفیت جس کا نام آواز ہے۔ باقی رہتی ہے تو وہ معذات میں جن کا معلول کے ساتھ رہنا ضروری نہیں آواز ضرور مکان سے باہر بھی موجود ہے بلکہ باہر ہی سے منتقل ہوتی ہوئی کان تک پہنچتی ہے وہ آواز گذرہ کی صفت نہیں بلکہ ملائکہ حقیقت کی صفت ہے ہوا یا پانی وغیرہ آواز گذرہ کی حرکت قلع و قوع سے پیدا ہوتی ہے و لہذا اس کی طرف اضافت کی باقی ہے

۷ جبکہ وہ آواز کندہ کی سمت نہیں بلکہ شعیف سے قائم ہے تو اس وقت سے بعد ہی اول  
۸ اندھا قنوج اندام سماع کا باعث ہو سکتا ہے نہ اندام صوت کا بلکہ جب تک وہ نفسانی ہے۔ صورت  
باقی ہے

۹ دوبارہ قنوج ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوگی جبکہ شکل وہی باقی ہے  
۱۰ وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متحدہ میں وہی ایک آواز مافی جاتی ہے ورنہ آوازہ شمع اول  
کہ مثلاً ہوائے دین قلم میں پیدا ہو گا کہیں میں سموع نہیں ہوتا اس کی کاپیاں ہی جھپتی ہوئی ہمارے کان تک  
پہنچتی ہیں اور اس کو آواز کا سنا کما ماتا ہے، گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چکن گج کہ وہ دیوار کے پاس اور کہیں  
سموع میں بھی خود اپنی آواز ملٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں "صد" کہتے ہیں۔

اس بیان فیض توانان سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ صدا اسی وحدت نوعیہ کی بناء پر وہی  
پہلی آواز ہی ہے کہ تعریف صدا میں صراحت فرمایا کہ خود اپنی آواز ملٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے۔ پھر یہ دوبارہ  
سنائی دینا اگر قنوج اول ہی کی بناء پر ہے جیسے بعض نے فرمایا، تو مدعی ثابت، اور اگر دوبارہ نیا قنوج تازہ  
اسی کیفیت سے متکیف ہو کر آیا ہے تو پھر بھی وہی آواز باقی کہ انکشاف میں دوبارہ فرمایا کہ دوبارہ قنوج  
ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوگی۔ رہا نسبت صدا کا بلند ہونا تو وہ مغایرت کی دلیل ہیں  
کہ جہد و پست ہو تو اس شکل و کیفیت (آواز) کی دو متضاد صفتیں ہیں جو بستی رہتی ہیں ان کے بدلنے نفس  
کیفیت میں فرق نہیں آتا مشابہہ شاید اور اخصصرت سے اس کی تفصیل بھی سن چکے کہ بولنے والے کے نزدیک  
آواز اونچی ہوتی ہے اور دورد کم سنائی دیتی ہے حالانکہ اس دورد والی پست آواز کو قطعاً غیر نہیں کہا جاتا تو صدا کو بوجہ  
بلند ہونے کے کیوں غیر کہا جاتا ہے۔ رہا سجدہ تلاوت کا واجب نہ ہونا تو یہ حضرت امام عظیم الان کے کسی تلمیذ  
امینی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین کا بظاہر قول نہیں بلکہ تخریج متفقہین ہی ہے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے  
س ایشاد "ہمارے علماء تصریح کرتے ہیں کہ اس کے سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں" میں فقط  
ہمارے علماء کا فرمانا بھی یہی ظاہر کرتا ہے ورنہ اپنی عادت کریمہ کے مطابق اوصاف جلیلہ و العالیہ جلیلہ سے کہہ  
کہ امام کا نام لیتے پھر اس کے تخریج ہونے کے باوجود بطور استدراک اس کی ایک توجیہ فرمادی اور یہ قطعاً نہ

فرمایا کہ صدا پہلی آواز کا ٹیسرے بعد اچھوہ واجب نہیں ہوتا بلکہ حضرت مولانا ابو الفتح محمد حجت علی بن صاحب  
 ماہر دیکھ لاؤ اسپیکر پر نماز کے غائل نہیں مگر اپنے فتویٰ کی قسط دوم نمبر ۲۵ رضوان، جنوری ۱۹۵۰ء ص ۱۰۱ کے  
 پہلے ہمیں امام اہل سنت والجماعت کے بیان سابق سے یہ نتیجہ نذر کرتے ہیں کہ گنبد لی کوچ اداس آواز سنی  
 ہوئی آواز دونوں صدا ہونے میں برابر ہیں پھر تیسرے کا ہم میں لاؤ اسپیکر سے سنی گئی آواز کے متعلق صراحت فرمائی  
 ہے " وہی اصل منظم کی آواز ہے خواہ پہلی ہی ہوا اسے لئے ہوئے پلٹ آئی یا اس آواز کی کاپی دوسری میں اثر  
 گئی " تو نہ روشن کی طرح واضح ہوا کہ ان کی نظر میں بھی صدا اور لاؤ اسپیکر سے سنی گئی آواز پہلی ہی آواز  
 ہے۔ البتہ لاؤ اسپیکر سے سنی گئی آواز کو صدا کہنا حقیقت واضحہ کے خلاف دکھانی دیتا ہے۔ صدائیں قوت  
 واضحہ آواز پلٹ کر مٹاتی دیتی ہے اور اس میں قوت برقیہ آئندہ پورے میکروفون میں جمع کر کے چھوٹے سے  
 صراف سے بذریعہ مضبوط تار کے اسپیکر کے تنگ منفذ سے سپرکس میں پہنچا کر نشر کر دیتی ہے۔

الحاصل صدائیں قوت واضحہ آواز کو پہلی ہی طرف واپس دھکیل دیتی ہے اور لاؤ اسپیکر میں قوت آئندہ  
 جمع کر کے ابلیس صدا اگلی طرف نکال کر نشر کر دیتی ہے تو صدا کا مکس صدا کیسے بن سکتا ہے پھر چونکہ قوت آئندہ  
 موت کے نقل فرد علی میں بکھری ہوئی بکثرت اشکال و کیفیات (جن میں سے ایک ایک مستقل آواز ہے) کو جمع کر دیتی  
 ہے لہذا بہت بلند ہو کر سنا جاتا ہے اور یوں ہی صدائیں قوت واضحہ دفع میں اشکال و کیفیات کثیرہ کو ملا دیتی ہے  
 تو اس میں بھی بلند سنا جاتا ہے۔ بہر حال اسپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی اصل آواز ہے۔

## مقدمہ سابعہ

صدا اور اسپیکر سے سنی گئی آواز منظم ہی کی آواز ہوتی ہے

مقدمہ سابقہ سے دُرُ روشن کی طرح روشن ہوا کہ صدا منظم کی اپنی ہی آواز ہے اور یوں ہی لاؤ اسپیکر سے  
 سنی گئی آواز بھی منظم ہی کی آواز ہوتی ہے بالحدہ استعبرہ فی الصور اور اگر بالفرض غیر ہی  
 قوت سنی گئی منظم والے کے لئے یہ تاثر ضرور پیدا کرتی ہے کہ منظم یقیناً یہی کلمات ادا کر رہا ہے کہ منظم کے بولے

مقدمہ سابعہ میں مذکور ہے کہ صدائیں قوت واضحہ آواز کا کچھ نہایت صاف صاف صاف ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ منظم جب بولتا ہے تب بھی لاؤ اسپیکر کے  
 ذریعہ اس کی آواز سنی جاتی ہے کہ وہ ہر لفظ کو بھادہ کو کچھ نہایت صاف ہے ہر صوفی

بیرہ قاریں باہر نہیں آسکیں اور اگر حقیقت واقعہ کا کار کر کے ہو یہی رت کھان ہا ہے۔  
 تسلیم کی غیر ہے جو ان کا منظم پر دلالت بھی نہیں کر سکتی تو ایسے مدعی کے قول پر آواز محض خود بخود و غضب  
 ہو و لعب بنے گی تو لازم کہ اذان و وعظ و قرآن خوانی میں بھی اس کا استعمال ناہائز و حرام بنے اور واجب و  
 ہو کہ قرآن خوانی اور وعظ و اذان میں بھی شور و غضب اور ہو و لعب قطعاً جائز نہیں۔ یہ ترک عبادہ و کفر و یکتا  
 نازیبا تھا قرآن کریم فرماتا ہے و قال السيد كمر والاسمعو لهذا الامر  
 و الغوا فيه لعلكم نفسیوں۔ اور فرماتا ہے و اذا نادى سمع اى لعلكم  
 استغذوها عزوا و لعباً مانکہ اذان وغیرہ میں سب استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ  
 کے نزدیک آواز تمہیک پر اطلاع کا واضح ذریعہ اور بلاشبہ محسوس دلیل ہے۔ الحاصل لاؤڈ سپیکر سے سنی گئی آواز  
 یقیناً تکبیرت کا پتہ دیتی ہیں اور حرکات استغالیہ امام کی یقینی دلیل ہیں۔

## مقدمہ ثامنہ

### آنکھ کان وغیرہ حواس خمسہ

آنکھ۔ کان وغیرہ حواس خمسہ در سچی خبریں اور عقل یہ سب ذرائع ہیں جن سے یقینی علوم حاصل ہوتے ہیں۔  
 متن شرح العقائد مکام میں ہے اسباب العلم للخلق ثلثة الحواس السلیبہ  
 و لخبیر الصادق و العقل۔ شرح میں ہے ان العلم عندهم مقابل  
 للظن اور امریات جلید کتاب و سنت سے بھی یہی روز و رکش کی طرح واضح و ہدیہ ہے اور یہی پختا سر کر  
 یہ ذرائع دوران نمازیں بھی کار آمد رہتے ہیں، آنکھ وغیرہ کھلے رہتے ہیں اور خبریں بھی پہنچتی رہتی ہیں اور عقل جو قائم  
 رہتی ہے ورنہ دیوانہ پر تو کچھ فرض ہی نہیں لہذا اسو امام کی صورت میں مقدمی قعدہ دے سکتا ہے و امام سے  
 سکتا ہے تو معلوم ہوا کہ نمازی بالخصوص امام و مقدمی کا ان ذرائع سے مستفید ہونا اتمام نماز کے لئے مطلوب  
 شرعی ہے۔

## مقدمہ ناسعہ

جب یقینی طور پر انسان جان لے کہ اس چیز کی انجام دہی اسی وقت میرے ذمہ فرض و لازم ہے تو

ہوتے ضرور انجام دے اگرچہ نماز میں ہر وقت نماز میں پتہ پلا کہ بعد اس طرف تہ و تہا چاہئے بیہم  
پانی پر قادر ہو جائے تو وضو لازم اور غیر ذلک میں صورت المسکسہ میں رکعتیں  
کرم نے یہاں تک تصریح فرمائی کہ اگر کسی کو چیت سے گرنے یا لگ میں بنے یا پانی میں ڈوبنے کا خطرہ ہو  
ہو اور نماز سے فریاد کر دی تو نماز پر نماز توڑ کر دکر نماز ضروری ہے۔ بسا یہ مشہور ہے کہ کدا  
الاحسبى اذ اخاف ان يسقط من سطح او من حرف المنار  
و یسرق فی السماء و استغاث بالمصلی و جب علیہ عظم  
صلوہ اور پرہیزی و زحمت اور شامی وغیرہ میں ہے تو چہ جائیکہ وہ چیز ہو جسے اتمام نماز کے لئے و ذ  
معلوم من الکتب و السنۃ ضرورۃ

## مقدمہ عاشرہ

### اقتدائے حقیقی اور اقتدائے صوری کی تعریفیں

اقتدائے حقیقی مقدمی کا اپنی نماز کو نماز امام کے ساتھ مترط کرنا اور اس پر بنا کرنا اور تمام ارکان میں امام کی کثرت  
اور متابعت کرنا ہے۔ شامی <sup>۱</sup> جلد ۱ میں ہے فنعلم هذا الارتباط هو حقيقة  
الامامة وهو غاية الاقتداء تیز <sup>۲</sup> میں ہے الاقتداء البناء نیز مذکور ہے  
زبطی <sup>۳</sup> جلد ۱ میں ہے الاقتداء شریکۃ و موافقت کفایہ <sup>۴</sup> جلد ۱ میں ہے شرکۃ  
ای فی التحریمۃ و موافقتہ ای فی الافعال و کذا فی غیرہا من  
المستمرات اور یہ بھی پُر ظاہر کسی کی موافقت (یعنی اس کے ساتھ ساتھ افعال نماز کو ادا کرنا، بلانیت  
اقتدار حقیقۃ اقتدار نہیں بلکہ صرف موافقت صوری ہی جسے اقتدار صوری کہا جاسکتا ہے۔ شامی <sup>۵</sup> جلد ۱  
شرط اقتدار میں ذکر فرمایا و نسبت الاقتداء اور حدیث شریف میں ہے نعم الاعمش  
بالسبب اور یہ موافقت صوریہ بلانیت اقتدار ہرگز ہرگز مفید نماز نہیں اگرچہ اپنے امام یا اس کے مقدمی  
کے وہ کسی اور نماز کے ساتھ ہی ہو (یعنی اس کی ادا کے ساتھ ساتھ ادا کرتا ہے یا اس کی داکو دیکھ کر  
انہما نماز کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہوئے افعال نماز ادا کرے۔ بلکہ بوقت ضرورت اس سے اتمام اور صبح  
نماز بھی ہو سکتی ہے جو جزئیات ذیل سے واضح ہے :

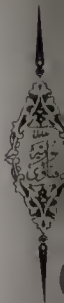




اس میں جب ان زیادہ سجدہ واحدہ ایسی المستلزمہ صلوٰۃ

مسافر امام مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھا رہا ہو تو دو رکعتیں پوری کر کے اقامت کی نیت صرف اس سے کر لے کہ مقتدیوں کو پوری نماز پڑھا سکے تو وہ امام اس نیت سے مقیم نہیں بنتا اور اس کا فرض دو رکعتوں کی پڑھا چار رکعتیں نہیں بنتا۔ تو اگر مقیم اس امام کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لیں تو ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ یہ دیکھل دو رکعتوں میں ان مقتدیوں کی اس امام کے ساتھ اقتداء، فرض پڑھنے والوں کی (یعنی ان مقیموں کی) نفل پڑھنے والے (امام مسافر) کے ساتھ اقتداء ہے۔ علامہ خیر الدین رملی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس مسئلہ میں یہ نیکو لگائی واجب ہے کہ ان مقیموں نے اس امام سے جدا ہونے کا ارادہ نہ کیا ہو اور جب مفارقت کی نیت کر چکے تو ان کی نماز فاسد نہیں ہوتی اگرچہ صورتہ اتمام نماز میں امام کی موافقت کرتے رہے۔ بشرطی ملائکہ بعداً منفعۃ الطالبین ص ۱۲۱ جلد ۲ میں ہے والنظم من السنة (قوله لا بصیر مفیہ ولا ینقلب فرضہ اربعاً) قال فی الظہیریۃ تلوه حنی لوانم المقیمون صلواتہم معہ فسدت صلواتہم لان هذا اقتداء المعتز بالمتنفل ولا یصح اھ قال الراملی ینجب تقييده بما اذا لم ينووا مفارقتہ اما اذا نوا مفارقت لا یفسد صلواتہ وان وافقہ فی الاتمام صورۃ اذ لا مانع من صیغۃ مفارقتہ بعد اتمام فرضہ واتصال الفضل منہ بصلوۃ لا ینتمی بہا بلاشبہۃ وفی قوله لوانتم المقیمون معہ اشارہ افی ذلک و سکوت فاصیخان و صاحب الخلاصۃ عن صلوۃ المقیمین رسماً بكون لهذا التفصیل والله تعالی اعلم۔

تو آفتاب سے بھی زیادہ ظاہر ہو کہ ظاہری و صوری موافقت سے نماز فاسد نہیں ہوتی اور موافقت حقیقہ نیت پر موقوف ہے اگرچہ بظاہر موافقت تحقیقی ہی معلوم ہو۔ بلانیت تحقیقیہ تحقیقیہ نہیں بنتی جیسے صریح مذکورہ میں کہ اسی امام کے ساتھ اقتداء حقیقی سے دوسری نماز دا کر چکے اور اس نے بلاسلام پھل دو رکعتیں پڑھنی شروع کر دی





پہنچا بیانی تمام میں اپنی طرف سے اس منصب پر پڑھانے کا ارادہ بھی کیا اور وہ لوگ بظاہر اس صبح کی قدم میں پڑھتے رہے مگر جب مغارقت کی نیت ہے تو نماز جو گنجی کہ نماز امور قضا سے نہیں کہ صرف ہر پر مبنی ہو بلکہ موہ و پناہ سے ہے جو نیت پر مبنی ہونے میں شامی مشق بعد میں ہے لاں دلت میں امور

ندیاہ لا العشاء حی میبھی علی لطف ہر اور متابعت مگر امام کی تکبیر است

سانے والے کی ہمیں میں متابعت صورت یہی ہے کہ اس کی تکبیرات سب امام کی متابعت حقیقہ کی جاتی ہے ،

اگر متابعت مگر بھی یہی حقیقہ جو تولا زم کہ امام بن جائے حالانکہ دو اماموں کی اقتداء میں نماز ناجائز ہے تبیین

الحقائق مسئلہ جلد ۱۱ شامی مؤلف جلد ۱۱ مقتدی الناس بصلوة ای مسکر

لا یعنی بیان فرمایا ان اسباب کو کاں مبعاد لا یجوز ان سیکوں الناس امامان

فی صلوۃ واحدۃ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لوگوں کی اقتداء کا یہ معنی ہے کہ وہ مبلغ

تھے تکبیرات سانے والے یعنی اس وقت جبکہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکبیرات منا

رہے تھے حقیقہ لوگ ان کے مقتدی تھے کہ یہ جائز نہیں کہ ایک نماز میں لوگوں کے دو امام ہوں۔ مبسوط

مسئلہ جلد ۱۱ اداء صلوۃ بامامین لا یصح دو اماموں کے ساتھ ادا کے ناجائز صحیح نہیں

شامی مسئلہ جلد ۱۱ میں ہے الاقتداء لا یصح بمن شوی ببناء صلوۃ علی غبرہ

یعنی جس کی نماز اپنے غیر کی نماز پر مبنی ہو جیسے مگر اس کی اقتداء صحیح نہیں۔ شامی مسئلہ جلد ۱۱ میں ہے ان

وبادۃ سجدہ واحدۃ بنیۃ المتابعۃ لعیوامامہ مبطلۃ

نصرتہ یعنی اپنے امام کے غیر کی متابعت کی نیت سے ایک سجدہ کی زیادتی بھی نماز باطل کر دیتی ہے

تو آفتاب و ماہتاب سے بھی زیادہ نمایاں ہوا کہ متابعت مگر بھی متابعت و موافقت صورت یہی ہے جو کسی ایسے

”اس کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے جو نماز میں شریک نہ ہو

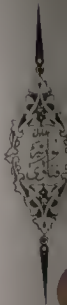
## مقدمہ حادی عشر

نماز کی کو غیر نمازی ہدایت مے سکتا ہے

نماز کی کسی عارضہ کے سبب نماز میں کوتاہی کر رہا ہو یا کرنے کا احتمال ہو تو وہ جو نماز میں نہیں

ہے ہر ایک کے لئے نماز ہے قرآن کریم فرماتا ہے : **سَامِعُونَ بِالْمَسْجِدِ** ۔ مسکرو  
 نیز فرماتا ہے : **وَلَعَادُوا عَلَى السَّبَرِ وَالْمَعْوَى** اور نہ شیخ ہے  
 زنی منکم مسکر فلسفیرہ لحدیث الخ غیر ذلك من لا  
 والحدیث اور وہ بھی اس بات کے مطابق الصلاح نماز کرتے ہوئے اور اگر مہلک ہے یہ اصحاب  
 فساد نہیں بنتی بلکہ جائز و درست بناتی ہے قال اللہ تعالیٰ فبشر عباد  
 یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک السعدین ہدیہ  
 اللہ و لئک ہم اولوا الاسباب (ترجمہ) تو خوشخبری مناد میسے ان بندوں کو  
 جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کے بہترین کی اتباع کرتے ہیں یہ ہیں جن کو اللہ نے ہر بات فرمائی اور  
 سقند میں اس قول کا اطلاق صورت مذکورہ کو بھی شامل ہے حالانکہ اطلاق بنزد نفس ہے دیکھو مقدمہ  
 فار۔ بلکہ بالخصوص تفسیر کبیرہ جلد ۲۳ میں ہے وکل هذا الا بموجب متدخل بعد  
 قوله تعالى انذیس یستمعون القول فیتبعون احسنه وان  
 قال فامم لعباد من فمشر فی لسا الصلوة والی ان قال : فاممکم  
 احسن من نصلوه الی لایر عن فیہا شیء من هذه الاحوال وحده  
 عنی حاصل نہ ہو سکتا کہ حاصل یہ ہو کہ یہ قول عام ہے اور اقوال متعلقہ نماز  
 بھی شامل ہے ہمارا مذہب یہ ہے روایات جن میں نماز یقیناً داخل ہے ہمیں مسئلہ عادل کی خبر قبول کی جائے  
 ہذیر ملا جلد ۲ میں ہے حبر الواحد فی فی الدیانات مبسوط جلد ۱۶ میں ہے  
 فی الدیانات الحبر مملوم تحریر القمار لرد المتارک جلد ۱ میں علامہ رافعی فرماتے ہیں ادا عہد  
 علی خبر سمیعہ الذی یعد حاصل فی نصلوه بکون وہ عہد  
 علی خبر لعدہ فی مروتی وہو مما یصح لعمیل محرم  
 فی الدیانات

ان سے عبارت حاصل یہ کہ امور دینیہ میں جن میں نماز نہیں اور میں سے یہ ایک مسلمان نہ  
 پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اگرچہ خبر سے لانا نماز نہ پڑھ رہا ہو بلکہ اس پر عمل لازم ہے ہفتہ ذکر معان کتاب



سنت و فقہ حنفی سے نہایت واضح ہوا کہ ایسے وقت ایسا شخص جو نماز میں شریک نہیں، نمازی کو ہدایت دے سکتا ہے اور نمازی اس سے استفادہ کرتے ہوئے اصلاح و انعام نماز کر سکتا ہے۔ سن و فیہ و فیہ مرنیں امامیث طیبہ اور کتب فقہیہ سے ملاحظہ ثابت میں چنانچہ در

۱۔ صحیحین اور دوسری کتب معتدہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام مسجد قبا میں نماز باجماعت ادا کر رہے تھے کہ انہیں ایک صاحب نے باہر سے آکر خبر دی کہ کہہ شریفین قبا میں گیا ہے تو وہ امام و مقتدی سب کے سب اس پر دوئی خبر پر عمل کرتے ہوئے اسی وقت دو کعبہ ہو گئے اور باقی نماز پوری کی نہ کر سکے حدیث میں یہ نہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امامہ نماز کا حکم دیا جو بیکہ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ کعبہ عاذ نہیں دیا بلکہ باز رکھا اور اچھا شمار فرمایا۔ بدائع صانع مثلاً جلد ۱ میں ہے و لیس یا مہرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاعادہ شمی مثلاً جلد ۱ میں ہے و اخرهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکعبہ یا مثلاً جلد ۱ میں ہے و استحسبھا السی صلی اللہ علیہ وسلم تو حدیث مرفوعہ تقریری سے جواز ثابت ہو گیا

۲۔ اسی حدیث مرفوعہ کی بنا پر ہمارے ائمہ عظام نے فرمایا کہ نمازی اشتباہ قبلہ کی صورت میں تحریر سے نماز پڑھ رہا ہو اور عین نماز میں اسے یہ علم حاصل ہو جائے کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز میں ہی اس طرف پھر جاتے اور جو حصہ نماز کا ادا کر چکا ہے وہ معتبر رہتا ہے، باقی امامہ پوری کر لے۔ بدائع صانع مثلاً جلد ۱، ہدایہ کے انہی صفحات میں ہے والنظم من الہدایۃ وان علم ذلک فی الصلوۃ استدار الی القبلة و سنی علی لڑا اهل قباء لیسما سمعو ۱۔ بلکہ فیر الیہ منہ ۲۲ میں اس پر مستر اذ فرمایا و علی هذا انعقد الاجماع یعنی اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے، اور یہ تو واضح ہی ہے کہ علم قبلہ کے کئی ذریعے ہیں جن میں چاند، سورج، ستاروں کے علاوہ انسان فایق من الصلوۃ کا بتانا بھی داخل ہے بلکہ یہ سب سے اعلیٰ ذریعہ ہے کما حصل لاہل قباء

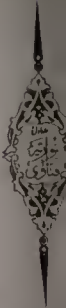
۳۔ اہل قبا کی طرح مسجد نبی صلوٰۃ والے صحابہ کرام کو بھی ایک صاحب نے اس وقت خبر دی جبکہ وہ

ماہِ عصر چھ رہے گئے تو نمازیں ہی کفیل کعبہ ہو گئے۔ ہماری شریعتؐ میں جلد میں نہ ہے۔  
 مرحیل ممن صلی معہ صلی اللہ علیہ وسلم فسر علی ہر  
 مسجد و ہم را کہون فقال اشہد بانلہ لعد صلیب مدرسون  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل مکہ فدار واکما ہم فتل بت  
 مینی ۲۸۶ جلد میں ہے و هو مسجد بنی سلمة و يعرف بمسجد القبلین  
 و سر علیہم الماد فی صلوة العصر۔

۴۰ نابینا کوئی ایسا نہ پائے جو قبلہ بتائے اور تخری سے کسی اور سمت نماز شروع کر دے۔ بعد ازاں  
 کوئی اگر قبلہ کی طرف پھیر دے تو اس نابینے کی نماز جائز ہے۔ فتاویٰ قاضی خان ۴۴۴۔ بکیری ۲۲۴ شامی  
 و شرح نیلہ فیض و ملارج سے) ۴۴۴ جلد ۱، ہندیہ ۴۴۴ جلد ۱ میں ہے و الظہر من الہدین  
 الاعنی اذا صلی رکعة فحاء رجل فحولہ الى القبلة الخ

۵ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امام مسافر مقیم مقتدیوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہے کرب  
 اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام کہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے مقتدیوں سے  
 کہہ دے استموا صلاتکم فانما قوم سفر۔ اپنی نمازیں پوری کر لو ہم مسافر ہیں۔  
 بدائع ۴۴۴ جلد ۱ و ۴۴۴ جلد ۱، ہدایہ ۴۴۴ جلد ۱ وغیرہ میں بالفاظ متعارف ہے و ینبغی للامام  
 المسافر ان یقول للمقیمین خلفہ استموا صلاتکم فانما قوم سفر  
 افتداء باسی صلی اللہ علیہ وسلم حال نگہ بعد از سلام امام، امام نہیں رہتا۔ اور  
 مقتدیوں پر لازم کہ اکیلے اکیلے نماز ادا کریں۔ بدائع ۴۴۴ جلد ۱ میں ہے ثم المفیوم بعد  
 تسلیم الامام یصلون وحداناً (الحی ان قال) یجب علیہم الاسفراء  
 و کذا فی غیرہا تو اس میں بھی خارج من الصلوة کی ہدایت سے اصلاح و امام نماز پایا گب  
 خصوصاً ان مقتدیوں کے حق میں جنہیں امام کا حال پہلے معلوم نہ تھا یا مہول گئے کہ وہ یہ سن کر ہی باقی دو رکعتیں  
 ادا کریں گے

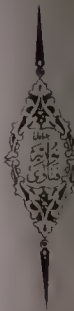
۴۱ حضور پر نور سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر اطہر کے آخری دن پیر کے روز جبکہ ابو بکر صدیق



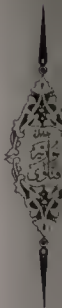
یہی اللہ تعالیٰ اللہ صحابہ کرام کو سبہ مبارک میں نماز پڑھا رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیرون مسجد  
 جڑے مٹھہ میں تھے اور پردہ اٹھا کر معائنہ فرمایا تو صحابہ کرام زیارت حضور سے اتنے متاثر ہوئے کہ بوجہ  
 فروبست نماز سے نکلنے کا ارادہ کر لیا اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خیال سے کہ حضور تشریف لائے  
 ہیں دیکھ بٹنے لگے تو دست حق پرست کے اشارہ سے حکم استموا صلا سکھ اپنی نماز پوری کر لو  
 دیتے ہوئے پردہ لٹکا دیا رواہ البحاری <sup>۲۲</sup> جلد ۱ و مسلم <sup>۲۳</sup> جلد ۱ عن انس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ و الاصل عدم الخصوص تو اس اشارہ مبارک سے  
 مسئلہ کے دونوں پہلوؤں (خارج من الصلوٰۃ کی ہدایت اور داخل نماز کے اس پر عمل کی تشریح اور امر تمام  
 نماز سے مدہم فساد کی تصریح ثابت ہو گئی۔

۱۱ فقہائے کرام نے تصریح فرمائی کہ مریض فتنہ مرض کے سبب رکوع و سجود اور رکعتوں کا خیال  
 نہ رکھ سکے تو اگر کسی کو نماز شروع کرنے سے پہلے پاس بٹھالے کہ اسے ساتھ ساتھ بتاتا جائے پھر اس  
 کے بنانے کے ساتھ نماز پوری کر لے تو اس کی نماز جائز ہو سکتی ہے۔ بحر الرائق <sup>۲۴</sup> جلد ۲ میں ہے  
 ولو كان يشتهي على المريض اعداد الركعات او السجادات  
 لعاس يلحقه لايلزمه الاداء ولو اداها مبتلعين غيره ينبغي  
 ان يحجزوا و الانتار میں بھی ایسے مریض کے متعلق یہی کلمات و لو اداها امر بعینہا  
 فرماتے ہیں اور ہندہ ملک جلد ۱ میں اور تعمیم آئی ہے مصل اقعده عند نفسه انما  
 يخبره اذا سها عن ركوع او سجود يحجزه اذا لم يمكنه الا  
 بهذا ہر حال مسئلہ بے غبار ہے اتنی زبردست وضاحت کے باوجود پیشہ کہ دوران نماز میں غیر  
 کی ہدایت پر عمل کرنا نماز میں غیر اللہ کا حکم ماننا ہے لہذا فاسد ہو جائیگی محض یہودہ اور بے جا ہے، غیر کی ہدایت  
 سے تو نماز اپنی کجروی پر متنبہ ہوتا ہے اور آیات و احادیث سے خدا و رسول جل و علی و صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کے احکام متعلقہ نماز جنہیں نمازی پہلے ہی جانتا ہے اور مانتا ہے، متنبہ ہونے کے بعد کجا لاتا ہے

تو وہ اپنے رب العالمین بل و علا اور محبوب پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا تھا اور نہ وہ اس کے خلاف  
 جنگ میں جست و خیز کو قید سمجھتے ہوئے نماز شروع کر دے بعد ازاں کوئی واقف بتا دے کہ قید و بند  
 صرف ہے تو مسافر کا اس طرف منہ پھیرنا اللہ رب العالمین کا حکم ماننا ہے نہ کہ بتانے والے کا اور یہاں  
 تو ان سب عبادتوں میں پائی جاتی ہے جنہیں ہمیں کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے انسان اور کسی یا  
 کسی مسلمان کی خبر سے مطلع ہو کر جیسے رمضان پاک کے چاند کی ایک مسلمان نے خبر دی تو اس خبر کو قبول کرتے  
 ہوئے اہل ایمان اسلام کا روزہ رکھنا اس مسلمان کا حکم ماننا نہیں مگر رب العالمین کا حکم ماننا ہے۔ شبہ  
 کر نوالا سیدھا یوں کیوں نہیں کہتا کہ بے نماز کسی نیک کے نصیحت کرنے پر نماز نہ پڑھے کیونکہ یہ غیر اللہ  
 کا حکم ماننا ہے اور شرک ہے تو میرے سے معاملہ ہی صاف ہے، اس لئے کہ گویا ناصح نماز کے اندر نہیں  
 بتاتا مگر عمل کرنے والا جب اس کی ہدایت پر نماز پڑھتا ہے تو نماز کا ایک ایک رکن جو ائمہ و فرائض  
 ادا کرتا ہے معترض کے قول پر یہاں بھی سچا آرہا ہے کہ نماز میں غیر اللہ کا حکم ماننا ہے، کیا شرفایہ  
 جائز ہے کہ فرائض و امور ضروریہ نماز صرف اس وجہ سے ادا نہ کرے کہ غیر نے کہا ہے قرآن کریم میں ہے و  
 اذا میل لہ اتق اللہ اخذت العزۃ بالاشم فحسبہ جہنم اور جب اسے  
 کہا جائے کہ اللہ سے ڈرتو اسے گناہ کی ضد چڑھے (گناہ سے ظلم و مکرشی اور نصیحت کی طرف التفات نہ کرنا اور  
 ہے افغان) (ایسے کو دوزخ کا فی ہے قرآن کریم میں ہے لم یصروا علی ما فعلو وہم  
 یعلمون) ویدہ دانستہ اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے "قرآن کریم تو فرماتا ہے ان الذکر  
 سفح المؤمنین" سمجھا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے "توفائدہ حاصل کرنا چاہئے نہ کہ فساد  
 مخبر کی خبر تو ذریعہ علم ہے جیسے آنکھ، کان وغیرہ (دیکھو مقدمہ ثانیہ) اور جب انسان کو اپنے فرائض کا یقین ہو جائے  
 تو اس کی انجام دہی لازم ہو جاتی ہے (دیکھو مقدمہ تاسعہ) اور یہیں سے یہ بھی واضح ہوا کہ نماز اگر کسی ایسے  
 ذریعے سے مطلع ہو جو غیر انسان ہے جیسے ستارہ وغیرہ سے نماز میں ہی سمت قبلہ کا علم آنے سے اپنی غلطی  
 پر مطلع ہوا آنکھوں سے نظر آیا کہ امام کی مخالفت کر رہا ہے تو پھر بھی اس پر لازم ہے کہ اپنی نماز کی اصلاح  
 کرے اور یہ جائز نہیں کہ اپنی غلطی پر اڑ رہے اس خیال سے کہ کچھ یہ ذریعے شریک نماز نہیں بلکہ اہل نماز ہی  
 نہیں سزا ان سے فائدہ اٹھایا تو نماز فاسد ہو جائے گی یہ خیال محض غلط ہے، شرفا اس پر لازم ہے کہ







مذہبہ اس سے کہ "کی شرع میں فرمایا اقول بحکم ان سبک  
تذکر بسبب الفتح وان یكون مذکر بنفسه والتک صادر  
تذکره وفتح من لبس فی صلوٰۃ فی وقت واحد وفتح  
الاول لانه لو کان تذکره من نفسه لایظهر مری سیر  
احده فی التلاوة قبل تمام الفتح او بعده ولا يظهر  
وجہ الفساد لان الفساد لیس بمجرّد الفتح وانما  
هو بالاختذ بسبب الفتح واذا کان تذکره من نفسه لم  
یوجب الاختذ بسبب الفتح شامی ۵۸۲ جلد امین علیہ "سے ہے ان حصل  
التذکر والفتح معاً لم یکن التذکر ناشئاً عن الفتح  
ولا وجب لافساد الصلوٰۃ بتاخر شروعه فی الفرة  
عن تمام الفتح - نیز شامی میں ہے والذی ینبغی ان یقال ان حصل  
التذکر بسبب الفتح تفسد مطلقاً امی سواء شرع فی  
التلاوة قبل تمام الفتح او بعده لوجود العلم وان حصل  
تذکره من نفسه لا بسبب الفتح لا تفسد مطلقاً

ان سب عبارات کا حاصل یہ کہ جب خود بخود یاد آجائے پر پڑے تو نماز فاسد نہیں ہوتی  
ہاں لقمہ پر اہونے کے بعد پڑھنا بظاہر یہ بتاتا ہے کہ لقمہ ہی سے یاد آیا ہے مگر علامہ شامی علیہ الرحمۃ اور  
صاحب علیہ کی نظر میں اس ظاہر کا اعتبار نہیں کہ یہ امور دیانت سے ہے جن کی بنا حقیقت پر ہوتی ہے  
اور امور قضا سے نہیں جو ظاہر پر مبنی ہوتے ہیں - منہ الخالق اور رد المحتار میں فرماتے ہیں وکوں

لایصح ما فیہ لانه اذا تذکر بسبب الفتح تفسد صلوٰۃ مطلقاً اذا احد ولا یصح  
ایضاً مری بمن اخذه فی التلاوة قبل تمام الفتح او بعده فالظاهر وجہ ثالث وهو ان تذکره  
وحمل الاختذ فی التلاوة قبل تمام الفتح اشارة کونی التذکر بنفسه وبعد التمام اشارة کونی من نفسه



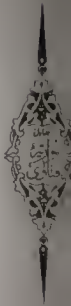


ہر مصلح بالعمہ لا سوتر بعد جموات من  
 من ذلك من مور لبيان لا انصاء على معنى  
 ہر لاسری م سوفہ علی غیر امام فاصد  
 مردہ لا تحیم لا بعد من صاھر حالہ للمعلم بخیر  
 شرح ۲۵۵ بد میں ہے التلمس من غیرہ فی تحصین ما لیس  
 حاصل عندہ یعنی تلقن اس چیز کے حاصل کرنے میں ہوتا ہے جو حاصل دیاد نہ ہو فتح القدیر  
 ۲۵۵ بد میں فرمایا الممسد التلقن المفسر معول ما سلفنا  
 جن مضہ نماز ہی تلقن ہے جس کے ساتھ تلقن سے حاصل شدہ کلام کا تکلم کیسے ؟ اور اگر تکلم نہ کرے  
 تو مضہ کتنا غلط ہے ۔

دیکھئے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نمازی قرآن کریم دیکھ کر پڑھے  
 اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے ۔ مشائخ کرام فرماتے ہیں کہ اس فساد کی صحیح وجہ یہ ہے کہ یہ تلقن من الغیر  
 بتا ہے یعنی اُس سے سمجھ کر پڑھنا ہے جو نماز میں نہیں ۔ فتح القدیر ۲۵۵ بد ۱ ، بحر الرائق ، منۃ الخلق  
 ۲ بد ۲ ، نور الایضاح ، مراقی الفلاح ، حاشیہ طحاوی ۲۵۵ ، فتاویٰ ہند ۲۵۵ بد ۱ ، اور المختار  
 شامی ۲۵۵ بد ۱ میں ہے والنظم من المحقق حیث اطلق وتحقیقہ  
 م ماس مراد ما تعلم فی الصلوۃ من غیر معلم  
 من مہما من معلم حق بعبامہ انہ تلقن من خارج و هو  
 لمساعد فی الاصل فقط فان فعل الخارج لا اشترک فی  
 مساعد بل المؤمر فعل من فی الصلوۃ و لیس من الا تلقن  
 و اگر غلط ہو کہ بعد دیکھ کر پڑھے پھر دیکھ کر پڑھے اس کی نماز فاسد نہیں ہوتی کہ یہ پڑھنا پڑھنی نہیں نہیں  
 مانا میں ہے والنظم من البعوض ۲۵۵ حال لہ روی معول و

حکم مع مولیٰ من لم یحفظ الصلوات من بعد الصلاة  
 من مصحف واما الحاد ط فلا یسدد صدقہ ورنہ  
 جہاد و سئل علی ذلك الشرح فی حیاة مصنف عمر  
 فی النہایة و ابونصر الصمار علی ما فی الذخیرہ معیار  
 هذه القراءة مصافة الى حفظه لا الى سعة من اصعد  
 وجزم به فی فتح الفیدر والنہایة و الشیخ و هو اوج کما  
 لا یحقی.

یونہی لکمی جوئی عبارت دیکھ کر نمازی سمجھ لے اور زبان سے نہ پڑھے تو نماز بالاتفاق نہیں لڑتی ہے  
 سمجھنا نہ کلام ہے نہ تلقین نہ کنز الدقائق بحر الرائق مثلاً جلد ۲ وغیرہ یا کتب فقہیہ کثیرہ میں ہے ولعم  
 من البحر لان الفساد انما یتعلق فی مثله بالفساد و  
 بالظن مع الغنم لم تحویل بہر حال اس شمس کی طرح واضح ہوا ہے کہ کلام نمازی  
 کو یاد نہیں اسے غیر نمازی سے سن کر یا کلمے ہوئے دیکھ کر وہ دونوں صورتوں میں پڑھنے سے فساد نماز کا حکم  
 کتب فقہیہ میں ملتا ہے کہ یہ غیر سے تعلم پڑھنا اور تلقین کلام حاصل کر کے پڑھنا اور کلام الناس دونوں کی  
 کلام یا ان کے ساتھ بات کرنا ہے اور جن صورتوں میں یوں نہیں نماز فاسد نہیں ہوتی اور یونہی اخبار و  
 اعلام و تذکیر کی وہ تمام صورتیں جن میں نمازی کو علم اور تذکرہ حاصل ہو جاتے ہیں جب تک ہوتا نہیں  
 مضد نماز نہیں اس کا آفتاب سے بھی واضح بیار و اعلیٰ عامہ و خاصہ سے اسی مقدمہ میں گزر چکا اور  
 یوں بھی عدم فساد واضح کہ ان تمام صورتوں میں غیر کی ہدا سے افعال و ارکان نمازی نمازی و کتا  
 ہے جو اصلاح و اتمام نماز کے ضروریات میں مانکہ اعانت طیبہ اور تھریات فقہیہ سے مراد ثابت  
 کہ کئی وہ کام ہیں جو نماز کے اجزاء و ارکان نہیں اور غیر کے کہنے پر نمازی نمازی میں کرتا ہے مگر چونکہ  
 سے اصلاح نماز مقصود ہوتی ہے یا وہ کام فی نفسہ قلیل ہوتے ہیں ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی  
 ال کے کرنے سے جو نماز کے اجزاء و ارکان اور ضروریات میں کیوں فاسد ہو؟ و سحیح  
 و ذل تعالیٰ بسانہا فی مقدمہ الاثبات



# مقدمہ ثانی عشرہ

## اجابت فعلیہ

اجابت فعلیہ کسی غیر کے کھنڈ یا آئے وغیرہ سے سبب نمازی کا وہ کام کرنا جو جز نماز نہیں ہے۔ نماز میں جیکہ وہ فعل قلیل ہو یا بزرگ اصطلاح نماز ہو۔ اس کی وہ صورتیں جو احادیث و کتب فقہیہ میں صراحتاً مذکور ہیں، اس کثرت سے ہیں کہ تمام کا احصاء اس مختصر رسالہ میں ممکن نہیں صرف بطور تنبیہ و مثال چہت صورتوں کا ذکر کیا جاتا ہے :

۱۔ صحیح بخاری ص ۱۶۱ جلد ۱۱۔ ۱۲ جلد ۱۱۔ باب ۱۰۔ کلمہ و هو بصلی ما سار بیدہ  
 ۲۔ واسنعم۔ میں ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت ام المومنین  
 ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دوست سرا میں دو رکعت نماز شروع فرمادی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا نے ایک گنیز کو حکم دیا کہ حضور کے پاس کھڑی ہو کر عرض کریں کہ ام سلمہ عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ: میں  
 نے آپ سے سنا تھا کہ آپ ان دو رکعتوں سے منع فرما رہے تھے اور اب دیکھتی ہوں کہ خود پڑھ رہے ہیں !  
 تو اگر ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمائیں تو پیچھے ہو جانا، تو اس گنیز نے ارشاد پر عمل کیا ماسار سبہ  
 تو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اشارہ فرمایا۔

۳۔ پہلی صفحہ میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے ہے کہ وہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس  
 اس وقت حاضر ہوئیں جب وہ کھڑے ہو کر نماز کسوف پڑھ رہی تھیں اور صحابہ کرام بھی نماز میں کھڑے تھے تو  
 عرض کی ماسان الناس لوگوں کا کیا حال ہے؟ "ماشادت برأسها إلى  
 السماء" تو ام المومنین نے اپنے سر مبارک کے ساتھ آسمان کی طرف اشارہ فرمایا فعلیہ  
 تو اس پر سوال کیا کہ کوئی نشان ہے؟ "ماشادت برأسها إلى معہ" تو حضرت

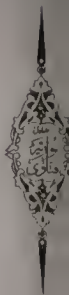
ام مومنین کے اپنے سر مبارک کے ساتھ ہاں ۱۰۰۰ اشارہ فرمایا

۱۰۰۰ نمازی کو سلام کہا جائے تو ہاتھ کے اشارے سے جواب دے سکتا ہے۔  
عالم سنی شہید رحمہ اللہ نے ثابت ہے۔ بحر الرائق مشرق و بلد ۲ میں ہے فی حواشی صحیحہ  
والخلاصہ وغیرہما نو مسلم انسان علی المصروفات  
ای رد السلام برأسه او بیده او باصبعه لا یفسد صلوٰۃ  
(الحی ان قال) ویدل لعدم کونه مفسدا ما ثبت فی سنی اہل دود  
وصحیحہ الترمذی عن ابن عمر قال خرج النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم الی قباء فصلى فیہ قال حبائت الانصار  
فصلموا علیہ وهو یصلی الحدیث۔

۱۰۰۰ نمازی کے آگے سے کوئی گزرنے لگے تو نمازی اشارے یا تیغ سے روک سکتا ہے۔ ہذا فی التقریر  
جلد ۲ میں ہے ویدو العار اذا لم یکن بین یدیه سترة و  
مربینہ و بین السترة لقوله علیہ السلام ادرؤا ما استطعم  
ویدرو بالاشارة کما فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
برسوی ام سلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۱۰۰۰ نمازی سے دریافت کیا گیا کہ تین پڑھ چکے ہو تو انگلیوں کے اشارے سے بتا دے کہ دو یا تین  
پڑھ چکے ہیں تو نماز نامدنیں جوتی، در الخمار شامی مسئلہ جلد ۱، فنیۃ المستمل مسئلہ میں ہے و لعل  
منہا قال لہ ای للمصلی حکم صلیتم فاشار الہ المصو  
بیده باصبعین منہا الی انہم صلوا رکعتین او ثلاث الی  
انہم صلوا ثلاثا ونحو ذلك لا تفسد صلوٰۃ لانه عم  
قلیل ونحوہ مروی عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

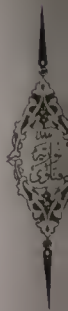
۱۰۰۰ نمازی سے کوئی چیز طلب کی گئی تو سر کے اشارے کے ساتھ ہاں یا نہیں کہا، یا اسے روپہ دکھا دیا





مدد نصرت الہی ۴۲۵ جلد ۱، یہ مسئلہ جلد میں ہے۔  
 اور آجائے تو یہ یعنی کسی بات کا افظوں میں جواب دینا مفید نہ رہے مگر جواب پاک  
 سے بغیر ضلالت نمازا اجازت ہے وہاں ہرگز مفید نہیں ورنہ اصل فساد ہی ہے کہ قرآن پر  
 عادیث طیبہ سے حسب تصریح مذہب کلام کا مفید ہونا ثابت ہے حتیٰ کہ اگر قرآن کریم سے حدیث  
 حبیہ یا تنبیہ کی کجی جواب میں کہے تو مصرح کہ ہمارے امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک نماز فارغ ہو جائے  
 جبکہ بغیر من جواب کہے، ہاں نہ جواب نہ ہو تو پھر ان اذکار سے نماز قطعاً فاسد نہیں ہوتی۔ فتاویٰ  
 قاضی خان ملا میں ہے المصلیٰ ذ الخیر بخیر یسورہ فقال بعد  
 للہ او اخبر یا مرعجب فقال سبحان اللہ او بحبر یقول  
 فقال لا الہ الا اللہ او قال اللہ اکبر ان لم یرد بہ الجواب لم  
 یفسد صلوٰۃ فی قولہم جمیعاً وان اراد بہ الجواب ففسد  
 صلاتہ فی قولہ ای حیفة و محمد رحمہما اللہ تعالیٰ (اور قال  
 بعد ذکر جزئیات کثیرہ) و کذا اذا سمع الاذان فی الصلوٰۃ فقال مصلی  
 مثل ما قال المؤذن و اراد بہ جواب الاذان ففسد صلاتہ فی قول  
 ای حیفة۔ اور یونہی دوسری کتب مذہب میں ہے یعنی اذکار میں نیت پر مدار ہے، اگر بغیر من جواب ہو  
 تو نماز فاسد، اور اگر ارادہ جواب نہیں تو فاسد نہیں، ہاں وہ کلام جو من اذکار سے نہیں تو وہ قطعاً  
 ہی مفید ہے اور استنارہ باجائز حدیث کی متعدد صورتیں ہیں، صرف ایک ہی بھر مثال مبسوط مت  
 جلد ۱، بدائع منالک ۲۳۲ جلد ۱، کبیری ملائک سے نقل کی جاتی ہے، کہ نمازی سے کوئی نہ رکنے کے  
 اجازت مانگے تو وہ سبحان اللہ کہے، اس ارادے سے کہ اس کو اپنے نماز پڑھنے سے مطلع کرے تو  
 فاسد نہیں ہوتی و النظم من لبدائہ و لا اسعاد علی المصلی  
 ففسد و اراد بہ اعلامہ انہ فی لصوہ لم یقطع صلوٰۃ بہ  
 وہی ای ان مار و لان المصلی یحییٰ لہ لصانۃ صلوٰۃ

تمت المقدمات



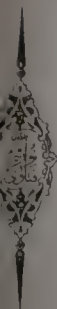
# تَفْصِيلُ الْجَوَابِ بِعَوْنِ الْمَوْلَى الْوَهَّابِ


بمرض ایضاح دو دھلوں پر شش ہے ، دہل اول اثبات جواز میں اور دہل دوم میں

ثبات دہم جواز کا رد

## دہل اول اثبات جواز

سپیکر کے ذریعہ افعال امام پر اطلاع پا کر پیروی کرنے والے مقتدرین کی نمازیں جائز ہیں  
 کسی آیت یا حدیث متواتر و مشہور اور خبر واحد یا اجماع امت یا ائمہ کرام سے اس کی حرمت و ممانعت  
 ثابت نہیں تو حکم مقدمہ اولیٰ اباحت ثابت ہوئی ، جو ناروا بتائے اس پر لازم کہ دلیل خاص شرعی  
 دے (دیکھو مقدمہ ثانیہ) ورنہ احتیاط کا بہانہ نہ بنائے کیونکہ بلا تحقیق بالغ و ثبوت کامل حرام و مکروہ  
 کہنا ناروا ہے (دیکھو مقدمہ ثالثہ) بلکہ تفتیش و تحقیق بھی ضروری نہیں کہ ممانعت کا مظنہ قویہ نہیں (مقدمہ  
 رابعہ ملاحظہ ہو) اور صرف یہی نہیں کہ ممانعت ثابت نہیں بلکہ اطلاق آیات و احادیث سے مفروض  
 کی طرح جواز بھی ثابت ہے حالانکہ اطلاق بمنزلہ نص ہے (دیکھو مقدمہ خامسہ) حضرت رب العالمین کا  
 ارشاد ہے و ارکعوا مع الراکعین (نماز باجماعت ادا کرو) اور حدیث پاک میں ہے  
 لما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا حضر فکبروا و اذا رکع فارکعوا  
 و اذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا اللهم ربنا لك الحمد  
 و اذا سجد فاسجدوا یعنی امام بنایا ہی اس لئے گیا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے ، تو  
 جب تکبیر کے تو تم بھی تکبیر کرو اور جب رکوع کرے تو تم بھی رکوع میں ہو جاؤ اور جب سمع الله لمن  
 حمده کہے تو تم اللھم ربنا لك الحمد کہو اور جب سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو  
 (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ و کذا اشتمت الحدیث البخاری و غیرہ  
 فی مصنفہم عن وعن غمرہ من الصحابة الکرام رضی اللہ عنہم  
 حمین بکلمات منفاربات و الاحادیث فی الباب کثیرہ خدا لا محی







لہذا بدائع سماع مقلد جلد میں حضرت ملک الاسلام علیہ الرحمۃ نے لفظ مشابہت سے تعبیر فرمایا جو سماع و دلت  
 وہ نوس سے زیادہ عام ہے، فرماتے ہیں: وان كان فيه نغيب لا يسمع مسامحة  
 حال الامام لا يسمع بالاجماع (اگر دیوار میں کوئی سوراخ برحمتہ اللہ حال امام سے نزدیک  
 تو بار بار سے مانع نہیں تو ان نصوص فقہیہ میں تینوں لفظ سماع، رویت مشابہہ، خلق میں یقید  
 نہیں کہ امام سے بالواسطہ سنیں یا تکبیر یا مشابہہ کریں یہ بلا واسطہ اور یونہی امام کی قید بھی نہیں بلکہ مکبر یا کسی  
 اور ذلیع کے مشابہہ وغیرہ کو بھی شامل ہے پھر لطف یہ کہ تینوں لفظ نکرہ میں نفی کے تحت تو حسب القوام  
 نادرہ استغراق کریں گے یعنی سماع و رویت و مشابہہ کے وہ تمام افراد جن پر یہ لفظ لفظ پکے آتے ہیں  
 ان کا ایک ایک فرد کافی ہے کہ اصل مقصود انتقالات امام پر مطلع ہونا ہے۔ فتاویٰ قاضی خان رحمہ  
 شامی رحمہ جلد وغیرہ میں ہے لان الاقتداء متابعہ ومع الاشتباہ لاممکن  
 المتابعہ (اس لئے کہ اقتداء پیروی کرنا ہے اور اشتباہ کے ساتھ مقتدی پیروی نہیں کر سکتا،  
 تو صورت سوال میں چونکہ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں کو انتقالات امام کا یقینی علم حاصل ہوتا رہتا ہے اور  
 اشتباہ نہیں رہتا (مقدمہ سابع) لہذا اقتداء روا اور نمازیں جائز ہیں۔ یہاں تو امام و مقتدیوں کے  
 درمیان کوئی بڑی دیوار وغیرہ حجاب بھی نہیں ہوتا۔ فقہائے کرام نے تو بڑی دیوار وغیرہ حجاب کی صورت  
 میں بھی یہی حکم فرمایا ہے تو یہاں بطریق اولیٰ حکم جواز ہو گا۔ پھر سماع سے فقہائے کرام نے یہ بھی تقریر فرمائی  
 کہ حجاب کی صورت میں اگر کسی چھوٹے سے سوراخ کے ذریعہ سماع یا رویت ہو جائے تو اقتداء رد  
 ہے اگرچہ وہ سوراخ پنجرہ کی طرح ہو۔ فتاویٰ قاضی خان اور شرح حموی میں ہے وان كان عده  
 باب مسدود علیہ نغيب صغیر مثل المنجرة اور فتاویٰ مراجعہ میں  
 فرمایا ولو كان النغيب صغیراً كنغيب المنجدة (اگرچہ وہ سوراخ ناک کے  
 نشتے کے برابر چھوٹا ہی تو لاؤ و سپیکر پر یہ بھی چسپاں ہے کہ میکروفون پنجرہ کی طرح جالی دار ہوتا ہے  
 برقی قوت پہلے اس میں آواز جمع کرتی ہے پھر ناک کے نشتے کی طرح اس کے چھوٹے سے سوراخ

سے اعلان کر دینا پس پیکر کے اس جیسے چہرے سر عام سے داخل پیکر کرتے ہوئے شکر کرتی ہے جسے  
 دکر کرتا ہے مگر بصوت کے یہ صریح جزیئے ہیں۔ ہمارے مشائخ و فقہائے کرام کی مجلس کرام میں  
 مگر بصوت سے مدیوں پہلے وضاحت فرما گئے

## تنبیہ

یہ اشتہار کاشمی ۱۳۴۵ھ میں ہے (قولہ بسماع) اسی من الامام اور سکیم  
 تو معلوم ہوا کہ کتب فقہیہ میں جو سارا منکر ہے اس سے بھی مراد ہے کہ امام یا مکیب سے جو عالمانہ کیا گیا ہے  
 سے ہے لہذا روا نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پیکر کے سنی گئی آواز ہے ہی امام کی آواز اور کیونکہ مکرانہ  
 تو یہ سماع من الامام ہی بنا جیسے ٹیک کے ذریعے دیکھنے والا ہی دیکھتا ہے نہ کہ ٹیک، وہ تو محض ذریعہ  
 ہے۔ اور اگر بالفرض آواز امام کی غیر ہو تو پھر بھی اتنا ضرور ماننا پڑتا ہے کہ امام کی آواز سے پیدا ہوتی ہے  
 پیکر اپنے آپ کبھی نہیں بولتا تو اس تقدیر پر بھی بالواسطہ امام سے سننا پایا گیا اور "من الامام"  
 کا "من ابتدائیہ" واسطے کی نفی نہیں کر سکتا بلکہ لغت عربی میں "من ابتدائیہ" دونوں صورتوں میں آتا رہا  
 ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، لہٰذا ہی پیدائش پر نظر کرو قرآن کریم فرماتا ہے هو الذی  
 خلقکم من تنوابع وہ وہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، عالمانہ ہم آدم علیہ السلام سے پیدا ہوئے  
 اور وہ مٹی سے، تو بالواسطہ ہم بھی مٹی سے سنئے، اور یونہی قرآن کریم فرماتا ہے یا ایہا الناس  
 اتقوا الذی خلقکم من نفس واحدۃ اسے لوگو ڈرو اپنے رب سے جس نے  
 پیدا کیا تمہیں ایک جان (آدم) سے، عالمانہ مخاطبین اپنے آباء و اجداد کے واسطے کثیرہ کے ساتھ حضرت  
 آدم سے پیدا ہوئے ہیں، تو روزِ روشن کی طرح ہوا کہ جس طرح بلا واسطہ پر "من الامام"  
 سچا آتا ہے یونہی ایک یا زیادہ واسطوں کی صورت میں بھی سچا آتا ہے، تو وہ اشتہار جو محض پارہوا  
 تھا مبارک نمونہ بن گیا و للہ المہادی الحمد و حمدہ لا شریک لہ علی ما ھدی  
 نیز اگر صدا سے انتقالات امام پر مطلع ہو کر نماز پڑھنا روا نہ ہوتا تو ایمان اسلام سجدوں  
 کے گنبد نہ بناتے اور اس وضع کے محراب بھی نہ ہوتے اور دیواروں کو نیچے نہ کرتے کہ یہ تینوں علیہ صمد

سبب سے ایسی عمارتیں مسجدوں میں عموماً اکٹھے پائے جاتے ہیں مگر قدیم ایام سے مسلمانوں کا یہ دستور  
 پڑتا ہے کہ مسجدوں کے گنبد اور گنبد نما محراب بناتے چلے آتے ہیں اور دیواروں کو گچ کر کے خوب  
 پلک بناتے ہیں۔ آج تک کسی نے اس کو بدیں وجہ ناجائز و حرام نہیں بتایا کہ فساد نماز کا سبب ہے  
 تو یہ تمام و تواتر قدیمی حجاز کا قدیمی اجماع علی ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو ائمہ مشائخ کرام جو مسجدوں میں ہی  
 دن رات گزارتے اور نمازیں باجماعت پڑھتے پڑھانے لگتے۔ ان کی دور رس نظروں سے نہاں نہ  
 رہتا۔ وہ تو اندر سے اندر صورتوں کے حکم بتا گئے تو اس روز موقوفوں اور کانوں کے سامنے پیدا  
 ہونے والی صدا کا یہ حکم ضرور بیان فرماتے۔ تو معلوم ہوا کہ جائز ہے جسے "بسماع اور ڈم" کے  
 کے اطلاق سے بیان فرمائے گئے کما سر۔ بلکہ سجدہ تلاوت کے عدم وجوب کی تصریح مشائخ کرام  
 کر گئے حالانکہ اگر تصریح نہ کرتے تو کوئی بڑا حرج لازم نہ آتا، یہی ہوتا کہ کوئی صدا سے آیت سجدہ منکر  
 سجدہ کر لیتا، حالانکہ سجدہ واجب نہیں تھا تا اس میں کیا حرج؟ اپنے رب کو ہی سجدہ کرتا مگر نماز  
 جائز نہ ہوتی تو اس کے بیان نہ کرنے میں بہت بڑا حرج تھا کہ وہ مسلمان جو صدا کے ذریعے انقلاب  
 امام پر مطلع ہو کر فرض نمازیں ادا کرتے، ان کے فرض ادا نہ ہونے اور نہ میر بار رہتے۔ تو جب مشائخ  
 کرام اس حکم کی تصریح کرتے ہیں جس کی تصریح نہ کرنے میں کوئی بڑا حرج نہ تھا تو ان سے یہ کیسے مقصود  
 کہ اس حکم کی تصریح نہ کریں جس کی تصریح نہ کرنے پر بہت بڑا حرج مرتب ہوتا ہو تو واضح ہوا کہ ان کا  
 عدم حجاز کی تصریح نہ کرنا ہی تصریح حجاز ہے چہ جائیکہ وہ "بسماع" کے اطلاق سے حجاز کی تصریح بھی  
 فرمائے گئے جزا احمد و ہمسم تعالیٰ خیر الجزاء۔

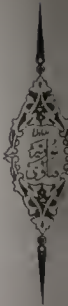
## دوم شہادت عدم حجاز کا رد

سائل نے بعض علماء کرام کا حکم فساد نماز بوجہ ذیل  
 بغرض طلب جواب نقل کیا : —————

لاؤ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے، نئی آواز ہے اور امام کی آواز نہیں  
 تو یہ مسئلہ مدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدار بنی جو مفسد نماز ہے۔

# جواب

ابن المسکت والجماعت علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تفصیل بیان مقربہ سرور میں مذکور  
گد چکی کہ چراغ آواز بھی سنائی جاتی ہے وہ پہلی آواز کی کاپی اور نقاش ہوتی ہے اور وحدت آواز وحدت نوعی ہے  
تمام امثال متجددہ میں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے اور بھی اس بیان میں ہے کہ تپیلوں کی تعداد سے  
آواز متعدد نہ بھی جائے گی، یہ کوئی نہ کہے گا کہ ہزاروں آوازیں تھیں کہ ان ہزاروں اشخاص نے سب بد  
یہی کہیں گے کہ وہی ایک آواز سب کے سننے میں آئی۔ تو لامحالہ سپیکر سے سنی گئی امثال متجددہ میں بھی  
اسی وحدت نوعیہ کے لحاظ سے وہی ایک آواز مانی جائیگی۔ اور یونہی اس مقدمہ میں اعلیٰ حضرت جی  
اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول کہ صد متکلم کی خود اپنی آواز ہوتی ہے۔ تو اگر بالفرض سپیکر سے سنی گئی آواز صداب  
تو پھر بھی متکلم ہی کی آواز بنی، تو دوزخ و دشمن کی طرح واضح ہو کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق کے  
مطابق سپیکر سے سنی گئی آواز امام ہی کی آواز ہے اس کے متعلق یہ کہنا کہ امام کی آواز نہیں، ہرگز درست  
نہیں تو اس کو اقتداء سے منہ لے کر مدخل فی الصلوٰۃ بنا کر مفید نماز کہنا امام اہل سنت



مع شامی ص ۳۸۳ علامہ ابن ہے المسلم اذا قصد التعلیم فقط حالیا عن قصد الاحرام و علاصوۃ لدور من صی  
مبلیغہ لادہ۔ فتدعی بس لحدید عن فی الصلوٰۃ یعنی یخلف انکسرت منانے والا جیسے مجرہ کہتے ہیں، اس وقت تکیر جو بدعت ہے اور کہ  
اعلام کے قصد سے کہہ کر نمازیں داخل ہونے کا ارادہ نہ کرے تو اس کی اپنی نماز ہے اور اس کی جو اس کی تعین و اجابت منانے کے ساتھ ہو  
ہے اس لئے کہ اس نے بیٹے کی اقتداء کی جو نماز میں داخل نہیں ہوا، وہ منقطع ہے۔ اب بقصد تعالیٰ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا اکتفاء نماز قرآنی  
شرعیہ سے جب کرنا شروع کرے اس کے ساتھ اور صحیحہ پر مدہا ہوا ہونے کی تفصیل صورتیں مان کر نہ کہے کہ بدعت ہے۔ حال کی کسی ماضی سے نہ کہہ دے، وہی آواز  
ہے بڑا کہ سال کے سب میں نو ٹوکروں کے متعلق قرأت ہے کہ اس میں اگر کسی نے ایک کاوت عمر کی گئی تو اس میں حقیقتہً قرآن کریم ہی و اسیت ہو اس سے  
مناجات کا وہ نتیجہ نہی تھا کہ کسی کی آواز ہوگی وہ اس سے ہوا اور وہی قرآن ظہیر خواہ جس نے پڑھا پیر میں ملا جلیہ قرآن قصیری ہے۔ پروا نہ  
نور سے چھٹی ہوتی ہے۔ دینیہ ہی آواز نہ کہہ کر آواز ہو کہ ہے نیز صلا میں سے اگر آلات حرب طرہائی آواز سے تو وہی قصد ہی آواز ہے۔ صلا  
میں ہے جلد اس میں کوئی شک نہیں کہ جوہر۔ یہ سننے میں سننے وہی طبع کی آواز ہے۔ کسی کو شرعاً غرض فرام فرما، صلا اور۔ یہاں دشمن کنائن سے مل  
خیال تھا اور اسی طرح اس سال میں۔ کافی غرض سے، موجب ذرا گرفتار ہو گیا۔ یہ سنی گئی آواز ہی جلد اس سے آواز سے نہ ہو کہ  
سننے میں اس کی آواز ہی اس کی آواز ہے۔ حل۔ اس میں وہی نہی۔ صلا



حضرت کی تحقیقات کے مطابق غلط و درغلط بنا تو ثابت ہوا کہ یہ دھمبہزاد وہ ہیں بلکہ شیعہ و بیہودہ ہیں۔  
 یہاں تک حق جو ہے، اور جو کیا سچ چکے یہ من لہو میدخل فی الصلوٰۃ والاہل بالعبین  
 حضرت کا مایہ ناز جزئیہ صریح ہے دوسرے کے یہاں مائل کا غفلان غرض قدرت سے وضاحتوں سے  
 بیان کیا جاتا ہے

### وضاحت نمبر ۱

اقتدار حقیقی برپا صوری حدیث الہی کی برکتی ہے جو ارکان نماز، روع، سجود وغیرہ، واکر سکتا ہو دیکھو  
 مقدمہ شام میں تعریف اقتدار، تو ثابت ہوا کہ لاؤ سپیکر کی اقتدا ناممکن ہے تو اس کو اقتدار سے من  
 لہو میدخل فی الصلوٰۃ کننا ہمیں نہیں تو جزئیہ صریح کیجئے بنا ! اور اس مؤافذہ کی تو کوئی خاص  
 ضرورت ہے ہی نہیں کہ اطلاق "من" ذوی العقول پر ہوتا ہے اور لاؤ دوسرے کے قائل کیا زندہ ہی نہیں۔

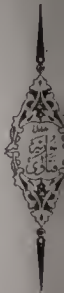
### وضاحت نمبر ۲

یہ بقولہ اقتدار من لہو میدخل فی الصلوٰۃ والاہل سے قابل التفات ہی نہیں  
 کہ اس کا اطلاق مراۃ بناتا ہے کہ جو مقتدی امام کے ساتھ ایک وقت میں تکبیر تحریمہ کہیں ان کی نمازیں جائز  
 نہیں کہ اس وقت امام پر بھی لہو میدخل فی الصلوٰۃ (نماز میں داخل نہیں ہوا) سچا آ رہا ہے  
 کہ وہ نماز میں تکبیر کہتے ہوئے داخل ہو رہا ہے نہ کہ داخل ہو چکا۔ تکبیر تحریمہ شرط نماز ہے پوری کر کے بعد  
 داخل نماز ہوگا۔ قرآن کریم فرماتا ہے ذکر اسم رب فصلیٰ (اپنے رب کا نام ذکر کیا پس نماز  
 پڑھی، حالانکہ امام کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنا ہمارے سبائے کرم کے نزدیک جائز بلکہ حضرت امام اعظم کے  
 نزدیک افضل ہے کما فی اسفار المذہب۔

### وضاحت نمبر ۳

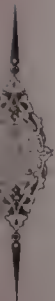
اور یہاں بھی قابل التفات نہیں کہ اس اقتدار سے مراد اقتدار حقیقی جو تو وہ اس امام کے علاوہ  
 کسی ور کے ساتھ اگرچہ داخل فی الصلوٰۃ ہو، جو سکتی ہی نہیں اور اگر کوئے تو نماز ناجائز ہے (دیکھو مقدمہ شام)  
 میں متابعت امام کا بیان تو تخصیص من لہو میدخل فی الصلوٰۃ باطل اور استدلال  
 باطل، اور اگر اقتدار صوری مراد تو حکم فساد نماز باطل (دیکھو مقدمہ شام اور عادیہ عشرہ)

اور یوں بھی قابل التفات نہیں کہ خود علامہ شامی کے نزدیک بھی یہ مسلم نہیں بلکہ وہ تو مسمیٰ پر  
 صاحب حواشی مسکین کی طرف نسبت کر کے بعد فرماتے ہیں وقد اشعنا لکرم من  
 هذا المسئلة في رسالتنا المسماة "تنبيه ذوي الانعام على حكم التبليغ خلف الامام" سب سے ممکن کی ہے، اس کو پھر  
 اس پر غور کر لو، اور اس رسالہ مسئلہ مجموعہ رسائل ابن عابدین مثلاً بعد میں ہے کہ اس اقتدا سے  
 من لم يدخل من مراد اتباع صوت المكبر لا الاقتداء بالحقیق کما  
 تو ہم بعض المتأخرین یعنی مگر کے آواز کی اتباع (اس کی آواز سن کر اپنے امام  
 کی پیروی کرنی ہے۔ اور اقتدا سے حقیقی مراد نہیں جیسے بعض متأخرین نے توہم کیا۔ اور چونکہ ایسی اتبل حقیقہ  
 اپنے امام کی ہی اتباع ہے جو اصلاح ہی اصلاح ہے اور علت فساد نہیں) دیکھو مقدمہ تاسد اور عادیہ  
 عشرہ، تو علامہ شامی علیہ الرحمۃ اس فساد حموی کی ایک توجیہ اختلاہ بیان فرماتے ہوئے رد فرماتے ہیں  
 والمظاهر ان علت فساد من یصلی بتبلیغہ احبابہ لعل  
 المصلی (اور ظاہر یہ ہے کہ اس کی تبلیغ کے ساتھ نماز چڑھنے والے کی نماز فاسد ہونے کی علت نمازی  
 کا غیر نمازی کو جواب دینا ہے یعنی غیر نمازی کے کہے پر افعال نماز کا ادا کرنا و ممکن ان یکور  
 المراد بالاعتداء ذلک یعنی ممکن ہے کہ اس اقتدا سے مراد یہ (اجابت غیر مصلیٰ ہو، بلکہ  
 اذان بحر الرائق سے اجابت قولیہ کے مفید ہونے کے تین جزئیے نقل کئے۔ پھر قستانی وغیرہ سے کہ نقل  
 کے جن میں اجابت فعلیہ بالرأس والید کا مفید ہونا بھی مذکور ہے، بعد ازاں فرمایا والمصروب  
 ان الاحبابه بالرأس لا بأس بهما یعنی ہماری کتب معتدہ میں بالقریح یہ ہے کہ اجابت  
 بالرأس میں کوئی ٹور نہیں ولہذا من صرح بخصوص مسائلنا مسمی  
 ما مر عن الحموی یعنی میں نے اس مسئلہ اقتدا سے من لم یدخل فی مصلوہ



کی تصریح سے منقول عمری کے مددہ کسی سے نہیں دیکھی و ہذا الفصح اسباب سے اس مددہ  
 روز حساب سے باقاعدہ یعنی بیفرغ اجزیہ بابت: اگر جس ہ کوئی ڈھیں سند اقتدا  
 میں سید حسن فی الصلوہ کے ساتھ دوسرے جزیات اجابت قویہ سے زیادہ مشابہ  
 ہو کہ ان دونوں میں اجابت بالفعل ہے تو علامہ شامی کے اس بیان سے ماہ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ یہ  
 سند فائدہ مند باقتدائے میں سید حسن فی الصلوہ باطل و بے جا ہے۔ اس میں کوئی  
 مت فساد اجابت غیر نمازی کے علاوہ نظر نہیں آتی حالانکہ اجابت فعلیہ کے ساتھ نماز فاسد نہیں ہوتی اور  
 یہ سدا ہی کے ساتھ زیادہ مشابہت کہ یہاں بھی اجابت بالفعل ہے تو اسی پر قیاس چاہئے اور حکم عدم  
 فساد چاہئے اور چونکہ اس مسئلہ کی تصریح کسی سے نظر نہیں آتی تو یہی حکم چاہئے کہ غیر منصوص کا حکم منصوص سے  
 لیا جاتا ہے اور جو عمری و غزی بہت متاخر ہیں تو صرف ان کا قول قابل اعتماد نہیں۔ پھر رد المحتار میں بھی جو  
 اس رسالہ کے بعد کی تصنیف ہے کسی تصریح ملنے کا ذکر نہیں۔ صرف محشی مسکین کی تقریر ذکر کی جو عمری سے  
 بھی متاخر ہیں اور اسی رسالہ کی طرف متوجہ ہونے کا حکم فرمایا کہ اس میں اس کو رد کر چکے ہیں۔

تعجب ہے کہ انہیں حضرات حسب ہدایت شامی کیل بحث پر غور نہیں کرتے اور قول مردود سے  
 استدلال کرتے ہیں حالانکہ وہ اپنے رسائل میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق بن جاتا ہے کہ متاخرین  
 کی بیس کے قریب کتابوں میں کوئی قول نقل ہو جاتا ہے جو غلط ہوتا ہے، کسی ایک صاحب کی غلطی ہوتی  
 ہے اور پھر نقل و نقل کرتے پلٹ جاتے ہیں، چنانچہ کئی مسائل میں یہ واقعہ ہوا۔ پھر اس کی نظیریں ذکر کرتے  
 کرتے ملاحظہ فرمایا و لہذا الذی ذکرناہ نظائر کثیرۃ اتفق فیہا  
 صاحب البحر و النہر و المنہ و الدر المختار و غیر ہم  
 و ہم مستأمل الخطأ فی النقل او سبق النظر یعنی یہ جو ہونے ذکر  
 کیا اس کی بہت نظیریں ہیں جن میں بحر الرائق، نہر الفائق، منہ الغفار، رد المحتار کے مصنفین وغیر ہم  
 نے اتفاق کیا حالانکہ وہ میں سود و محمول جن کا مشاغل میں غلطی ہے یا سبقت نظر و اور یونہی قادی  
 بغیر مستأمل بلکہ میں بحر الرائق سے ہے مانع ہذا الموضع مما اخطأ  
 میں ذکر و انا متعجب لكونهم متداولوا هذه العبارات متو  
 وند و ما و مساوی و قدیم کثیرا ان مؤلفا میز کر شیئا حطاً



ما و مر بعده فبعضون ملك المسار. من غير محصور  
 ملك المسارون و اصله لو حد محظ او يبي وجبت لفرد سے جبراً  
 میں معروضات و تظلمات بکثرت ہیں حتی کہ صرف پہلی ہی جلد میں ایک ہزار نو سو پچاس ہیں، و اہم  
 لا سکن من العاقلین۔

## وضاحت نمبر ۵

تو سب سے کہی صاحب جنہیں سائل نے ایک بہت بڑے عالم کا لقب دیا ہے اپنے بطور فتاویٰ  
 صاف صاف یہ تصریح کرتے ہیں کہ لاؤ سپیکر میں سنی گئی آواز بعینہ امام ہی کی آواز ہوتی ہے مگر پھر فرماتے ہیں پھر  
 لاؤ سپیکر قصد ذکر نہیں کرتا اور نماز میں داخل نہیں ہوتا لہذا یہ اس کی اقتدار بنی جو نماز میں داخل نہیں کر  
 نماز جائز نہیں، جب تسلیم کر لیا کہ امام ہی کی آواز ہے اور نیت بھی امام کی اقتدار ہی کی ہوتی ہے تو لاؤ سپیکر کی  
 اقتدار کیوں بنی؟ اگر یونہی اقتدار بن جاتی ہے تو کیا وہ مقتدی جو بیرون مسجد ہوں اور مسجد کے دروازے یا  
 کسی بکشدان سے آواز امام نہیں تو وہ دروازہ یا در بکشدان کے مقتدی بن جائیں گے؟ بلکہ اس سے  
 تو لایم کہ کسی مقتدی کی نماز جائز ہی نہ ہو اگرچہ امام کی آواز بلا واسطہ ہی سن رہا ہو کہ امام کی آواز بھی یقیناً امام و غیر  
 ہے اور اہمیت قصد ذکر و دخول فی الصلوۃ بھی نہیں رکھتی، اور جب یہ سن کر نماز پڑھ رہا ہے تو یہ آواز  
 کی اقتدار بنی اور نماز نہ ہوئی، اور یونہی دیکھ کر پڑھے تو پھر بھی چونکہ امام کے لباس پر نظر پڑے ہی ہے یا ہم  
 ہ بعض حصہ دیکھ رہا ہے جو قصد ذکر نہیں تو نماز نہ ہوئی و اللہ اعلم بالصواب و لمعروہ  
 مثلاً۔

## وضاحت نمبر ۶

مقدمات مذکورہ سے واضح ہو چکا کہ بلا نیت اقتدار، اقتدار نہیں پائی جاتی اور بلا نیت اجابت  
 اجابت نہیں بنتی اور یہ بھی اظہر من الشمس کہ کوئی مقتدی لاؤ سپیکر کی اقتدار و اجابت کی نیت نہیں کرنا  
 یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یہ اقتدار سے من لہ مدخل فی الصلوۃ ہے، فقہاء کرام فرماتے  
 من جب عمل مال المؤمنین علی صلواتہم کمالوں کے ہونے  
 ہونے پر عمل کئے جائے۔ یہاں اعمال کو جو درست ہیں اٹھے غلط بتایا جاتا ہے، فیما بعد:  
 دوسری وجہ فسارہ علی نے یہ نقل کی کہ یہ یقین من الخمار بنتا ہے یعنی جو نماز میں نہیں  
 ۲



حد نما کی دیکھی میں استفادہ ہے اور یہ بھی مفید ہے

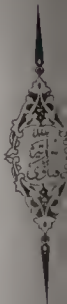
جواب : ایسا غلط و استفادہ مفید نہیں (دیکھو مقدمہ مادہ عشرہ)

تیسری وجہ فساد یہ ذکر کی کہ اسے سجدہ تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نمازیں فاسد ہیں۔

جواب : یہ کیسے معلوم ہو ؟ اور کس نے کہا کہ اس چیز سے سجدہ تلاوت لازم نہ ہو وہ اقتدار میں کارآمد نہیں ، دیکھئے کسی کو سجدہ تلاوت کرتے ہوئے دیکھنے سے سجدہ لازم نہیں ہو جاتا حالانکہ دیکھنے سے مقتدر وہ اسے سماء و روئے زمین پر لے آگئی نہ وہ ہے تو لازم کہ مگر کی تکبیرات سن کر بھی مقتدر وہ بڑے بیک وقتہ کی ہی ہوتا ہے اور ہمارے امام عظیم بوضیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایات ظاہرہ یقیناً ثابت و تمام کتب فقہیہ میں منصوص کہ مقتدی آیت سجدہ تلاوت کو تو اس کے سامع سے امام و مقتدی کوئی بھی سجدہ نہ کرے ، نہ نماز میں اور نہ فارغ ہونے پر ۔ جامع صغیر مثلاً ، جامع کبیر مثلاً میں ہے و سطلم من لصغير محمد عن يعقوب عن ابي حنيفة رحمہ اللہ تعالیٰ فی رجل قرا سجدة خلف الامام قال لا يسجد ما الزمام ولا هو ولا احد من القوم ولا اذا فرغوا۔ اور لطف بہ کہ اس مسئلہ میں کہ لا يسجد ما الزمام و لا هو و لا احد من القوم و لا اذا فرغوا۔ اور بعض مشائخ نے ہی بیان فرمایا اور ہمارے (مکرر سے منقول دکھائی نہیں دیتا) لا یجب آیا ہے جو جواز کی نفی نہیں کرتا بلکہ حسب القواعد مفید جواز ہے۔ جب وہ حضرات مسئلہ صدا سے جو مفید جواز سجدہ ہے و محض وجوب کی نفی کرتے ہیں ، اقتدار کا عدم جواز ثابت کر رہے ہیں تو اس مسئلہ ظاہر المراد یہ یعنی مقتدی سے سجدہ منہ پر عدم جواز سجدہ سے اقتدار کا عدم جواز کیوں ثابت نہیں کر سکتے ؟ حالانکہ یہ ان کے قول پر بطریق اولیٰ ثابت ہونا چاہئے تو صورت لاؤ ڈیسک کی صورت میں ہی عدم جواز کے کیوں قائل ہیں مگر کی صورت میں

۱۔ عامہ نزدیک دوسرے مذہب کی رعایت جبکہ اپنے مذہب کا خلاف نہ ہو تا ہو ، مستحب ہے لہذا جس صورت میں ہمارے مذہب کے سجدہ تلاوت واجب نہ ہو حالانکہ کسی اور امام کے نزدیک اس صورت میں سجدہ ہو تو ہمیں ادا کرنا اس ناعدہ کی بنا پر جائز و مستحب ہے

۲۔ عامہ مذہب میں ہی اگر سجدہ تلاوت جواز و استحباب کی صورت میں ہی ادا کر سکتا ہے ۱۲۔ منہ



بسی دوسری کہیں بلکہ اگر اسی مسئلہ مد پر ہی نیاس کرنا ہے تو وہ تو مسجد جواز ہے کہ وجوب نماز  
عام ہے اور ارتقار خاص و تغار عام کا مستلزم نہیں، انسانیت کا امتداد جو نیت کی غمی نہیں وہ ہر  
مفہوم مخالف اوجب تہکرات مذہبیہ روایات میں معتبر ہے اجواز استعاذ ہے اور جب مقیس میں  
جواز ثابت ہو تو مقیس میں بھی ثابت ہوگا تو معلوم ہوا کہ مانعین حضرات کا یہ استدلال صحیح نہیں اور دوسری  
بھی کتب مقدمہ فقہیہ سے ثابت کہ مانعین و نساء جنب و محدث، مجنون و مجوسی، نام و سکران بلکہ وہ  
بھی آیت سجدہ تلاوت کو سے تو سننے والے پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ یہ مکبر نہیں بن سکتے بلکہ  
صبی کے علاوہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ان حالات میں نماز ہی نہیں پڑھ سکتا، تو معلوم ہوا کہ وجوب  
وعدا کسی طرح بھی مسئلہ تلاوت سجدہ، اقتداء کا مقیس علیہ نہیں بن سکتا، پھر چونکہ سجدہ تلاوت میں سماع  
پر قبل از سماع وجوب نہیں بلکہ سماع ہی سبب وجوب بنتا ہے اور مقدمی پر قبل از سماع بکیرات مکرر  
کی متابعت بوجہ اقتداء لازم ہے لہذا سجدہ تلاوت میں سبب قوی کی ضرورت کہ موجب بن سکے  
اقتداء کی ضرورت میں صرف اطلاع کی حاجت ہے کہ انقالات امام پر واقف ہو کر پہلے سے لازم تھا  
افعال ادا کر سکے تو قوت بوجہ کی ضرورت نہیں اور مد کا اداسے امام کی اطلاع بنا اظہر من الشمس ہے  
اس کا منکر اگر معاند نہیں تو مجنون سے بہتر بن کسی لقب کا مستحق نہیں، و ثبات ہوا کہ مسئلہ مذکورہ  
تلاوت سجدہ کسی طرح بھی مقیس نہیں بن سکتا

۴۴ سائل نے یہ بھی نقل کیا کہ اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جبر مفرط زیادہ ہے  
کرنا، پایا جاتا ہے جو مضد نماز ہے لہذا نمازیں نہ ہوتیں اور لازماً سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے  
جو کہ اس پر تو یہ فرض ہے۔

جواب : یہ کس لئے کہا کہ جبر مفرط مضد ہے؟ جبر مطلقاً واجبات نماز میں داخل سے قون  
شروع و فتاویٰ و حوائی مذہب مہذب میں مطلق جبر کا ذکر ہے اور یونہی احادیث سے بلکہ اس آیت  
سے بھی جسے مانعین حضرات عدم جواز کی مایہ ناز دلیل تصور کئے ہوئے ہیں مطلق جبر ثابت ہے حالانکہ  
اطلاق مطلق بمنزل نقص ہے، تو جبر کے تمام افراد بمع جبر مفرط مشروع و جائز ہوئے تو جبر مفرط کو مضد کہنا  
صحیح نہیں الا ان یشتمل علی مفسد لا موحدا فی محل المذبح  
اس کا بیان تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیں جہاں آفتاب جہاں تابے بھی زیادہ روشن

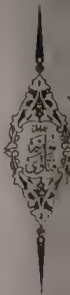


کیا گیا ہے کہ وہ آیت لا تحموا بصلوات ولا تحافوا بہا و اسم  
 سر و دل سلا نام جواز کی دلیل نہیں بن سکتی بلکہ دلیل جواز ہے، نہیں نہیں! صرف جواز  
 نہیں بلکہ جواز جو صورت واجب میں پایا جاتا ہے مانتو مسو ععبا ہاں وہ جہتہ اقامہ  
 ۳۰۰ ہجری میں اپنے شہروں اور زمانے کے بکیرین (امام کی تکلیف سانیوں) کے متفق فرماتے ہیں کہ  
 اس کا مس خصوصاً انداز سے تکلیف سنانے ہوئے، و البتہ کہ ناجس کا یہ لوگ کہ خود بنا چکے ہیں، اس کا  
 منہ پرنا بعد نہیں بلکہ ان کی بلند گیریاں غالباً ہمزہ اللہ یا سترۃ اکبر یا باہر اکبر کی مدوں (جس سے  
 لفظ پیدا ہوا ہے) اور منی سخت ترین غلط بن جاتا ہے، پر مشتمل ہر بات میں حالانکہ یہ مفید نماز ہے، اور  
 اگر ان مدوں پر مشتمل نہ ہوں تو اس لئے مفید ہونا بعد نہیں کہ وہ حاجت سے زیادہ چلانے میں مبالغہ کرتے  
 راگ اور گانے کی صاف ادائیگی کے اشتغال میں مبالغہ کرتے ہیں، و اقامت عبادت کے لئے نہیں بلکہ  
 انہما رہنماست نفسیہ کے لئے، حالانکہ ایسا چلنا اس کلام کا حکم رکھتا ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے  
 پھر زبان و جواہر نماز کے بعد فرمایا، اور یہاں یقیناً معلوم ہے کہ ایسے چلانے اور راگ و گانے میں  
 مبالغہ کرنے والے بکیر کا قصد اس انداز ادا سے لوگوں کو خوش کرنا اور تعجب میں ڈالنا ہوتا ہے حالانکہ  
 اگر یہ کہہ دے کہ میرے حسن صوت اور صفائی ادا سے خوش ہوا اور تعجب کرو، تو نماز فاسد کر دیتا ہے (تو  
 یہاں بھی فاسد ہوتی چاہئے، اور ایسی غلط ادا سے زائد حرفوں کا حاصل ہو جانا (جو منی بگاڑ دیتے ہیں)  
 لازم ہے ایسے پچھے بیان فرمایا کہ ہمزہ اللہ یا ہمزہ اکبر یا باہر اکبر کی مد پر مشتمل ہوتی ہیں جو مفید ہے،  
 بعد اما خصوص هذا الذى تعارفوه في هذه البلاد فلا  
 بعد انه مفسد فانه غالباً يشتمل على مدهمة  
 الله او اصبوا و باث و ذلك مفسد وان لم يشتمل فلا هم  
 بالعموم في الصياح زيادة على حاجة الاسلاغة والاستعمال  
 تحريرات العم اظهرا للصناعة النغمية لا قامت  
 للمباداة والصياح ملحق بالسلام الذى ساطه ذلك انصاح  
 الى ان قال و هنا معلوم ان قصده اعجاب الناس به و لو  
 فاعلموا من حسن صوته و تحريروى فيه افسد و حصول



اس باب فیض قرآن کو نہ غافل و غیرہ میں نقل کر کے برقرار رکھا۔ تو اس سے حد تک زیادہ بلند پڑھے، کا مقصد ہونا برگزیدہ ثابت نہیں حضرت محقق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو صرف اس حد میں رواج زمانہ کے مطابق بہت زیادہ پتلا کرنا کہ راک سے پڑھنے کا مقصد فحاشی میں جو لوگوں کو خوش کرنے کی نیت سے بلا قصد عبادت ہو (کہ حسب القواعد ایسی نیت سے پڑھنا یوں کہنا ہے کہ میری جیسی آواز سے خوش ہو اور یہ مقصد ہے، اور وہ ایسا پتلا نا ہے کہ جس میں صرف زائد پیدا ہو جاتے ہیں جو معنی بگاڑ دیتے ہیں۔

ماصل یہ کہ مکی بن کا زیادہ پتلا کر پڑھنا دو وجہ سے مقصد ہے، ایک تو زیادہ پتلا کرنے کی وجہ زائد حرفوں کا پیدا ہو کر معنی بگاڑ دینا اور دوسری وجہ لوگوں کے خوش کرنے کی نیت سے راک میں بڑھا دیا۔ علامہ شامی <sup>۱۳</sup> جلد ۱ میں ہے فحاصل کلام المحققان الاستدلال بتحریر النظم والتلحین والصیاح الزائد علی قدر الحاجة لا لقصد القربة بل ليعجب الناس من حسن صوته ونعمه مفسد من وجہین الاول ما یلزم من تمنع من حصول الحرف المفسد غایا والتمای عدم قصد اقامة العبادة الخیر اسی صفر میں یہ بھی فرمایا کہ ان المحققین لم یحسوا بمبنى لمفسد محبور الرفع بل زیادة الرفع للمحسن بالصیاح المشتمل علی النظم مع قصد اظهاره لذات و رفعه عن اقامة العبادة اور یونہی مفتی الخالق <sup>۱۳</sup> جلد ۱ اور رد المحتار <sup>۱۵</sup> جلد ۱ میں بھی فرمایا، تو اظہر من الشمس ہوا کہ اس بیان سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا کہ صرف جبر غلط (زیادہ بلند آواز سے پڑھنا) مقصد ہے ایسا سمجھنا محض غلط ہے اور کسی نے یوں سمجھا بھی نہیں، صرف سید احمد حموی اس سے اکتفا کر کے اس میں لم یسجد دخل فی الصلوة ولا جزیہ مستند ہے نے یوں سمجھ کر محقق غلط فہمی پر یہ اعتراض کر دیا کہ جبر غلط کو کیوں مقصد فرماتے ہیں وہ تو مقصد نہیں۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے مابین زہرہ و رافعا میں عمومی علیہ الرحمۃ کا رد کیا کہ محقق علیہ الرحمۃ کی قطعاً یہ مراد نہیں کہ نفس جبر مقصد ہے



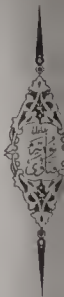
رد عار۔ سزا ائی تھی رساں میں فرمایا : « لستم من قوم من عظماء انما  
 سمعتم من السامعین علی معبودہ سرفہ کہ ہزار سال میں نہ آیا  
 معول لہم و صیاح مدعو بالکلام ای صیاح لہم لہم  
 عزم و کربدلیل سو سو لکھ و سوا حف و بدسل قولہ  
 و منا معبود ان قصده اعجاب الناس بای احسن و لا عجز  
 و معبود لصیاح الخالی عما ذکر معنی ان لمرود بالصلو  
 ما ذکر کما لا یغنی نیز و التمام فرمایا لاشک انہ اذا لم یعصد  
 لذكر بالغی الصیاح لاجل تعزیر النعم والاعجاب بدلت  
 بكون قد اصابه معنی لیس من اعمال الصلوۃ۔

تودہ روشن کی طرح واضح ہوا کہ مجروحہ مفرط مفید نہیں اور نہ ہی فتح القدیر میں اس کو مفید بنایا  
 گیا بلکہ بنائے فساد ہی دو وجہیں ہیں جو درمیانی یا آہستہ آواز میں بھی پائی جاتیں تو فاسد کہوتی ہیں اور  
 وہ دونوں وجہیں لاؤ و سپیکر سے سنی گئی آواز میں جبکہ امام صحیح پڑھ رہا ہو اور نیت بھی صحیح ہو، ہرگز ہرگز  
 نہیں پائی جاتیں۔ اور اگر امام کا پڑھنا ان مفیدہ وجہوں پر مشتمل ہو تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اگرچہ لاؤ و سپیکر  
 نہ ہو، لاؤ و سپیکر تو مجراۃ صوت ہے یعنی آواز کو بلند کرنے والا ہے، صحیح ہو تو صحیح کو بلند کر دیتا ہے و نقطہ  
 ہو تو نقطہ کو بلند کر دیتا ہے اور یہ نہیں کہ نقطہ کو صحیح یا صحیح کو غلط بنا دے ورنہ وعظ و اذان و تلاوت میں بھی  
 جائز الاستعمال نہ ہوتا۔ کیا وعظ و اذان و تلاوت میں لوگوں کے خوش کرنے کی نیت اور عبادت سے  
 ان میں کرتے ہوئے ناگ اور گانے کے رنگ میں پتلا پتلا کراہیات و امادیت میں حروف اور تہیں بڑھا  
 کر کرمائی بگاڑ دینے جائز ہیں؟ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی سنا جائز ہے۔ خلاصۃ الفتاویٰ  
 مشک بعدہ، تعین المتعلق منہ ۱۰۹۱ بعدہ، مجمع الانہر ۱۰۷۷ بعدہ، طحاوی مل المراقی ۱۰۷۷، و المختار  
 شامی ۱۰۷۷ بعدہ، بحر الرائق ۲۵۵ بعدہ، فتح القدیر ۱۰۷۷ بعدہ میں ہے و المظہر من  
 نظم من هذا ان الملحین هو اخراج الحروف عما يحور  
 فی لاد و هو صریح فی کلام الزمام احمد فانه سنن عب  
 و عب و سمع فمیل لہ لہ قال ما سمعک قال محمد

قال ابعثت ان يعلى لك يا محمد ما انا فاد  
يعلى في الاذان في القراءه اولي وحيتنظ لايعمل سمسره  
انصا

اس کا خلاصہ یہ کہ حرف کو اس کی جائزہ گفت اور اسے نکال دینے کا نام تخمین ہے جو اذان میں  
نہیں " حضرت امام احمد بن حنبل کی کلام سے یہ معنی صراحتہ مستفاد ہے۔ ان سے سوال کیا گیا کہ تلاوت  
میں تخمین کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے اسے منع فرمایا، تو عرض کی گئی کہ کیوں؟ فرمایا تمہارا کیا نام ہے!  
اس نے کہا محمد! تو آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہیں یا مومعاہ کہا جائے (تخمین سے)  
فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ تخمین جب اذان میں ملال نہیں تو تلاوت قرآن کریم میں بطریق اولیٰ حرام  
ہوگی اور جب حرام ہے تو اس کا سننا بھی حرام ہوگا۔ تو آفتاب جہاں تاب کی طرح تاباں ہو کر جب  
امام صحیح پڑھ رہا ہو (اگرچہ بلند آواز سے) تو نماز بلا کراہت جائز ہے۔ اور لاؤ ڈسپیکر کی وجہ سے یہ جائز مانا  
نہیں جاتا، چہ جائیکہ امام پڑھ رہا ہو درمیانی آواز سے رہا ہو، تو ثابت ہو کہ انفعین حضرات کا یہ استدلال  
بھی محض پاؤں پر ہوا اور بجا فتنہ اسی ہے۔ پھر تعجب و تعجب یہ کہ اگر یہ استدلال صحیح ہوتا تو اس کی زد  
براہ راست مکیہ کے کھڑے کرنے پر پڑتی کہ وہی مکیہ بن ہی تو موضوع مسئلہ فتح القدیر میں۔ اور ان کی غلط  
کاریاں اور بے اعتدالی صرف چند مرتبہ ہی نہیں بلکہ وہ تو ان کا دستور و رواج ساتویں صدی ہجری  
(جو حضرت متقی مصنف فتح القدیر کا زمانہ ہے) میں ہی بن چکا تھا جو تیرھویں صدی (زمانہ شامی) بلکہ  
تو دھویں صدی (زمانہ مجددانہ حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تک مکیہ بن کا غلط دستور چلا آیا ہے  
حالانکہ انفعین حضرات کے نزدیک مطلقاً مکیہ کھڑے کرنے منور نہیں بلکہ جب رہا، تخمین وغیرہ مفاسد  
سے ہمیں نوان کے نزدیک بھی جائز ہیں، تو انصاف یہ ہے کہ لاؤ ڈسپیکر کی صورت میں بھی وہ مفاسد  
نہ پائے جائیں جو جواز برقرار رہے کہ لاابحی علیٰ اولیٰ الہی

رہا ایسے مفاسد بھرے دستور و رواج بن جائے کا ثبوت تو صاحب فتح القدیر سے بھی  
گزر چکا کہ ان کے دلنے میں شہروں میں مکیہ بن ایسا دستور بنا چکے تھے اور علامہ دمشقی علیہ الرحمۃ نے  
رسائل کے مسئلہ جلد ۱ سے جلد ۱۳ تک ان کے کئی مفاسد نام بنام ذکر کرنے کے کہ ان مکیہ بن کی  
بکثرت قہارتوں کا اجمالی بیان کیا جو میں نماز میں کیا کرتے ہیں اور رواج بنا چکے ہیں، اول کلام میں فرما رہی



ملا بد مع من اجتناب ما احدث هذا المبلع  
 بعد استوت عليهم الشياطين من منكر استدعوها  
 ومعدنات اختدعوها لكثرة جهنم وقله عقلهم وعدم  
 اعتنائهم باحكام ربهم وبعدهم عما هو موجب فربهم  
 وانهم اكرم في تعصيل حطام الدنيا وترك التمسك الموصل  
 الى الدرجات العلى۔ اور آخريں فرماتے ہیں وهذا الذي ذكرناه من  
 المنكرات التي يفعلها السبلغون شعبة من قبائحهم التي  
 نعاروها في نفس الصلوة۔

ان سب کا حاصل یہ کہ ایسے بے طہیزین جن پر شیطان غالب ہو جئے ہیں، اور بڑے جہالت اور  
 تقویٰ سے محروم ہوتے ہیں، جو اپنے رب کے حکموں کی پرواہ نہیں کرتے، ان کی بدعتوں سے بچنا ضروری ہے،  
 اور یہ چند بری باتیں جو ان کی ذکر کی گئی ہیں، تقویٰ اس حصہ میں ان کی ان قباحتوں سے جو کہ نفس ناز میں وہ مستور  
 اور راجح بنا چکے ہیں۔ اور فتاویٰ رضویہ شریف ص ۳۹۲ جلد ۲، احکام شریعت ص ۳۲۰ جلد ۲ میں امام ابن ہنبل  
 البہمت مجدداتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں " مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وقت سے  
 غیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے؟ مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اختیار؟ علماء کرام  
 نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر دو کنار، اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں۔ دیکھو فتح القدیر ص ۲۶۲ جلد ۱،  
 ص ۲۹۳۔ ورائعہ رد المحتار ص ۶۱۵۔ خود مفتی مدنی منورہ علامہ سید احمد سعید مدنی قادیان ص ۱۵۰ جلد ۱  
 مجمع الانصرح ص ۱۱۱ جلد ۱ فرماتے ہیں اپنے یہاں کے مجتہدوں کی سخت بے اعتدالیان تحریر فرمائی ہیں دیکھو  
 فتاویٰ احمدیہ جلد ۱۔ آخر میں فرمایا احاسن حركات المكبرين وصنعهم فانما امر  
 الى الله تعالى منه الخ

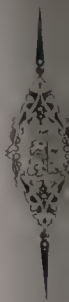
بفضلہ ذکر مرتباً ثابت ہوا کہ مانعین حضرات کی دو تمام ذیلیں جو سائل نے نقل کی ہیں، تاہم  
 شہرت سے بھی زیادہ کمزور و ناتواں ہیں حالانکہ دلائل و دلیل اول سے قاتب جواز کی ضیاء پاشیاں تمام  
 وہ تمام اغیالات آسام کی تمام اندجیریوں کو نیست و نابود بنا رہی ہیں۔ تو اس شمس کی طرح واضح ہوا  
 اور مستحکم کہ یہ اندازیں جائز ہیں اور استعمال سپیکر حرام نہیں تو توبہ کرنی بھی فرض نہیں بلکہ ہر کسی کی نہیں

وہاں اس پر رتی ہے نہ کہ ہدایت انہیں حضرت پیر محمد علی صاحب  
 حرم ہاتھ باریک بینی دیکھو مہم نمبر ۲۰ ۳۰ ۴۰

مول محمد سنی سے روز روشن کی طرح نمایاں کہ فرض و حرام ایسی آیت یا روایت سے  
 مہم میں حواچے معنی پر یعنی طو و لالت کریں مطلب ہازم کے ساتھ تیرا فتاویٰ چھوڑنا  
 مہم مہم پر یہاں میں احشبالاھل صلیب الاولحد وھو یعی سیر  
 و راسب مع الصلح الحارم (الحاں وھو علی حد فی عام  
 الکف لحرہ و نند علی علم وھو علی اللہ تعالیٰ علی حمد  
 واصحابہ وبارک وسلم

# الاستفتاء سوالِ دُوم

کیا فرمانے میں عمامے دین و مفتیان شریعتین مذہب میں صورت کہ اگر بوقت مامت امام سے  
 نزدیک لاؤ پیکر اس لئے نصب کر دیا جائے کہ دور واسے تقدی جو بلا واسطہ امام کی آواز نہیں سن  
 سکتے اس آواز کے ذریعہ سن کر انتقالات امام کے وقت امام کی پیروی کر سکیں تو یہ جائز و درست یا ناجائز  
 و درست ؟ بعض علما حرام و نادر کا فتوے دیتے جوئے اعادۃ نماز ضروری قرار دیتے ہیں و بعض و  
 نماز ضروری نہیں جانتے مگر استعمال مذکور نا روا جانتے ہیں کہ اس میں کسی مفاسد پر  
 نماز عبادت مقصودہ ہے اس کا طریقہ مسنونہ مبلغ کے قائم کرنے پر نہ جہاں بہتر سے  
 ایسے آلات کے استعمال سے علمہ رکھی جاتے جیسے حج عبادت مقصودہ ہے تو عبادت مقصودہ نہ  
 کی جہاں جہاں پر نہیں کر سکتے اس حج کے مقصدہ افعال کچھ ایسے بھی ہیں جو عبادت مقصودہ نہیں  
 محض ذریعہ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت سمجھے جاتے ہیں مثلاً حج کے لئے روپیہ جمع کرنا حج ملک  
 حفس میں جانا وہاں کی آیات و شرائط کو پورا کرنا چہ جوں بچہ جی جہاں پر سورجونا جہہ پہچنا پھر  
 وہاں سے بذجلاری کا مرکزہ میں داخل ہونا پھر کا پوسر جو کہ عرفات کو جانا تاغزہ ایسے کام  
 عبادت مگر عبادت مقصودہ نہیں ان کے متعلق شریعت میں ہر وی مسعت ہے ان کو کون مامر  
 ماننا منع نہیں یہ نہ کہا جائے گا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نا سو اہم کہ حج فرما اور حج





میں پریم ہاتھ دے، اونٹ، گھوڑے وغیرہ جانوروں پر سوار تھے یا پیادہ تھے بلکہ قرآن کریم نے بھی بائیس پبادہ یا شتر سوار ہونے کی تفسیر کی ہے تو ہوائی جہاز یا بھری جہاز وغیرہ کی سواری نا جائز و گناہ ہے۔ بلکہ یہی کہا جاسکے گا کہ یہ سب ذلیلے میں، ان میں کمی بیشی یا تغیر و تبدل نا جائز و گناہ و حرم نہیں اور نہ ہی بدعت کہا جائے گی جبکہ کسی خاص شرعی حکم سے حرام نہ ہو اور پونہی نماز کے ایسے افعال متعارف جو عبادت مقصودہ نہیں بلکہ تکمیل نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب عبادت میں ان میں بھی تغیر و تبدل نا جائز و گناہ نہیں جبکہ اصل مقصود جو نماز ہے پوری ہو جائے، ذریعہ ہونے میں کوئی حرج نہیں مثلاً نماز میں منبر عورت ضروری ہے تو کچرے کی جگہ چامچ پیٹ لے تو جائز ہے الی غیر ذلک من الخطا

۲۔ بسا اوقات یہ آراء نقل ہو جاتا ہے تو احتمال قوی ہوتا ہے کہ بہت سے نمازیوں کی نمازیں برباد ہو جاتی ہیں۔

۳۔ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے بلکہ رواج نماز ہے مگر جب امام کو یہ خیال رہے کہ آواز میکروفن پر پہنچ رہی ہے یا نہیں تو خشوع نہ ہوگا۔

۴۔ ایک بڑی بات قابل غور ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے کہ امیر و غریب یکساںیت سے ادا کر سکیں مگر لاؤ و مہیکہ کا رواج ہو اور اس کو مستحسن سمجھا جائے تو غریب و بیکار سے نماز میں بھی امیر سے پیچھے رہ جائیں گے اور عین نماز میں جہاں شاہ و گدا ایک صف میں کھڑے کرنے لگتے۔ امیر و غریب کی تفریق نظر آنے لگے گی، کوئی مسجد امیر کھلائی گئی، کوئی غریب۔

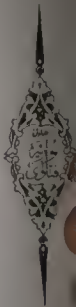
۵۔ ایک بڑا مفہم یہ ہے کہ جب مسجد بن نزدیک نزدیک ہوں تو آوازیں نکرائیں گی اور بسا اوقات ہجیرات میں الشباس پیش آئے گا

۶۔ فقہاء کا مسلک قاعدہ ہے کہ جب اگر عبدین یا علماء میں اختلاف ہو تو مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ خود عن اختلاف کی کوشش کی جائے، اور بہت سے علماء کی تحقیق اور فتویٰ یہ ہے کہ یہ آواز اصلی آواز امام نہیں اس کی اتباع مفید نماز سے تو بچنی ضروری ہے اور ان مفاسد کی وجہ سے اس آواز کا استعمال مذکور نادرست ہے حالانکہ وہ خود تسلیم کرتے ہیں کہ یہ امام کی اصل آواز ہے سموا ما حورس من رب العالمین

اسلامی : ابو نعیم علی محمد نوری خطیب جامع مسجد بانی دلی منٹگری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 التَّائِبُ يُجْعَلُ فِي الْغُفْرَانِ

بلاشبک وشبہ وریب جائز و درست ہے کہ سپیکر استماع و اتباع حکیمات امام کا ذریعہ ہے جو عربی  
 شرعی و بشارت ربانیہ کا موجب اور ہدایت و غفلندی کی دیں ہے۔ مولیٰ تبارک تعالیٰ نے مخلقا فرمایا ہے  
 فَمِنْهُمْ عِبَادٌ لَدُنْهُمْ يُسْمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرٌ  
 عَظِيمٌ ۝ وَأُولَئِكَ هُمُ الْوَالِدُونَ ۝ وَاللَّيْسَ لَهُمْ شِرْكٌ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ  
 سے یقیناً استماع بالذریعہ کو بھی شامل ہے حالانکہ شرعاً اطلاق اتنا قوی ہے کہ خصوص سبب یا خبر واحد و قیاس  
 سے بھی مرتفع نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ان سے اس کی تخصیص جائز فاصصۃ الحق و سبب الجوار کہ  
 بالخصوص قرآن کریم سے کسی ذریعہ غیر مختار سے بھی سننے سنانے کے اعتبار اور قبولیت کی تائید ہوتی ہے۔  
 ارشاد ہوا فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِئِ السَّوَادِ الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ  
 مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يَسْمَعْ أَفْأَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شجرہ کے  
 ذریعہ رب العالمین کا کلام سنا جو خود اسی کا اپنا کلام ہے اور یہ نہیں کہ بدل کر کوئی یا کلام بن گیا ہو تعجب  
 کہ اب یہ حضرات سنانے کے ذریعہ کو بدلانے کا ذریعہ بنا رہے ہیں حالانکہ ہمارے رب العالمین جل و علا  
 نے ہمارے آرام و انتفاع کے لئے ہزار ہا چیزیں پیدا فرمائیں اور آئندہ بے شمار اشیاء پیدا فرمانے کا وعدہ  
 کرتے ہوئے فرمایا وَیَجْعَلُونَ مَا لَا تُغْنِیهِمْ ۝ اور یہ بھی یقینی ہے کہ لاؤڈ سپیکر بھی یقیناً انہی شیانے  
 موعودہ کا ایک فرد خاص ہے جو ہمارے آرام و انتفاع کے لئے پیدا فرمایا، تو لا محالہ استماع بھی جائز و  
 حلال ہو گا جب تک کہ کسی خاص صورت میں یا قاعدہ و دلیل شرعی حرام نہ کر دے اور چونکہ صورت مذکورہ میں  
 دلیل شرعی بارع میں سے کوئی دلیل بھی حرام نہیں کرتی تو حسب القاعدہ جواز ثابت ہو گیا و مانسوا  
 بِهِ لَا مَعْدَدَ دَلِيلًا کَمَا ذُکِرَ مَا فِی مَامَعْنٰی مَعْصِلٌ مَا یُرِیْهِمْ  
 اور یہ چھوڑ کر وہ قاعدہ جو مسائل نے ذکر کئے، ایسے نہیں جو غار میں متنبہل آکر کوہ طعنات لڑ سکیں  
 اس کی تفصیل سنئے :-

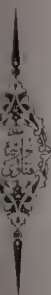


سائنس پہلا مفہود یہ بتایا کہ نماز عبادت مقصودہ ہے اور اس میں نماز مقصودہ کی بنا صرف اس بات پر

کہ میں اچھے بکر بھی کہتا ہوں ہے جو امام کی تہنیت سنا ہے۔ کافر کافر عبادت مقصودہ ہے یعنی اس کی مشرعت  
 بعض وقت اللہ کے لئے ہوئی ہے۔ اس پر چاروں طرف دنیا میں ظاہر ہوتا ہے وہ مقصود اصل نہیں بلکہ یہ خود سی  
 مقصود ہے۔ مگر یہ بات محض بے بنیاد اور واقع کے خلاف ہے۔ اس کا نام (مبلغ یا بکر ہی واضح کرتا ہے  
 کہ وہ مردوں کو اتھالات امام کی اصلاح دینا مقصود ہے۔ اس کے مشروع ہونے کی اصل دلیل احادیث صحیحین  
 میں ہی اس کی تفریح ہے۔ رسائل شامی مشرقی بلد میں ہے۔ علم ان اصل مشروعیت السلبیہ  
 حلف الاحیاء ما رواہ الامام مسلم فی صحیحہ عن جابر رضی اللہ  
 علیہ عن اشترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلینا  
 وبادء وھو قاعد وابوبکر یسم الناس تکبیرہ وھامیہ  
 ۱۰ ایضاً صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابوبکر  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفہ فاذا کبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کبر ابوبکر یسمنا وھامیہ ایضاً عن عائشہ رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہا (الحی ان ذکرہ) وابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعہم  
 التکبیر۔

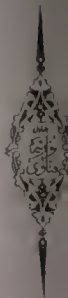
ان سب کا مزاج حاصل یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص مرض کے دوران میں ابوبکر صدیق رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ اس لئے بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ نمازی سن لیں۔ اسی صفحہ میں شرح مسلم سے امام نووی کا  
 استفادہ ذکر فرمایا کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نمازیوں کو سنانے کی غرض سے بلند آواز سے تکبیر کہنا جائز  
 ہے اور یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے۔ بصلہ فیہ جوار رفع الصوت بالتکبیر  
 سمعہ الناس ویقعوہ وانہ یجوز للمفسدی اتباع صوت  
 لمکبر وھذا مذہبنا و مذہب الجمهور پھر میں نے فرمایا اب  
 لسادۃ فی الاعصاد والجمع یجوز بالتکبیر لاعلام عموم  
 ۱۰ عید صحت بذلک خبر ابی ہریرہ۔ میں منادی (مبلغ یا بکر) عید اور

۱۰ اس مقصودہ کی تہنیت سنانے کے لئے بھی ہے۔ ابوبکر صدیق



بہار میں ہمارے سربراہ کے ہمارے لئے اس نماز کے بارے میں  
 مسطور کی عبادت جاری کر چکی ہے۔ ایسی عبادت عمل ہے کہ مگر کا بلند آواز سے گہرے سارے  
 سے ہے اور یہ بھی پڑھنا کہ اگر مبلغ کا کہ عبادت مقصودہ ہونا تو نماز کے دوسرے افعال مقصودہ  
 ہر نماز میں قائم کیا جاتا، تو ثابت ہو کہ عبادت مقصودہ نہیں ملے گی۔ م سے دور مقدمات کے تمام ماہر  
 بعد و سو علی و سو علی عبادت مذکورہ کی روشنی میں ذریعہ کسب عبادت ہے

توجہ ہے کہ نفعی مافی نے نماز کے عبادت مقصودہ ہونے سے اس کا عبادت مقصودہ ہونا  
 کیا ہے حالانکہ خود فرماتے ہیں کہ حج نماز کی طرح عبادت مقصودہ ہے۔ اور پھر خود ہی تصریح کرتے ہیں کہ حج  
 کے تمام افعال عبادت مقصودہ نہیں بلکہ بعض افعال حج محض ذریعہ عبادت ہونے کی وجہ سے عبادت کے  
 جاتے ہیں۔ بلکہ یہی خود ہی مانتے ہیں کہ نماز کے افعال متعلقہ حج کے افعال متعلقہ کی طرح بھی عبادت مقصودہ  
 نہیں بلکہ محض تکمیل نماز کا ذریعہ ہونے کے سبب ہیں، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ نماز عبادت مقصودہ  
 ہونا قیامت مبلغ کے عبادت مقصودہ ہونے کو مستلزم نہیں۔ و واقعات بتاتے ہیں کہ ذریعہ تکمیل نماز غیر ہے  
 تو نہیں تصریح کے مطابق اس میں بھی تغیر و تبدل جائز ہوگا جب کہ اصل مقصودہ دور کے مقدمات کا مطلع ہو کر  
 م کی پیروی کرنا کسی ذریعہ سے پور ہو جائے تو ذریعہ بدلنے میں کوئی حرج نہیں ہوگا۔ اور چونکہ لاؤ سپر  
 بھی ایک ذریعہ علاج ہے تو اس کے متعاقب میں بھی کوئی حرج اور گناہ نہیں ہوگا اور بدعت نہیں بنے  
 کا جیسے اذان کہ وہ بھی ذریعہ اطلاع و اعلان ہے۔ اور سب مانتے ہیں کہ سپر پر جائز ہے اور بدعت نہیں  
 حالانکہ پہلے پاس سپر کی جو اگرتی تھی۔ اور یونہی وعظ اور تلاوت قرآن پاک بھی سب جائز مانتے ہیں۔ و روش  
 نماز میں ضرورت کہ پہلے زمانہ میں نہایت سادگی سے دستی بنے ہوئے کپڑوں سے کیا جاتا تھا۔ مگر چونکہ عبادت  
 مقصودہ نہیں بلکہ ایسی عبادت ہے جو ذریعہ تکمیل عبادت مقصودہ نماز ہے، تو اس میں تغیر و تبدل  
 بالاتفاق جائز ہے۔ بقی مشینوں سے جو سے ہر قسم کے وہ نئے کپڑے جو ستر عورت کر سکیں جائز و مستحب  
 ہیں جب کہ شعائر کفارہ نہ ہوں جیسے چم میں دنٹ، گھوڑے کی بجائے انجوں سے چلنے والے بوری و بوری  
 جہاز یا زینہ لاری و کار وغیرہ سے سفر کر سکتے ہیں کسی طرح جہاد میں تیر و تلوار کے بدلے توپ اور جنگ  
 ہر قسم کے ہتھیار و وغیرہ ہر قسم کے نو بھاد و زار ہتھیار استعمال کئے جاسکتے ہیں وہ نہیں کہا جاتا کہ  
 چونکہ پہلے زمانہ میں نہیں سے لہذا بدعت و ناجائز ہیں۔ اور اس کی تعبیر اس کثرت سے ہے کہ وہ

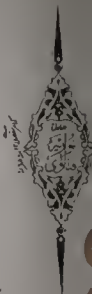


وہ ہے ان کے اصرار سے قاصر ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ وضع ہو کر یہ نفس و خبیثہ شغلوں سے نہیں تھا بلکہ  
ایک شہر تھا جو زائل ہو گیا۔

پھر ان مفتیوں کا قیامت مسلح کو طریقہ مسنونہ کسان کی سہل آگاہی و تفسیر ہے ورنہ حضور پر نور  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین سے کسی کتاب متداول مدینہ و فقہ میں پیشگوئی نہیں کہ قیامت  
مسلح کا قاتل کرنا کیا ہو تو طریقہ مسنونہ کیسے بنا؟ ہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ ان  
دین پاک میں خود بخود مسلح و تکبیرات سانیوال بناؤ و مرتبہ ثابت ہے مگر قیامت مسلح و رہے اور مسلح بناؤ اور  
پھر اس مسلح بننے سے بھی مطلقاً مسلح بن جانے کا مسنون ہونا برگزیدہ ثابت نہیں بلکہ حدیث تقریری سے تسلیم  
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواز ثابت ہے۔ پھر اس کے جواز سے حسب قواعد اصولیہ دوسرے مسلمانوں کی  
تبیین کا جواز بطریق قیاس ثابت ہے، والتعصیل فی الضميمة اور جوڑی کے ہمارے حضرت  
قائل ہیں۔ فتح القدر مسلك ۳۲ جلد ۱۰، بحر الرائق مسلك ۳۲ جلد ۱، رسائل شامی مسلك ۳۲ جلد ۱ وغیرہ میں ہے و  
انظم من الفتح عن الدماية وبه يعرف جواز رفع يهوديين  
اصوابهم في الجمعة والمعيدين وغيرهما۔ نیز رسائل مشامی شرح  
نودی ہے ہے فیہ جواز رفع الصوت بالتكبير الخان قال هذا مذهبنا  
ومذهب الجمهور۔ یعنی اس (تبلیغ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یقین کے دفع صورت بالکبر  
کا جواز ثابت ہو گیا، اور یہ جمهور کا مذہب ہے، اور ہر وہ کام جو جائز ہو نہایت حزم سے مستحب و مستحسن بن جاتا ہے  
لہذا ہمارے بعض فقہائے کرام نے اسے مستحب فرمایا۔ رسائل شامی مسلك ۳۲ جلد ۱ میں ابن امیر الحاج رحمۃ اللہ علیہ  
سے ہے و لقائل ان يقول ويستحب الجهر ايضاً بالتكبير والتحميد  
لواحد من المستدير اذا كانت الجماعة لا يصل جهر الامام  
الهم اما للصعفة او لكثرهم الخ یعنی کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ تکبیر و تحمید کا ہند  
آواز سے ادا کرنا کسی ایک مقتدی کے لئے بھی امام کی طرح مستحب ہے جب کہ نمازیوں کو امام کی ہند آواز نہ پہنچ  
ہو جو امام کے مکرور یا مقتدیوں کے زیادہ ہونے کے سبب،، شامی مسلك ۳۲ جلد ۱، طحاوی علی الرزاق مسلك ۱  
میں ہے و انظم له و اما بعد الامام اليه بان كانت الجماعة  
لا يصل اليه صوت الامام اما للصعفة او لكثرهم فمستحب

اور شیخ را کہ میں بن جا، ہاڑ اور کس بیت کے جب سبب بن جاتا ہے۔ اس میں ہر بار بارہ  
 سے زیادہ مستحب ہوگا۔ مسنون قطعاً نہیں۔ جو دعویٰ کرے دکھائے۔ پھر تعجب کہ ختمیان مسائل بسبب سیر  
 کرتے ہیں کہ یہ آواز (سہیکے سے گئی گئی) امام کی اصل آواز ہے تو ناروا کیوں بتاتے ہیں؟ جہر امام تو حسب  
 تصریحات حدیثیہ و فقہیہ مسنون ہے اور یہ بھی معترض اور فی نفسہ اوضح ہے کہ جب امام کی آواز پہنچ رہی ہو تو زمین  
 بنایا جاسے تو بنانا بھی بجا ہوگا! شامی رحمہ اللہ جلد ۱۰ اوّل طحاوی طے المرقی ص ۱۵۷ میں ہے و فی السیرۃ  
 الحلبیہ اسفل الاثمة الاربعۃ علی ان التسمی فی ہذہ الحال  
 بدعہ منکوحۃ امی مکروہۃ۔ یعنی بیعت علیہ میں ہے کہ چاروں امام متفق ہیں اس پر کہ ایسی  
 حالت میں جب امام کی آواز نمازیوں کو پہنچ رہی ہو مبلغ بننا (بلند آواز سے تکبیرت کھانا) بدعت منکوحہ یعنی ناپسندیدہ  
 ہے فاعلموا یا اولی الابصار۔

دوسرا مفسدہ یہ بتایا کہ بسا اوقات بہ آؤیل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اگر یہ آرا مطلقاً محمل  
 اعتراض اور قابل احتراز ہے تو بسا اوقات متلفین بھی مفسدہ نماز حرکات کا ارتکاب کر جاتے ہیں، بلکہ اس تو میں  
 صدی سے چودھویں صدی تک ایسی حرکات بردان کا دستور و رواج بن چکی ہیں، تو مفتیان مسائل کے نزدیک  
 مسبقین بھی مطلقاً محمل اعتراض و احتراز بن جائیں گے حالانکہ بوقت ضرورت بشرط احتیاط اس قسم احتراز  
 نہیں۔ تو جب اس آراء کے متعلق بھی قبل از نماز پوری پوری احتیاط رہتی جائے تو کیوں پرہیزی جلائے۔  
 تیسرا مفسدہ یہ بتایا کہ نماز میں خشوع نہایت ضروری ہے الخ امام کا یہ خیال اپنے مقتدیوں کی اصلاح  
 نماز کے لئے جو تو خشوع کیوں فوت ہوگا؟ کیا حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں صحابہ  
 کرام کی نگرانی نہیں فرمایا کرتے تھے؟ قرآن کریم فرماتا ہے و تغلبت فی الشحذین۔ و  
 الاحادیث فی ذلک کثیرہ حالانکہ حکم دیا حصول اکمال و ایتقوی اصلہ و تمہیروں  
 نماز پڑھو جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو تو نماز کے اندر اپنے مقتدیوں کا خیال رکھنا مسنون و مطلوب  
 بن گیا تو مخالف خشوع کیوں ہوگا؟ پھر محتاط امام یہ انتظام کیوں نہ کرے گا کہ اگر وہ عمدہ و تنبیہ ہو جو آواز پکارتا جائے  
 یہ یکدھون و دوہوں۔ اور اس کی ضرورت بھی بڑے بڑے اجتماعات میں ہی ہو سکتی ہے ورنہ مجبوراً گواہ اور مشاہدہ  
 شاہد کہ کچھ نہ کچھ آواز ضرور پکارتا ہے۔ اور افتتاح نماز کے وقت بسا اوقات کھانا پکانا نمازیوں کی حاضری اور  
 حاضرین کے یکایک کھڑے ہونے کے سبب چونکہ پورے سکون نہیں ہوتا لہذا زیادہ بلند آواز کی ضرورت ہوتی ہے



جو جو مباحث میگردون پوری ہوجاتی ہے اور کو کج و بجا میں جاتے اور سزا خانے کے حالات نسبتاً سونہرے ہوتے ہیں۔ تو پھر دوری مسیکرہ و فون بھی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔ تو کسی خاص خیال کی ضرورت بھی نہیں !

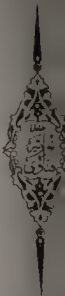
چوتھا مفہود یہ ہے کہ عام اسلامی عبادات میں مساوات کی رعایت رکھی گئی ہے لہذا یہ نام نہاد قابل غور چیز بات محض فضول اور سطحی بات ہے۔ یہ مساوات اصولیہ ایک ایک عبادت کے ایک ایک پہلو میں مختلف حیثیات کے مسلمانوں کے لئے یکسانیت و مساوات کا تقاضا بھی نہیں کرتی بلکہ ایسی مساوات تو ہے ہی محالات سے، کیا روزہ میں مقیم و مسافر، نذرست و بیمار، توانا و ناتوانا، طاہرہ و حائضہ، نفسا سب مساوی ہیں؟ کون کہتا ہے کہ مال دار کی طرح نادار پر بھی زکوٰۃ فرض ہے؟ اور یہ بھی نہاں نہیں کہ تمام مال داروں پر ایک ہی معین مقدار لازم نہیں۔ لاکھ پتی اور کروڑ پتی کی زکوٰۃ برابر نہیں، کیا نزع سب پر فرض ہے؟ یا لباس احرام ایک ہی کپڑے سے ایک ہی رنگ اور ایک ہی ماپ کی دو درہا دریں ضروری ہیں؟ کیا تمام حاجی پا پیادہ جاتے ہیں یا سواری پر؟ پھر سواری سب کی ایک ہی قسم کی ہوتی ہے؟ یا مختلف۔ کیا کئی اور غیر کئی قرآن میں مساوی ہیں؟ پھر مختلف مواعیت میں یہ مساوات کہاں؟ کیا نذرست و مریض کی نماز میں مساوات موجود ہے؟ مقیم و مسافر کی نمازوں میں تو فرق ہے ہی نہیں؟ کیا طاہرہ کی طرح حائض و نفسا بھی نماز ادا کر سکتی ہیں؟ مددک و مصیوق و لاحق کا ادا کرنا مساوی نہیں، کیا سب نمازوں میں بالخصوص جمعہ اور عیدین میں جائزہ لباسوں کا بہتر پہننا حذوا نہیستکم عند کل مسجد اور احادیث شریفہ و توارث و تعارف عامۃ المسلمین سے ثابت نہیں؟ اور جب حقیقت ثابت ہے تو اس میں مساوات کیسے ہو سکے؟ زینبہ مصافحہ اسلئے بنی آدم، بوجہ اختلافات جمہات مصافحہ الیم ضرور مختلف ہے۔ اور حدیث و فقہ کے "احسن شیاہ" میں بھی یہی اختلاف زہود و تواضع ہوا کہ مساوات نہیں۔ پھر اجماع علی امت اس عدم مساوات لباس کے مظاہرے پر لیا اور بعد بلکہ جمیع جماعات میں کیا کرتا ہے۔ ہاں برقی روشنی اور پنکھوں میں بھی یہ مساوات ضروری ہوتی۔ اور جب سب مسجدوں میں ایسے انتظامات نہیں ہو سکتے تو کسی میں بھی جائزہ ہوتے بلکہ عبادت مسجد میں بھی تفرق نہ ہوتا اور فرش وغیرہ میں بھی پابندی ہوتی کہ کوئی مسجد امیر اور کوئی غریب نہ کہلاتی ہوگا یا پھر ہونا واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ جب اچھے لباس میں برقی روشنی اور پنکھوں کے نیچے

شہادہ عمارت والی ساجد میں مدد دریں اور قالیوں پر نماز کا کہتے وقت اسے جو کچھ  
 کا معمول ہے تو لاؤ سپیکر بیارے کا کیا قصور کہ اس کی اجازت نہ ہو۔ پھر اگر کوئی بھی  
 پر جائزہ جوتی اور وعظ بھی منع جوتا حالانکہ سب جائز مانتے ہیں۔

پانچواں نام نہاد مفسدہ کہ مساجد نزدیک جوں تو آوازیں مگر نہیں گی، بھی محض جزوی ثبوت  
 کا ہے جس سے ممانعت کلیہ قطعاً ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ مبلغین کی کلی ممانعت بھی ثابت ہو جاتی کہ انہیں  
 تو بکثرت ایسے پائے جاتے ہیں جو بڑے بڑے مفسدہ کا ارتکاب کر جاتے ہیں اور عادی مجرم ہیں جب  
 وہ کلی طور پر متروک نہیں تو یہ آلہ کھیت کیوں متروک ہو؟ کیا ایسی جذباتی باتوں سے جائز ناجائز بن  
 جاتا ہے؟

چھٹا مفسدہ یہ کہ چونکہ لاؤ سپیکر میں اختلاف ہے اور اعتیاد یہ ہے کہ اختلاف سے بچا  
 جائے تو اس قاعدہ مسلمہ کا اقیلائی تقاضا یہ قطعاً نہیں کہ جو چیز ہمارے نزدیک جائز و روا ہو وہ بوجہ  
 اختلاف ناجائز و ناروا بن جائے، بلکہ رعایت خلاف کے لئے نہ کہ ناصرف مذہب و مستحب ہو بلکہ  
 اور اس مذہب و استحباب کے مرتبہ بھی دلیل مخالف کے قوت و منفع کے لحاظ سے مختلف ہوتے  
 ہیں حکما فی رد المحتار عن النہر مت جلد ۱ ص ۱۸۱ (قول تکن یسب  
 للحر و من الخلاف) قال فی المہر الا ان مراتب الذہب تختلف  
 بحسب قوۃ دلیل المخالف وضعف۔ اور مسئلہ زیر بحث میں چونکہ دلیل مخالفین  
 بالکل ہی قوی از قوت میں تو یہ مذہب بھی برائے نام ہی ہو سکتا تھا اور وہ بھی تب جب یہ اختلاف امر  
 مجتہدین یا اصحاب مذاہب کا اختلاف ہوتا ورنہ علماء مقلدین کا خلاف اور وہ بھی و منہج حق کے  
 بعد قابل لحاظ نہیں اور اگر بالفرض قابل لحاظ ہوتا تو پھر بھی لحاظ مجتہدین سے تو کسی صورت بھی بڑھ نہیں  
 سکتا تو وجہ مذہب ہی میں رہتا نہ یہ کہ حرمت و عدم جواز ثابت کر سکے۔

بعض دکر مہم تعالیٰ شمس و امس کی طرح واضح ہو کہ مفتیان مسائل کے بیان کردہ مفسدہ مل کر  
 بھی مطلقاً ناروا نہیں بنا سکتے کہ اکثر تو مفسدہ میں ہی نہیں، اور جو ہیں بھی تو وہ محض جزوی ہی ہیں، ان  
 سے عدم جواز کا حکم کلی قطعاً ثابت نہیں ہو سکتا تو معلوم ہوا کہ صورت سوال میں اعادہ نماز کی ضرورت نہیں  
 اور نہ ہی استعمال سپیکر ناروا ہے نہ جائز اور روا و درست ہے اور نہ ہی صالحہ تعادیل علی البر سے دوسرے





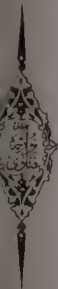
باجوں کی طرح سقسن دعاوت بن جانا ہے پس اس میں کئی مفاد بھی ہیں جن سے اختصاراً اس اعلیٰ کے بیان کر دے  
چومہ دے کے مناسب سے صرف چھ ہی لکھے جاتے ہیں :-

نمبر ۱۔ اس کے ذریعہ دور کے مقتدی قرأت امام سن لیتے ہیں اور قرأت کا مناسبت عمت خاصہ  
ہے بشا و ہوا و ادا فرمائی العباد فاسمعوا للہ و انصتوا للعلیم و رحمہم  
بہن جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگا کر سنو و چپ ہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے اور گو دور  
داوں کو گو نہ پہنچے تو چپ رہنا ہی کافی ہے مگر لغایت ہر معنی قطعاً نہیں کہ ساعت قرأت میں فائدہ  
میں نہیں ورنہ نام کا جہر لازم ہی نہ کیا جاتا اور فاسمعوا کا امر وجوبی بھی نہ آتا۔

نمبر ۲۔ یہ ذریعہ ہے عبادت کی زیادتی کہ اسماح قرآن کریم بہترین عبادت ہے۔

نمبر ۳۔ نماز میں مشورع نہایت ضروری ہے کہ بقول بعض اعلیٰ سائل روح و روان نماز ہے جو دور کے مقتدی  
بذریعہ پیکر حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ استماع قرآن کریم مفید مشورع ہے قرآن کریم میں ہے قمعشعر  
مب حلود السین یخشور ربہم شم متلین حبل و حہم و  
فلوہم انی ذکر اللہ اس سے ہل کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے  
ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یا وفد کی طرف رغبت میں

نمبر ۴۔ یہ اطمینان قلبی کے حصول کا ذریعہ ہے کہ اس سے استماع قرآن کریم اور وہ یاد الہی کا سبب اور  
یاد الہی سے دل اطمینان یاب ہوتے ہیں حضرت رب العالمین کا ارشاد ہے الذین امنوا  
وطمئن قلوبہم بذكر اللہ الا بذكر اللہ تطمئن القلوب  
اور جو بیان لئے اومان کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں، سن لواء کی یاد میں دلوں کا چین ہے  
نمبر ۵۔ جب غلہ تحقیق اس کا استعمال جائز ہے اور جائز کا کرنا اس کے جواز کی عملی تبلیغ ہے حالانکہ جواز حکم  
شرعی ہے تو اس کا استعمال اس حکم شرعی کی تبلیغ بن گیا کما فی صلوة سیدنا حبا سر  
رہو اللہ تعالیٰ عن فی ثوب واحد مع وضع الشیاب علی المصعب  
سل مسرحووا بوجوب فصل المکر وہ تنزہنا میاننا للحوائر علی  
لعب الاکبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما فی المحرر النور  
وعدہ



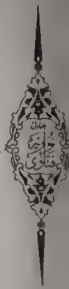
نمبر ۶ - تکبیر تحریر و استغاثہ تکبیرات کا بلند آواز سے کہنا کہ مقصدی سن لیں یہی سنت ہے جو اسرارِ قادریہ سے ادا ہوتی ہے حالانکہ یہ آدھیں امام بھی کی آواز پہنچاتا ہے تو اسے سنتِ اہل بیت کا ذریعہ بنا، اور ذریعہ سے فعل بدل نہیں جاتا۔ بیت اللہ شریف کی زیارت اور مناظرِ قدرت کا مطالعہ جو مسنون ہے، بذریعہ تکبیر کرے تو کیا سنت ادا نہ ہوگی؟ جن چاندوں کا دیکھنا واجب ہے اگر عینک سے دیکھے تب بھی یقیناً واجب ادا ہو جاتا ہے تو اس آواز کے ذریعہ یہ سنت بھی ادا ہو جائے گی۔

### افسوس تائیدیہ

امام اہلسنت والجماعت علیہم السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقامۃ التیامہ کے ۲۵۰ میں فرماتے ہیں مولانا علی قاری رسالہ اقتدار بالخالف میں فرماتے ہیں من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ هو الصحۃ واما القول بالفلساد او الکراہۃ فیعتلہم الی حجتہ من الکتاب او السنۃ او اجماع الامة و ترجمہ یقینی بات ہے کہ اصل ہر مسئلہ میں صحت ہے اور فساد یا کراہت مانتا یہ محتاج ہے اس کا کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے اس پر دلیل قائم کی جائے انتہی بلفظہ الشریف۔

حضرت طاعلی قاری کا یہ ارشاد و براہِ راست نماز کے متعلق ہے اور امام اہل سنت والجماعت نے ان کے اس ارشاد اور استدلال کو برقرار رکھتے ہوئے بطور استدلال بیان فرمایا تو اسی استدلال سے مسئلہ زیر بحث بھی صاف ہو گیا۔ مانعین حضرات کوئی آیت یا حدیث یا نقلِ اجماع یا ہمارے امامِ عظیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی ایسا بیان پیش نہیں کر سکے جس سے عدم جواز ثابت ہو، تو بحکمِ صالتِ محبت و جواز ثابت ہو گیا اور ہر جائز نیتِ حسنہ سے محسن بن جاتا ہے تو حسن نیت سے یہ بھی محسن ہو گا اور مبلغ کا محسن جو ناقلاً مفسر نہیں کہ لا مزا حسمہ فی الاسباب امر مسلم ہے۔

امام اہل سنت والجماعت منجی السامۃ کے ۲۵۰ میں فرماتے ہیں "مباح کو بہ نیتِ قربت کرنا اسے قربت کر دیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے" (الی ان قال) اگر رد و نہیں کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلمِ معین (ادنی درجہ منع کراہت ہے) اور کراہت کے لئے دلیلِ خاص کی حاجت ہے وہ بے دلیل شرعی اذعانے منع، شریعت پر افترا و تمسک ہے۔ (والحق ۶۸۳) جدا لا معلوم من ان سبکون مکروہا الا ینہی خاص لان الکراہۃ حکم شرعی مطلق



میں جو اس وقت بعد ۲۰ ہیں جہاں سے اسلام میں سرکار المسلمین شہادت الکریمہ  
 دہشتہ میں دہشتہ حصہ ، وہ یہی جہاں کے جہاز کے لئے درود خاص مانگیں اور مع  
 کے لئے دین خاص کی کوئی حاجت نہ جائیں ۔ اس اور بھی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا مگر علت وہی شریعت طہرہ  
 پر اتر شفاء الخ اہل السنۃ والجماعت ان کلمات مبارکہ پر غور سے نظر کریں اور علت و حاجت سے یہیں  
 و اللہ اعلم وصلى الله تعالى على حبیبہ وآلہ واصحابہ وابدائہ و...

## حَمِيمَةُ مُكَبِّرِ الصَّوْتِ

### الاستفتاء

محضور سیدی و سندی فقیر اعظم قبلہ شیخ الحدیث صاحب العلوم حنفیہ فریاد بعبیرہ و استقامت القام  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ :-

امید ہے کہ حضور والا مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات عطا فرما کر فقیر کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے :  
 عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے امام کے آگے لاؤ سپیکر نصب کر دیا جاتا ہے تاکہ امام کی آواز تمام عقیدوں  
 ملک آسانی پہنچی سبے کیا یہ شرعاً جائز ہے ؟ مقتدیوں کی نمازیں جائز ہوں گی یا نہیں ؟ کیا کریمہ ولا بھوسر  
 مصلوحت ولا تخافت بہا و ابنہ بین ذلک سببلاً کی خلاف ورزی تو نہیں کیا  
 یخت سترہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم کے مخالف تو نہیں ؟ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کہتے تھے : سبھوا ما جاورین من رب العلمین

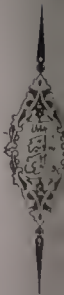
المستفتی : فقیر ابو نصر منظور احمد رضا اللہ عنہ بہتم دار العلوم عالیہ عربیہ فقهی ۴۴ جماد الثانیہ ۱۴۰۸ھ

محذور سید کے لئے کہ جس آیت میں جہاد و غنائت کی اور صاف ادا کا حکم دیا گیا ہے تو معلوم ہو کہ یہ جہاد ہی جہاد ہی ہے اور نہ جہاد  
 ۲۴

الجواب  
التي نحن في التوضيح

ہاں بلاشبہ جائز ہے اور نمازیں بھی جائز ہیں کہ شرعاً اظہار اس سے محال نہیں فرمائی اور بدھ  
شرع کوئی شے ممنوع و ناجائز نہیں ہو سکتی قرآن کریم میں ہے ماسکات اللہ لمصلحت موعود  
اذ عداہم حتی یسبوا لہم ما ینفون • وترجمہ اور اللہ کی شان نہیں کر کسی قوم  
بیہیت کر کے گمراہ فرمائے (یعنی ان پر گمراہی کا حکم کرے اور انہیں گمراہوں میں داخل فرمائے) جب تک نہیں  
صاف نہ بتا دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا ہے • امام اہل السنۃ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں  
کہ مسکات میں فرماتے ہیں "بے منع شرعی منع کرنا ظلم مہین • اوئی درجہ منع کر اہت آفرینی ہے اور اگر اہت  
کے لئے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر اقرار و تہمت سے الگ  
اس کی قدر سے تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ آخر جواب میں آرہی ہے • و مکر الصوت میں گز بھی چلی ہے  
اور کریمہ و لا تہمس بصلوات الایۃ کی خلاف ورزی بھی یقیناً نہیں کہ اس کی تفسیر میں مفسرین کرام  
نے متعدد اقوال نقل فرمائے جن میں سے کسی قول کا اطلاق تکبیرت نماز کے جہر کے ساتھ قطعاً نہیں جبکہ جاریہ  
ادا کی باتیں ہاں صرف دو ایسے قول ہیں جو قرات نماز جماعت سے متعلق ہیں • درودہ دونوں قول متفقہ ایک  
ہی شان نزول کے تحت دو متبادل صورتیں ہیں جن میں سے ایک صورت یا قول کی بنا پر نمازیں مطلقاً جہر  
قراۃت ہرگز ہرگز محل اعتراض نہیں • یا درودہ سے قول یا صورت کا ضرور یہ تقاضا ہے کہ وہ جہر پر واجب  
دہنا جاتے ہر اس صورت میں تو وہ کریمہ ہے ہی مسوخ اور مسوخ قابل استدلال نہیں • تو خلاف ورزی  
ہے کی :

سہ ماہ کی جامعہ تفصیل یہ کہ اس المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
صحیح بخاری جلد ۲ • مسلم جلد ۱ • تفسیر طبری جلد ۱۲ • مسند جلد ۱۰ • بن کثیر جلد ۱  
در المنثور جلد ۲ • فائز • معالم جلد ۲ • غیرہ کتب کثیرہ میث و تفسیر میں بکثرت متعارف ہے  
• المصنف من البخاری مسند و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
• مسلم مصنف مسند کا • صلی اللہ علیہ وسلم



ماہ سمع المشركون سبَّو العمار ومن سبَّاه  
 فقال الله تعالى لسبيله صل الله تعالى عليه وسلم ولا تعبدوا  
 صلوات اى بعد اسك فسمع المشركون فسبَّو العمار  
 ولا تعبدوا مع ان اصحابك فلا سمعهم و اسمع بين ذلك  
 سبباً . يعنى یہ آیت اس وقت اترى جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں فتنے تھے ۔ آپ  
 جس وقت اپنے اصحاب کو نماز پڑھایا کرتے تو اپنی آواز مبارک قرآن کریم پڑھنے میں بن فرمایا کرتے تھے پس جب  
 وہ فرس لیتے تو قرآن کریم اور اس کے اتارنے والے اور لانے والے کی شان میں گستاخانہ کلمات بکتے تو  
 اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ولا تعبدوا صلوات یعنی نماز کی قربت کو  
 اونچا نہ کرو کہ کافر سن لیں گے تو یہودہ کلمات کہیں گے ولا تعبدوا بمعنی اصحاب سے  
 یوں آہستہ نہ پڑھو کہ وہ سن نہ سکیں و اسمع بین ذلك سبباً اور ان دونوں کے بیچ میں  
 راستہ چاہو :

اس شان نزول سے واضح ہوتا ہے کہ اس "صلوات" سے مراد پڑھنی نماز نہیں بلکہ صرف  
 قراءت نماز (جو جزو نماز ہے) ہی مراد ہے ۔ اور ابتدائے اسلام میں سب نمازوں میں قرآن کریم زیادہ  
 بلند آواز سے پڑھا جاتا تھا ۔ اور باہر والے مشرکین سن کر شرارتیں کرتے تھے اور اس فرمان کے اترنے سے  
 مطلوب یہ تھا کہ مشرکین نہ سنیں اور حاضرین نماز بھی محروم نہ رہیں ۔

اب قابل غور امر یہ ہے کہ مطلوب کے حصول کی دو صورتیں ہیں ۔ ایک یہ کہ آواز نہ زیادہ بلند ہو اور  
 نہ ہی زیادہ آہستہ بلکہ درمیانہ درجہ کی ہو کہ حاضرین سن لیں اور باہر والے نہ سن سکیں ۔ بہت سے مفسرین کرام نے  
 اس صورت کا ذکر اسی شان نزول کے ساتھ فرمایا بلکہ اس شان نزول کی بعض روایات میں بھی اس کی تصریح  
 آئی ہے ۔ استعمال سپیکر کو ناجائز فرمانے والے حضرات کا استدلال صرف اسی صورت پر مبنی ہے مگر  
 ان حضرات نے اس پر غور نہ فرمایا کہ مفسرین کرام نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی مروی ہے  
 کہ کافروں جو ناجائز نقل فرمایا ۔ طبری ص ۱۲ جلد ۱۵ ، دارالمشورۃ ص ۲۰۲ جلد ۲ ، ابن کثیر ص ۲ جلد ۲ میں ہے  
 . سقط من الطبري صلوات على رسول الله صلى الله عليه وسلم

۱۵۰ مشہور ہے ، منقول ۱۵۰ مشہور ہے ، دارالمشورۃ کی جہاز میں ، منقول ۱۵۰ مشہور ہے ، منقول ۱۵۰ مشہور ہے

صورت اول

و نہ یہ سبب مسقط حد اخلہ فصل الان ای ذلک شاء یعنی بکریہ کبیر  
 ہجرت فرمایا تو یہ (جہرث) یہ کامنچ ہونا) مسوخ ہوا اب جو چاہے (جہرث) یہ یا متوسطہ کر کے بقہ  
 صاوی علی البدلین مء ۳۱ بعد ۲ میں تو ہے و ہذا الامر قد دان من سوم اسلام  
 عمرو و العمرو ہما مسوخ مللمصل العہد فی الصلوۃ الحبر  
 و لم یزید علی سماع لسا مومین یعنی یہ مکر ضرور زائل ہو گیا حضرت عمر و عروہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہما کے اسلام کے دن سے پس یہ مسوخ ہے۔ تو نمازی کے لئے بلند پڑھنا جہر یہ نمازوں میں جائز  
 ہے اگرچہ مقتدیوں کے سننے سے زیادہ ہو ۱۰

نیز سنن ہیثمی مء ۱۹ بعد ۲ میں اسی شان نزول مذکورہ کی روایات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کے جہرث یہ کہ حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں قال النسیح رحمہ اللہ لعمرو  
 و لم یکن فی الوقت لذلک جہر فب عمر ہذا العہد ما کان  
 فی وقت نزول الألب من خوف المشرکین ان یسألوا عنہ یعنی  
 حضرت عمر کے اس جہر کے وقت اس شرارت مشرکین کا خطرہ نہیں تھا جو اس آیت کے وقت نزول میں تھا  
 نیز حدیث شریفہ مرکیہ سے جہر یہ نمازوں میں اتنا جہر پڑھنا کہ بیرون مسجد سنا جائے یقیناً ثابت ہے کما  
 سبق فی مائدہ بعالیٰ۔

تو ان حدیثوں سے بھی واضح ہوتا ہے کہ بوجہ ارتفاع سبب (خوف شرارت مشرکین) وہ حکم اور بیان  
 کو آواز سے پڑھنے کا ہر قلعہ ہو گیا۔ پھر زمانہ مقدسہ سے آج تک بالاجماع یعنی طور پر غور و غور میں مخالفت  
 (آجستہ پڑھنا) کامیابی پلے آنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ یہ حکم مسوخ ہو گیا کیونکہ جس طرح (الحجرہ)  
 فرما کر اس صورت میں جہرث یہ سے منع فرمایا کہ مشرکین نہ سنیں۔ یونہی ساتھ ہی لا سحاف "نہ" کہ  
 مخالفت شدیدہ سے منع فرمادیا تاکہ مقتدی ہی سن سکیں اور "اسے سنیں" ذلک مسئلہ سے  
 لازم فرمادیا کہ جہرث یہ او مخالفت شدہ کے درمیان پڑھا جائے کہ مقتدی سنیں اور مشرکین نہ سنیں۔ تو  
 غور و غور میں یوں آجستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں نسخ کی دلیل مخرج ہے۔ اور جب مسوخ ہونا ثابت ہوا  
 تو وہ اس کے لئے بھی مجاز فقہاء بن گیا۔

حصول مطلوب (مشرکین کو مسنانا اور غاضب نماز کو نوازنا) کی دوسری صورت یہ کہ جن نمازوں

در بیان جہرث یہ کہ جہرث یہ شرارت مشرکین سے منع فرمادیا تاکہ مقتدی ہی سن سکیں اور مشرکین نہ سنیں۔

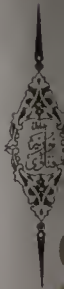
شریکیں اپنی ضروریات سے فارغ اور آمادہ شراعت ہوں، آہستہ پڑھا جائے کہ سن کر شراب میں ذکر کرے اور  
 جہنم میں کھائے پینے یا سونے میں معروف ہوں، حسب معمول پڑھا جائے کہ مقتدی اصحاب و غیرہ محمد ص  
 ہیں۔ اس صورت کا ذکر اس سابقہ شان نزول کے ساتھ ہمارے شاہی عقلمند نے کتب مقننہ تعلیمیہ  
 میں صراحت بالوضاحت فرمایا ہے، مبسوط غرضی مشاہدہ میں ہے وقد كان النبي صلى  
 الله تعالى عليه وسلم في الاستدعاء يحمر بالقرآن في الصلاة  
 كلما كان المشركون يؤذونه ويسبون من اسرله ومن اسرله  
 عليه فأنزل الله تعالى وَلَا تَخْشَوْا فَعْدُوَكُمْ إِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَلَا تَخْشَوْا فَعْدُوَكُمْ إِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
 وَأَمَّا بَنُو ذَلِكُمْ سَبِيلًا فَكَانَ بِخِيفَةٍ بَعْدَ ذَلِكَ فِي صُورِهِ. يظهر  
 والعصر لا منهم كانوا مستعدين للادعاء في عديد  
 الوقتين ويجهرون بصلوة المعرب ربههم  
 والعبر لانهم كانوا انياما ولهم اجمع في الجمعة والعيدين  
 لانه اقامهم بالمدينة وما كان للكفار بها قوة لا دعي  
 كفاية ٢٨٣، ٢٨٤ جلد ١، بحر الرائق ٣٣٥ جلد ١ المطاوع على المراقى ١٥١٠ میں بکلمات متعارفہ والاسم  
 من المعرب والاصل فيه كما ذكره المصنف في الكافي ان النبي  
 صلى الله تعالى عليه وسلم كان يحمر بالقرآن في الصلوات  
 كلما في الاستدعاء وكان المشركون يؤذونه ومنه وبسبب  
 من انزل وانزل عليه فأنزل الله تعالى وَلَا تَخْشَوْا فَعْدُوَكُمْ إِنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ  
 ولا تخافتم بها اي لا تَجْهَر بصلواتك ولا تخافتم بها كلها  
 وابتسم بين ذلك سببلا بان نجهر بصلوة الليل ونخاف  
 بصلوة النهار فكان بخيفته بعد ذلك في صلوة الظهر  
 والعصر لا منهم كانوا مستعدين للادعاء في هذين الوقتين  
 ويجهرون في المعرب لانهم كانوا معمولين بالاكل وفي  
 مساء والعبر لكونهم رفوة اوفي الجمعة والعيد  
 لانه فاعلمها بالمدينة وما كان للكفار بها قوة

مشہور ہے کہ



ان سب باتوں کا حاصل کہ جن تک جی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اسلحہ میں تمام مردوں  
 میں قرآن کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے اور مشرکین سکھایہودہ حرکتیں کیا کرتے تھے تو اللہ تبارک  
 تعالیٰ نے ۱ ولا نعصر بصلوئک ولا نضعاف بہا ما نازل فرمایا کہ اپنی سب  
 نمازوں میں بلند آواز سے قرآن کریم نہ پڑھو اور نہ ہی سب نمازوں میں آہستہ آواز سے پڑھو وہ سب  
 بس ذلک سبیل اور ان دونوں کے بیچ میں راستہ پابو ؟ بایں طور کہ رات کی نمازوں  
 میں بلند آواز سے پڑھو اور دن کی نمازوں میں آہستہ ، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم آنے کے بعد  
 غم و صر میں آہستہ پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان دونوں وقتوں میں مشرکین آمادہ شرارت ہوتے  
 تھے ، اور مغرب کی نماز میں بلند پڑھا کرتے تھے کہ وہ کھانے پینے میں مشغول ہوا کرتے تھے ، اور عشاء  
 فجر میں بھی بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ وہ ان وقتوں میں نیند میں ہوتے تھے اور جمعہ و عیدین میں  
 بھی بلند پڑھا کرتے تھے اس لئے کہ ان کو قائم ہی مدینہ شریف میں کیا ، حالانکہ اس میں کفار کو طاقت  
 شرارت نہ تھی ۔

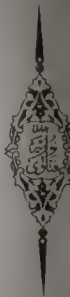
کفایہ و مجرالات میں فرمایا وهذا العدد وان زال بغلبة المسلمین  
 ما حکم باقی لان بقاءہ يستعنی عن بقاء السبب یعنی وہ مذ  
 (شرارت مشرکین) اگرچہ غلبہ اسلام سے نازل ہو چکا مگر وہ حکم باقی ہے اس لئے کہ اس کی بقاء بقاء  
 سبب سے ہے پروا ہے ، نیز بذات صانع ملا اجلدا ، فتح القدر ملاجلدا ، غنایہ ص ۲۸۷ ج ۱  
 و المختار مع تقریر الشافعی ص ۲۹۷ ج ۱ میں ہے والنظر من البدع کان النبوی  
 اللہ علیہ وسلم یجہد فی الصلوات کلہا فی التبتداء الی ان  
 قصد الکفار ان لا یسمعوا القرآن وکادوا یملعون فیہ وخاف  
 النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما لفرءاء فی الظہر والعصر لا تمہم  
 کادوا مسعدین للذی فی حدس لوفس ولہذا کان یجہد  
 فی الحمۃ والعیدس لانه اقامہما بالمہدس وما کان للکفار





اس کا ماحصل بھی وہی ہے اور مفسرین کرام نے بھی بلا ذکر بشان نزول اس صورت سے اس کریمہ کی تفسیر فرمائی ہے۔ احکام القرآن امام المصنفی جلد ۲ صفحہ ۳۰۰، البراءۃ جلد ۱، بیضاوی جلد ۱، تفسیر کبیر جلد ۵، نیشاپوری جلد ۱۵، تفسیر ابی احمد جلد ۳، مارک جلد ۲ میں ہے و النظم للمسی او معاہ و لانحصر بصلوت کلہا ولا تخاف بہا کلہا و ابتع میر دلت سبیلہ بان تحہر بصلوۃ اللیل و تخاف بصلوۃ النہار۔ بلکہ النشر جلد ۴ میں حضرت اُس المفسرین سے ہے ونصہ و اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قولہ تعالیٰ ولا تحہر بصلوتک ولا نجعلہا کلہا حہرا ولا تخافت بہا فال لا تجعلہا کلہا سہرا۔ ان عبارات کا ماحصل یہ ہے کہ اس آیت میں تمام نمازوں کے جہر قرات سے منع نہیں فرمایا بلکہ صرف ظہر و عصر میں۔ نیز تفسیر ابی احمد میں ہے وعلى هذا فالأب فی تعین الصلوۃ الجہریۃ و غیر الجہریۃ۔ یعنی اس تفسیر پر یہ آیت جہریہ اور غیر جہریہ پنجگانہ نمازوں کی تعین کرتی ہے۔ بہر حال یہ اس کریمہ کی ایسی تفسیر ہے جسے کثرت مفسرین کرام نے بیان فرمایا اس صورت میں "ذٰلک" کا اشارہ الجہر بقراءۃ کل الصلوٰۃ او المحاصر بعراءہ کل الصلوٰۃ کی طرف ہے۔ تو امر "ابتع بین ذٰلک" سے رات کی نمازوں میں جہر واجب ہوا اور دن کی نمازوں و ظہر و عصر میں مخافت کما مر مصرحا اور جب اس کریمہ سے جہر نمازوں میں جہر جائز ہوا تو جہر کے تمام افراد کا جواز ثابت ہو گیا نہ یہ ہو یا خفیف یا بین بین کہ طلاق و عموم جہر ان سب کو شامل ہے۔

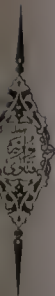
امام اہل السنۃ و الجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "عموم و اطلاق سے استدلال زماذ صماہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین سے آج تک علماء میں شائع و ذائع، یعنی جب ایک بات کو شرع سے محمود فرمایا تو جہاں اور جس وقت اور جس طرح واقع ہوگی، ہمیشہ محمود رہے گی تا وقتیکہ کسی صورت خاصہ نہ مانفت خاص شرع سے نہ آجائے مثلا مطلق ذکر الہی کی خوبی قرآن و حدیث سے ثابت تو جب کبھی کہیں



کسی طرح پر حد کی یاد کی جائے گی۔ بہت ہی ہلکی۔ ہر صورت کا ثبوت شرع سے ضرور نہیں ملے گا۔  
بیہ کر زبان سے یاد الہی کرنا ممنوع کہ اس خاص صورت کی برائی شرع سے ثابت، غرض جس حد کی  
خوبی معلوم اس کی خاص خاص صورتوں کی جدا جدا خوبی ثابت کرنا ضرور نہیں کہ آخر وہ صورتیں اسی  
مطلق کی تو ہیں جس کی بطلانی ثابت ہو چکی بلکہ کسی خصوصیت کی برائی ماننا یہ محتاج دلائل ہے۔ مسئلہ الثبوت میر  
ہے شائع و داع احنجہا جہم سلما و خلعا بالعمومات مر  
عیر تکیر، اسی میں ہے العمل بالمطلق یعترضی الاطلاق تحریر  
لاصول علامہ ابن الہمام اور اس کی شرح میں ہے العمل بلہ ان یعترض فی حد  
ما صدق علیہ المطلق (اقامة القیامۃ مثلاً) بلکہ بالخصوص جہر قوی (جو بیرون مسجد سنا  
جائے) کا جواز یوں بھی ہے کہ اس کریم کا سبب نزول وہی جہر قوی تو ہے جو تمام نمازوں میں کیا جاتا  
تھا اور شرکین یا ہر سنا کر تہتے جسے مشایخ احناف کے نزدیک اجتہاد میں ذلت سے جہر  
نمازوں کے ساتھ مخصوص کیا گیا تو نا محال جہر قوی بھی جائز ہوا اور مامورہ کا فرد بنا اور جہر و عید کی بھی جب  
جہر نمازوں میں شامل ہوئے تو ان میں گویہ جہر جائز ہوا۔ تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ غلات و روزی گویہ  
کا شہر بعض پاؤں پر ہوا ہے۔ کریمہ تو جائز باقی ہے غلات و روزی کیسی؟ پھر ایسا جہر قوی ان اعاذت کثیرہ  
مرفوعہ و موقوفہ کے اطلاقات و عموماً سے بھی ثابت، جن میں جہر نمازوں کا جہر بیان ہے و کثرتاً  
اظہر من ان تنظر۔ بلکہ بالخصوص صراحت بھی ثابت، صحیح بخاری ۱۵ جلد ۱، ص ۲۲ جلد  
دو غیرہ کتب کثیرہ اعاذت میں حضرت جبریل علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ میں نے سر کا پرکشش  
قرار علی اللہ علیہ السلام کو نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے سنا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب جبریل علیہ السلام  
نہیں لائے تھے اور بدر کے قیدیوں کی طلب میں آئے تھے۔ جہاد بخاری کے یہ لفظ ہیں و کان جاء  
فی اسامی مدبر فال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور ظاہر ہے کہ وہ مسجد اقدس سے باہر قیدیوں کے  
پاس ہی ہوں گے، تو معلوم ہوا کہ بیرون مسجد سن رہے تھے۔ بلکہ صحیح بخاری ۱۵ جلد ۲ میں طبرانی کی  
روایت سے اسی حدیث میں ہے و قد حصر من المسجد کثرتاً  
ہمارے مسجد سے ضرور باہر نکلی ہوئی تھی موطا امام مالک ۱۵ جلد ۱، موطا امام محمد ۱۵ جلد ۱، سنن بیہقی ۱۵ جلد ۱

میں ہے و یسمی من ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 یسمی من یقرأ فی الصلوة و ان قرأت کانت سمع عمر  
 ذریعہ من یسمی بالصلوة ہے شک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز قرات بندہ  
 کرتے تھے وہ آپ کی قرات بطور میں ابوجہم کی حوالی کے پاس سنی باقی تھی و لاسبق فی و مور الصبا  
 فی عہدہ السبا و سم یقول انکار احد فکان احما مہم  
 علی حسن کمال الجہر

شرح معانی الآثار مشکۃ جلد ۱ میں حدیث عبدالرحمن بن ابی بکر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ نے میں مکہ مکرمہ میں نماز صبح پڑھائی اور اپنی آواز قرات اتنی بلند فرمائی کہ اگر اس وادی میں کوئی بوقہ تو ضرور  
 سن لیتا و رفع صوتہ بالفراۃ حتی لو کان فی الوادی احد لاسمع  
 یحییٰ بن یزید مشکۃ جلد ۱ میں ہے و کان ابن عمر یوضع لہ الطعام و تنام بصلوة  
 فلا یاتیہا حتی یفرغ و ان یسمع قراءۃ الامام عینی شرح بخاری  
 مشکۃ جلد ۲ میں ہے (قول و کان ابن عمر) هو موصول عطف علی المرفوع  
 و قد رواہ السراج من طریق یحییٰ بن سعید عن عبد اللہ  
 عن شافعہ ف ذکر المرفوع ثم قال قال شافعہ و کان ابن عمر  
 اذا حضر عشاء و سم الاقامة و قراءۃ الامام لم یغم  
 حتی یفرغ فتح الباری مشکۃ جلد ۲ میں بھی پڑھنی ہے مگر عن عبد اللہ عن شافعہ  
 کہ یکن عن عبد اللہ عن شافعہ ہے۔ و قد اخرج الحدیث لامام  
 محمد فی الموطا و فیہ یمسم قراءۃ الامام و هو  
 سینہ۔ مگر اور کھانا لا کر مسجد سے باہر ہی جاتا ہے تو مدعی صاف طور پر ثابت ہے۔ پھر تمام ائمہ کا  
 اتفاق ہے کہ جہر یہ نمازوں میں امام پر جہر واجب ہے۔ متون و شروح و حواشی و فتاویٰ  
 سب کے سب اہم نکات و حجب سے گونج رہے ہیں۔ ان کے اطلاقات جہر سے بھی واضح ہو رہے کہ  
 اس کی سب صورتیں نماز میں حالہ مکہ فقہائے کرام نے بیان کر فرمائی کہ جہر امام کا سب سے کم درجہ ہے کہ مادی صحت  
 اہل علم کے۔ اور اہل کی تو کوئی مدعی نہیں۔ خلاصۃ الفتاویٰ ج ۹۰ جلد ۱۔ بحر الرائق مشکۃ جلد ۲۔ مختار

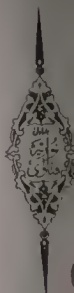


۳۰ بد شامی رملہ و غانیہ اربع سید ۳۹۹ جلد میں ہے - لاماء

فی مسوہ المحافل تحت اسم رحمن اور رحیلان لایسکرمہ  
والحمر ان بسم الککن شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اسی کی نصف الاول  
لا کل المصلین مدلیل مافی لمہستانی عن السعودیہ  
ان جہر انما اسماء اصناف لاوں والی ارون اذنی احمر اسماء  
عبرہ ممن لیس بفریب کھیل اصناف الاول واعلاہ لاحول

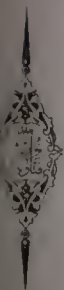
یہ شامی علیہ الرحمۃ کی وہ بلند پایہ تحقیق ہے جو عظیم تحقیق اور غنیمتِ خاصہ ہے تو درہ زویش کی طرح  
ظاہر ہے کہ امام کے لئے ایسا جہنم پڑھنا جو بیرون مسجد سنا جائے یقیناً جائز ہے جب کہ اس پڑھنے سے امام یا  
کسی دوسرے کو مشقت و اذیت نہ پہنچے بلکہ ایسا پڑھنا اولیٰ و افضل ہے تبیین الحقائق ص ۱۲۵ جلد ۱  
عالمگیریہ ص ۳۳ جلد ۱ المطحطاوی علی المراقی ص ۱۵۱ میں ہے لکن لا یبالی فی الجہر مثل الاصل  
۳۰ لا یسمع غیرہ یعنی امام تو بہت زیادہ بلند آواز سے پڑھتا ہے مگر اکیلے امام کی طرح  
زیادہ بلند آواز سے نہ پڑھے نہایت علی الہدایہ ص ۲۸۳ جلد ۱ میں بھی منفرد کے حق میں ہے لا یجہر  
ہمنا کل الجہر یعنی اس حالت افراد میں پورا جہر نہ کرے ۳۰ درالمختار ص ۱۵۱ جلد ۱ امراتی  
الفلاح ص ۱۵۱ ، غایۃ علی الہدایہ ص ۲۸۳ جلد ۱ میں ہے ویکتفی بآدناہ کہ اکیلا بے چھوٹے  
در بے کاجہر کرے

توان عبارات سے حسب القواعد معلوم ہوا کہ امام پورا جہر کرے اور اذنی درجہ کا نہ کرے  
لان المفہم المحافل معتبر حکما فی الدر والشمی و مسائلہ  
وصرح بہ معبد المائۃ الحاضرة فی الرمز الممارکۃ  
بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اور وضاحت فرماتے ہیں کہ جماعت کے قدر سے زیادہ بلند پڑھنا اسی شرط کے ساتھ  
افضل ہے ص ۲۹۹ جلد ۱ میں ہے وی لرافدی عن ابی جعفر لور علی قدر  
الجامع ص ۱۰ اصل الااد احمد نفسہ اوادی غیرہ وصافی ص ۱۱  
لحقاق ص ۱۲۵ جلد ۱ فتح القی ص ۲۸۳ جلد ۱ مجمع الانصر ص ۱۲۵ جلد ۱ ، ہندیہ ص ۳ میں ہے و بعد  
مہارہ رحمہ اللہ م نص مال جہر یعنی امام کوں نہ پڑھے کہ صحت میں نہ



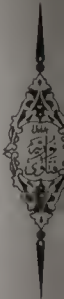
اسم ہوا کہ بلا مشقت جس قدر بلند چڑھ سکے بہتر ہے

ان سب عبارات فقہیہ کا منبع وہ پاکیزہ کلمات ہیں جو حرر مذہب مہذب خفیہ حضرت امام خم  
میر الحرمین نے موطا کے ملکہ باب جہر اور قدیمہ شیعہ جہر میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ جہر جو  
بیرون مسجد پاک ابوجہم کی حویلی کے پاس سنا جاتا تھا، اسناد بیان کر کے فرماتے ہیں المحصر بالمراۃ  
فی تصویرہ فیما یجہر بہ بالمراۃ حسن مالم یجہد  
للمرجع نفس یعنی یہ جہر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے، جہر یہ نمازوں میں اچھا ہے  
جب کہ پڑھنے سے مشقت میں نہ پڑے، تو اس بلند پڑھنے کا حسن و استحباب آفتاب بلحاظ کی طرح  
واضح ہوا۔ رہا وہ جو سراج و دہاج سے بحر الرائق و مندیہ میں ہے الامام ادا حصر فروق  
بعبارة فقد اساء کہ امام جب ضرورت سے زائد جہر کرے تو اس نے اچھا نہ کیا، اس  
ضرورت سے زائد جہر سے مراد اگر وہ جہر جو جو باعث مشقت بنے تو فہما کما مر۔ ورنہ ان نعوض ظاہر  
مشائخ عظام وائمہ کرام کے سامنے بعض مضحک و لا طائل ہے کہ سراج و دہاج ضعیف اور غیر معتبر کتاب  
ہے۔ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتاویٰ رضویہ ص ۱۱۱۱ جلد ۱ میں اسی سراج و دہاج  
کے ایک مسئلہ کے رد میں فرمایا کیف ما کان فمافی السراج غریب جداً  
ولم یستند للمعتمد وخالف المعتمدات وبقول الثقات  
ولا یظهر له وجہ وقد قال فی کشف الظنون السراج الوہاج  
عہدہ المولی المعروف ببہر کلی من جملة الكتب المتداولة  
الصفتہ غیر المعتمدة۔ (ترجمہ) جس طرح بھی ہو تو وہ جو سراج میں ہے بالکل نئی بات ہے  
جو کسی محدث یا مستند نہیں اور کتب معتدہ اور ثقیوں کی نقول کے خلاف ہے۔ اور اس کی کوئی دلیل ظاہر نہیں  
تو قیلاً کہ کشف الظنون میں فرمایا کہ مولیٰ برکلی نے سراج کو ان کتب متداولہ سے ذکر کیا ہے جو ضعیف اور  
غیر معتبر ہیں۔ اور یونہی سراج الوہاج سے بعض کتابوں میں منقول ہو جانا بھی صحیح نہیں بنا سکتا۔ رضویہ شریفہ  
ص ۱۱۱۱ جلد ۱ میں بحر الرائق سے ہے وقد بلغ کثیراً ان مؤلفاً یصد حکم شیتا  
عطافیا من بعدہ ہفتوں تک العبارة من غیر تعبیر و لا  
سب فیکثر المناہوی و اصل لواحد مخلف یعنی بسا اوقات یوں واقع ہوتا



کہ کوئی ایک صحت عقلی سے کوئی چیز ذکر کر دیتا ہے تو اس سے پہلے اگر اس صاحبِ روح کو کسی بات پر اس نے  
 میں تو ناقل زیادہ جو جاتے ہیں حالانکہ واصل ایک ہی مہولے والا ہوتا ہے۔ وراثتِ شامی علیہ الرحمۃ رسائل میں  
 جلد میں فرماتے ہیں کہ کبھی یوں اتفاق ہوتا ہے کہ متاخرین کی کتابوں سے تقریباً بیس کتابوں میں کوئی چیز  
 موجود ہوتا ہے اور جو تادم قول غلط ہے جو غلطی کر بیٹھا اس میں پسند و مانع اس کا تو پھیلنا آتا ہے اور اس کو اس  
 نقل کر دیتا ہے اور یہی نقل کرتا ہے معن کا سبقت، پھر اس کی کئی نظیریں اسی سراج و باج وغیرہ سے نقل کرنے  
 کے بعد فرماتے ہیں: **ولهذا الذی ذکرناه نظائر حکتہ اتفق صاحب**  
**صاحب البحر والنہر والمصح ودر المغتار وغیرہم**  
**وہم سہو منشأ الخطأ فی النقل** اوسبق النظر یعنی یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے  
 اس کی نظیریں کثرت میں جن میں بحر الرائق، نہر الفائق، منہ الغفار، درالمختار وغیرہ کے مصنفین نے  
 اتفاق کیا حالانکہ وہ نظیریں سہو (مہول) ہوتی ہیں، مثلاً ان کا نقل میں غلطی یا سبقت نظر ہوتی ہے۔

نیز رسائل میں جلد ۱ میں ایک اہم قاعدہ بیان کر کے فرماتے ہیں **ان المقلدان افنی**  
**بلا نقل عن المعتمدات فلا تنظر الی فتواہ** بیشک مقلد اگر معتبر کتابوں کی  
 نقل کے سوا فتوے دے تو اس کے فتوے کو دیکھا ہی نہ جائے۔ پھر صراحتہ مدادی (مصنف سراج  
 ولاح شرح قدوری) کا نام لیکر فرمایا کہ وہ اور ان کے ہم مثلوں کا یہی حکم ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے  
 درالمختار کے قول "فان زاد علیہ اساء" کی شرح میں بجائے اس کی تائید کے اسے جہر فرق  
 الحاجۃ کو افضل قرار دیا اور اس "اساء" کا قطعاً اعتبار نہ فرمایا۔ شامی ۳۹۷ جلد ۱ میں ہے **وقولہ فان**  
**نہ زاد علیہ اساء** دفعی الزاہدی عن ابی جعفر لوزاد علی الحاجۃ فهو  
 افضل الخ اور اگر ارفاء العنان کے طریق پر چشم پوشی کی جائے تو پھر بھی اس عبارت سراج سے حرمت و  
 کراہت ثابت نہیں ہو سکتی کہ لفظ "اساء" ترک اولیٰ پر بھی بولا جاتا ہے۔ بلکہ انہیں جواز کے مستمیر  
 حموی سے شامی علیہ الرحمۃ نے شامی ۳۹۷ جلد ۱ میں یہی عبارت سراج اور اس کے متعلقہ آراء دونوں  
 الکرانہ "نقل فرمایا یعنی یہ اساء کراہت سے کم ہے۔" تو ثابت ہو کہ اس عبارت کا تقاضا صرف اتنا  
 ہے کہ ضرورت سے ناخذ جہر افضل نہیں تو فاضل و جائز ہونے کی نفی نہ ہوئی بلکہ حسبِ انقضاء ثبات ہو  
 و۔ پڑھی موطاوی علیہ الرحمۃ نے حاشیۃ المراقی ۱۷۱ میں اس کا ذکر مستحب کے مقابل میں فرمایا و مستحب



یہ محمد بحسب الجماعہ فان راد فوی حلیۃ الجماعہ  
 بعد اسلہ تو وہ عبارت مریج بھی جواز بلا کراہت کے خلاف نہیں بہر حال ایسا جہاں جہ  
 بیرون مسجد بنا جائے فقہائے کرام کی نظروں میں جائز ہے۔ بلکہ محرم بذہب حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ  
 اور بہت سے مشائخ عظام نے اس کی تحمیل فرمائی ہے جبکہ باعث مشقت نہ بنے اور چونکہ لا وہدیکہ  
 کی صورت میں بھی ایسا ہی جہر پایا جاتا ہے جو باعث مشقت نہیں بنتا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں  
 مگر چہ جائیکہ ناجائز یا مفید نہا نہ بنے۔

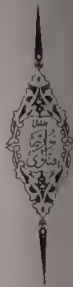
الحاصل عیدین اور جمعہ کی نمازوں کے لئے سپیکر نصب کر دینا کثرتاً لانا حرام  
مردتک و لانتخافت بہا و ابتہ مبین ذلک سببیلہ کی خلاف ورزی  
تعمانیں جس مسئلہ کی بنا پر خلاف ورزی کا خیال کیا جاتا ہے وہ مکمل جمعہ و عیدین کے شروع ہونے سے  
پہلے ہی منسوخ ہو گیا۔ اور دوسرا معنی مفید حجاز و استحباب ہے جو امامیہ مرفوعہ و موقوفہ اور تصریحاً  
فقہ حنفیہ سے بھی ثابت ہے۔ تبعبے کے حنفی ہو کر یہ کادہ معنی نہیں لیتے جو شرائع عظام حنفیہ نے نہایت  
فانع الفاظ میں تفصیل سے بیان فرمایا اور ایک ایک نماز کا نام لیکر بتایا (کما مر) پھر تبعبے کے دوسرے  
پیکر سے معنی گنی آواز کو جب آواز امام نہیں مانتے بلکہ مفاثر اور صدا جانتے ہیں اور صدا درمیانی آواز بلکہ  
قدے آہستہ سے بھی پیدا ہو جاتی ہے تو ان کے تخیل پر لازم کہ نمازیں جماعت سے ایسے مکانوں

میں نے کہا: "میرے بچے ہیں"

[illegible]

میں جائزہ ہوں جن میں صد اپیدہ ہو جاتی ہے جیسے گنبد دار مساجد، حالانکہ قدیم سے یہ کسٹور مسجد ہے۔  
 کہ اہل بیان اسلام گنبد دار مسجد میں بناتے اور ان میں نمازیں ادا کرتے چلے آتے ہیں۔ آج تک کسی  
 نے ایسی مسجدوں کا بنانا حرام نہیں بتایا اور نہ ہی ان میں نماز پڑھنا ناجائز فرمایا۔ حضرات غدر کیا کرتے  
 ہیں کہ سپیکر نئی ایجاد ہے اس کا مزاج جزئیہ کیسے دکھائیں؟

حضرات! گنبد دار مسجد تو نئی ایجاد نہیں، براہ کرم کسی مستند کتاب سے صرف اتنا ہی کہ  
 دیں کہ ان میں نماز باجماعت ناجائز ہے یا کریمہ لاصحہ رص لوقت کی خلاف ورزی ہے  
 فقہائے کرام نے ایسی ایسی نادور سے نادور صورتوں کا بھی بیان فرما دیا ہے جن کا وقوع نہایت ہی مستبعد  
 ہے، تو اس واقعہ و متحقق صدا کا حکم کیوں نہ بیان فرمایا؟ کیا ان کی باریک بین نظروں نے یہ بڑے  
 بڑے گنبد نہ دیکھے یا ان کے سرلیع السماع کانوں نے یہ سخت سخت صدائیں نہیں؟ یوں ہر گز ہر گز  
 نہیں بلکہ یہ سب کچھ یقیناً ان کے پیش نظر تھا مگر چونکہ حجاز نماز میں خلل انداز نہیں تھا لہذا مفسدات نمازیں  
 شمار نہ فرمایا بلکہ صاف صاف حجاز نماز کا حکم لگا دیا کہ ان حضرات (مشائخ عظام) نے مقتدی کے لئے  
 انتقالات امام کا حکم کسی طرح سننے یا دیکھنے سے حاصل ہو جانا حجاز نماز کے لئے ضروری قرار دیا ہو گا  
 گنبد یا سپیکر سے بھی حاصل ہے، اس کا بیان رسالہ مبکرات الصوت میں فتاویٰ قاضی وغیرہ آگیا ہے کتابوں  
 سے گزر چکا، اور سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا تو اس کی تصریح فرمادی مگر اس سے یہ سمجھنا کہ صدا  
 سے سجدہ واجب نہیں ہوتا تو نماز بھی جائز نہ ہوگی صحیح نہیں، وجوب سجدہ کی نفی تو حجاز سجدہ کی نفی بھی  
 نہیں چہ جائیکہ حجاز نماز کی نفی بنے۔ اور اگر اسی پر اصرار ہے کہ اس مسئلہ تلاوت سے نماز کا عدم حوازا ثابت  
 ہو گیا تو پھر دوسرے مسئلہ تلاوت سے مصلحت کی تکلیف اس سن کر نماز پڑھنا بھی ناجائز ہو جائے گا کہ ہماری  
 تمام کتب فقہیہ سے روز روشن کی طرح ثابت کہ مقتدی آیت سجدہ پڑھے تو سجدہ واجب نہیں ہوتا تو  
 لازم کہ جس طرح صدا سے سجدہ تلاوت واجب نہ ہونے پر صدامفسد نماز بن گئی۔ یونہی مقتدی کے



میں جیسے اس مسئلے میں تو کیا ان مساجد میں نماز باجماعت جائز نہیں، تو سب سے کہ ایسی ہی مساجد کو بھی جی مفسد کے لئے بیکار کرنا گندہ  
 ششہ شاہجہان کے زمانہ میں اور حدیث شریف کسی عالم کا کیا کوئی فتنہ، بھلا مسلمانوں کو یہ بھی ایسی مساجد میں نماز باجماعت کرنا  
 اور نماز نماز کی جگہ عرصہ ملا، فی لاصحہ رص عفرلہ



جس سے حجۃ تہذیب واجب نہ ہو تا صورت مبلغ میں مستند بن جائے کہ مبلغ بھی تہذیب ہی جو تا ہے مگر مذہب  
 پر نہ تو معلوم ہوا کہ خدا سے کن کر نماز پڑھنا بھی جائز ہے تو یہ مسئلہ منصوصہ خدا و دلیل جواز بن گیا و  
 لنصل فی مکبر الصوت و میحین فی ہمداء ایضا بآدہ دلیلی :

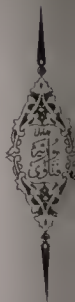
ہا یہ شبہ کہ سنت مستمرہ کے مخالف ہے تو یہ بھی محض اشتباہ و توہم ہی ہے۔ یوں کہنے والوں  
 سے دریافت کیا جاتا کہ کون سی دینی کتاب مستند میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم مبلغ کھڑے  
 کرتے تھے ؛ مجھے تو بکثرت کتب متداولہ دیکھنے سے اتنا بھی نہیں مل سکا کہ پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے کسی ایک مرتبہ کے لئے بھی کوئی ایک ہی مبلغ (تکبیرت سنانے والا) کھڑا کیا ہو۔ تعجب ہے کہ ان حضرات  
 کو کچھ مل گیا کہ "مبلغ کھڑے کرتے تھے" جس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ مبلغ کھڑے کرتے تھے اور ایک سے زیادہ  
 ہوتے تھے کیونکہ "کھڑے" صیغہ جمع ہے اور "کرتے تھے" ماضی استمراری ہے۔ تبھی تو سنت مستمرہ کے خلاف  
 باتے میں قل ہاتوا سبرہا نکم ان کنتم صدقین۔ مگر دعویٰ  
 میں بچے ہو تو دلیل لاؤ۔

ہاں اتنا تو ضرور مآب ہے اور مستند کتابوں سے ثابت کہ محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مختلف  
 مضرع کے دوران ایک ایک مرتبہ یہ اتفاق بنا کہ حضور نے نماز پڑھائی اور حضرت ابو بکر عاصم بن کوخیر سنا تے رہے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دونوں مرتبہ ظہری کی نماز تھی۔ پہلی نماز حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا کے دولت سرا کے بالا خانہ میں مزاج پر کسی کے لئے حاضر ہوئے والوں کو بیٹھ کر پڑھائی اور ابو بکر صدیق توگوں  
 کو شجرات سنا تے رہے۔ مسلم ۱/۱۰۰ جلد ۱۰، ابوداؤد ۱/۱۰۰ جلد ۱، سنن بیہقی ۱/۱۰۰ جلد ۱، طحاوی شریف ۱/۱۰۰  
 جلد ۱، ابی بکرات متعارف ابوالوثر ہے ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (و النظم لاحدی  
 روایات مسلم) اشتکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلیا  
 و رء و هو قاعد و ابو بکر یسمع الناس نکبیرہ، ابوداؤد  
 کی ایک روایت میں ہے ہاتیناہ مرة اخری فصلیا ابی بکرتوب  
 حبالسا، امام طحاوی اور بیہقی کی ایک روایت میں ہے صلی بنا رسول اللہ علیہ  
 وسلم الظہر فتح الباری ۱/۱۰۰ جلد ۱ میں ہے ان هذه المعصاة کام و  
 دی لعنہ مستنفس من المعبرہ کہ یہ سن پانچ بوری کے ذی الحجہ میں ہو، و

دوسری نماز سبھا تقدس میں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنہ آخری میں سنہ سے ابوبکر کو حکم دیا اور کئی دن وہی نمازیں پڑھا کرتے رہے پھر ایک دن حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم سنہ ۱۱ از مکہ میں فرمایا تو دو صاحبوں کے سہارے نماز ظہر کے لئے باہر تشریف لائے حالانکہ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے جب ابوبکر نے حضور کو دیکھ تو (عین نماز میں) جیسے بٹھنے لگے تو حضور نے اشارۃً بٹھنے سے روک دیا دیکھو یہاں کہ مجھے ابوبکر کے پاس بٹھاؤ۔ تو اب ابوبکر حضور کی اقتدار کرتے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے اور لوگ ابوبکر کی کی تکمیل ات سن کر پڑھ رہے تھے۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ سے یہ تعدیق ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم صحیح بخاری ۱۷۰۰ جلد ۱ صحیح مسلم مثلاً جلد ۱ وغیرہ مکتب معتدہ کثیرہ میں ہے والنظم من البحار فی فصل ابوبکر مثلک الايام ثم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحید من نعمت خفت فخرج بین مرہلین احدهما العباس لصلوة الظہر و ابوبکر یصلی بالناس فلما راہ ابوبکر ذهب لیتأخر فی الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم بان لا یتأخر فقال اجلسا لی جنبہ فاجلسا الی جنب ابی بکر قال فجعل ابوبکر یصل وهو یأتم بصلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم والناس بصلوة ابی بکر۔

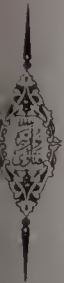
صحیح مسلم ۱۷۰۰ جلد ۱ میں ہے و ابوبکر یسمعہم التکبیر یعنی ۱۷۰۰ جلد ۱ فتح الباری ۱۷۰۰ جلد ۲ میں ہے (مولہ لصلوة الظہر) ہو صریحاً ان الصلوة المذکورة كانت صلوة الظہر منہن ہیئ ۱۷۰۰ جلد ۲، یعنی ۱۷۰۰ جلد ۲ فتح الباری ۱۷۰۰ جلد ۳، نصب الراية مکتب ۱۷۰۰ جلد ۲، مرقاة مثلاً جلد ۲ میں ہے فی صلوة الظہر یوم الاحد او یوم السبت کذا وادایہ فقہ کی ظہر تھی یعنی ۱۷۰۰ جلد ۲، فتح الباری ۱۷۰۰ جلد ۲ میں ہے و انصم من النعم وقد صرح النفا فی باب من اللہ علیہ وسلم لم یصل بالناس فی مرض موسیٰ فی المعہ الزمرہ ۱۷۰۰ جلد ۲، فی حدیث فیہ قاعد وکان ابوبکر



ہنہا اولاً امامت صار ماموماً اسم الناس التکسیر۔ یعنی امام کی  
 عدالت نے طرہ فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مرض وصال میں سہا میں صرف ایک مرتبہ ہی نماز پر حال  
 اور یہ وہی نماز ہے جو بعد کا اضافی اور ابو بکر اس میں پہلے امام بنے پھر مقتدی بن گئے۔ لوگوں کو تکبیر پڑھاتے تھے۔ اور  
 یہ تو ظاہری ہے کہ یہ ربیع الاول شریف ۱۱۰ھ میں تھا۔ بہر حال صرف ظہر کی دو نمازوں میں دوران مرض میں حضرت  
 ابو بکر اپنے حور پر کھڑے ہوئے اور تکبیرات سنانا تھا ہے اور عبد بن یاسی یا کسی اور نماز میں تکبیرات سنانا نہیں  
 تھا اور نہ ہی یہ تھا ہے کہ ابو بکر کے ساتھ کوئی مبلغ بھی تھا۔ اور یہ بھی نہیں تھا کہ حضور نے ابو بکر صدیق کو تکبیرات سنانے  
 کا حکم دیا ہو، تو سنت مسترد کیے بنا! ہاں ان دونوں مرتبہ میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ابو بکر کو منع نہ فرمانا  
 ان دونوں مرتبہ میں جائز ہونے کی دلیل ہے کہ حضور کا فعل صحابی پر مطلع ہو کر منع نہ فرمانا دلیل جواز ہے بحوالہ لعل  
 مطبوع مع التبیان جلد ۳، مسلم الفوت مع شرح بحر العلوم ص ۲۶۹ وغیرہ میں ہے (والمظن للمحقق)  
 اذا علم الخبی صلی اللہ علیہ وسلم بفعل وان لم یسره فسکت (الی  
 ان قال) قد لیل الجواز۔

نیز یہ بھی مسئلہ ہے کہ حکایت فعل مثبت یعنی کسی فعل کے واقع ہونے کی خبر دینی (جیسے گذشتہ عدیل  
 میں حضرت ابو بکر کے تکبیرات سنانے کی حکایت ہے، عام نہیں ہو جاتی ہے کہ وہ حکم تمام شخصوں اور تمام ناظر  
 جہتوں کے لئے عام ہو جائے۔ اس لئے کہ اس فعل کا وہ وقوع جس کی خبر دی جا رہی ہے لامحالہ کسی خاص  
 صفت اور کسی خاص وقت میں کسی خاص فاعل کا ہی کسی خاص غرض سے ایک خاص فعل ہوگا۔ یعنی خبری تحقیقی  
 ہوگا جس میں عموم و اشتراک مقصود ہی نہیں تو لامحالہ خاص ہوگا تو عام کیسے ہو؟

نتیجہ تو واضح و توحیح طبع گفتوگو میں ہے (و النظم من التلویم) والمحبہ  
 اسہ لاعموم۔ لان الواقع لا یكون الا بصفة معينة فی زمان  
 معین۔ تحریر اور اس کی شرح میر شکلا جلد ۱ میں ہے (لانہ) امی نقل فعلہ بتلك  
 لصیغ (احسن من دخول) فعل (حذف فی الوجود) ولا یصور  
 لعموم فی العرف الحقیقی۔ فمقر المتنبی اور اس کی شرح قاضی عضد اور ماشی نقیذانی طبع  
 صریحاً جلد ۲ میں ہے (و النظم للعاضی) بعد ثبت ان الفعل المسمی  
 لاعموم۔ موجب من الوجود۔ اور عزرات نقیذانی کرام کی حد تصریح میں واقع



لا محذور لہا ہاں ہر کتاب کے دوسرے افراد تمامہ میں جس قیاس جواز ثابت ہو بجز مسند احمد  
میں قیاس ہو۔ نتیجہ وغیرہ میں ہے و ان تحت المساوی فی الحکم فی البعض مسند  
بعضہ علیہ السلام و فی البعض الآخر بالقیاس۔

تو در روشن کی طرح واضح ہوا کہ بعضین کو بے کرنے کا جواز امامیث مذکورہ سے بطریق قیاس ہی  
مستفاد ہو سکتا ہے چنانچہ فقائے کرام نے بھی ان امامیث سے استدلال کرتے ہوئے جواز سے ہی تعبیر فرمایا ہے  
فتح القدیر ص ۲۲۴ جلد ۱، بحر الرائق ص ۳۲۴ جلد ۱، رسال شامی ص ۱۳۹ جلد ۱ میں ہے و المظہم ص ۲

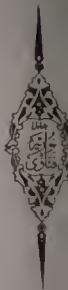
و فی فتح القدیر عن الدرایۃ و تہ لیسر حوازم مع المؤیدین  
اصواتہم فی الجمعة و لیسرین و غیرہما و نفیل مثل العلامة  
ابن نجیم فی البحر عن المجنبی بہر حال میں کھڑے کرنے کا جواز تو مسلم مجتہد سترہ

بہمنہ صیح نہیں اور نہ ہی کسی کتاب مستند میں اس کی تصریح یا خروج ہے، بلکہ بعض مالکی تو کہتے ہیں کہ اس سے  
مقتدی کی نمازی فاسد ہو جاتی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ مبلغ کی نماز باطل ہو جاتی ہے، شریح مسلم ص ۱۳۹ جلد ۱،  
رسال شامی ص ۱۳۹ جلد ۱ میں ہے قد نقل العاصمی عیاض عن مدہبہم

ان منہم من ابطال صلوۃ المقتدی، الا ان قال، ومنہم من  
اطل صلوۃ المسموع یعنی قاضی عیاض مالکی علیہ الرحمۃ نے بلاشبہ اپنے مذہب سے نقل  
فرمایا کہ بعض ان کا مالکی مذہب والوں کا نماز مقتدی کو باطل کہتا ہے اور بعض ان کا تکلیف منافی

کی نماز کو باطل کہتا ہے۔ اس سے بھی مترشح ہوتا ہے کہ سنت مستور نہیں کہ مسائل قیاسیہ ہی عوام ایسے اختلاف  
داخل ہیں اور مجتہد سترہ بلا سنت ہی نہیں تو اس کے خلاف کو بدعت سیئہ کہنا محض یہاں ہے۔ اس کی مدد  
چمکتی ہوئی مثالیں ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام نے کوئی کام کیا اور حضور نے منع نہ

فرمایا، پھر مسلمانوں میں اس کا رواج بھی رہا حضور ص کے بعد اس کے خلاف ہونے لگا تو مسلمانوں نے بدعت سیئہ کا  
نام دیتے ہوئے رو نہ کیا بلکہ بلا انکار رائج بنا لیا، مثلاً حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی قرآن کریم قلموں سے ہی  
کھونٹے بنا کر بعض حکم مکتوم کرتے تھے، پھر صد سال تک اہل ان اسلام قلموں سے لکھتے رہے بعد ازاں زمانہ قریب



لوگوں نے پہلے دستی پھیرتی اور شیشی پر سبوں کے ذریعے چھاپا شروع کیا جو بلا لگا رہو گئے ہیں سب کے دلوں میں رائج ہو گیا مگر کسی نے یہ کہنے کی جرأت نہ کی کہ قرآن کریم ظلم سے کہنا سنت مستور ہے نہ اچھا بنا بہت سبب اور ناجائز ہے

حضرت پاک صل اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں بعض نفاذی حور پر قلموں سے کچھ دیتیں لکھ دیا کرتے تھے اور بعد ازاں کئی صدیوں تک قلموں سے ہی لکھنا رائج رہا مگر جب طباعت اور دین شروع ہوئی تو مسلمانوں میں مقبول ہوئی۔

سبب پاک بڑی سادگی سے تیار کی گئی کھجور کی چھت بارش کا پانی نہیں روک سکتی تھی اور بے نیاز تھی تو کیا مسجدوں کی مضبوط چھتیں گنبد اور مینار جائز نہیں؟

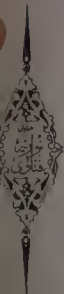
صحابہ کرام فریضہ جماد الثانیہ وغیرہ پرانی طرز کے اوزار سے ہی ادا فرماتے رہے بلکہ خود محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی وہی استعمال فرماتے رہے پھر صدیوں تک مسلمانوں میں رائج رہے بعد ازاں توپ وغیرہ کے ایجاد ہونے پر مسلمانوں نے بلا و سرک ان کا استعمال رائج بنا دیا اور یونہی آج تک جتنے نئے نئے اوزار ایجاد ہوتے گئے ساتھ ہی ساتھ مسلمانوں میں رائج بننے لگے۔

فریضہ حج کا سفر یا دوس یا اونٹوں، گھوڑوں اور فچروں کے ذریعہ ہی ہوتا رہا اور وہی رائج رہا پھر جب گاڑی، موٹر، بس، ٹرک، سائیکل، موٹر سائیکل، ہوائی جہاز اور بحری جہاز کھوں اور بھاپ دھو سے چلنے والے ایجاد ہوئے تو سفر حج بھی ان ذرائع سے شروع ہوا۔

صحابہ کرام بلکہ خود شہنشاہ کون و مکان صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا انعقاد اجلاس خصوصیت اور سلام و قیام درجہ کے بغیر ولادت مبارک کا ذکر فرمایا پھر یونہی ہوتا رہا بعد ازاں انعقاد اجلاس خصوصیت اور سلام و قیام درجہ وغیرہ بنائے گئے جو سنیوں کی نظر میں بدعت سیئہ برکات نہیں۔

یہ بھی اس مبارک زمانہ میں بیانات ولادت مقدسہ کے ذریعہ صرف منکلم کی اپنی ہی آواز تھی در صدیوں تک سبھی رائج رہا بعد ازاں لاؤڈ سپیکر کے ذریعے بڑے بڑے جامع میں دور دور تک ناما شروع ہوا اور بازاریابی

اش با برکت: ان کے وعظ بھی وہاں تک حضرات کی بلا واسطہ آوازیں سے ہی سنے جاتے تھے بعد ازاں تک سبھی رائج رہا بعد ازاں سپیکروں کے ذریعہ منامنا شروع ہو گیا تو بدعت سیئہ نہ بنا

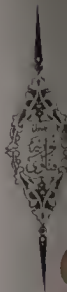


میں برکت ہے۔ سہ ماہی سے صدیوں تک جمعہ و میدان کے حبیب، قرآن والی، حبیب و محبوب  
 فرشتہ خزانوں کی بد واسطہ آوازوں سے ہی جوتے رہے اور اب سپیکر کے ذریعہ ہونے لگے تو بدعت  
 نہیں

اذان کے لئے حضرات بلال اور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتخاب اس لئے ہوا کہ ان کی واپس  
 دوڑ تک پہنچی تھیں و یہی صدیوں تک رائج رہا کہ بلند آوازوں کے ذریعے اذانیں سنائی جاتیں۔ ہاں یہ  
 بھی رائج رہا کہ ایک مؤذن کے ساتھ اور مؤذن مل کر اذان کہتے کہ اور زیادہ دو رنگ سناسکیں مگر سپیکر ایجاد  
 ہوا تو اس کے ذریعہ سنانا جائز ہی کہل گیا۔

جب یہ سب نئی نئی چیزیں بدعت سیئہ نہیں تو سپیکر کے ذریعہ کجیرات نماز کا پہنچانا کیوں بدعت  
 سیئہ ہے؟ اہم اہل السنۃ والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "بری تو وہ بدعت  
 ہے جو کسی سنت مامور بہا (ایسی سنت جس کے کرنے کا حکم دیا گیا ہو) کا رد کرے" اقامۃ القیامۃ مستحب  
 اسی معنی میں فرماتے ہیں "اہم علماء ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں و لیس  
 ان کانت مما تندرج تحت مسنحہ فہی حسنۃ وان کانت تدرج  
 تحت مستقیم فہی مستقیمۃ والا فہی قسم لمباح" اگرچہ بدعت  
 اگر کسی ایسی چیز کے نیچے داخل ہو جس کی خوبی شرع سے ثابت ہے تو وہ اچھی بات ہے اور اگر کسی ایسی چیز کے  
 نیچے داخل ہو جس کی برائی شرع سے ثابت ہے تو وہ بری بات ہے، اور جو ان دونوں میں سے کسی کے نیچے  
 داخل نہ ہو وہ قسم مباح سے ہے۔

اسی طرح صدیوں کا مشہور قرآنی باب مبارک اور قیامہ وغیرہ مامور بہا میں کیا نسبت تہذیب  
 کہنا کہ نماز صلاہ و تالبعین میں نہ تھے لہذا ممنوع میں بعض باطل ہو گیا۔ ہاں اس وقت ممنوع ہو سکتے ہیں مگر ہم  
 کافی ثبوت دو کہ ان میں شرعاً کوئی برائی ہے درہ اگر کسی سستے کے نیچے داخل ہیں تو مؤید اور اگر بعض  
 کسی کے نیچے داخل نہ ہوئے تو مباح ہو کر محض عذر ہیں گئے جو مباح نہایت نیک کی جائے شرعاً ممنوع ہو جائے  
 حصہ اول لیس و عسورہ۔ تو واضح ہو کہ اس نیت سے استعمال سپیکر کہ مقتدی بانی  
 سنت مباح و محمود و مستحسن ہے کہ نیت مذکورہ نیک ہے۔ قد قال اللہ تعالیٰ و یعدوا  
 علی سہو و لغوی۔ بل تحقیق یہ ہے کہ سپیکر سے منی گئی آواز بعینہ منکمل کی ہی آواز ہوتی ہے کہ



چارہ شہادت کہ پہلے طبعان اور اذوں سے جس نے بہرہ و صفاست بہت سبب تک پہنچا ہوتا ہے۔ اس سے آواز نکلتی ہی نہیں اور جب بولا جائے تو صرف بحرف اس ترتیب و اوج سے پڑتا پڑتا  
 حق معنی و آواز سنی دیتی ہے تو عقل سلیم یہ کیسے تسلیم کرے کہ یہ کوئی آواز ہے جیسے کمزور غرہ و جیک نہیں  
 دیکھ سکتا مگر عینک لگا سنے کے بعد جو دیکھتا ہے وہ اس کا اپنی ہی دیکھنا ہوتا ہے اور یہ نہیں لگا جاسکتا کہ  
 اس کا دیکھنا ختم ہو گیا اور یہ کوئی اور دیکھنا ہے لہذا عینک لگا کر کعبہ شریف یا اولیاء اللہ کی زیارت یا مناظر  
 قدرت کا مطالعہ اور قرآن کریم اور دینی کتابوں کا پڑھنا یقیناً جائز و باعث ثواب ہے اور یہ نہیں کہ بدعت  
 میں واجبہ ترک ہے، تو واضح ہوا کہ میکہ کے ذریعے تکبیرات سنانا امام کا ہی سنا ہے اور بدعت میں نہیں  
 اس کی مزید تحقیق مکر الصوت میں بیان ہو چکی اور اس کے چھپنے کے بعد بغض و کرمہ تعالیٰ بام اہل  
 السنۃ والجماعت مجدد مائتہ حاضرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ تعریجات جلیلہ و جمیلہ ہیں جو اس تحقیق کی پوری پوری  
 تصدیق کرتی ہیں جنہیں شیرین شاہ اہل السنۃ حضرت مولانا ابوالفتح محمد شمس علی خان صاحب لکھنوی مدظلہم  
 نے اپنے فتوے مسدذہ مطبوعہ ۱۳۶۹ھ میں امام اہل السنۃ والجماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ  
 مبارکہ "اکشف شافیان حکم فوجرافیا" سے نقل فرمایا۔ صوت کی تعریف و تشریح کرنے کے بعد ذکر  
 نتائج میں فرماتے ہیں: "آواز اس شکل و کیفیت کا نام ہے کہ ہوا یا پانی وغیرہ جسم نرم و تر قلع و قمع سے  
 پیدا ہوئی وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں بلکہ ملائکت کی صفت ہے۔ ہوا ہوا پانی وغیرہ آواز کنندہ کی حرکت  
 قوی و قمری سے پیدا ہوتی ہے لہذا اس کی طرف اضافت کی باقی ہے جبکہ وہ آواز کنندہ کی صفت نہیں  
 بلکہ ملائکت سے قائم ہے تو اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔ انقطاع توج اندام سماع کا باعث  
 ہو سکتا ہے کہ کان تک اس کا پہنچنا بذریعہ توج ہی ہوتا ہے نہ اندام صوت کا بلکہ جب تک وہ تشکل باقی  
 ہے صوت باقی ہے دوبارہ توج ہو تو اس سے تجدید سماع ہوگی نہ کہ آواز دوسری پیدا ہوئی جب تشکل وہی  
 باقی ہے۔ وحدت آواز وحدت نوعی ہے کہ تمام امثال متجددہ ہیں وہی ایک آواز دہائی جاتی ہے ورنہ آواز  
 ہر شخص لول کہلا جائے دہن شہم میں پیدا ہوا، کسی میں نہیں ہوتا، اس کی کاپیاں ہی چھپتی ہوئیں جو رے کان  
 تک پہنچتا ہیں اور اس کو آواز کا سنا کھاتا ہے۔"

پھر جس صد میں فرمایا "گنبد کے دریا پھاڑ یا چلی تری کہ وہ دیوار کے پاس دھمکی مارتی ہو  
خود پای آواز چٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں صدائے تریں " دیکھو دیکھو اس صد میں کیا مختلف  
میں کہ صد اسی توجہ اول سے چلی ہے یا بلند وغیرہ کی مجلس سے توجہ تازہ اس کیفیت سے متعلق ہوا  
مہم تک آتا ہے منتی

تو اس بیان فیض ترخان سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ صد پہلی ہی آواز ہونی ہے، اور توجہ  
اول کا ختم ہونا مضر نہیں جبکہ وہ کیفیت موجود ہے کہ دوبارہ توجہ کب پیدا ہونے سے دوسری آواز پیدا نہیں  
ہوئی کہ شکل وہی باقی ہے، بلکہ تجدید سماں ہوتی ہے۔ اور یونہی دوسری ہوا میں آواز کی کاپی اتنی بھی مضر نہیں  
کہ تو ذکی کاپیاں ہی جتنی ہوتی کان تک پہنچتی ہیں، اور آواز کا پہلا شخص جو ہوا کے ذریعہ منظم میں پیدا ہوتا ہے وہ  
کبھی مسموع نہیں ہوتا کہ وہ تو ایک ہی ہوتا ہے اور ایک ہزاروں کانوں، ہزاروں میں بیک وقت کیسے پہنچ  
سکتا ہے بلکہ کاپیاں چھپ چھپ کر ہزاروں کو رڈوں آوازیں سن جاتی ہیں مگر کہا یہی جاتا ہے کہ ایک ہی آواز  
ہے کہ وحدت آواز وحدت نزعیہ ہے کہ تمام امثال متحدہ ہیں وہی ایک آواز مانی جاتی ہے۔ کاپیوں اور چھپ  
کی تعداد سے آواز متعدد نہیں سمجھی جاتی اور یہ نہیں کہا جاتا کہ ہزاروں اشخاص نے ہزاروں آوازیں سنیں بلکہ  
یہی کہا جاتا ہے کہ سب نے وہی ایک آواز سنی جیسے کاتب کتاب کے حروف و نقوش لکھتا ہے اور پڑھیں  
میں اس کی کاپی اگر کچھ چھپتے چھپتے ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے مگر وحدت نزعیہ کے لحاظ سے وہی ایک کتاب  
ہی مانی جاتی ہے اور یہ نہیں کہا جاتا کہ مثلاً ایک قدوری "یا کتر" چھپتے چھپتے ہزاروں کاپیاں کتریں بن گئیں کہ  
نسخوں اور چھاپوں کی تعداد سے اس کتاب متعدد نہیں بن جاتی (ہذا مطبوعہ منظر) اور  
جب ثابت ہوا کہ صد پہلی ہی آواز ہے تو اس سے آیت مجیدہ متناقدائے کرام کے نزدیک موجب سجدہ  
کیوں نہیں؟

اگر سوال کا جواب اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبور استنداک یہ دیا کہ چونکہ شرعی حکم ہے کہ سجدہ  
جب نہیں ہوتا لہذا ایک باب سجدہ کہنے میں صد کے متعلق مذکورہ دونوں سے پہلے قول پر تھمنا



دربارِ توح کی قیادہ دوسرے قول پر توح توح کی فیدہ بڑھانی واجب ہوگی و نصیب المبارکہ  
مگر صراحت نفاس کے سننے سے سجدہ واجب نہ فرمایا۔

قول ثانی پر کہنا ہوگا کہ سمیع میں ایجاب سجدہ کے لئے ہی توح اول سے وقوع سارا لازم ہے۔ اور  
قول اول پر یہ قید بڑھانی واجب ہوگی کہ وہ توح محض اسی طاقت کا سلسلہ ہو جو تحریک کلمہ زبان تالی نے  
پہنچائی تھی پٹنے میں وہ تنہا ہی جگہ تصادم کی قوت و دفعہ بھی شریک ہوگی اتنی تو اس جواب سے یہ قطعاً  
معلوم نہیں کہ صد امرے سے ہے ہی نہیں اور دوسری آواز کہ آواز کیفیت و شکل ہی سے جو جوق ہے اور  
پہنچتا ہے اور پٹنا توح تازہ سے جو توح بھی دوسری آواز نہیں بنتی کما سر صراحت چہ جائیکہ  
پٹنے ہی توح سے پٹنے، اور پٹنی تحریک کلمہ زبان تالی کی مدد اگر وہ طاقت موجب توح کے ساتھ قوت و دفعہ  
نفاذ کا شریک ہو جانا بھی دوسری آواز نہیں بنا سکتا کہ یہاں تو اصل طاقت بھی ہے۔ اور توح تازہ تو بالکل  
نئی طاقت سے پیدا ہوتا ہے اور وہ نئی طاقت تو پہلی طاقت کے ختم ہونے کی صورت میں بھی نئی آواز نہیں  
بنا سکتی تو پہلی کے ہوتے ہوئے کیسے بنائے؟ اور جب آواز دہی رہتی ہے تو ثابت ہوا کہ توح و محض مذکورہ وقت  
صوت کی شرط نہیں بلکہ ایجاب سجدہ کی ہی شرط ہے اور یہی اس عبارت استدراک سے صراحتاً ثابت، تو روز  
روشن کی طرح واضح و ہر میرا ہوا کہ صد امام اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک دوسری آواز ہرگز ہرگز نہیں  
بلکہ پہلی ہی ہے۔ اور چونکہ وہ حضرات جو عدم جواز کے قائل ہیں لاؤڈ سپیکر سے سنئی گئی آواز کو صدابی قسار  
دیتے ہیں لہذا وہ ان کے نزدیک بھی پہلی ہی آواز ہوگی۔ چنانچہ باقی فاضل آباد جو دیکھ عدم جواز کے قائل ہیں وہ  
سب تصریحات مصلحہ مذکورہ نقل کرنے کے بعد بڑی ہی لمبی تقریر سے لاؤڈ سپیکر سے سنئی گئی آواز کو صد ثابت  
کرنے کے اور عدم اصل آواز قرار دینے میں اور یہ نہیں فرماتے کہ صد پہلی آواز کی غیر ہے لہذا سپیکر سے سنئی  
گئی بھی غیر ہے لہذا اقتدار ناجائز ہے بلکہ نماز کا عدم جواز سجدہ کے عدم جواز سے متفرع بناتے ہیں، اور بتے  
ہیں ہماری اس تقریر سے واضح و تاح ہو گیا کہ صدائے لاؤڈ سپیکر دراصل صدابی ہے تو اس آواز سے سنئی  
گئی آواز اگرچہ وہی اصل کلمہ کی آواز ہے خواہ پٹے ہی ہوا سے سننے سے چٹائی یا اس کی کاپی  
دوسری میں چٹائی اور وہ لائی، مگر حکم شریعت مطہرہ ان کے سننے سے سجدہ واجب نہیں۔ پھر فرماتے  
تہ جب لفظ صدائے آیت سجدہ سناؤ واجب نہیں کرتا تو اس کا اتباع کر کے اقتدار کو نہ سمجھو ہوسکتی



جامع اور فہم القصد فی قولہم و مختار شامی وغیرہ میں ہے و  
 سب سب سے بڑے منافع میں فرمایا و ان کا یہ نفع لایمکن  
 مہدۃ حال الامام لایمکن بالاجماع

سب کا اصل یہ کہ کسی سماج (سننے) یا دیت (دیکھنے) یا مشاہدہ کے باعث حال امام مشتبہ نہ  
 رہے تو سب کا جماع ہے کہ اقتداء صحیح ہے۔ تو یہ ظنن مشاہدہ و سماج، سماج صدائے سپیکر کو بھی یقیناً  
 شامل کہ اس کا سماج و مشاہدہ بھی بلا اشتباہ علم انقالات امام کا ذریعہ ہے تو نمازیں بالاجماع جائز و  
 صحیح ہو گئی۔ بنفسند و کرمہ تعلقے یجزئہ صریح ہے و لہ جمل محمده الحمد والمناجی  
 یہ ہمارے مشائخ کرام کی کرامت کا طرہ ہے کہ ایجا سپیکر سے صد ہا سال پہلے ہی حکم بیان فرما گئے اور  
 یعنی اہل السنہ والجماعت مجدد و مانتہ حاضرہ کی بھی کرامت منکوبہ کہ ایک دوسرے صد کے بیان میں  
 صوب و سدا کی توضیحات اس طرح بنا گئے کہ صد سپیکر بے غبار بنا گئے حالانکہ سپیکر کا ان کے وقت میں  
 مہر و مان میں رواج ہی نہ تھا بلکہ شاید آیا ہی نہ تھا و کھر من نظیر لهذا المشائخ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام کی آواز مقتدیوں کو پہنچ رہی ہو تو مبلغ کھڑے کرنے کی ضرورت  
 نہیں اس وقت مبلغ کھڑا کرنا مکروہ اور بدعت منکرہ ہے کما فی المشائخ لهذا لا و سپیکر  
 بھی مکروہ و بدعت ہو گا کہ نزدیکی مقتدی دو آوازیں سنتے ہیں، تو اس کا جواب وہیں شامی میں ہی ہے  
 و معمد الاحتیاج الیہ فمستحب لیغی جب ضرورت ہو تو مستحب ہے اور  
 یہ کہ سپیکر بھی ضرورت کے وقت ہی نصب کیا جاتا ہے تو وہ بھی مستحب ہونا چاہیے۔ ہاں امام سے نزدیک  
 مقتدی دوسری آواز سنتے ہیں مگر اس میں کوئی تخریج نہیں کہ اس دوسری آواز کو وہ حضرات صد ماننے  
 میں اور صد واجب کراہت نہیں کہ زمان قدیم سے مسلمان گنبد دار مساجد میں باوجودیکہ صد پیدا ہوتی ہے  
 بلکہ نمازیں باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور صد کوئی غیر آواز ہے بھی نہیں بلکہ حکماً پہلی ہی ہے کہ سر  
 و مخاطب کیا و جب وعظ و خطبہ و تلاوت بھر پور لاؤ سپیکر پر بالغین حضرات کے نزدیک بھی بلا حرج جائز رہا  
 حالانکہ میں فہمی مانٹرین دوسری آواز سنتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ دوسرا سنا نا جائز نہیں بلکہ آواز و خطبہ  
 و تلاوت دونوں قابل مستندہ سے اسی طرح وعظ میں اور خطبہ و تلاوت کے وقت میں بھی قابل مستندہ

ہی ہے بلکہ صاحب کے مدعویٰ صلب طاعت جہرہ کے وہ اسی مجلس میں دوسرے صاحب مدظلہ  
 خلیفہ و تلامذہ جہرہ جاننا نہیں صالح جواب ہو الجواب بلکہ مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں  
 بھی امام کے نزدیک مقتدی و مستقل آوازیں سنارکتے ہیں کہ مبلغ اگرچہ پہلی صفوں میں کھڑا نہیں ہوتا مگر  
 پھر بھی امام کی حد آواز کے اندر ہی ہوتا ہے کہ امام سے سن کر ہی دود والوں کو تکبیرات سنایا کرتا ہے اور آواز  
 تو سب طرف برابر بلکہ نسبت آگے زیادہ دور ہوجاتی ہے تو لامحالہ امام و مبلغ کے درمیانی مقتدی و دولوں کی  
 آوازیں سنیں گے بلکہ بہت زیادہ مآزی ہوں اور کئی مبلغ کھڑے کرنے پر سن تو مبلغین کی دوبارہ صفیں بھی  
 دو دو آوازیں سنیں گی تو اگر سپیکر اس وجہ سے مکروہ و بدعت منکوحہ ہے کہ امام کے نزدیک مقتدی و مستقل  
 آوازیں سننے میں تو مبلغ کھڑے کرنے کی صورت میں بھی دو آوازیں سننے میں تو وہ بھی مکروہ و بدعت ہونا  
 چاہئے۔ اور مبلغ زیادہ ہوں تو یہ کراہت و بدعت بھی زیادہ ہوجاتی مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ صورت سپیکر  
 میں بھی کوئی حرج نہیں۔

اور بعض حضرات یہ فرمایا کرتے ہیں کہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو نماز میں استعمال نہ کیا جائے  
 لہذا ناجائز ہے۔ اس کا جواب امام اہل سنت والجماعت کے پاک کلمات میں سنئے :-  
 فتاویٰ رضویہ شریف جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ ”احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ و ثبوت  
 کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر ثرہیت مطہرہ پر اقرار کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہ اصل  
 قیقین و سبب حاجت مبتنیٰ خ مین بسیدی عبدالغنی بن سیدی اسماعیل قدس سرہا الجلیل فرماتے ہیں لیس  
 الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالیٰ باثبات الحرمة والکراہۃ  
 اللدین لا یبدلہما من دلیل بل فی القول بالاتباعۃ التی فی  
 الاصل وقد توقف السی علی اللہ تعالیٰ علی وسلم مع ان  
 ہو المشرع فی تحريم الغرام العبادۃ حی منزل علیہ لیس  
 القطعی اھ و اسرہ ابن عابدین فی الاشرۃ مقررہ ترجمہ یہ احتیاط نہیں ہے کہ  
 کسی چیز کو حرام یا مکروہ کہہ کر خدا تعالیٰ پر اقرار کر دو کہ حرمت و کراہت کے لئے ویں درکار ہے بلکہ قیاط

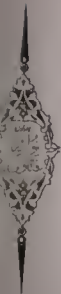


نہیں ہے کہ اب اس کی اصل وہی ہے حالانکہ یہی کہہ کر ہم نے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باوجود کج روئی شروع کر دی  
 نزدیک درمیان لانے میں جوام الخفاٹ ہے۔ توقف فرمایا حتیٰ کہ آپ پر نفس نفسی اتاری اور اس کا استقامت کی  
 درود نے کتاب الاثریہ منہ جلد ۲ میں مقرر فرمائے ہیں۔

بکہ قامة اقیامہ میں خاص سزا نماز سے استدلال فرماتے ہیں نص رضی اللہ  
 عنہ۔ روزنامہ قادی ردار اقتدار بالمخالف ہیں فرماتے ہیں، من لمعلومہ ان  
 مصری کل مسئلہ هو الصحۃ و ما القول بالمساد او الکراہ  
 صحاح لی حجة من الکتاب او السنة او اجماع لامة۔ ترجمہ یقینی بات ہے  
 اصل پر سند میں صحت ہے اور فساد یا کراہت ماننا محتاج اس کا ہے کہ قرآن یا حدیث یا اجماع امت سے  
 اس پر دلیل قائم کی جائے اور

اور وہ جو بعض حضرات فرماتے ہیں کہ سیکر کبھی دوران نماز میں بند ہو جائے تو امام سے دو متذکر  
 کی نمازیں برباد ہو جائیں گی، تو اس کا جواب بھی واضح کہ نمازیں کیوں برباد ہوں گی راہی فہم قرینی مقتدی  
 امام سے سن کر دور والوں کو تکلیف سنا دیں گے اور شروع سے پہلے امام بھی یہ ہدایت دے سکتا ہے اور  
 اگر کہیں امام دو مقتدی سب کی ناواقفی سے (جو نہایت ہی نادر ہے) یہ اتفاق بن بھی جائے تو اس کا یہ نقص  
 نہیں کہ قطعاً ناجائز ہو جائے۔ جزوی خرابی سے ممانعت کلیہ ثابت نہیں ہو سکتی ورنہ مبلغین میں بھی بکثرت  
 ایسے پائے جاتے ہیں کہ جن کی خرابیاں اور غلط کاریاں فساد و بطلان نماز کا باعث بنتی رہتی ہیں۔ قریۃ القریۃ  
 دہائی شامی سے اس کی قدر سے تفصیل مکر الصوت میں گزر چکی۔ یہاں امام اہل السنۃ والجماعت رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کی تصریحات علیہ نہیں کہ باعث برکت نہیں۔

فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹، احکام شریعت جلد ۱۲، جلد ۱۳ میں مقرر نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو  
 جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے وظیفہ داروں پر علماء کا کیا اقتدار  
 امام کرام سے تو اس پر حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدیر  
 جلد ۱، در المختار و رد المحتار جلد ۱، خود مفتی مدنی منورہ مدظلہ سید احمد حسینی مدنی حمید ملانہ  
 صاحب معالارضیہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت بے اعتدالیاں تحریر فرمائی ہیں دیکھو  
 حصہ بعد جلد آخر میں فرمایا اس احکامات لمکبرین و صمیم فانا امیاً



واللہ تعالیٰ ۔ یعنی ان معجزوں کی جو حرکتیں جوہر میں اس سے الگ تھکتے اور حسد سے کرتا ہوں اور اوپر اس سے بڑھ کر حفظ لکھا پھر کسی مقل کے نزدیک ان کا فعل کیا حجت جو یہاں سے وہ علماء کے ذریعہ کہم ! انتہی ، مگر یہ بعض مبلغین کی ناجائز حرکتیں مطلقاً باطل کھڑا کرنا چاہئیں بنا سکتیں ، تو ان محار استعمال سپیکر بھی مطلقاً ناجائز نہیں بنے گا ۔

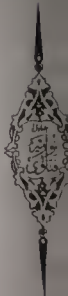
بعض احباب یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ سپیکر سمندر پار کفار کا تیار کر دے سبے اور اسے کفار اپنے معابد و مجالس کفر میں استعمال کیا کرتے ہیں لہذا یہ جائز استعمال نہیں ؛

یہ اعتراض بھی نہایت ہی حیرت افزا ہے ۔ سب کچھ اسی خالق کل شہی کا پیدا کیا ہوا ہے جس نے یخلق ما لا تعلمون فرماتے ہوئے نئی ایجادات کے مفید مباح ہونے کی ہدایت کر دی جب تک کوئی خاص شرعی دلیل کسی خاص زراعیاد چیز کے لئے نہ ملے اس وقت تک ناجائز کما جائز نہیں ، صد آیات و احادیث سے یہ قاعدہ ثابت کر انشاء میں اہل اباحت ہے ۔ احباب اتنا بھی خیال نہیں فرماتے کہ کعبہ مقدسہ کی وہ عمارت جو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک وقت میں قائم تھی جس کے طواف اولین حج میں کئے گئے وہ کس کی تیار کردہ تھی ؛ بلکہ جب مسیح مکر سے قبل اس میں تین سو ساتھوٹ نصب تھے کفار نے بت خانہ بنا رکھا تھا تو اس وقت عمرہ القضاء میں وہیں طواف ہوئے اور یونہی نمازیں بھی اسی کی طرف ادا ہوتی رہیں اور نصیحت کے پیرے وغیرہ تو اب تک اسلام سے استعمال ہو رہے ہیں ۔

اسلام ایسی تنگ نظری اور چھوٹ چھات کا قائل نہیں ۔ امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتاویٰ مبارکہ رضویہ کے ص ۱۸۸ سے ص ۱۸۹ تک اس مسئلہ کی بڑی وضاحت فرمائی و نص ۔ کسی شی کا محل امتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے امتیاط و شعور اور پروا سے نجات و حریت جوہر ہونا اسے مستزہم نہیں کہ وہ شے یا اس قوم کی استعمال خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام و ممنوع قرار پائیں اور اگر بالفرض ممنوع ہی ہوتا تو اذان و تلاوت و وعظ میں بھی ممنوع ہی ہوتا حالانکہ سب بالاتفاق استعمال کر رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ بلاشبہ جائز ہے اور یہی تقاضا ہے ان تحقیقات امام اہل سنت والجماعت مجدد و امام حاضرہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو صوت و صدا وغیرہ کے متعلق میں حکم امر تفصیل بعض

مکبر الصوت والصمب

حضرت علامہ غلام فاضل نے کرام کے حضور پُر زور معروف کرمذہب کے متعلق نئی رائے



دینی شریعت کی روشنی میں مطلع فرمائیے، جسے قبول کرنے سے قطعاً یہ نہیں اور قرآن فہم جس شواہد  
نہیں، واللہ اعلم بالصواب علیٰ غرض وحبیب و لہ و احباب  
وہم و سلم

محرم الحرام ۱۲۸۵ھ بمطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۷ء

لازمی تحریر المہارکہ ۷۸ ۱۲

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ اگر امام امامت سے پہلے لاؤڈ سپیکر نصب کرادے کہ تکبیر پھر یہ دعوایات  
سے کہ مقتدی جو دہوئی مطلع ہونے دیں، تو کیا شرعاً ان مقتدیوں کی نماز جو گئی جو لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مطلع ہو کر افعال نمازیں  
مناجات اہم کرتے ہیں؟ بیٹھے علمائے کرام خداوند نماز کا حکم لگاتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ جو آواز سنائی دیتی ہے، نئی آواز  
ہے اور صدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ من لہم یدخل فی الصلوۃ کی اقتداء ہی جو منفسد نماز  
سے ادا ایسے ہی بے فتن من اللادع بنتا ہے یعنی جو نماز میں شریک نہیں اس سے افعال نماز کی ادائیگی میں استفادہ ہے اور  
یہ بھی منفسد نماز ہے، صدا سے صحیح تلاوت کی آیت سنی جائے تو سامع پر سجدہ لازم نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ ان مقتدیوں کی نماز  
عاصیہ ہیں اور اگر امام ہی کی آواز ہو تو پھر بھی چونکہ اس میں جبر مفرط پایا جاتا ہے جو منفسد نماز ہے، لہذا نمازیں نہ ہوئیں اور لاؤڈ  
سپیکر کا استعمال نماز میں حرام ہے، جو کہ اسے اس پر تو یہ فرض ہے، تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز پڑھنا جائز  
ہے یا نہیں؟ اگر قرآن کریم سے باوجود دعائے سنجیا نا لکھ شہن اش کا کوئی عمل نہیں ملتا! امام ربیع شریف سے کوئی  
جواب نہیں ملتا؟ پھر جماع امت اور اجتہاد مجتہدین سے بھی واضح ثبوت نہیں ملتا؟ جنوا ما جوبہ میں  
مس رب العالمین

سائل :

یک عالم دین شین

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
**الجواب**  
 انکم اجعل فی الیوم الضعیف

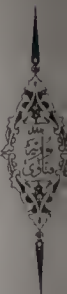
قرآن کریم کا ترجمان لکھنؤ شہین ہونا اور احادیث شریفہ کا علوم اولین و آخرین پر احترام، جائز و مکرم و  
 تجاؤش ریب یقیناً صحیح و ثابت ہے، انقصائے زمانہ تک پیش آنے والے تمام امور و واقعات کے متعلق شرعی احکام صحیح  
 موجود اور قواعد کلیہ اور ضوابط علیہ بھی مشہور ہیں، چنانچہ آیات متواترہ و مشکوٰۃ اور احادیث مطابقہ و متوافقہ  
 سے یہ کلیہ نہایت ہی محقق طور پر ثابت و برہن کہ اشیا میں اصل اباحت ہے یعنی جب تک دلائل شرعیہ سے  
 کسی شے کی حرمت و ممانعت ثابت نہ ہو، حلال و جائز الاستعمال رہتی ہے، اس پر کوئی گرفت نہیں ہوتی کہ  
 عفونہ عام کے تحت ہے، قرآن کریم نے صاف صاف تصریح فرمادی عَنِ اللّٰهِ عَنْهُ سَابِقٌ مَا اَعَادِیْثُ  
 علیہ نے توضیح و تشریح فرماتے ہوئے ممانعت عامہ کا وسیع شاہراہ دکھادیا، مفسرین کرام و مفسرین عظام و  
 اساطین ملت و معتہدین مذہب نے اس قاعدہ کثیرۃ الفائدہ کو استعمال و استعمال سے شمس نصف النہار کی طرح  
 نہایت ہی نمایاں و واضح بنا دیا، تو روز روشن کی مانند معلوم ہوا کہ صورت مسئلہ میں جواز استعمال لاؤ سپیکر  
 ثابت ہے اور منافی جواز نماز نہیں کہ استعمال و استفادہ مذکور کی حرمت و ممانعت کسی آیت یا حدیث یا اجماع  
 امت و قیاس مجتہد سے قطعاً ثابت نہیں، حضرات علماء کرام باوجود حسی بین و نقیضین کامل کے کوئی وجہ حرمت و ممانعت  
 حسب قواعد مقررہ شرعیہ نکال نہ سکے، البتہ بعض حضرات بنا بر وجہ مذکورہ سوال احتیاطاً پرہیز فرماتے رہے بلکہ بعض  
 نے صریح لفظاً حرام کا اطلاق فرمادیا اور لزوم اعادہ نماز و فرضیت توبہ کا فتوے دے دیا حالانکہ عند التیقن ان وجہ  
 سے کوئی ایک وجہ بھی ایسی نہیں جس میں اثبات حرمت شرعیہ کی ذرہ بھر تاب و توان ہو، کما فی منہج بحس  
 فوسفہ نقالی۔

پھر قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے بدانتہیہ قاعدہ ثابت کہ فاعل مختار کا وہ کام جو کسی آدمی غیر منتزک  
 و ممانعت سے انجام پائے، فاعل مختار کا بھی کام شمار ہوتا ہے، یہ کہ ایسا واسطہ عد و ممانعت سے بڑھے ہوئے



حاصل بن جائے اور فاعل مطلق رہ جائے۔ کتابت بواسطہ قلم انجام پائی ہے مگر کاتب وہی جو اسے ہر فہم پہنچاتا ہے  
 قرآن کریم نے فرمایا: **لکس ابداہم** پٹم۔ جنگ میں دشمنوں کا زخمی کرنا اور مارنا۔  
 اس سے ہوتا ہے مگر قرآن کریم متعلقین کا فعل قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے: **ما تلوہم بعدہم**  
 اللہ سید ہم دیتا ہے کہ اس کے شمار قوت مجاہدین سے تحت افراد میں فرمایا: **وعدواہم**  
**ما استطعم** میں قزوہ (بے) تھے کہ جن ظالموں نے ہمت دھڑ سے واسطہ کی ناپیت کا احتساب  
 کرتے ہوئے اپنی برادرت کا دم بھڑا، بندر بنا دیے گئے۔ **وعدعلم الذین اعتدواکم فی**  
**اسب قتلناہم** کو نوا فرودہ خاصا ہیں دپٹے، ہدایت شریف نے  
 صاحب الجہن وغیرہ کی بھی سزا میں بیان فرمائی: **الئی غبرد للک من الایات والاحاث**، اور عرف عام کا تعلق  
 قاعدہ ہے تیر و تھوار وغیرہ اوزار کو مسلمان تو مسلمان کوئی کافر سے کفر فرج، بلکہ بالکل ہی اہل اُبد بھی قاتل قرار نہیں دے  
 سکتا۔ مگر شریعت کا اعتبار ہے، حکم آیا: **وأمربا العرف** (پٹم) تو اس ضابطہ مضبوط کی رو  
 سے بھی وہی جواز نہایت ہی نمایاں طور پر ثابت ہو گیا کہ لاؤ سپیکر بھی آزاد غیر مختار ہے، تو حسب قاعدہ اس کے  
 ذریعہ جو آواز امام سناے گا وہ امام ہی کی آواز ہوگی اور امام ہی شکم و فاعل ہوگا نہ یہ کہ امام کو مطلق کرتے ہوئے  
 لاؤ سپیکر فاعل و شکم بن جائے اور مقتدی جو دور میں وہ لاؤ سپیکر کے مقتدی اور تابع قرار پائیں اور چونکہ لاؤ سپیکر  
 قصد ذکر و نماز نہیں کرتا تو **من لم یدخل فی الصلوۃ بنا اور من لم یدخل**  
**فی صلوۃ** کی اقتداء مفید نماز ہے تو ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوتی بلکہ بفضلہ و کرمہ تعالیٰ قرآن کریم سے  
 بالخصوص واسطہ غیر مختار سے آواز پہنچانے کی صورت میں آواز پہنچانے والے مختار کا ہی فاعل و داعی ہونا اور  
 تعمیل امر کرنے والوں کا اسی داعی کا قبیح ہونا صراحت ثابت و واضح ہے۔ حضرت امیر اہل باذنہ تعالیٰ کے بارے  
 میں فرمایا: **یہی** گئے۔ تمام مردے زندہ ہو کر ان کی طرف دوڑیں گے۔ مولانا تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: **و استمع**  
**سوم یسار السناد** (پٹم) **یوم یدع الداعی الی شیئ منکر الی مہطعین**  
**لہ الد**۔ نیز فرمایا **سوم یدع یتبعون الداعی لاجوج لہ و پٹم**

کسی بھی مشترکے ان آیات میں: **الداعی** یا **النادی** کی تفسیر مردے نہیں فرمائی بلکہ اکثر نے امیر اہل  
 "بعض سنے" اہل وغیرہ ملائکہ سے تعبیر فرمائی تو اس مسئلہ زیر بحث کی وضاحت اور بھی زیادہ ہو گئی کہ امیر اہل



کرنا کہ اس سے کہہ رہے ہیں کہ تو سن کی دوسرے گھر کے ذریعے ہی ساری باتیں کہہ رہے ہیں۔  
 ان باتوں میں جگہ انراغفل کی تیار فرماتا تو لاؤ سپیکر جو تمام آواز کا محاط نہیں کرتا اس وقت تو اس کا  
 تو اس کا وہ دوسرا نمونہ۔ وزن طرح واضح و جویا ہو گیا کہ لاؤ سپیکر امام کی آواز واقعہ کا ذریعہ محض ہے جس سے  
 کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور اس کا جعلی امام بنوئے بے کام و بے مقصد ہے اور یہ  
 ایک سبب اور و رکوع امام المراقبین کی میت مخصوصہ کے ذرائع اتصال سے ہے تو یہ بد  
 صبر بلکہ مستحسن ضرور ہو گا۔ اور مبلغ و مکبر کا مستحسن نہیں ہونا مانع نہیں کہ تعدد اسباب قطعاً جائز ہے اور  
 علماء کرام لا مزا حمتہ فی الاسباب فرمایا کرتے ہیں۔ ورنہ جو جہاد و مٹائیں تبلیغ میں جہاد  
 نہ ہو گی و لا بقول بلہ عاقل۔ اور جب اتباع و اقتدار امام ہے تو نمازیں جائز ہو گئیں۔ ان کے تحت  
 کافر مانا کہ نئی آواز ہے اور خدا ہے اور امام کی آواز نہیں تو یہ جس سے سید داخل فی الصلوہ نا ائمہ بنی  
 بزمند نماز ہے، تو نہایت ہی ادب سے معروض کہ "امام کی آواز نہیں" سے کیا مراد ہے؟ اگر یہ مراد ہے  
 کہ وہ ایک آواز متشخص جو تحریک زبان سے پیدا ہوئی بعینہ لاؤ سپیکر کے ذریعہ کانوں میں نہیں آتی تو اس  
 میں لاؤ سپیکر بچا رہے کی کیا تخصیص؟ بلکہ جو آواز بھی مقتدیوں کے کانوں میں جاتی ہے اگرچہ لاؤ سپیکر کا  
 واسطہ نہ ہو تو وہ وہی ہے متشخص و متوحد آواز امام بعینہ نہیں ہوئی کہ متوحد متشخص بعینہ کا ایک ہی وقت میں  
 صد ہا کانوں اور کانوں میں پہنچ جانا ممکن ہی نہیں بلکہ اس پہلی آواز سے ہواؤں کے توجہات کے ذریعہ  
 بکثرت نئی آوازیں پیدا ہو کر پہنچتی ہیں مثلاً امام، سو مقتدیوں کی امامت کرتے ہوئے اللہ بکر کہتا ہے  
 اور تمام مقتدی بھی امام دونوں دونوں کانوں سے بیک وقت سن لیتے ہیں تو یہ نہیں کہ وہ ایک ٹیکر ایک ہی  
 دہتے ہوئے بیک وقت دونوں کانوں میں داخل ہو گئی بلکہ اس وحدت تکمیر سے یہ کثرت پیدا ہوئی کہ سب کانوں میں  
 جلوہ گر ہو گئی و ذالبد بھی اجلی قدسین فی مظاہرہ من ضررہ المواقف  
 و عسره و نہ نہیں کہا جاسکتا کہ نماز باجماعت کی صورت میں مطلقاً کسی مقتدی کی کیا مانا نہیں ہوتی کسی آواز کی آواز  
 مفید نماز ہے بلکہ حسب القاعدہ سب امام ہی کی آواز لیں جو وساطت اور غیر مختار توجہ ہو یہ سے خدا کی  
 اور ایسے ہی لاؤ سپیکر بھی واسطہ غیر مختار ہے تو اس سے نئی گئی آواز بھی امام کی آواز ہو گی جو مفید نماز نہیں

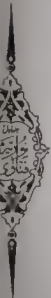


# الاستفتاء

اللہ رب العالمین بل دعا نے نماز میں قرآن کریم بلند آواز سے پڑھنا کہ بیرون مسجد بھی سنا جائے ممنوع  
فرمایا ہے ولا تحمروا بصلواتک ولا تحافظ بها واسمہ مبین  
دل سببیلہ حال کہ لاؤڈ سپیکر سے آواز بلند ہو جاتی ہے اور بیرون مسجد باقاعدہ سنی جاتی ہے  
نہضتہ لاؤڈ سپیکر حرام یا مکروہ تحریمیہ ہوا ؟



قرآن کریم کا یوں بلند آواز سے پڑھنا جب کہ پڑھنے والے کو شفقت لاحق نہ ہو بلاشبک وشبہ وریب  
بتایا جائے یا یہ قریم اسے حرام و مکروہ قطعاً قرار نہیں دیتی۔ اس کا مشہور و مضبوط شان نزول جو حضرت  
ان عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منہ کشہ نے روایت فرمایا ہے کہ جب حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں  
بوجہ شہادت کفار و مشرکین کو تشریف لائے تھے اور نماز باجماعت میں بلند آواز سے قرآن کریم پڑھتے تو مشرکین سن کر گالیاں  
دیتے تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسا بلند نہ پڑھو کہ مشرکین شکر گالیاں دیں اور نہ ہی ایسا آہستہ کہ صحابہ نہ سن سکیں بلکہ درمیانہ  
دستہ اختیار کرو، تغیر درمثور جلد ۲، جلد ۴، ابن کثیر جلد ۶، کبیر جلد ۵، طبری جلد ۱۲، جلد ۱۱، جلد ۱۲،  
نور جلد ۱۵، بخاری جلد ۶، مسلم جلد ۱، معارف جلد ۴، منہ ترمذی جلد ۱۳، جلد ۲،  
سنن ابی حاتم جلد ۱، وغیرہ میں بالفاظ مختلفا ہے والنظم من الدر الخرج معید  
اس مصدق احمد و البخاری و مسلم و النسائی و ابن جریر  
و ابن ابی حاتم و ابن حبان و ابن مردویہ و الطبرانی  
سند فی سننہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما



فَوَلَّى عَلَى وَلَا تَجْهَرُ بِصَوْتِكَ أَلَا تَهْتَفُونَ  
 بِهِ عَلَى اللَّهِ عَالِي عِلْيَهِ وَسَلَّمَ بِمَكَامٍ مَكَامٍ  
 بِأَصْحَابِ رَفَعُ صَوْتِ بِالْقُرْآنِ فَإِذَا اسْمَعُ ذَلِكَ الْمُشْرِكُونَ  
 سَبَّوْا الْقُرْآنَ وَمَنْ أُنْزِلَ وَمَنْ جَاءَ بِهِ فَقَالَ اللَّهُ لَلْبِيبِ  
 صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرُ بِصَوْتِكَ أَيْ سَمْعًا  
 فَيَسْمَعُ الْمُشْرِكُونَ فَيَسَبُّوْا الْقُرْآنَ وَلَا تَخَافُتُ بِهَاجِرِ  
 أَصْحَابِكَ فَلَا تَسْمَعُهُمُ الْقُرْآنَ حَتَّى يَأْخُذُوا عَنْكَ  
 وَابْتَغِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا بِقَوْلِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْمَغْفَاةِ .

اور اسی طرح بلاؤ کر ابن عباس، بیضاوی ص ۳۶۳ جلد ۱، ابوالسود ص ۳۶۳ جلد ۲، بدالین، دارالکتاب  
 جلد ۲ وغیرہ میں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تمام بلند پڑتے تھے کہ مشرکین سنا کر شر  
 مچاتے تھے۔ اور اس آیت میں یہ حکم دیا گیا کہ اس طرح پڑھیں کہ مشرکین سنا سنیں اور صحابہ کو ام نہیں۔ اب اس کی دو  
 صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ درمیان آواز سے پڑھا جائے کہ آواز دور نہ جائے، دوسری یہ کہ غفلت مشرکین کے وقت  
 (مغرب و مشاء و فجر میں) بلند پڑھا جائے اور دوسرے (قول ظہر و عصر میں) آہستہ پڑھا جائے کہ یہ صورت بھی  
 ان کے شر سے بچاؤ کی ہے اور صحابہ کو ام بھی سن سکیں گے اور سبب ذلک اسی سبب جہر و الخ  
 و مغفایۃ الکل بھی ہے۔

ان دونوں صورتوں کا فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں نفس جہر کامل اور مغفایۃ کامل سے منہی وار ہے  
 اور دوسری صورت میں نفس جہر کامل اور مغفایۃ کامل سے نہیں بلکہ دونوں کے ایقان فی جمیع تصویبات  
 سے منہی ہے یعنی دن کی نمازوں میں مطلقاً جہر نہ ہو اور رات کی نمازوں میں مغفایۃ نہ ہو، اور ان دونوں  
 صورتوں کی تائیدیں خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہیں۔ پہلی صورت کی تائید اس سے  
 ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا: و اِسْمَعِ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا بِقَوْلِ تَعَالَى اِصْلَحْ

سے تعلق و الجہر و بین المغافت و الحمض طریقہ کا  
حصہ مدد و رحمہ صافی لافسہ اذیل: دو پتھر و پری

کے تفسیر کی روش میں ہی صورت نمایاں ہے کہ دوسری صورت کو الگ قول کی شکل میں لکھتے ہیں۔

کہ فی کبیر مقلد جلدہ و اندر المنور و لمد لہ والنسیر الاحمدہ

و فی سمود و لنبشاہوری و احکام العز و خیر حاجت زہری توہل

تہان کے فواتے ہیں لاجمعا الحب مراد التادیل علی خلاف

اور سہلی صورت کے لحاظ سے اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ زیادہ بلند نہ پڑھا جائے مگر اس

صورت میں یہ تصریح بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہی ملتی ہے کہ ہجرت کے وقت ہنر

ہوئی چنانچہ در: طبری: ابن کثیر یہ کلمات متقاربات و انظم للصیری فلما ہاجر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینت سقط هذا کلمہ

یعمل الآن ای ذلک شاید: صادی مثلاً جلد ۲ میں ہے فہو منسوخ جس سے وہ

دش کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ جبر شہید جو سنی عنہ تھا منسوخ ہو گیا، تو اب جائز ہے اور کیا کتاب ہے

اور میں بھی اس صورت میں نسخہ ماننا ضروری ہے کیونکہ اس کا مرتج مفہوم حکم قاعدہ مسلمہ العبرۃ لعموم

الانفاذ یہ ہے کہ سب نمازوں میں نہ بلند پڑھا جائے نہ آہستہ، بلکہ درمیانہ کہ باہر والے نہ سن سکیں اور نمازی

میں نہیں مالا لکھ نظر و عصر میں آہستہ پڑھا جاتا ہے۔ اگر لاتجسس کی بنا پر مغرب و عشاء و فجر میں زیادہ بلند

پڑھنا منع ہے تو نظر و عصر میں یوں آہستہ پڑھنا کہ مقتدی نہ سن سکیں، بھی ممنوع ہونا چاہیے و لا یقول بہ احد

حبیب النسخ فی ہمدہ الصورۃ۔ نیز کتب مکتبۃ ائمہ مذہبیۃ و حوب الجہر و وصلوات

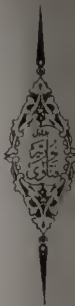
الحمیریۃ و حوب المغافت فی غیرہا کی تصریحات جلد سے گونج رہی ہیں تو اگر لفظ

اللہ تعالیٰ کا ہی معنی ہے جو سائل نے بیان کیا اور ہر سوٹ بھی نہیں ہوا تو لازم کہ یہ سب تصریحات معاذ اللہ

و نہی کے خلاف ہوں و لا بجور و عاقل فصلا عن فاصل: اور یونہی بہت سے

معدن کرام کے بھی بہرہ منیّت سے بہت زبیر و پایا ہے تو اس و شمس کی حرّت و سحر و اگر یہ وہ ہے  
 ہے تو منوچ ہے محط اسد لال السائل بالمسحور

اور دوسری صورت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا  
 و لا تبهر بصلواتك و لا تجعل کلها جهرًا و لا تخافت مہاجر  
 لا جعلہا کلہا سرًا و مؤثر مثلاً بدم او عند الاخاف ہی مانع ہے بلکہ ہے ہی کیونکہ  
 ہر سے نقلے کرام و مناخ عظام نے صاف صاف تصریح فرمادی کہ اسی شان نزول سے یہ حکم اس آیت پائیں  
 آیا۔ مبرہہ مثلاً جلد ۱، کتاب علی البدایہ مشکوٰۃ جلد ۱، بحر الرائق عن الکافی لمصاحب اکثر مشکوٰۃ جلد ۱  
 طحاوی نے الفرق ۱۵۱ میں ہے و النظم للرحمی و قد کان اسبی صوابہ  
 مدب و سلم فی الابتداء بجهر بالقرآن فی الصلوات کلہا و  
 کان المشرکود سؤذونہ و یسبون من انزل و من انزل الیہ  
 فانزل اللہ تعالیٰ و لا تحسر بصلواتک و لا تخافت بہا و ابتم  
 بین ذلک سبیلًا فان یخافت بعد ذلک فی صلوۃ الظهر والعصر  
 کا نواستعدیس لازمی فی ہذین الوقتین یجهر فی صلوۃ المغرب لانہم کاسو  
 متحولین بالاکھل و فی صلوۃ العشاء والفجر لانہم کانوا نیامًا۔  
 کفایہ و بحر الرائق و طحاوی میں ذکر شان نزول کے بعد تفسیر کلمات یہ ہیں ای لا تحسر بصلواتک کلہا  
 و لا تخافت بہا کلہا و ابتم بین و ذلک سبیلًا بان تجهر بصلوات  
 لللیل و سفقت بصلوات النهار و کان یخافت بعد ذلک  
 فی صلوۃ الظهر و العصر الہ اور رضی فتح القدیر مشکوٰۃ جلد ۱، اور بدائع مشکوٰۃ جلد ۱، عنایہ  
 علی البدایہ مشکوٰۃ جلد ۱، و ذخائر تفریحاً، شامی تقریراً مشکوٰۃ جلد ۱، میں ہے و النظم من المعہ  
 اسے صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کان یجهر فی الصلوات کلہا  
 مشرور الکفار الہ بالفاظ متعارفہ تفسیرات احمدیہ میں ہے فالایۃ فی تبیین لمعہ  
 المحمرب و عبر الجهریۃ و اس صورت میں جہر نمازوں میں مطلقاً جہر کی اجازت ہوگی



ہے جو اپنے عزم و ارشاد نزل کے لحاظ سے ہر حال کو بھی ضرور شامل ہے تو استدلال مائل بہا ز مشر بن گیا، بلکہ  
 اس کے برعکس جو از آفتاب تاباں کی طرح نمایاں ہو گیا اور یہی احادیث مرفوعہ اور روایات صحابہ کرام اور بعض فقہاء  
 نظام سے بھی واضح طور پر ثابت ہے

سنن ترمذی ۱۹ جلد ۱، مسند جلد ۲، سنن ترمذی ۲۴، نسائی ۱۴۱ جلد ۱، ابن ماجہ ۱۹ جلد ۱  
 حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت الیہ کے متعلق حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حکایت تقاریب  
 ہے ربما جھرو و ربما اسر۔ سنن ابن ماجہ ۱۹ جلد ۱، سنن ترمذی ۱۹ جلد ۱، سنن ابی داؤد ۱۹ جلد ۱، سنن  
 اللہ تعالیٰ عنہما ہے کنت اسمع قراءة النبي صلى الله عليه وسلم  
 سبیل و انا علی عریشی۔ قال القاری فی شرح الشائل ۱۴ جلد ۲، و  
 فی روایۃ الضائف و ابن ماجہ و ابی داؤد (الی ان قالت) و انا سائمة  
 علی فراشی و ایضاً فی الشرح عن الواجب عن ابن ماجہ قالت  
 کنا نسمع قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فی جوف الليل  
 عند العکبة و انا علی عریشی، سنن ابی داؤد ۱۹ جلد ۱، سنن ترمذی ۱۹ جلد ۱، حضرت  
 ابن عباس سے ہے کانت قراءة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم  
 علی قدر ما يسمع من في العجبرة وهو في البيت۔ بخاری ۱۴ جلد ۱  
 سلم ۱۴ جلد ۱، مؤطا امام مالک مع الشرح ۱۴ جلد ۱، مؤطا امام محمد ۱۴ جلد ۱، حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہا سے ہے کہ میں میل ہوئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ذکر کیا تو فرمایا و انظر من  
 الاخر طوف من وراء الناس و انت راكبة قالت فطفت و رسول  
 الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الى حاسب البيت  
 و عسراً بالطور و کتاب مسطور۔ فتح الباری ۲ جلد ۲ میں ہے ان  
 فوہا طفت و راء الناس يستلزم الحصر بالقرائة لا

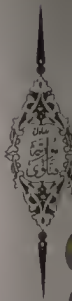
اسکر اسما من وراشہم الا ان کا

بخاری ۱۵۱۰ ہجری ۲۲۰۰ غیر ہا کتب کثیرہ حدیث میں حضرت جبریل علیہ السلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ  
اساری بدر کی طلب میں آئے تو سرکارِ عرض قرار سے اللہ تعالیٰ علیہ السلام کو نماز مغرب میں سورہ طور پڑھنے سے پہلے  
بخاری کے لفظ میں وکان حباء فی اساری بدر خال سمعت النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بالطور فارے کریدی مجاہد  
سے باہر جوں گے اور وہ قیدیوں کے پاس ہی جوں گے تو بیرون مسجد سنا اور صحیح بخاری ۱۵۱۰ ہجری ۲۲۰۰  
کی روایت سے ہے وقد خرج صوت من المسجد احکام القرآن ۱۱۰  
جلد ۲ میں ہے وروی الزہری عن عروۃ عن عائشۃ قالت سمع  
النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوت اى موسى فقال لقد  
اوتى ابو موسى من مزامير آل داود فهذا يدل على ان رفع  
الصوت لم يذكره النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم.

حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوب بلند پڑھا کرتے تھے کہ بیرون مسجد بلا طمک سنا جاتا  
تھا۔ مؤطا امام مالک مع الشرح ۱۰۰ جلد ۱، مؤطا امام محمد ص ۱۹۵، سنن بیہقی ۱۰۰ جلد ۲ میں ہے ان عمر  
ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کان یجھم بالقرآن فی المصلی و  
ان قرأتہ کانت تسمع عند دار ابي جهم بالبلاط رقبہ بے شک حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز میں قرأت بلند پڑھا کرتے تھے اور آپ کی قرأت بلاط میں ابوجہم کی حویلی کے پاس سنی جاتی تھی  
بیہقی علیہ الرحمۃ نے فرمایا لم یکن فی الوقت الذی جھم فیہ عمر هذا  
الحجر ما کان فی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خوف المنکرین ان سار  
منہ۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بیہقی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی وہی صورت اولیٰ ہے اور قائلین بھی مغرب میں

سمع منہ معروف بالمحدث ۱۰۰ جلد ۱

الحمد لله ولا تجسر بصوتك الا في وقت الصلاة





نفس، مگر میرا ارادہ موافق حدیث مذکور کے متبعین فرمایا الجہد بالطراء  
 صلہ ہما یجہد فیہ بالطراء حسن ما لہ یجہد الرجل  
 نفسہ اس نص امام سے صاف ثابت ہو گیا کہ کمال جہد میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے جبکہ اپنے  
 آپ کو شقت میں نہ ڈالے۔ اور لاؤ سپیکر کی صورت میں شقت قطعاً نہیں ہوتی تو جواز ثابت  
 ہو گیا اور اسی طرح کتب معتدہ فقہیہ میں بھی ہے

فتح القیر ۲۸۳ جلد ۱، تبیین الحقائق ۱۲ جلد ۱، ہندیہ ۳ میں ۲۸۳ جلد ۱، ولا یجہد  
 نفسہ فی الجہد اقول و مفہوم مبارک ما مر عن محرم المذہب  
 ثانی علیہ الرحمۃ ۲۹ جلد ۱ میں ناقل کہ فی الزاہدی عن ابی جعفر لوراد  
 علی العالج فہو افضل الا اذا اجہد نفسہ او اذی غیرہ  
 قسائی، مجمع الانہر ۲۸۳ جلد ۱ میں ہے الاولی ان لا یجہد نفسہ بالجہد۔ پھر  
 صورت جہد میں منفرد کے لئے فرمایا کہ کہ جہد کر تو زیادہ نہ کرے۔ درالمختار تقریراً، ردالمحتار تقریراً  
 ۲۹۵ جلد ۱، کفایۃ اللہایہ ۲۸۳ جلد ۱، مراقی الفلاح ۱۵ میں یکسفی بادنہ۔ عن ابی  
 علی اللہایہ ۲۸۳ میں ہے لا یجہد ہناصل لہم مالا لہم مفہوم فی نف کتب  
 روایات میں یقیناً متبر ہے کما فی الدر والشامی فی شرحہ والثلثین والنعۃ وعمرہ  
 تو ثابت ہوا کہ امام زیادہ جہد کرے چنانچہ تبیین الحقائق ۱۲ جلد ۱، ہندیہ ۳ جلد ۱ میں ہے لا یبالی فی  
 جہدہ کا لامام

بہر حال اس وٹمس کی طرح واضح و بروہا ہوا کہ امام کا یوں بند پڑنا کہ شقت میں نہ پڑے اور  
 بیرون مسجد نہ جائے۔ جائز و روا ہے جو ناجائز بتائے اس پر لازم کہ ان مضبوط دلائل کے مقابل لائل رکھائے  
 ہر کسی ایک یا دو متاخرین کا "مداساء" کہہ دینا یا اپنے طور پر جو معنی نظر آیا اس کی بنا پر ناجائز کہ  
 "یہ فی نہیں واللہ تعالیٰ علم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب  
 لہ و صحابہ و بارک و سلم

رحمہ العزیز الہامی محمد نور اللہ شامی غفرلہ ۱۰۱ ذی القعدة المبارکۃ ۱۴۰۷ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ لاؤ سپیکر میں جہات  
الامع ہے یا کہ جائز ہے؟ مفصل جواب بحوالہ کتب ہرے مہربانی دیا جائے عین نوازش ہوگی سر  
سوحید و ۔

السائل: فقیر محمد انور رحمہ اللہ مدرسہ اسلامیہ پورہ کوٹ راولپنڈی ضلع لاہور



امام کے پاس لاؤ سپیکر کا رکھا جانا کہ اس کے ذریعہ دور رسالے مقدس مقامات امام سے مطلع ہو کر متابعت  
امام کر سکیں، مباح ہے، شرعاً اس کی حرمت کسی آیت، حدیث، اجماع امت، قیاس اور مجتہدین سے  
قطعاً ثابت نہیں تو ناجائز و حرام و مفسد نماز کیونکر بنے گا۔ بعض علماء کرام جو اس قسم کے فتوے صادر فرماتے  
ہیں، ان کا تفصیلی جواب بمع و نفاحت اباحت و جواز میرے رسالہ مطبوعہ "مکبر العورت" میں دیکھیں۔ و  
اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ عیسیٰ و آلہ وصحبہ و  
بارک و سلم۔

عزیز الغفران ابو الحیر محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۶ھ

# الاستفتاء

حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب مدظلہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ پورہ



کہ دہانتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ اگر کسی جماعت میں نماز عید یا جمعہ نہ ہو  
 میں لاؤ سپیکر اس طرح استعمال کیا جاتا ہو کہ نماز میں میکین کا انتظام مکمل ہو کہ وہ بھی نماز میں تکمیل لیتے رہیں  
 اور لاؤ سپیکر بھی چالو رہے تو اس صورت میں استعمال لاؤ سپیکر جائز ہے یا نہ؟ اور اس صورت میں نماز  
 ہر جاوے گی یا سرے سے نماز نہ ہوگی؟ جہاں جہاں نمازوں میں استعمال لاؤ سپیکر بھی ہوتا ہے وہ  
 میکین کا انتظام بھی مکمل ہوتا ہے۔ ان مسلمانوں کی نمازوں کا کیا حکم ہے؟ اب وہ نمازیں ہو گئیں یا پھر  
 قضاء کریں؟ بیسوا توجروا۔ مہر ثبت فرمادی جاوے

حسٹنی :- نیاز مند فقیر محمد تھانوی سی ہتم دار العلوم جامعہ محمدیہ رضویہ جیم یار خان  
 بہاول پور ڈوٹرین مشرقی پاکستان ۵۸۱ ۷۰۹



دوران نماز میں پہلے سے چالو کئے ہوئے لاؤ سپیکر کا چالو رہنا اور اس کے ذریعہ بھی تکبیرات انقلابات  
 کا سنا جانا، ناجائز نہیں اور نہ ہی مفید نماز ہے، تو ان اہالیان اسلام کی نمازیں بلاشبہ جائز ہیں تو قضاء کی  
 ضرورت نہیں بلکہ اگر سرے سے میکین کا انتظام ہی نہ ہو اور دور کے مقتدی صرف لاؤ سپیکر کے ذریعہ  
 ہی تکبیرات امام سن کر انقلابات کر رہے ہوں تب بھی سب کی نمازیں جائز ہیں کہ اصل اثبات میں اباحت  
 ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرعاً مطرے ثابت اور اس کی برائی پر دلیل شرعی ناطق، وہی تو منوع و نہ موجب ہے  
 باقی سب چیزیں جائز و مباح ہیں، تو جو شخص کسی چیز کو ناجائز یا حرام یا مکروہ کہے اس پر واجب کہ اپنے دلوں کو  
 ہدیل قائم کرے۔ اور جائز و مباح کہنے والوں کو ہرگز ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پر کوئی دلیل شرعی  
 نہ ہو نہ ہی ہرگز کوئی دلیل کافی ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمۃ شامی ملت جلد ۵ میں امام عارف رحمہ اللہ کا یہ الفاظ  
 ہمیں قدس سرہ السامی سے نقل مقرر لیس الاحباط فی الامتناء علی اللہ تعالیٰ  
 سبب المعصیۃ او لحرامہ اللذین لا یبدلہما من دلیل

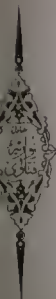
امام اہل السنۃ والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ قاعدۃ القیامۃ ص ۲۵ میں حضرت رحمہ اللہ  
 غیر رحمۃ الباری کے رسالہ اقتدار بالخالف سے اسی اصل کی بنا پر بالخصوص جزیرہ جواز نماز ناقل و مقرر میں  
 من المعلوم ان الاصل فی کل مسئلۃ هو الصحۃ واما القسور  
 بالفساد او الکواھتہ فمحتاج الی جمیعۃ من الکتاب او السنۃ  
 جماعۃ الامت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی رسالہ میں دلائل قاطعہ سے اثباتِ باہتِ حدیث کے بعد  
 فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ آیات و احادیث سے یہ مطلب ثابت اور ثابتاً مطلق و غلط کے کام میں اسکی  
 تصریح موجود، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کے فتوے معصومہ ص ۱۰۱ میں ہے "اور جو شخص  
 بے عقل خدا و رسول کا جائز نہ کہنا اور بات ہے اور ناجائز کہنا اور بات، یہ تو بات کہ تم جو ناجائز کہتے ہو خدا و رسول نے  
 ناجائز کہاں کہا ہے؟ الخلفاً" پس مجلس میلاد و قیام وغیرہ بہت امور متنازع فیہا کے جواز پر میں کوئی دلیل  
 قائم کرنے کی حاجت نہیں، شرع سے مخالفت نہ ثابت ہو نا ہی ہمارے لئے دلیل ہے، تو ہم سے سند و کتابت  
 نادانی اور کجی مجتہد بشارت عقل و جو شس سے بدائی ہے۔ ہاں تم جو ناجائز و ممنوع کہتے ہو تم ثبوت دو کہ خدا و رسول نے  
 ان چیزوں کو کہاں ناجائز فرمایا ہے؟ اگر ثبوت نہ دو اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز ثبوت نہ دے سکے تو انکار کرو کہ  
 تم نے شرع مطہر پر افترا کیا ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون۔  
 سبحان اللہ! انہ سب کا مطالعہ ہم سے؟ (اقامۃ القیامہ ص ۲۵)

جو حضرات ناجائز اور منسب نماز فرماتے ہیں انہیں چاہئے کہ امام اہل السنۃ والجماعت کے ان شانہ  
 کلمات کو غصے دل سے نہیں اور غور فرمائیں کہ کیا کر رہے ہیں، کیا یہ کلمات قاعدۃ کلیہ کے رنگ میں یا  
 صرت رد و بایہ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں؟ ان حضرات نے آج تک کوئی ایسی دلیل قائم نہیں فرمائی جس سے حرج  
 یا فساد ثابت کیا جاسکے؟ کبھی لاؤ و سپیکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ وہ آواز امام نہیں تو اقتدار من لہ  
 میدخل فی الصلوۃ کی وجہ سے نماز نہیں ہوتی حالانکہ لاؤ و سپیکر پر من لہ میدخل  
 مرے سے صادق ہی نہیں اور نہ ہی یہ من لہ میدخل والا جزئیہ ہمارے، مذکورہ سے ثابت اور نہ ہی  
 شامی اسے برقرار رکھتے ہیں بلکہ رد المحتار میں اشارۃ اور ثلثین میں صراحتاً رد فرماتے ہیں تو اس سے مستند

یہ کہہ رہے ہیں کہ یہی وہ لاجہر بصلونک ولا سحاف بہا الزہ  
 ہے استدلال کرتے ہیں جو اس پر مبنی کہ سپر سے سنی گئی آواز بعینہ امام کی آواز ہے، تو یہ بے استدلال کے منہ  
 ہے چہر اس آیت پاک کا وہ معنی جس کی بنا پر استدلال فرماتے ہیں، مروج ہے کما صرح بہ فر  
 مسر الطبری وابن الکثیر والدر المنثور مکلمات متعارفہ  
 و نظم للطبری فلما جبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 الی المدینۃ سقط فدا کلمہ یفعل الا ان امی ذلک تمام وفق بھاری  
 ابلغ اور مروج قابل استدلال نہیں۔ پھر طذیہ کہ لا تجہر ہی دیکھتے ہیں اور لاؤ سپر کی صورت  
 میں شدت جہر کی بنا پر فساد کا حکم لگا دیتے ہیں اور لا تحافت پر نظری نہیں کرتے کہ اس معنی  
 کی بنا پر ظہر و عصر میں بھی وابستہ بین ذلک کا وہی حکم ہوگا۔ اور چونکہ وہ درمیانی آواز سے، انہیں کی  
 باتیں تو ان حضرات پر لازم کہ ان کے فساد کا بھی حکم دیں یا فارق، ایسی دلیل سے دکھائیں کہ جو نسخ یا تخصیص کے  
 وہ نہ عملوں ببعض الکتاب بل ببعض الذبہ ولا نقول ببعضہ کا  
 مصداق نہ ہیں۔

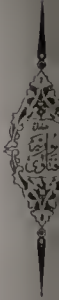
تعبیر کے تحتی ہو کر اپنے مشائخ عظام کی تصریحات جلید نہیں سننے جو معنی آیت کی وضاحت  
 میں اور ان کے استدلال کو بہتہ منثور ابنا رہی میں۔ مسوط امام خمینی مکتبہ جلد ۱، کفایہ علی العداۃ ص ۲۸۳  
 جلد ۱، بحوالہ عن الکافی ص ۲۳۵ جلد ۱، طحاوی علی المراقی ص ۱۵۱ میں یہ کلمات متعارفہ ہے والنظم من  
 المحران النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجہر بانقراد فی  
 الصلوات کلمہا فی الاستدعاء وکان المشرکون یؤذون ویسبون  
 من اسئل ومن اسئل الیہ فانزل اللہ تعالیٰ ولا تجہر  
 بصلونک ولا تحافت بہا امی لا تجہر بصلونک کلمہا  
 نہ تعافت بہا کلمہا وابتغ بین ذلک سبیلان جہر  
 حلیۃ اللیسر و معادیت بصلوۃ الہمارا

اور سنی کی تائید فتح القدیر ص ۲۸۶ جلد ۱، کفایہ علی العداۃ ص ۲۸۳ جلد ۱، بدائع ص ۲۸۳



بدلا، راجحاً تصریحاً، شامی تقریباً ۳۹۰، ۳۹۱ جلد میں ہے و لطمہ مر بعد  
 علی اللہ علیہ وسلم کان یحمر فی الصلوات کما فی شرح  
 الکفار الخ فالایہ فی تیسرے الصلوۃ الجہریۃ وغیر محمر  
 اور کثرت تفاسیر میں بھی اس معنی کی تصریح موجود ہے منها الکبیر و اندارک و حکام  
 الغر ان للروخی و تفسیر ابی السعود و البیضاوی و الطبری و الساجوری  
 وغیر ہا۔ اور اسی بنا پر ہمارے ائمہ کرام اور جمہور مطلق جہر و خافت کا ذکر فرماتے ہیں اور متون ثرور  
 قتادی و حاشی میں تصریحاً بعد بنایت بلند آواز سے منادی و جوب و جواز ذکر بھی ہیں حالانکہ مطلق اپنے اطلاق سے  
 جہر کا لکھ بھی شامل ہے۔ تو بفضلہ و کرم تعالیٰ اسی آیت بیک اور تصریحات ائمہ کرام سے جہر شدیدہ جواز بھی ثابت  
 ہو گیا اور تصریحات احادیث سے بھی ایسا جہر شدیدہ جو مسجد سے باہر بھی سنا جائے، صاف صاف ثابت ہے  
 محرم مذہب مذہب حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ نے غلط املا میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایسے جہر کی  
 حدیث ذکر کر کے فرمایا کہ جہر یہ نماز میں اس قدر قرأت کا بلند کرنا کہ ٹپسنے والا مشقت میں نہ پڑے اچھا ہے  
 و نص قال محمد الجہر بالقراءة فی الصلوۃ فیما یحمر  
 فیہ بالقراءة حسن ما لم یحمر الرجل نفسه۔ فتح القدیر  
 ۳۰۳ بدلا، تبیین الحقائق ۱۲۷ جلد ۱، مذہب ۳۷۱ جلد ۱ میں ہے ولا یجہد نفساً فی الجہر  
 مجمع الانصر ۳۲۱ بدلا میں ہے الاولی ان لا یجہد نفسه بالجہر۔ شامی ۳۲۱  
 جلد ۱ میں ہے وفي النہدی عن ابی جعفر لو مراد علی العبادۃ

عہد علی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "محمم و اطلاق سے اشتغال و دوسرا کرام میں اہد تہ ہے منہ میں سے نہ نکالے  
 میں شائع و ذائع ہے یہی وجہ ایک بات کو نہ سنانے کہ وہ فرمایا تو جہاں وہ جس وقت کہ جس طرح وہ بات واضح ہوگی جسے نماز  
 میں کہی دالی ان خال انہیں جس مطلق کی قرأتی معلوم، اس کی خاص خاص صورتوں کی مدد و خوبی ثابت کرنا ضروری ہے کہ وہ صریح  
 مطلق کی نہیں جس کی مدد ثابت ہوگی جس کی خصوصیت کی برائی مانا صحیح، بل سے ہر دم اثبات میں ہے اور (ظاہر بقدر ۳۲۱)



مفرد کے متعلق غایہ سے الہدایہ ص ۳۳۵ میں ہے لا محصر ہمناکل لحدہ  
 نہیں تھا نہ بدلا . ہندیہ بدلا . حواوی علی المرقی ص ۱۸۵ میں ہے لا مبالغہ فی الجہر  
 کد م . س کم مفرد سے کمال جہرام صراحت ثابت ہو رہی ہے . بہر حال اس شمس کی طرح درخشا  
 ہو رہا کہ نام کا یوں بلند پرخا کہ مشقت میں نہ پڑے اور بیرون مسجد سنا بہتے بد شک و شبہ و گھناہش  
 رب جائز و روا ہے . جو ناجائز و ناروا بتائے اس پر لازم کہ ایسے مضبوط دلائل دکھائے جن سے ہدایت  
 کتاب و سنت اور تصریحات ائمہ و علمائے امت کا جواب ہو سکے اور یہ کافی نہیں کہ کسی متاخر کا انفرادی  
 حدیث قدسا . " کتنا دلیل بنائے اور جنائے حرمت و فساد بتائے تو چونکہ لاؤڈ سپیکر کی صورت میں نام مشقت  
 میں نہیں پڑتا اور معتدل آواز سے پڑتا ہے تو یہ بھی یقیناً جائز ہوا . پھر لاؤڈ سپیکر کے سبب آواز کا اور  
 بلند ہو جانا اور بیرون مسجد سنا جانا تو وہ یہ نہیں ہے . جیسے گنبد دار مساجد میں پڑھنے سے آواز بلند ہو کر باہر  
 سنا دیتی ہے بلکہ گنبد کی صورت میں گونج کا غلبہ ہوتا ہے اور لاؤڈ سپیکر سے صاف سنا جاتا ہے . اور  
 جب گنبد دار مساجد میں جہر یہ نماز دل کا باجماعت ادا کرنا قرون اولیٰ سے آج تک بلا تکثیر مکر مروج آ رہا  
 ہے اور معمول و متعارف ایمان اسلام ہے تو لاؤڈ سپیکر کا جواز بطریق اولیٰ ثابت ہوا کہ اس سے نسبت  
 صاف سنا جاتا ہے .

اور کسی وہ حضرات فرماتے ہیں کہ آواز لاؤڈ سپیکر صدا ہے اور صدا سے عبادت تلاوت واجب  
 نہیں ہوتا تو اقتدار یعنی جائز نہ ہوگی ، حالانکہ یہ قیاس بھی صحیح نہیں . ناظر مکتب فقہیہ پر اظہر من الشمس کہ محدث و  
 عقب ، حائض و نفسار ، مجنون و مصی ، نائم و سکران بلکہ کافر تک بھی آیت سجدہ پڑھے تو سنے والے  
 پر کچھ واجب ہو جاتا ہے اور مقتدی کے پڑھنے سے واجب بلکہ جائز بھی نہیں ہوتا حالانکہ مکبر مقتدی ہی  
 ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے مقتدی بھی نہیں بن سکتے ، تو معلوم ہوا کہ وجوب سجدہ تلاوت وجہا و مردنا کسی  
 صورت میں بھی معیار حوازا اقتدار نہیں . اور اگر بالفرض معیار مانا ہی جائے تو پھر بھی نفی وجوب نفی جواز نہیں . کہ  
 وجوب خاص اور جواز عام ہے اور ارتفاع خاص مستلزم ارتفاع عام نہیں . بلکہ مکمل مفہوم مکتب حرمہ تلاوت کا

جو راسی علی وجوب سے ثابت ہو۔ یا ہے تو حسب العرف لاؤں بیکیہ کی صورت میں جس پر راسی کا حوالہ ہے  
 سجدہ طاعت بظاہر بعض تخریج مشائخ ہی ہے اور اس کا معنی یہ کہ صدائے صوت اول یا شہید یا متاخر ہے  
 عند التفتیق صوت اول کے متاخر نہیں بلکہ متحد یا تباہ التوسی ہے اور یہی اتحاد صوت شریفاً اور عرفاً ہے  
 اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ مبارکہ "الکشف ثانیاً فی حکم قنوتہ جزیفاً" سے نوٹ

حضرت علی خان صاحب ناقل "وحدت آواز وحدت نغمی ہے کہ تمام اشغال متعبدہ میں وہی ایک آواز مال مانی ہے  
 ورنہ آواز کا شخص اول کہ مثلاً ہوا سے وہی مشکل میں پیدا ہوا کبھی میں مسنون نہیں ہوتا۔ اس کی کہیاں بھی ہیں  
 ہمارے کان تک پہنچتی ہیں۔ اس کو آواز کا سنا کہا جاتا ہے گنبد کے اندر یا پہاڑ یا چٹانی گچے کردہ دیوار کے پاس  
 اور کبھی صحرائیں بھی خود اپنی آواز پٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے جسے عربی میں "صدائے گتے" میں: ارضین  
 ۱۳ دسمبر ۱۹۳۹ء (۲۵ کالم ۳)۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا "صدائے متعلق" خود اپنی آواز پٹ کر دوبارہ سنائی دیتی ہے  
 فرمانا گتے روشن اور صاف تخریج ہے کہ صدائے صوت اول ہی ہے اور جب ان حضرات کے نزدیک  
 لاؤں سپیکر سے سنی گئی آواز صدائے توحید امام اہل سنت والجماعت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ صوت  
 کے متاخر نہ ہوئی بلکہ متحد ہی رہی تو نماز کیوں نہ ہوئی؟ وقد بقی القصبایا فی زوایا الکلام  
 من شاء تفصیلاً ما فلینظر رسالتی مکبر الصوت ولما وی  
 المورب واللہ تعالیٰ اعلم بحل معبدہ اسم واحکوم  
 اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم

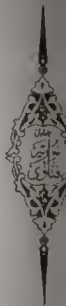
عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ شامی غفرلہ

۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۸ھ

عبدالمجید رح: یہ علیہ السلام کے سجدہ کی انہیں ہی رسالت

شافیہ: جس بیان فراموش "مذہب" سے وہ "ہاھر جہد" من معالفتہ دلائل لغریبہ من سلف

من لشرہ من حفرہ





# الاستفتاءات

ماہنامہ نورنی کرن بریلی برائے ماہ ستمبر ۱۹۶۰ء مطابق ماہ ربیع الاول شریف ۱۳۸۰ء کے  
سورہ ۳ پر آجہ سوالات شائع کئے گئے ادارہ نورنی کرن کی طرف سے اور یہ بھی کہ بعد صلاہ اہل سنت سے  
گزارش ہے کہ ان بارہ سوالات کے نقل جواب تحریر فرما کر مسلمانان اہل سنت کو مستفیض فرمائیں (بیان وہ سوالات  
مع جوابات دارالعلوم خفیفہ فریدیہ بعیرہ لودرجہ کئے جاتے ہیں)

## الاستفتاءات نمبر ۱

گنبد کی آواز بعینہ آواز منکلم ہے یا منکلم کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہے ؟



جواب میں امام اہل سنت والجماعت عابد دین و ملت اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ بھروسے  
بہارے پیارے نورانی کلمات ہی کافی و کافی ہیں :- اکتشف شافیا سے فرمایا " گنبد کے اندر یا پہاڑ یا  
پلٹنی سے کردہ دیوار کے پاس اور کبھی محراب میں بھی خود اپنی آواز بٹ کر دو بارہ سانی دیتی ہے جسے صدا کہتے ہیں :-  
ان کلمات میں سب کے نقل شیر عیشیہ اہل سنت حضرت مولانا ابوالفتح حسنت علی خان صاحب علیہ الرحمۃ میں ہو  
نہ نہ تو سے مندرجہ بہت روزہ " رضوان " لاہور ۱۳ دسمبر ۱۳۹۹ء ۲۵ کالم ۳۳ میں ، اور یونہی ماہ نامہ نورنی  
میں بریلی جون ۱۹۶۰ء کے ۳۳ کالم ۲۷ میں حضرت عالمی منت مولانا حفی سید فضل حسین شاہ صاحب مدظلہم کے  
سے سہارنپور میں معلوم ہیں ۔ ور ۳۳ فوری کرن ۵ کالم ۲۰ میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نفس مرتبہ بھی

نعل مرانی کہ ” ہر حال میں اسی آسان یعنی ہے کہ آواز میں آواز مستحکم ہے “

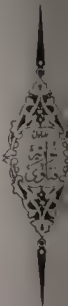
## الاستفتاء نمبر ۲

گنبد کی آواز پر رکوع و سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز کو فقہ کی کتابوں میں فاسد و باطل بنایا  
ہے یا نہیں ؟



کسی کتاب فقہی میں بھی جستجوئے تبلیغ کے باوجود یہ نہیں ملا کہ ایسے نمازیوں کی نمازیں فاسد و باطل ہیں اور یوں طے بھی کیوں؟ جبکہ فقہائے کرام کے اجماع عمل و سکونتی سے حراۃً تجاوز ثابت ہے۔ گنبد دار مساجد کا دواج قدیم ایام سے آ رہا ہے اور مشائخ عظام کے اکثر اوقات مسجد ہی میں بسر جوتے، اور مسجد میں ہی نمازیں باجماعت ادا کرتے تھے تو اگر گنبد سے سنی گئی آواز پر رکوع و سجود کرنا مفید جوتا گنبد دار مسجد کی تعبیر ناجائز قرار دیتے اور واضح فرما دیتے کہ ایسی مسجدوں میں امامت ناجائز و بسبب فساد نماز ہے مگر ایسا کوئی فتوئے ہرگز ہرگز نہیں ملتا، بلکہ اس کے برعکس تعال و توارث کی پُر زوہ صدائیں صاف صاف بتا رہی ہیں کہ امامت بلاشبہ جائز اور نمازیں صحیح ہیں، بلکہ سیدہ فاروقی عظم رضی اللہ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں صراحتاً کہ فرمایا کہ بیت المقدس کی قوت نماز پڑھائی بلکہ شہنشاہ کو کون و مکان میں قدم علیہ وسلم نے بھی شب امترا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کو اسی مسجد میں نماز پڑھائی ملا کہ گنبد دار ہے اور یہ بھی واضح کہ حدوث صدا صرف گنبد ہی میں بند نہیں بلکہ مسقف مکانوں، جنگلوں، میدانوں میں اور گھر گھر و پڑاؤں





و ہزار سال میں کیا شبہ ؛ بلکہ اگر بالفرض غیر آوار امام ہو تب بھی مابین مصححین و پیغمبر ہمارے حرم  
 مطلق نہیں ۔ اس کے سنی گئی و از میں جو یا غیر اتنا ضرور متیقن کہ آواز امام سے ہی پیدا ہوئی نہ ہوا ۔  
 امام کی یقینی دلیل ہے لہذا امام سے دور مقتدی اس کے ذریعہ انتقالات امام کا یقینی علم میں کرے ۔  
 اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ امام یا مبلغ کی آواز سننا شرائط اقتداء سے ہرگز ہرگز نہیں بلکہ انتقالات امام کا مظہر  
 ہی شرط ہے ۔ درالخمار ۵۱۵ ، شامی ۵۱۵ ، مبدا میں ہے و المصمم من المدد و عدم  
 الاستقلالات ۔ اور یہی مصرح کہ یہ علم کسی سماع یا کسی روایت سے حاصل ہو کہ مستتبہ نہ رہے تو امام  
 مقتدی کے درمیان کسی دیوار وغیرہ حامل کی صورت میں یعنی اقتداء صحیح ہے فتاویٰ امہاتقاضی خان ۵۱۵  
 خلاصۃ الفتاویٰ سے ۵۱۵ جلد ۱ ، غنیۃ المستمل ۵۱۵ ، صغیری ۵۱۵ ، نور الایضاح اور مرقاۃ المفاتیح ۵۱۵  
 درالخمار ۵۱۵ جلد ۱ ، شامی ۵۱۵ جلد ۱ ، ۵۱۹ جلد ۱ ، منحة المخلوق ۵۱۵ جلد ۱ ، فتاویٰ سراجیہ ۵۱۵  
 فتاویٰ عالمگیری ۵۱۵ جلد ۱ ، محوی شرح الاشباہ ۵۱۵ ، غنیۃ ذوی الاحکام علی ہامش درالحکام ۵۱۵ جلد  
 ۱ و المظم لفضیل النفس و لا یشتبہ حال الامام بسماج ؛ و ذبح  
 صحہ الاقتداء فی قولہم ۔

فتنائے کرام نے صراحت یہ بھی فرمایا کہ پھر سے یہی چھوٹی بانی یا ناک کے تختہ بیجے چھوٹے سوراخ  
 سے مقتدی انتقالات امام کا مشاہدہ سماع یا روایت وغیرہ سے حاصل کر رہا ہو تو اقتداء صحیح ہے فتاویٰ  
 قاضی خان اور شرح محوی میں ہے و ان کان علی باب مسدود علی مقتدی  
 صمدی مثل النجيرة ، فتاویٰ سراجیہ میں فرمایا ولو کان لثقب صغیر  
 کنقب المنجرة ، بدائع صناع ۵۱۵ جلد ۱ میں ہے و ان کان علی ثقب  
 لا یمنع مشاہدہ حال الامام لا یمنع بالاجتماع ۔ اور جب کسی  
 کے ذریعہ مقتدی انتقالات امام کا یقینی علم بلا اشتباہ حاصل کر لینے میں اور یا اور وغیرہ کوئی بڑا حامل بھی نہیں  
 ہوتا تو نماز بطریق اولی جائز ہوگی ( اس مایکروفون پھر سے کی طرح جالی دار ہوتا ہے جس میں برقی فوسٹ تو  
 کرتی جوتی چھوٹے ۔ سوراخ سے نکال کر بذریعہ تار سپیکر کے چھوٹے سوراخ سے داخل سپیکر کرنے پر  
 نشر کرتی ہے )



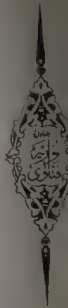
ہی شامی کی مہر میں لایم ام المکرمہ توروہ قطعاً مضرب نہیں کہ یہ سماع ہی آواز کا ہی  
 سماع ہے جس کی ابتدا امام سے ہے کہ من ابتائیہ ابتدا جو واسطہ کا قضا نہیں کرتا قرآن کریم میں  
 ہے هو الذی خلقکم من تراب الذی خلقکم من نفس واحدة  
 جس طرح کئی واسطوں کے باوجود "من تراب" اور "من نفس و حدة" صادق ہے  
 ہے اسی طرح سپیکر کے واسطہ کی صورت میں "سماع من الامام" بھی صادق آ رہا ہے  
 نیز قرآن کریم نے "دعوة الی المحشر" بواسطہ نورس کرانے والوں کو داعی کے تتبع بتایا ہے  
 یہ تعین سورہ فرمایا یتبعون الداعی لا عوج لہ ، تو معلوم ہوا کہ واسطہ غیر مختار کی صورت  
 میں اتباع اسی کی برقی ہے جو اصل آواز کندھے ہے تو یہاں بھی امام ہی کی اتباع بنے گی نہ کہ سپیکر کی ، تو روز  
 پیش کی طرح وضع ہوا کہ نمازیں قطعاً صحیح میں اور فاسد و باطل نہیں کہ فساد و بطلان تو کسی شرط یا رکن کے  
 فقدان پر ہی مرتب ہوتا ہے کسافی الغنیۃ ص ۲۱۲ والشامی ص ۴۴۳ جلد ۱ الفساد  
 و البطلان فی العبادات سواء لان المراد بہما خروج العبادۃ  
 عن کونہما عبادۃ بسبب موانع بعض الفرائض الخ لہذا یفنیہ و کرم  
 تعالیٰ آفتاب سے بھی واضح ہو چکا کہ مواضع حدوث صلا میں امامت و اقتداء امامیت مرفوعہ و موقوفہ  
 سے ثابت ہے حالانکہ جس کان میں لاؤڈ سپیکر نصب ہو وہ بھی موضع حدوث صلا ہے نہ ثبات  
 ہوا کہ اقتداء روا اور نمازیں جائز ہیں۔

## الاستفتاء نمبر

لاؤڈ سپیکر مبلغ کے قائم مقام ہے اور جو مبلغ نماز سے خارج ہو اس کی آواز پر رکوع و  
 سجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز فاسد ہوتی ہے اس لئے لاؤڈ سپیکر پر رکوع اور سجود کرنے والے  
 مقتدیوں کی نماز فاسد ہوتی چاہئے کیونکہ ان دونوں میں کوئی وجہ فرق نہیں ورنہ وجہ فرق بتائی جائے؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى وَالْقُصْرَى

لاؤڈ سپیکر جو خود صامت اور صرورت امام کا مکبر ہے، ایسے عہدے اور مبلغ کے قفلے  
 قائم مقام نہیں ہو سکتا جو خود ناظم ہے تو اس سے سنی گئی آواز امام پر وکوع و سجود کرنے والے  
 مقتدیوں کی نمازیں فاسد نہیں ہوں گی۔ اور سائل کا یہ دعویٰ کہ مبلغ خارج عن الصلوٰۃ کی آواز پر  
 وکوع و سجود کرنا مفید نماز ہے، ہرگز ہرگز صحیح نہیں۔ حضرت رب العالمین جل وعلا نے فرمایا فبشر  
 عباد الدین یستمعون القول فیتبعون احسنه اولئک الذین ھداهم اللہ واولئک ھم اولوالالباب۔ اس  
 قول میں اقوال متعلقہ نماز بھی داخل ہیں، علماء فرماتے ہیں العبرة للمعوم الالفاظ  
 و هو صریح السنن فی الکسب۔ نیز فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ ایک سلم عادل کی خبر  
 دیات (جن میں نماز بھی یقیناً ہے) میں قبول کی جائے۔ ہذیہ مسئلہ جلد ۴ میں ہے خبر  
 الواحد یقبل فی الدیانات کالحل و الحرمة والطہارة  
 و النجاسة اذا کان مسلماً عادلاً ذکراً و انثیٰ ابو یوسف ۱۳  
 جلد ۱۰ میں ہے و فی الدیانات الخبر ملزم بلکہ صراحتاً احادیث صحیحہ میں وغیرہا کا یہی  
 ارشاد ہے کہ خارج عن الصلوٰۃ کی ہدایت سے استفادہ غیر ممکن کرتے ہوئے تکمیل نماز حقیقتہً تکمیل ہی  
 ہے اور افساد قطعاً نہیں تحویل تہذیب وقت مسجد قیام میں نماز باجماعت ادا کرنے والوں کو ایک صاحب  
 نے تحویل قبلہ کی خبر دی تو وہ میں نماز میں ہی بیت المقدس سے پھر کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو گئے  
 ہر ایک مسئلہ جلد ۵ میں فرمایا و استحبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 نیز حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دست اقدس کے اشارے سے انھما اصلوتم  
 کا حکم دیا حالانکہ حضور اس وقت نماز سے خارج تھے اور صحابہ کرام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لہ



ہر نماز پڑھنے پر بڑے زیارت حضور سے سنت ہو کر نماز سے نکلنے لگے تھے تو اس شہداء مبارک  
 سے تکبیر نماز ہوئی۔ رواہ البحار ص ۱۸۰ جلد اول و مسلم جلد اول ص ۱۸۰  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدامینی نے اس کی شرح میں فرمایا ار الایماء بقوم معام  
 بنطون۔ ہمارے ائمہ کرام نے تصریح فرمائی کہ امام مسافر مقیموں کو نماز پڑھانے تو بعد از سلام  
 کہوے۔ امو اصلوتم کما ناقوم سف۔ ہر ایک جگہ بغیر یمن ہے و  
 يستحب للامام اذا سلم ان يقول اشمو اصلوتم کما ناقوم  
 سر لان علیہ السلام قال حين صلى باهل مكة وهو  
 مسافر۔ حالانکہ بعد از سلام امام نماز سے یقیناً خارج ہوتا ہے اور مقتدی اپنی نمازیں الگ الگ  
 پوری کرتے ہیں۔ بدائع مثلاً جلد اول وغیرہ میں ہے يجب علیہم الانفراد اگرچہ اشمو  
 اصلوتم کما ناقوم نہیں بلکہ مقصد بن کتاب ہے تو کیوں کہا جاتا ہے کیا امام خارج من الصلوۃ کے  
 کہنے سے متنبہ ہو کر قیام و رکوع و سجود کرنے والے مقیم نمازیوں کی نمازیں پوری ہو جائیں گی یا برباد؟  
 تو ماہ نیم ماہ کی طرح واضح ہوا کہ مبلغ خارج من الصلوۃ کی بدایت پر رکوع و سجود وغیرہ افعال نماز ادا  
 کرنے جبکہ وہ مسلم عادل ہو مقصد نماز نہیں اور نہ ہی تلقین ہے کما سیأتی تفصلاً  
 ان شاء اللہ تعالیٰ لہذا علامہ دافعی تحریر المختار رد المحتار مشہد جلد اول میں فرماتے ہیں اذا اعتد  
 علی خبر المبلغ الذی لم یدخل فی الصلوۃ یکون قد  
 عنہ علی خبر العدل فی امر دینی وهو ما یصح العمل  
 بحسبہ فی الدیانات۔

بفہم و کرم تعالیٰ اس شخص کی طرح واضح ہوا کہ مانعین جواز کا یہ نماز تمام نہاد جزئیہ افتاء  
 مرد لہ یدخل فی الصلوۃ باطل ہے لہذا شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں بھی قابل اہتمام  
 نہیں۔ رد المحتار میں ذکر کر کے اپنے رسالہ کی طرف متوجہ کیا اور ”بذا“ کے ساتھ تنبیہ بھی فرمادی حالانکہ  
 رد المحتار میں صاف رد فرمادیا مجموعہ رسائل کے مستحکم جلد میں و تفصیل فی مکمل تصویب

اور جب یہ ثابت ہو کہ لاؤڈ سپیکر قائم مقام مبلغ نہیں، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ مبلغ خارج مس صلوٰۃ  
 ہدایت سے استفادہ کے لیے مفسد نہیں تو وہ فرق بتانے کی ضرورت ہی نہ رہی مگر امتثالِ احکام و امتثالِ سنت  
 کے لیے کیا حکمت و غیر مختار ہے، اس کے سنی گئی آواز امتقالات امام پر ایسی ولایت کرتی ہے جو غلطی میں  
 نہیں ڈالتی۔ اور مبلغ جو خود ناطق و مختار ہے فاسق ہو تو بے وقت بول کر غلطی میں ڈال سکتا ہے یا  
 دیدہ و دانستہ غلط ادا سے یا بلاوجہ اعراض عن الجہات کے اگر کاتب سے فاسق بھی بن سکتا ہے تو  
 اس کی ولایت قابل اعتبار نہیں رہتی۔

## الاستفتاء نمبر

جب کہ خارج سے تلقین نماز کو فاسد کر دیتی ہے تو پھر لاؤڈ سپیکر کی تلقین پر رکوع و سجود  
 کرنے سے نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟



صرف نماز ہی سے نہیں بلکہ اپنے امام یا اپنے جیسے مقتدی کی تلقین سے بھی تقن مفسد نماز ہے  
 كما صرحوا به متونا و شروحا و متاوا و حواشی شامی علیہ  
 جلد میں ہے، قوله و هذا الاخذ ای اخذ المصلی غیر الامام  
 ختم من فتم عليه مفسد ايضا كما في البعير عن الخلاصة و  
 ارنان من الصلوة یا لاؤڈ سپیکر کے تکیرات امتقالتیں سن کر رکوع و سجود کرنا بقول سائل خارج و سپیکر کے تلقین سے  
 تو لازم کہ مبلغ داخل صلوٰۃ یا امام کی تکیرات امتقالیہ باجماعت سن کر رکوع و سجود کرنا بھی تلقین بنے اور نماز  
 بھی فاسد ہو گا۔ اور یونہی یہ بھی لازم کہ امام و مبلغ کا بلند آواز سے تکیرات سننا تھمتیں بنے اور



**تنبیہ** ناوین کلمات فقیریہ یہاں نہیں کہتے ہیں، بلکہ ان کلمات کو تعلیم و تہذیب کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔

**تنبیہ** | امام و مسیح کا جہر انگیرت اعلام انتقالات کے لئے ہوتا ہے جسے سن کر مقتدی علم تقاضات حاصل کر لیتے ہیں جو صورت زیر بحث میں بھی حاصل ہوتا ہے اور یہ قطعاً مفسد نہیں بلکہ مصل

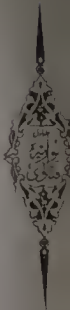
# الاستفتاء نمبر

محاجت سے زیادہ آواز کے ساتھ نماز میں قرآن کریم پڑھنے اور تکبیر کرنے کو فقہ کی کتاب میں جب کہ امر ہو گیا ہے تو لاؤ وہ پہلے پر نماز میں قرآن کریم پڑھنا، تکبیر کہنا مکروہ ہے یا نہیں جب کہ اس میں بھی محاجت سے زیادہ آواز ہوتی ہے !



جہرہ نمازوں میں ایسا جہرہ شقت نفس اور اذیت غیر کا باعث نہ بنے مطلقاً بلا کر اہت و سادہ ہمارے قرآن کریم کا ارشاد ہے لا تجهر بصلواتك ولا تخافت بها و انما بين ذلك سبيلاً یعنی اپنی سب نمازوں میں جہرہ کرو اور نہ ہی سب میں مخافت و آہستہ پڑھنا کرو اور اس (سب نمازوں میں جہرہ اور سب میں مخافت) کے درمیان راستہ تلاش کرو، بایں طور کہ رات کی نمازوں میں جہرہ کرو اور دن کی نمازوں میں آہستہ پڑھو۔

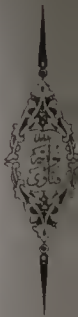
آیت پاک کا مطلب ہمارے فقہائے کرام کی تفریحاً تب علید سے ثابت ہے جسوہ الام شرمی مہ بعداً، اکفای علی العدا یہ ۲۸۴، ۲۸۵ جلد ۱، بحوالہ ائقی عن الکافی ۳۳۵ جلد ۱، طحاوی علی الدرر ۲۲۲ جلد ۱، طحاوی علی الترقی ۲۸۴ میں ہے و المظم من الجهر و الاصل فی کما ذکرہ المصنف و نکاتی ن الی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجهر بالقرآن فی الصلوۃ کلہا فی الاستدعاء و کان المنصرکون یؤدون و مسود من انزل و اسر الی اللہ فاسر الی اللہ تعالیٰ و لا تجهر بصلواتک و لا تخافت بها ی لانجهر بصلواتک کلہا و لا تخافت



کھاوا اسم میں ذلک سبباً ان سحر بصلوہ اللیل  
و عاف بصلوہ النہار فان بحاف بعد ذلک فی صلوہ النہار  
والصو لاسم کا صوا اسم میں لستاد فی حدس الوضو  
وسحر فی المغرب لاسم کانوا معمولین بالاکل فی المساء  
و سحر لکوسم رموزاً و فی الجمہ و العیدین لاسم ماہما  
باعدیتہ و ما کان للکفار بها قوہ۔

حاصل یہ کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا میں سب نمازوں میں قرآن کریم بلند آواز سے پڑھا کرتے  
تھے اور مشرکین کن کر یہودہ کھاتے تھے تو ان تبارک و تعالیٰ نے و لانسحر بصلوہ  
و لانسحاف کہا "اتار کر صبح نمازوں میں جبرہ کرو اور نہ ہی سب میں آہستہ پڑھو و ابع  
سین ذلک سببلاً اور درمیان راستہ تلاش کر دو کہ رات کی نمازوں میں جبرہ کرو اور دن کی نمازوں  
میں آہستہ پڑھو، تو اس کے بعد حضور و عصر میں آہستہ پڑھتے کہ ان وقتوں میں کافر مستعد تشرارت ہوتے  
تھے، اور مغرب میں جبر کرتے کہ وہ کھانے میں مشغول ہوتے تھے، اور شام و فجر میں جبر کرتے کہ وہ سونے میں  
مشغول ہوتے تھے، اور جمعہ و عیدین میں اس لئے جبر فرماتے کہ ان کو مدینہ طیبہ میں قائم کیا اور وہاں کافروں  
کرافت دیتی تھی ۵ اور بدائع صانع ص ۱۶۱ جلد ۱، فتح القدیر ص ۲۸۸ جلد ۱، غایہ ص ۲۸۸ جلد ۱، در المختار مع تقریر الشی  
ص ۲۹۱ جلد ۱ میں بھی اسی مطلب کی تاکید کی ہے والنظم من البدائع کان النبی صلی  
للہ علیہ وسلم یجھر فی الصلوات کلہا فی الاستداد الخ اور  
متعدد تفاسیر متداولہ میں بھی اس مطلب کی تصریح ہے۔ احکام القرآن للامام الجصاص المحقق ص ۱۲۱ جلد ۳، البہود  
ص ۲۱۰ جلد ۱، مدارک ص ۲۵۹ جلد ۱، بیضاوی ص ۲۸۸ جلد ۱، تفسیر کبیر ص ۳۵۵ جلد ۱، نیشاپوری ص ۱۰۱ جلد ۱، الدرر  
ص ۲۸۸ جلد ۱، تفسیر احمدیہ ص ۳۳۳ میں ہے والنظم للشیفی لا تجھر بصلوہ  
کلہا ولا سحافت ما کلہا و ابع بین ذلک سببلاً  
ن سحر بصلوہ اللیل و تعاف بصلوہ النہار تفہیرات  
کمزید بھی دیکھو و علی هذا مالانہ فی نفس الصلوہ الحصرہ

تو روز روشن کی طرح روشن ہوا یہ آیت جبرہ نمازوں میں مطلق جبر کہ معصوم ہے یہی سب اس پر  
 تفریق میں ہی مطلق جبر کہ ذکر ہے لہذا ہمارے اکثر مشائخ کرام نے جو جبر یہ نمازوں کے وجہات میں مطلق جبر کہ  
 ذکر فرمایا ہے مالا کہ جبر مطلق کہ کامل کو بھی شامل ہے تو ثابت ہوا کہ جبر کہ کامل بلاشبہ آیت و احادیث و تفسیر  
 فقیر سے جائز و مستحسن اور معتدق جبر واجب ہے والاطلاق بمنزلة النص و الاطلاق  
 الممومن معتبر و الاستدلال به متسامع و دافع و ذامسا لا یجب وجہ  
 خصہ صاحب کتب مذہبیہ میں یہ تقریحات بھی نمایاں طور پر موجود کہ جبر یہ نمازوں میں قدر حاجت سے بند پڑنا  
 مستحسن و افضل و اولیٰ ہے۔ بحر مذہب مذہب حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ مرقاۃ میں حضرت عمر رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کا اتنا بند پڑنا جو بیرون مسجد پاک و ابراہیمی جم کے پاس سنا جاتا تھا۔ باسناد بیان کرنے کے بعد فرماتے  
 ہیں کہ ایسا جبر جبر یہ نمازوں میں اچھا ہے جب کہ پڑھنے والا شقت میں نہ پڑے و نصہ فال محمد  
 لحہ بالقرآن فی الصلوۃ فما یحصر فیہ بالقرآن حسن ما  
 سوجہ الرجل نفسہ ثانی ۲۹ جلد ۱، مطبوعی علی المرقاۃ جلد ۱ میں ہے سو  
 زاد علی قدر الحاجة فهو افضل الا اذا احمد نفسہ او ادى  
 عمرہ۔ مجمع الزوائد جلد ۱ میں ہے الاولیٰ ان لا یجہد نفسہ بالجہر بل  
 تبیین القائق ۲۴ جلد ۱، ہندیہ ۲۴ جلد ۱، مطبوعی علی المرقاۃ میں منقول کے متعلق فرمایا لایبالیہ  
 فی الجہر کا الامام۔ اور غایہ ۲۸ جلد ۱ میں فرمایا لایجہر ہنا کل جہر  
 تو فتاویٰ متناہی کی طرح واضح ہوا کہ امام کے لئے مبالغہ فی الجہر اور کل الجہر جائز و مقبہ ہے۔ و  
 ظاہر جہداً۔ رایہ شنب کہ بعض کتب فقہیہ ہندیہ وغیرہ میں سراج و دہاج سے ہے الامام اد  
 جہر ہو فی الحلقہ فقد ساء توہم و من کراتے شمس اور واضح ثبوت کہ سراج و دہاج  
 کی عبارت رد نہیں کر سکتی بلکہ سراج و دہاج سے ہی ضعیف و بے اعتبار، فتاویٰ رضویہ شریعہ ۲۱ جلد ۱ میں ہے  
 و د مال فی حصص حصون السراج الوہاج عدہ المولیٰ المعروف  
 سرکل من عملہ الکب المتداولۃ الضعیفۃ غیر المعمرہ



ایسی حدیث مرفوعہ و موقوفہ صحتی الآثار، منہجہ سنی، نحو امام محمد، شافعی ترمذی بلکہ صحیح بخاری سے  
 ہی تحت قنابہ و ذکر معصیاتی محکمہ الصواب۔

اسی آیت مذکورہ کی دوسری تشریح جو اسی شان نزول کے تحت کئی تفسیروں میں مذکور اور مانعین ہندست  
 کی بنا پر اس سے تو معروض کہ مرتب تفسیر مشائخ غلاف کے خلاف کسی اور تفسیر سے استدلال احکامات کے لئے  
 مناسب نہیں خصوصاً جب کہ اس تفسیر و تشریح کے ناقلین ہی سے یہ تصریح بھی ملتی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا اور اب  
 بتا ہر باب کے کتاب ہے جری ۱۲۵، ۱۰، ابن کثیر ۱۹، بلد ۳، در المنثور ۲۸، جلد ۲ میں ہے والاعظم  
 لعمری فلما احب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الح  
 مدینۃ فخطہا کلہ یعمل الان ای ذلک شاء بکف و ی  
 بلان ۳۱، جلد ۲ میں ہے وهذا الامر قد زال من یوم اسلام عمر  
 وحزہ فهو منسوخ فللمصلی العصر فی الصلوة الجہریہ  
 و سیرید علی سماع المأمومین پھر تمام امت کا بالاتفاق ظہر و عصر میں آہستہ  
 پڑھنا بھی مراد تھا۔ اسے کہ اگر آیت کی واقعی یہی تفسیر ہے تو منسوخ ہے و نہ تمام امت کا اجماع علی الصلاۃ  
 لایم آجے حقیقیاً باطل ہے۔ تعجب ہے کہ مانعین حضرات صرف "لاتجہس" پر ہی نظر کرتے ہوئے  
 تنہا سپیکر کو تو ناجائز بتاتے ہیں مگر "لاتخافت" کا خیال ہی نہیں کرتے کہ ظہر و عصر میں ہمیشہ  
 وقت کی خلاف ورزی ہی نہیں کرتے بلکہ واجب ہاتھ میں حالانکہ ان کے دعوے کے مطابق لازم  
 دھرم میں بھی مغرب و شام، وغیرہ کی طرح درمیانی آواز سے پڑھنا واجب ہو۔ اور یہ بھی لازم کہ تمام کتب  
 تفسیری جہرہ اور غیر جہرہ نمازوں کی تفریق بیجا بنے۔

طرح تو یہ کہ ان حضرات ۱۱ اس آیت سے استدلال اس پر موقوف کہ سپیکر سے سنی گئی آواز بعینہ  
 آواز ہو۔ حالانکہ وہ یہ مانتے ہی نہیں بلکہ فیر مانتے ہیں، تو کیا کسی غیر آواز کا بلند ہو جانا آواز لازم کا بلند ہونا  
 ہے۔ صحت و زہی بنے حیرت ہے کہ ان حضرات کے نزدیک سپیکر سے سنی گئی آواز آواز گنبد کی طرح  
 مد سے تون کے قول پر گنبد و امسا جہرہ کہ مسقف مکان میں یا پہاڑوں کے آس پاس بھی جہرہ نمازوں کا  
 نہ ہنسنا غلط و زہی بنے؟ حالانکہ زمانہ قدیم سے اہل اسلام گنبد و امسا جہرہ اور مسقف مکانوں

میں دہریہوں کے اس پاس بھی بلا اٹھا دے مگر سب نمازیں باجماعت آج تک اس نے نہ کی  
جوڑ کی دلیل مزید ہے تو مدعی سپیکر کا کیا تصور کہ کل امت اسے جانتے ہیں؟

## الکستفتاء نمبر

تجکیرات انتالیہ کی آواز پہنچانے کے لئے مبتلا کا تقریر سنت ہے اور لاؤ و سپیکر پر نماز پڑھتے  
اس سنت کی افاعت ہے تو یہ رافع سنت اور بدعت سیئہ اور مکروہ ہے یا نہیں؟



دعویٰ تو کیا جاتا ہے کہ تقریر مبتلا سنت ہے مگر کسی صاحب نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ کون سی  
کتاب میں سنت لکھا ہے؟ اور فقیر کو بھی سچی تبلیغ کے باوجود اپنے بیباں کی کتابوں میں کہیں نظر نہیں آیا  
اور حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی حضرات سے بھی صرف صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا  
بتلین جانا اور وہ بھی دو خیر اور وہ بھی دورانِ مرض میں ہی مٹا ہے تو بلا امر اہل سنت کیسے بن گیا فتح محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم و السنۃ ما و اطلب علیہ صلی اللہ علیہ وسلم سلم  
سترکہ احبانا شامی ۱۵۹ جلد میں ہے او الغلفاء السائدون من بعدہ  
اور جب سنت ہی نہیں تو بدعت سیئہ اور مکروہ بنانا بھی غلط بنا بلکہ امام اہلسنت والجماعت مجددانہ حاضرہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اقامۃ القیامہ میں فرماتے ہیں بری تو وہ بدعت ہے جو کسی سنت مامور بہا کردے  
حال نہ کیاں امر و نہ کر نہ نہیں البتہ اس تقریر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسب القواعد جواز ثابت ہے  
لہذا فتح القدیر ۳۲۲ جلد ۱، بحر الرائق ۳۶۶ جلد ۱، الدر المختار مع الشامی ۵۵۵ جلد ۱، رسالہ شامی ۳۷۱ جلد  
و غیر میں ہے و النظم للمحقق علیہ الرحمۃ و بہ يعود حور



مزدیس صوامہم فی الجمعة والعیدین وغیرہما اور  
 بیت منے متب ہے شامی ص ۴۲۲ جلد ۱، طحاوی علی الدر ص ۲۱۳ جلد ۱، طحاوی علی المراتی ص ۱۵۴  
 میں ہے ول المظنم و ما عند الاعیاج الیہ بان کانت الجماع  
 لا تصل لیہم صوت الامام اما لصعہ او لصعزہم  
 فمنعہم عنہم کی آواز پہنچ رہی ہو تو محض بے بار و ناپسندیدہ و محبت منکرہ ہے۔

انہی کا تہر میں ہے وفي السيرة الحلبيّة اتفق الائمّة  
 الاربعہ علی ان التبلیع حیث یدعہ منکرہ، اور چونکہ لاؤڈ سپیکر  
 ہم کی ہی آواز پہنچاتا ہے تو اس وقت تقریر تبلیغ حسب تقریر مذکورہ باتفاق ائمہ اربعہ بدعت منکرہ بنے گا  
 نہ کہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ آواز امام سے استفادہ بدعت سیئہ بنے فافہم ان کنت  
 ممن یفہم۔

تعب تویہ ہے کہ صرف ظہر کی ہی دو نمازوں میں، وہ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منہوں  
 کے دوران بطور خود صفوں کے آگے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جبرگیرات سے تو معلقا تقریر  
 میں سنت مقرر مانا جاتا ہے اور اس کے خلاف ادعائی کو بدعت سیئہ کہا جاتا ہے مگر خود حضور پر نور صلی  
 اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بکثرت پنج گانہ نمازوں کو مواضع حدوث صدامیں ادا فرماتے رہنے  
 سے اس موضع حدوث صدامکان نصب لاؤڈ سپیکر میں امامت و اقتدار کا صرف حجاز بھی نہیں مانا جاتا  
 اب هذا الاحتلاق۔

## الاستفتاء نمبر

کہا یہ صحیح ہے کہ گنبد کی آواز سننے سے سجدہ تلاوت واجب نہیں ہوتا اور اگر صحیح ہے تو کہوں! کیا  
 ہے۔ جہاں سے سننے میں آیا آیت نہیں، یا اس لئے کہ وہ حکم کی آواز نہیں! بر تقدیر ثانی یہ قول کہ گنبد

سے معلوم ہوتا ہے۔

کی آواز بسیناً آوازِ متکلم ہے ذکر اس کے علاوہ کوئی دوسری آواز قطعاً سب یا نہیں



ہاں بعض کتب نفیہ میں وجوبِ سجدہ کی نفی ضرور ہے مگر جوازِ سجدہ کی نفی قطعاً نہیں بلکہ حکمِ سجدہ (جو کتبِ فقہیہ میں مقبر ہے) وہی نفی وجوبِ جواز کا اثبات ہے اور جواز ہی کے ہم قائل ہیں جو نیتِ حسرت سے مستحسن بن جاتا ہے فطرتاً استدلال السائل۔ وہی وقت وجوب میں سائل کی یہ توجہ جو اس سے سننے میں آیا وہ آیت نہیں یا اس لئے کہ وہ متکلم کی آواز نہیں تو امام اہل سنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مردود ہے وہ عدائے گنبد کو آوازِ متکلم مانتے ہوئے وجوبِ سجدہ لینے ایک تیرہ ہجرت میں کما نقلہ الفاضلان المدکوران عن الکشف۔ ما اور اگر بالفرض آوازِ متکلم کے علاوہ کوئی دوسری آواز ہی ہو تب بھی اتنا بدانتہا متیقن کہ اسی سے پیدا ہو رہی ہے اور حرکاتِ انتقالیہ امام کی بلاشبہ دلیل ہے حالانکہ مقتدی پر متابعت امام نفس اقتداء سے ہی لازم ہو جاتی ہے تو کیا علم آنے کے بعد متابعت کا لزوم اٹھ جاتا ہے بلکہ جواز ہی نہیں رہتا بخلاف سجدہ جو سماع سے پہلے نہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ بکثرت ایسی صورتیں ہیں کہ حرارتِ تلازم وجوبِ سجدہ وجواز اقتداء کا رد کرنے میں والتفصیل فی مکبر الصوت مضبوط ہے۔

## الاستفتاء

قرآن کریم کے تلاوت کی آواز اگر گرامفون کے ذریعہ سننے میں سے تو سماع و انصات واجب کیا نہیں؟







”اکشف ثانیاً“ میں ثانی جواب ہے علینظر مستم

## الاستفتاء نمبر

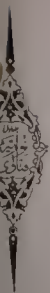
قرآن کریم کے تلاوت کی آواز لاؤ ڈھبیکر کے ذریعہ اگر سننے میں آئے تو استماع وانصات واجب یا نہیں؟



جب تالی ہی کی آواز ہے تو استماع وانصات بالشرائط ضروری ہے -

## الاستفتاء نمبر ۱۱

۱۔ ایک مسجد میں زید و بکر صرف دو شخصوں نے نماز پڑھی۔ زید امام ہوا اور بکر مقتدی، مگر دونوں کے درمیان پچھمات گزرا فاصد تھا اور بکر کانوں سے بہر اتفاق اس لئے امام کی آواز اس کو سنائی نہیں دیتی ہے نیز بکر کی بیانی بھی کمزور ہے اس لئے وہ امام کی نقل و حرکت کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا البتہ اس کی آنکھوں میں میٹک لگی تھی اس لئے اس نے دیکھ کے ذریعہ امام کی نقل و حرکت دیکھ کر رکوع و سجود کیا تو یہ نماز ہوئی یا نہ ہوئی؟



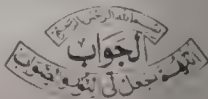
وہ درگزر کی گھوس میں بیٹھ جاتی تو بلکہ زبردستی کے درمیں کھڑے ہو جاتا ہے۔  
 زبردستی میں نقل و حرکت دیکھ کر رونا و گریہ ہو کر ماتو جگر کی نماز ہوتی یا نہیں؟  
 درگزر کے کانوں میں کوئی ایسا آواز نہ ہوتا جس سے ذریعہ مام کی آواز اس کے دروازہ سے  
 کی نماز ہوتی یا نہیں؟



کتب کثیرہ سے سوال نمائش کے جواب میں محقق ہو چکا کہ انتقالات امام کا علم جسمانی اور روحانی  
 یعنی کسی شخص یا کسی دیکھنے سے حاصل ہوا اگرچہ بالواسطہ تو اقتدار صحیح ہے اور جب "و" و "ب" میں عبادت  
 ہے و "ج" میں بالسمع تو نماز یقیناً روا ہے۔

## الاستفتاء نمبر ۱۲

اگر کوئی شخص مام کی آواز نہ سنے، نہ اس کی نقل و حرکت دیکھے بلکہ امام کے سایہ کی حرکت دیکھ کر کوئی  
 سجود کرے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟



ہاں نماز جائز ہوگی کوئی بالذریعہ حاصل ہے کس امر۔ واللہ نفی علیہ وسلم  
 حل محددہ ہم و حکم و صلی اللہ علیہ وسلم و

عقود الصغیر (الحج محمد نور اللہ انیمی غفرلہ)

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ اجتماع نماز جمعۃ المبارک و عیدین میں لاؤڈ سپیکر استعمال کرنا جائز ہے یا کہ ناجائز؟ فی سبیل اللہ اس کا جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام  
السؤال :- القیبر الخیر سید محمد اسلم بخاری خطیب جامع مسجد نورانی راوی محدث سندری ضلع لاہور



باشک و مشہور و ریب لاؤڈ سپیکر کا استعمال یعنی وہ بولنے والے کے پاس چالو ہو اور اس کے ذریعہ آواز سننے میں، شرعاً مباح ہے۔ اور اگر کوئی عارضہ ناجائز بنانے والا شامل ہو جائے مثلاً گانا بجانا یا بیوقوفانہ یا کفریہ کلمات کہے جائیں تو استعمال ناجائز و گناہ ہوگا اور اگر قرآن کریم پڑھ جائے اور حضرت رب العالمین جل جلالہ کی صفت و ثناء کی جائے یا محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شان بیان کیا جائے یا احکام شرع بیان کئے جائیں تو عبادت بن جائے گا۔ کما فی الحدیث المبارک انما الاعمال بالنیات  
وفی سامعہ علی البدن ص ۳۴۰ جلد ۱ ان الاعمال بالنیات فکما یکون المباح  
عامة بالنیة مصر الطاعة معصية بالنية تزینت صاحبہ سے نماز میں بھی بلاشبہ جائز وہا

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله رب العالمين

و الصلوة على محمد وآله

من سجد

در سجده





# باب

## مَا يَجُوزُ فِي الصَّلَاةِ وَمَا لَا يَجُزُ

### الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ :-

نمبر ۱ :- ہمارا گاؤں اہل ہند کی ملکیت ہے لیکن وہ عبادت الہی و دیگر احکام الہی سے منع نہیں کرتے بلکہ عزت کرتے ہیں، نیز ایک اہل مسلم بھی قدرے ملکیت رکھتا ہے

نمبر ۲ :- اور ہمارے گاؤں میں فریقین کا تقاضا ہے یعنی اندک آدمی اہل حدیث کہلاتے ہیں اور آئین و فہم بالجمہر کرتے ہیں اور دوسرے فرقہ والے منع کرتے ہیں تو وہ اندر دے ضد کے زیادہ آئین و غمبہ کرتے ہیں اور بصورت فساد تردد کرتے ہیں اور امام دائمی بھی منع کرتا ہے لیکن نزع قلبی کچھ اور بات رکھتا ہے۔ اگر امام حنفی ہو اور اس کی اقتدار میں فریقین نماز ادا کریں تو حنفیوں کی نماز میں آئین بالجمہر سے کوئی نقصان ہے یا نہیں ؟

نمبر ۳ :- ہمارے گاؤں کی مسجد بکچہ ہے یعنی خشک چنٹے سے بنی ہوئی ہے اور اکثر آدمی نماز جمعہ ادا کرتے رہتے ہیں اور بعض برہنہ ہیں اور جو جمعہ پڑھتے رہتے ہیں بعض ان میں سے فرضی ادا کرتے ہیں اور مضبوطی اگر کسی گاؤں میں جمہور نماز تو فرضی جائز ہے یا اضیاطی ؟ یا کر جائز ہی نہیں ؟ ہمارا گاؤں بستی

میں ہے گویا کشمیر ہے اگر جائز ہے تو امام دہلوی کو مار محمد پڑھانا چاہئے یا کہ اور مطیب اور امام سحر کرنا ہے؟ اکثر اہل اسلام اس کے چیشرا ہونے پر رضامند نہیں ہیں۔

۴۲ : دارمعی منڈا لے کا ممنوعی ثبوت اور کتنا عذاب ہے۔ اور کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

التاسع : علماء وارث الانبیاء کے مذکورہ مسائل کو از دوسے دفع فریقین کے اور ثبوت مذاہب و

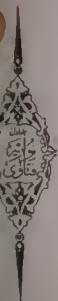
کا باسناد صحیح دایات قرآنیہ کا ثبوت بھی جو تحریر فرما دیں۔ جواب باصواب فرما دیں خداوند کریم اجر دینا

السائل : خادم العلماء والفقرات قطب الدین اقبال خود



۱۔ عبادت رب العالمین جل جلالہ و علم نوالہ جو صحیح منہ میں عبادت پروردہ تمام مکلفین پر لازم ہے۔  
 ۲۔ یہ ضرورہ قلبیہ جو اپنے آپ کو اجماع حدیث کہلاتا ہے وہ حدیث سرور و جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیروکار نہیں بلکہ حدیث نفسانی و انانی کے تابع میں خود ان کے افعال و اقوال اور ان کے مؤیدوں کی تصانیف اس مدعا کے ثبوت میں ہیں، چنانچہ یہی جو سوال میں مذکور کہ وہ از دوسے ضد آئین وغیرہ زیادہ کرتے ہیں، اس مدعا کا ثبوت ہے کہ گو آئین بالجہر کو یہ لوگ منت مجھے ہیں مگر حدیث علیل حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ انما الاعمال بالنیات و انما الامرئی ما نوى الحدیث مشکوٰۃ عن البحار می و مسلم یعنی اعمال کی دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لئے وہی ہے جس کی نیت کی، حتیٰ کہ اگر کوئی فرض نماز ادا کرے مگر اس کی نیت فاسد ہے تو عبادت نہیں بن سکتی چنانچہ اسی حدیث کے اخیر میں ہے کہ اگر ہجرت جو فرض تھی کسی دنیاوی لالچ سے کرے تو وہ مقبرہ نہیں بلکہ اسلام لانا تو علم الغرائض ہے اگر نیت فاسدہ سے ہو تو غیر مقبرہ، بلکہ باعث زیادہ عذاب بن جاتا ہے۔ چنانچہ منافقین کے حق میں مولیٰ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے ان المنافقین هم الدارک

حاصل من السلام توجب ان لوگوں کی آئین وغیرہ براہ منہ ہوا اور مسلمانوں کے  
 دل دکھانے کے لئے جو توسنت نہ رہی بلکہ گناہ بنی کہ مسلمان کا دل دکھانا اور ضد شرعاً سخت حرام ہے  
 شکوہ شریف میں مسیح بخاری سے ہے المسلم من سلم المسلمون من  
 لسانہ ویدہ۔ تو حدیث پر کب عمل رہا بلکہ حدیث کے مخالف ہوا بحسب کہ بارگاہ  
 الہی میں حاضر ہو کر تحریک بلذہ کر بھی یہ لوگ اپنی ضد کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ غرضیکہ ان کے افعال و  
 قول سے یہ بات چلک رہی ہے تو دوسرے فرقہ کا منع کرنا وہا بیت سے روکنا امر بالمعروف اور  
 نہی منکر میں داخل تھا۔ ان کو چاہئے تو یہ تھا کہ سن کر عمل کرتے مگر وہ اسے ضد و فساد پر اترے  
 و فساد ہی کو اللہ تعالیٰ و دست نہیں رکھتا۔ اہل سنت والجماعت کو چاہئے کہ ان سے الگ رہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے تمام فرقوں سے الگ رہنے کی تاکید فرمائی ہے کہ شکوہ  
 میں بخاری و مسلم کی حدیث ہے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاعتزل  
 ثلث العرق حکمہا۔ آئین بالجہ و غیرہ کی وجہ سے اگرچہ امام حنفی ہو۔ اخاف کی نماز میں نقصان  
 ہو گا کئی وجوہ سے ایک کی طرف تو اشارہ ہو چکا۔ اور دوسری یہ کہ جب وہ لوگ آئین بالجہ وغیرہ کریں گے تو  
 کم از کم احناف کا خیال اس طرف ملتے گا اور نماز میں حضور بالقلب نہ رہے گا اور یہ بھی مکروہ ہے بنامی  
 میں سے مہا الصلوٰۃ بحضرہ ما یثقل المبال و یحذل  
 بالخشوع اور ایسے ہی اور بہت سی وجوہ ہیں اور امام دائمی کو سمجھائیں کہ ترغیب قلبی کسی دوسری طرف  
 درلحہ و نہ صرف زبان کی موافقت کسی کام کی نہیں جیسے حدیث شریف و آیت طیبہ سے سن چکے۔  
 مسئلہ سجدہ کا پختہ ہونا اور گاؤں کا گویا کہ شہر ہونا نماز عجد کے لئے ہرگز ہرگز مجوز نہیں ہو سکتا بحسب کہ  
 مال کہتا ہے کہ ہمارے گاؤں جی نہیں، گاؤں اور بستی میں کیا فرق ہے ان ہذا الا التناقض  
 مصریح۔ اور ایسی جگہ کے لئے شرکی مشابہت کافی نہیں بلکہ شہر ہوا اور شہر بھی جامع ہو۔ کفایت المستمل  
 وغیرہ میں ابن ابی شیبہ سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے لا جمعة ولا تشری  
 و مصلوہ فطر ولا اصغی الا فی مصر جامع او مدینہ عظیمہ۔  
 اگرچہ اس گاؤں میں مسجد نہیں پڑھتے وہ حق و مذہب خفیہ پر ہیں اور جو پڑھتے ہیں اور احضار نماز خیر







وہیکم اسلام و حرمت و ہر نہ ، بعد از طوالت عافیت داورین آنگہ آپ کا سر سد خطا مگر افسوس کہ  
آپ کا عباد اور غلط و دنوں ایسے کم ہوئے کہ باوجود تلاش بھی نہ ملے البتہ بہادر شریعت حدہ موم سے  
کے مسئلہ کی تشریح لکھی جاتی ہے اس میں ہے :

مسئلہ : کپڑے میں اس طرح لپیٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو مگر وہ ٹھہری ہے علاوہ نماز کے  
بھی بے ضرورت اس طرح کپڑے میں لپیٹنا چاہئے اور خطرہ کی جگہ سخت ممنوع ہے :

یہ مسئلہ دراختار اور فتاویٰ عالمگیری سے ہے اور ان دونوں میں جمع دیگر کتب معتبرہ اس  
طرح کپڑے پٹنے کا عربی نام اشتمال الصمار یا صمار آیا ہے حدیث متفق علیہ میں اس سے مطلقاً نفی  
آئی ہے اور اس کی تفسیر شامی ص ۵۵۰ ، فتاویٰ عالمگیری ص ۵۵۰ جلد ۱ ، تبیین الحقائق ص ۵۵۰ جلد ۱ ،  
اشعۃ اللمعات ص ۵۶۰ جلد ۲ ، مینی علی البخاری ص ۲۳۸ جلد ۲ ، فتح القدیر ص ۳۵۹ جلد ۱ میں ہے  
والنظم من الفتح وهو ان یلف بشوب واحد رأسه  
وسائر بدنہ ولا یسدع منفذ السیدہ یعنی وہ یہ ہے کہ اپنے سر اور  
باقی تمام عضو کو ایک کپڑے میں لپیٹ لے اور ہاتھ نکلنے کے لئے کوئی راستہ چھوڑے پھر اس کی وجہ تسمیہ  
الکتاب مذکور میں یہ ہے کہ صمار اس شخص کو کہا جاتا ہے جس میں کوئی سوراخ اور دراڑ نہ ہو تو یہ پٹنیا یوں  
ہو جیسے اس پتھر میں داخل ہو گیا کہ ہاتھ بھی نہیں نکال سکتا یعنی وغیرہ نے بالفاظ متعارف فرمایا و  
لصماء فی الاصل صمہ یتال صخرة صماء اذا لم یکن  
فہا حرق ولا منفذ ومعنی النہی عن اشتمال  
لصماء نہی عن اشتمال الشوب کا اشتمال الصخرة الصماء  
فی قول ، وتشبیه الاشتمال المنہی بہا کونہ سد المنافذ  
صما

تو اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ بہادر شریعت میں اس " ہاتھ بھی باہر نہ ہو " سے مراد یہ ہے کہ

۱۔ کہ یوں پہچان کر جب باہر نہ لپکا جائے تو باہر ہو سکے۔ اور اس پر وہیں بار شریب میں جی تو  
میں نماز کے علاوہ بھی اس طرح لپکانا چاہئے اور خطہ کی جگہ سخت ممنوع و ممانعت صاف دلیل  
ہے کہ جب فوراً نکل سکے تو خطہ میں سخت ممنوع ہونے کا کیا معنی؟

بہر حال اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاتھوں کا بعض صورتوں میں یوں چھپ جانا کہ جب  
نکالنا چاہے فوراً نکال سکے۔ اس میں داخل نہیں جیسے عموماً ہمارے یہاں کب اوروں کو یہاں نہ  
ٹھاکر شانے پر ڈالی جاتی ہے اس میں بھی بوقت قیام ہاتھ چھپ جاتے ہیں مگر بوقت ضرورت ہاتھ  
نکل سکتے ہیں اور بحیرہ تحریر تو نکال کر ہی کہی جاتی ہے تو اس میں کوئی ممانعت نہیں لعدم الدلیل  
علیہا و الاصل الاباحۃ وقد قال اللہ تعالیٰ خذوا منکم  
عند کل مسجد۔ اس میں تمام ایسی صورتوں کی اباحت ہے جن سے شروع اطہر منہ نہیں  
فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و  
آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

عزہ العقبان ابو الخیر محمد نور اللہ النعمی فخرہ

۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

## الاستفتاء

گرامی حضرت قبا الحاج شیخ الحدیث مفتی اعظم مساجد ابراہیم قائم

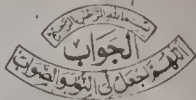
السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :-

نمبر ۱ :- کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی  
پہن کر نماز پڑھا سکتا ہے؟

نمبر ۲ :- اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز  
پڑھا تھا یا تو لاہم ثابت ہے؟

کسی حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی  
 بیع عامہ باندھ کر ادا کرنے سے تترنگ زیادہ ثواب ملتا ہے؛ نیز یہ حدیث صحیح ہے؛ بنیو اتوجروا  
 امید ہے کہ آپ تفصیلی حل فرما کر بندہ کی تسلی و تسفی فرمائیں گے۔

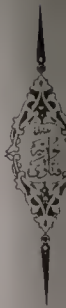
المسائل، حضرت مولانا حافظ الحاج محمد شفیع صاحب اذکار و میثم کراچی  
 مدظلہم معرفت محمد حجت علی دہلوی مدنی مدرس دارالعلوم حنفیہ فریدیہ لغیر لوہ ۱۰۶۳



الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده

قرآن کریم و حدیث پاک اور فقہ حنفی سے روز روشن کی طرح واضح کراہل اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری  
 ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبتاً پسندیدہ و مستحسن ہے۔ قرآن کریم میں ہے یسبحن  
 دم حسدا و رینت کم عند کل مسجد (اے انبائے آدم! روزیت  
 یعنی نزدیک ہر مسجد کے)۔ ارباب تفسیر فقہ فرماتے ہیں کہ اس آیت پاک میں "نہیت" سے مراد  
 وہ لباس ہے جو جسم انسانی کے ضروری پوشیدہ حصوں کا ترسکے اور "مسجد" سے مراد نماز  
 سے نماز ادا کی پر فرض ہے کہ لباس ستر پہن کر نماز پڑھے مگر جبکہ قرآن کریم نے "لبس" یا "ثیاب"  
 سے مراد "لباس" یا "زینت" فرمایا اور "زینت" لغوی معنی کے لحاظ سے آرائش و زیبائش پر دال ہے تو اس  
 مراد سے کہ مخصوص عاتنی میں زیبائش جو بی لہذا لباس ستر سے زائد ہر وہ لباس جو شرفاً جائز ہو  
 مراد زینت ہے مثلاً قمیص، عمامہ وغیرہ منون و متعجب و مستحسن ہوا۔ تفسیرات احمدیہ ص ۲۷۴، الاکیلہ ص ۱۸  
 لکھتے ہیں ان المراد من الثیاب الموارى للصورة



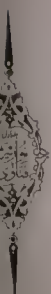


۱۔ من المصنوع هو الصلوة ۲۔ فی القیاس میں ہے  
 ساعد احسن هیئہ للصلوة چنانچہ میں بت مسمیٰ سے  
 الریئہ دون للباس معال للاشعار باحد سبب  
 فی الصلوة وارک ۲۹ جلد میں ہے لان الصلوة مناجاة السر  
 مستحب لہا لغویں صحیح جاری ۳۴ جلد ۲ کی حدیث پاک میں بت وہاں اللہ  
 حق من ترویید لہ۔ تو واضح ہوا کہ لباس زینت کم از کم متعین ضرور ہے حالانکہ کئی مرتبہ  
 ٹوپی بھی لباس زینت ہے جسے عوام و خواص علماء و اصفیاء کے سب حلقوں میں مقبولیت حاصل ہے  
 اس اشارۃ قرآن سے صرف ٹوپی پس کر نماز پڑھنا بھی مستحسن ہوا۔ اور حدیث پاک میں بھی صرف ٹوپی  
 پس کر نماز پڑھنے کا بھی ارشاد مرتج دیان موجود ہے جس کا ذکر لفظ تعالے سوال ۱۷ کے جواب میں  
 آ رہا ہے۔ اور فقہ حنفی میں ہے کہ بلا وجہ و حیرت کے نماز پڑھنا مکروہ ہے کہ اس میں زینت ہو یا نہ  
 ترک ہے۔ فتح القدیر ۳۶۵ جلد ۱، بحر الرائق ۲۵۰ جلد ۲، تہذیب البصائر، در المختار، شامی ۳۹۵  
 جلد ۱، مرقی الفلاح ۲۱۷، غنیۃ ۳۳۳ جلد ۱ میں ہے و النظم من الغنہ و نکہ  
 الصلوة انما قال، و مکشوف الرأس صغیرۃ میں ہے لا  
 فیہ ترک اخذ الریئہ المامور بہا مطلق اور چونکہ ٹوپی  
 سے ستر حاصل ہو جاتا ہے اور رنگا نہیں رہتا تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننے سے ننگے سروالی کراہت دور ہو جاتی  
 ہے اور ستر سر کی زینت حاصل ہو جاتی ہے نہ یہ کہ اٹے ٹوپی سے کراہت آجائے۔ بلکہ بے کراہی سے  
 تو بیان تک فرمادیا کہ اگر نماز میں ٹوپی گر جائے تو نماز میں ہی اٹھا کر سر پر رکھنا افضل و بہتر ہے کہ ننگے سر نماز  
 پڑھنے سے بچے۔ غنیۃ ۳۱۹ اور صغیرۃ ۲۲۲ اور در المختار، تہذیب البصائر، تقریر ۱۷۱ جلد ۱ میں ہے  
 و النظم للعلی و ذکر فی متاوی الحجة ان مرفوعہ  
 او العنصۃ یعمل فیل اذ سمطت اعصل من بصلوہ مہ

کتاب امرائے در الحکام ص ۱۱۱ جلد میں ہے رفع القلوسو بید و احدہ  
صل من صلوہ بکشف الرأس

۱۔ اس ثابت ہے امام حقانی قطب بانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ  
رکعت آخر شریف ص ۱۱۱ جلد میں فرماتے ہیں کار صلی اللہ علیہ وسلم یا امر  
سرہ رأسہ امامہ او القلوسو و مہی حد کشف الرأس  
فی صلوہ یعنی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مہما یا ٹوپی سے ستر سرہ حکم دیا  
کرتے تھے اور نماز میں سترنگا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے "تو یہ حدیث پاک کئی وجوہ سے دلیل ہے  
سترہ حکم دینا اور سترنگا کرنے سے منع فرمانا مکرر پتہ دیتا ہے کہ اکیلی ٹوپی بھی کافی ہے پھر عمار یا ٹوپی  
دینا بھی اس کی دلیل ہے اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ حضور نور علیہ وسلم جو فرماتے  
تھے خود بھی اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے اور صحابہ کرام بھی صدق دلی سے پیروی کرتے تھے اور سب  
حکات کے پاس بروقت عاملوں کا نہ ہونا بھی یقینی چیز ہے تو مدعا دروڑ روشن کی طرح روشن ہوا۔

حضرت امام شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ شہادت سے یہ حدیث ہے بھی حدیث صحیح اسی کتاب  
مستطاب کے ص ۱۱۱ جلد میں فرماتے ہیں و لم اعن احادیثہ الی من خرجہا  
من راسہ لانی ما ذکرہ الا ما استدل بہ الائمۃ المجتہدون  
مدہم و کفانا صحۃ لذلک الحدیث او الاثر اسناد لال  
محمداً یہ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ٹوپی  
نہیں پہنتے تھے اور اکیلی ٹوپی مبارک اور اکیلا علامہ شریف پسنا کرتے تھے کنز العمال ص ۲۳  
جامع مغنیہ ص ۲۳ جلد ۲ میں بخوالہ امام رویانی اور امام ابن عساکر ہے کان بلبس صلی اللہ  
علیہ وسلم القلاص سحت العمامہ و معیر عمامہ  
لبس عمامہ معیر لعلاس۔ پھر انھام صحابہ سیرت وغیرہم نے بھی وثوق  
شہور میں علامہ ابن ٹوپی عرف ٹوپی عرف عمار ذکر کی ہیں سیرۃ العلیہ ص ۳۹ جلد ۱ مدخل عمامہ



ابن الحاج شمس جلد ۲ زاد المعاد ص ۱۲۱ شرح مسند جلد ۲، شرح مسند جلد ۲۳ میں ہے  
و یصوم بحسب ما یصلی اللہ علیہ وسلم کان یلبس  
القلانس تحت العمامہ و یلبس القلانس بغیر عمامہ  
و یلبس العمامہ بغیر قلانس۔ احیاء العلوم ص ۲۷۵ جلد ۲ میں ہے کان  
یلبس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم القلانس تحت  
العمامہ و بغیر عمامہ فتاویٰ عالمگیری جلد ۹ و جیز کدوی سے ذکر کیا ہے  
ص ۳۸۷ جلد ۸ میں ذخیرہ ہے و النظم من التکملة روى ان النبی صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لہ قلانس یلبسها و قد  
صح ذلك افول الظاهر ان المواد لبسها بغیر عمامہ  
او اعم فیطابق النصوص السابقة ولا یمکن ان مراد  
لبس القلانس تحت العمامہ فقط لیخالف النصوص  
لان الاطلاق یافی ولا مخصص شرعاً۔

بر مال محبوب محرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی ٹوپی کا پہننا بھی یقیناً ثابت ہے و چونکہ  
یہ سب روایات و عبارات مطلق ہیں یعنی ان میں یہ نہیں کہ نماز میں پہنا کر تلے تھے یا نماز سے باہر تو معلوم ہوا کہ  
یہ پستان عام ہے تو نماز میں صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہو گیا۔ قرآن کریم فرماتا ہے و شیابل فطمر  
جاریہ اور کتب تفسیر سے واضح ہوتا ہے کہ اس ارشاد و پاک کا نماز کے ساتھ خصوصی تعلق ہے حالانکہ ”شیاب“  
جمع ہے تو معلوم ہوا کہ محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جمیع شیاب (جن میں ٹوپی بلا عام بھی داخل ہے)  
نماز کے قابل ہیں تو کہاہت کہاں سے آئے؟ محبوب کی توہر ادا بھی محبوب ہوتی ہے اؤ زینت، تو نماز  
صرف ٹوپی پہننا بھی محبوب بنا اور زینت ہوا تو کہاہت کا شائبہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مع گوہ حدیث ضعیف ہے مگر اصحاب یرت کے باوثوق ذکر اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ کے ”قد صح ذلك“ فرماتے

تائید و تصحیح ہوتی ہے ۱۲ م غفرلہ

آج تک ایسی کوئی حدیث نہ مل سکی ہے اور نہ ہی نظر آئی۔ اس سوال آسنے پر مازہ قیس مخان کب  
حدیث نقل سے بھی کہیں اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملا۔ البتہ جامع ضعیف جلد ۱۰، کنز العمال جلد ۱۰ میں  
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہرہ رسد الفردوس علیہ علی ہے رکعتیں بعصا مہ حید  
میں سبعین رکعتیں بلا عصا مہ یعنی دو رکعتیں ہمارے کے ساتھ ایسی ستر رکعتوں سے بہتر  
ہی جو بغیر ہمارے کے ہوں۔ پھر کنز العمال کے اسی صفحہ اور جامع ضعیف جلد ۱۰ میں حضرت عمر سے بہرہ زبان  
و رکبہ صلوٰۃ تطوع او فريضة بعصا مہ تعدل حمدا و عشرین  
صلوة بلا عصا مہ و جمعة بعصا مہ تعدل سبعین جمعة  
بلا عصا مہ۔ یعنی نفلی یا فرضی کوئی ایک نماز جو ہمارے ہیں کر پڑھی جائے ایسی پچیس نمازوں کے  
برابر ہے جو بلا ہمارے ہوں اور ایک جمعہ ہمارے ہیں کر ایسے ستر جمعہ کے برابر ہے جو بلا ہمارے ہو۔

اس دوسری حدیث کے متعلق اگر علامہ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار اپنی کتاب موضوعات  
کے صفحہ ۱۵۱ اور صفحہ ۱۵۲ میں اور حضرت علامہ قاری موضوعات کبیر کے صفحہ ۳۳ میں بعض ائمہ حدیث سے نقل  
کیے موضوع ہے مگر حضرت امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کے نزدیک موضوع ہرگز نہیں بلکہ صرف  
ضعیف ہی ہے کہ کنز العمال کے اصل مجمع البحار میں سیوطی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ اس کتاب  
میں وہ حدیثیں جو ابن مساکر یا دلمی کی مسند الفردوس سے ہیں، وہ سب ضعیف ہیں۔ کنز العمال صفحہ  
۱۵۱ میں ہے ولا بن عساكر (الان قال) و للديلمي في مسند  
العددوس فهو ضعيف فيستغنى بالعز واليهما او اني بعصبا  
عن بيان ضعفه اور جامع ضعیف کے خطبہ صفحہ ۱۵ میں فرمایا وصنت عما تفرد  
سہ و صاع او كذاب۔ اور میں سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک پہلی حدیث بھی ضعیف  
ہی ہے کہ بہرہ رسد الفردوس ہے۔

بہر حال یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور فضائل اعمال میں اگر حدیث ضعیف پر عمل جائز مگر ان میں  
دوبہ نقل ہیں کہ نماز کا اظہار ذکر نہیں اور نہ ہی ٹوپی مع ہمارے مگر چونکہ ان دونوں حدیثوں میں علامہ مذکور ہے  
دلمی کے بعد بھی ہے تو حسب القاعدہ استغراقی معنی کے لحاظ سے ہمارے جمع ٹوپی اور ہمارے بلا ٹوپی دونوں



کوشل ہو کہ اور عمار کے ساتھ نماز کی تکمیل بھی ثابت ہوگی مگر پھر بھی یہ دونوں حدیثیں اس میں شریک  
 حدیث کا مل نہیں بن سکتیں و د ا ط ا ح ر ج د ا

## ضروری تنبیہ

ترمذی ۲۴۴ جلد ۱ اور ابوداؤد ۲۰۸ جلد ۲ میں بکلمات متعارفہ حضرت راہ نمونی قدس سرہ سے  
 مرفوعاً ہے اے فریق بلیننا و بین المشرکین العمام علی العباد  
 یعنی ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوٹیوں پر عمامے ہیں " اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کئی  
 صاحبان تشدد کرتے ہیں کہ نماز میں سر پر ٹوپی اور عمامہ دونوں ہونے ضروری ہیں صرف عمامہ یا صرف  
 ٹوپی سے نماز پڑھنا سخت ناپسند ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض نو جھگڑے اور فساد پر اتر آتے ہیں حالانکہ یہ خیال  
 و استدلال صحیح نہیں

اولاً یہ حدیث اسناد کے لحاظ سے ضعیف اور ذاتی کمزور ہے اس کے دو راوی مجہول ہیں۔  
 ترمذی علی الرحمة فرماتے ہیں و اسنادہ لبس بالقائم ولا یعرف الا الحسن  
 بن مسلم ولا ابن سیرکانہ یعنی اس حدیث کا اسناد قائم نہیں اور ہم ابوالحسن  
 عسقلانی و ابن رکانہ کو جو اس حدیث کے راوی ہیں پہچانتے نہیں و قد قررہ الاموی  
 العلی السمری فی شرح الشمائل جلد ۱ و التذاری علی  
 المواہب جلد ۱ و زاد و من ثم مال السخاوی ہو و اہ  
 یہی امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بہت کمزور ہے۔ امام ذہبی میزان الاعتدال ص ۳۵ جلد ۲ میں ابن رکانہ  
 ابوالحسن عسقلانی کو غیر معروف قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں لا یعرف (اس رکاتہ ۵۹)  
 عن ابو الحسن العسقلانی و من ابو الحسن الخ۔ تقریب التذیب ص ۵۹  
 میں ہے ابو جعفر اذت بن محمد بن رکانہ محمول۔ نیز ص ۵۹  
 میں ہے ابو الحسن اذت العسقلانی محمول۔ تو ایسے کمزور اسناد والی حدیث  
 سے کیسی ٹوپی یا عمامے کا مکروہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہاں ٹوپی پر عمامے کا مستحسن ہونا ثابت ہو سکتا مگر ترک

محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ حدیث نماز کے ساتھ خاص نہیں اور نہ ہی اس میں نماز کا ذکر ہے بلکہ عموماً اس میں بیان ہے نماز نہ حدیث ترمذی و ابو داؤد وغیرہ میں اسے عام لباس کے بیان میں ذکر فرمایا ہے تو خارج مار کے لئے بھی یہ اہتمام ضروری سمجھا جاتا کہ ہر وقت سر پر عام ریشم ٹوپی رہے حالانکہ یوں نہیں تو معلوم ہوا کہ ممکن ہے

نالتا ٹوپی پر عام کا ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق بنایہ تقاضا نہیں کرتا کہ اور کوئی فرق ہے ہی نہیں بلکہ حقیقت و اقیقہ یہ ہے کہ ہر علامت اسلام ہی فرق ہے۔ تو اگر اکیلی ٹوپی بھی کسی نہانے میں نہ ملے تو اسلام بن جائے تو وہ بھی فرق بن جائے گی۔ چنانچہ کافی مدت سے قادری ٹوپی اور ترکی ٹوپی علامت اسلام ہیں اور موجودہ دور میں جناح کیپ۔ تو ایسی ٹوپی کا پہننا جبکہ علامت اسلام ہے اور فرق ہے تو اس حدیث کے منشا کے خلاف کیسے ہو سکتا ہے؟ ہاں گاندھی ٹوپی وغیرہ جو شعار کفر ہیں وہ چونکہ علامت کفر ہیں لہذا ممنوع ہیں۔

رابعاً فرق و علامت اسلام جو اس حدیث کا اصل مقصود ہیں اس کا ہر وقت ظاہر کرنا ضروری نہیں کہ ترک مکروہ ہو، بلکہ توحید جو بہت بڑا شعار اسلام ہے اس کا ہر وقت پڑھنا اور وہ بھی بلند آواز سے ضروری نہیں تو عام ریشم ٹوپی جیسا عمومی شعار ہر وقت قائم رکھنا کیونکر ضروری ہو؟ اور جب ہر وقت ضروری نہیں تو نماز یا ہر نماز میں کیونکر ضروری ہوگا؟

خامساً خود نمازی اسلام کی ایسی زبردست علامت ہے کہ نمازی جب نماز پڑھ رہا ہو تو ہر ایک دیکھنے والا اسے مسلمان سمجھتا ہے و ذامعاً لا یخفی بحکم القرآن و الاحادیث لکرمہ قرآن کریم فرماتا ہے اقموا الصلوٰۃ ولا تنو من المشرکین و حدیث پاک میں آیا من العبد و بین الصائمین الصلوٰۃ۔ تو اگر نمازی کے سر پر ٹوپی دھارے ہو تب بھی روز و رات کی طرح وہ فرق واضح ہوتا ہے تو اس لحاظ سے نماز سے ہر نوعی حملے کا ہونا فرق کرنے کے لئے ہونا چاہیے کہ نماز تو خود بھی فرق ہے حالانکہ یہ

سادہ و سادہ لہذا ہو سکتا ہے اس حدیث سے مراد یہ ہوگا کہ امام ٹوپی پر پہننے کو جائز سمجھا دینا ہے  
تو صرف یہ جائز سمجھا ہی کافی ہوگا۔ افضل پہننے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یا یہ مراد ہوگا کہ خاص زمانہ یا خاص  
میں فرق ہے۔ اور جب بعد میں اکیل ٹوپی بھی فرق بن گئی تو وہ بھی کافی ہوگا کما حال ہوگا کہ  
علیٰ انصاری فی السرفۃ جلد ۲۳ تحت حدیث خالفوا الیہود  
ماہم لایصلون فی عالمہم نصہ او الادب فی زمانہ عہد  
عدم الیہود و النصاری او عدم اعتیاد ہما الخلف تم منع  
لی ن معنی الحدیث خالفوا الیہود فی تجویز الصلوۃ مع  
العمال والخفاف فانہم لایصلون امی لایجوزون الصلوۃ  
بہما و لایلزم منہ الفصل۔ اور ان وجوہ کی تائید اکیہ و جہا من سے ہو رہی ہے  
فیاسقم بقلب شہید۔

ثامناً جواب دوم میں روز و روشن کی طرح واضح کیا گیا ہے کہ محبوب حکم علیٰ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا اعلیٰ  
شریف اور اکیل ٹوپی شریف پہنا کرتے تھے، تو یہ بھی سنت بنے حالانکہ حضور پر نور علیہ وسلم کی کوئی  
سنت بھی علامت کفر نہیں بن سکتی تو یہ کیسے علامت کفر یا ناجائز بن سکتے ہیں۔ ہاں جو خاص ٹوپی یا کسی خاص  
شکل کا عام شعار کفار بن جائے تو اس عارضے کے سبب اس کا استعمال ہمارے لئے ناجائز ہوگا جو اسی کے  
ساتھ خاص ہوگا لہذا انہ کرام و فقہائے عظام (جو معانی) احادیث اچھی طرح سمجھتے ہیں اور آیات و احادیث  
سے ہی ہمارے مسائل کا استنباط کیا کرتے ہیں، انے کسی کتاب میں بھی یہ نہیں فرمایا کہ اکیل ٹوپی یا اکیلا عام  
پہن کر نماز مکروہ ہے اور نہ ہی فرمایا ہے کہ نماز میں علامہ بیچ ٹوپی پہنا ضروری ہے تو روز و روشن کی  
طرح واضح ہو گیا کہ اگر یہ حدیث حضرت رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے الواقع ثابت ہے تو اس کا ہرگز ہرگز  
یہ نشانیں جو وہ صاحبان سمجھتے ہیں و ذلک مما لا یریب فیہا اصلاً۔ بلکہ ہمارے  
ائمہ و شایخ نظام تصریح فرماتے ہیں کہ نماز کے لئے کامل درجے کا مستحب یہ ہے کہ مرد قیصر تہ بند  
عام میں پڑھے جو تین کپڑے ہیں۔ فلاحۃ القاضی ص ۳۷ جلد ۱، جامع طنائع ص ۲۱۹ جلد ۱، بحر الرائق  
ص ۲۷ جلد ۱، نیت اعلیٰ اور نیت المستطی ص ۳۷، فتاویٰ ہندیہ ص ۳۷ جلد ۱، طحاوی علی الدرر ص ۲۷ جلد ۱



میں باخفا ہے۔ المسحوب رخصی الرجل و سلاته و سوط  
 فممن و رز و عمامہ بدائع صنایع میں اضافہ فرمایا۔ حداد حضرت المسحوب  
 موصوفہ سند و فی عرسب الروایۃ عن اصحابہا و ریتہ و دلیل کہ  
 مرے مراد ٹوپی پر عمامہ ہے۔ بعض غلط ہے کہ عمامہ کا معنی عمامہ مع ٹوپی ہرگز نہیں۔ نیز ٹوپی کے ساتھ کپڑے  
 تین ہیں۔ میں گے بد پاری بن جائیں گے۔ تو واضح ہو کہ ایسے عمامہ کے ساتھ مترسہ کال استمباب کے ساتھ  
 ہاں ہوتا ہے۔ تو اس سے بھی اور وضاحت ہوتی ہے۔ اس حدیث سے متشددین حضرات کا دعوتہ  
 بعض غلط ہے۔ وہ یہ بھی واضح ہوا کہ جب اکید عمامہ مکروہ نہیں تو اکیلی ٹوپی بھی مکروہ نہیں ہو سکتی۔ ذ  
 اذ قالہ بینہما فی عدم کون عمامۃ علی القلنسۃ۔ بلکہ شے سر کی  
 بہ نسبت فصل و ستمن ہے۔ کما مر المرصیح بہ عن الدرر و غیرہا  
 مگر چونکہ عمامہ میں زینت نسبت زیادہ ہوتی ہے تو وہ کامل مستحب ہوا۔ پھر جب اکیلے عمامہ سے استحباب قائل  
 حاصل ہو جاتا ہے تو اگر عمامہ ٹوپی پر ہو تو بطریق اولیٰ حاصل ہوگا کہ اس میں زینت مطلوبہ میں کمی ہرگز نہیں ہوتی  
 و اس حدیث کے ظاہری معنی پر بھی عمل ہوگا۔ نیز یہ بھی نظر من الشمس ہے کہ کامل مستحب کی نفی سے  
 مطلق مستحب کی نفی نہیں ہوتی اور یہ کہ مستحب کا انتفاع مستلزم کراہت نہیں کہ مکروہ تنزیہی کے لئے بھی  
 دلیل قاطعہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ تحریمی، شامی ملا جلد میں ہے لا یسلم من ترک  
 مستحب ثبوت الکراہۃ اذ لا بد لہما من دلیل خاص  
 نزدیک ہے لان الکراہۃ حکم شرعی فلا بد لہ من دلیل  
 واللہ نعمالی اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و صحبہ  
 و بارئہ وسلم

قرۃ العقیقۃ ابوالخیر محمد نور اللہ انجمی غفرلہ

**الاستفتاء**

کادائے جس علمائے دین اندر مسدود تین دن میں تین بار ہاتھ اٹھا کر جاری ہیں۔ ایک مولوی

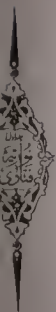
صاحب نامہ جاز کے ہیں خصوصاً بعد از مار، بسبب اس وحود  
سال، حافظ چراغ دین ساکن مکہ مکرمہ حاصل پاکین صلح مگر

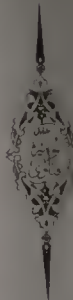


قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے مدبر و دشمن کی طرح صاف صاف ثابت کہ دعاء عبادت ہے  
بلکہ اعظم و افضل و اشرف و اکرم مغیر عبادت ہے اور ایماندار کا ہتھیار اور دین کا ستون اور آسمانوں اور زمین کا  
نور ہے اور دعا کرنا بسبب غضبِ باریک و تعالیٰ ہے بخاری الادب المفرد ص ۲۴۹، ترمذی بافادہ  
تحفین و تصحیح مشکاۃ جلد ۲، حاکم مستدرک بافادہ تصحیح و تقریر ذہبی ص ۲۹۹ جلد ۱ حضرت نعمان بن بشیر سے مروی  
راوی ان الدعاء هو العبادة ثم قرأ و قال ربکم ادعونی استجب  
لکم الایۃ۔ جمہور علماء فرماتے ہیں صریحاً کہ الدعاء هو العبادة "پوچھ و غلیظت دعاء ہے۔ فتح الباری ص ۱۱۱ جلد ۱  
میں ہے احباب الجمہور ان الدعاء من اعظم العبادۃ۔ مستدرک  
ص ۲۹۹ جلد ۱ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے موقوف لفظاً مرفوع حکما ہے افضل العبادة  
هو الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۹۹ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی راوی  
اشرف العبادۃ الدعاء۔ بخاری الادب المفرد ص ۲۹۹، حاکم بافادہ تصحیح و تقریر ذہبی ص ۲۹۹  
جلد ۱، ترمذی مشکاۃ جلد ۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی راوی لیس شعبی اکرم  
علی اللہ من الدعاء۔ ترمذی مشکاۃ جلد ۲ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی راوی الدعاء  
مع العبادة۔ حاکم ص ۱۹۹ جلد ۱ میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بافادہ تصحیح و تقریر ذہبی رافعا راوی  
الدعاء سلامة المؤمن و عماد الدين و نور السموات  
و الارض۔ حاکم ص ۲۹۹ جلد ۱، ترمذی مشکاۃ جلد ۲ میں دو دو سندوں سے حضرت ابو ہریرہ سے رافعا راوی  
من لا يدعوا الله بغضب عليه و لكن عند الرمى



وہ جب دعا اتنی فریوں کی حامل ہے تو اگر کم نہ بھی ہو تا جب بھی مصلیٰ اور ایمان تو یہ دعا کا  
 تھا کہ اس میں ہرگز بزرگوں کو تباہی نہ کی جائے اور بکثرت کی جائے جو جاکہ اس کا حکم الحاکمین میں دہرائے گئی تھی  
 وہاں قرآن کریم میں ہے و قال ربکم دعویٰ استجب لکم اور فرمایا واستمعوا  
 للہ من فضلہ اور حضرت جبرائیل نے بھی فرمایا ادعوا للہ وانتم موعظون  
 بالاجابة • دعا کرو اللہ سے حالانکہ تم اجابت دعا کا یقین کرنے والے ہو • رواہ الحاکم  
 عن ابی ہریرۃ مرفوعاً و قال مستقیم الاسناد اور چونکہ رحمت کا ذکر  
 تھا ہے کہ محتاج بندے دعا بکثرت کریں اور زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہوں تو کسی وقت کی قیہ نہیں گائی  
 بلکہ معلق فرمایا احبب دعویہ الداع اذا دعان یعنی دعا کرنا لا جب دعا کرے قبول فرماتا ہوں  
 بلکہ صراحت دعا زیادہ کرنے کا حکم فرمایا۔ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اکثر الدعاء بالعاجیہ  
 • غایت کی دعا بکثرت کیا کرو • رواہ الحاکم منہ جلد ۱ عن ابن عباس  
 وقال هذا حدیث صحیح علی شرط البخاری و اقصرہ  
 لذهبی • نیز فرمایا جو یہ چاہے کہ گمراہیوں کے وقت اس کی دعا زیادہ قبول ہو تو آرام کے  
 وقت زیادہ دعا کرے فلیکثر الدعاء فی الرخاء رواہ الحاکم عن  
 ابی ہریرۃ و قال صحیح الاسناد مع تقریر الذہبی جلد ۱  
 اور ان کے ہم منصب بکثرت احادیث میں • فتح الباری مؤلفہ میں فرمایا وقد تواردت الاشار  
 عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالترغیب فی الدعاء والحث علیہ  
 اور ماہب النبی میں مع تقریر الزرقانی مشا ۱ جلد ۱ ہے وقد تواردت الاخبار عنہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم • زرقانی مشا ۱ جلد ۱ میں ابوالعینی اور حاکم سے باقاعدہ تصحیح حدیث مرفوعہ  
 علیہ السلام ہے تدعون اللہ فی لیلکم ونهارکم اللہ سے دعا کرو دن اور  
 رات میں • و جب کثرت دعا مطلوب ہے تو تین مرتبہ کا جواز و استحباب و فلاح سے ثابت ہو گیا • بلکہ  
 جس شخص نے تین مرتبہ دعا کا سنون ہونا صراحت بھی ثابت صحیح مسلم مشا ۱ جلد ۱ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ

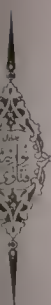




سہ تہ رکان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دعا  
 سن سن ثلاث سنن ابی داؤد و مسند عبد عمل الصوم و البیہ لاسی  
 مشہد میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا یہ حب صلی اللہ علیہ وسلم ان میں دعویٰ سنانا و یسنعہ ہوتا  
 ، مثلاً کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیارا لگتا تھا تین مرتبہ دعا کرنا اور تین مرتبہ استغفار کرنا ، وہی مسند  
 محمد بن حنفیل جلد ۲۲۵ عن ابن مسعود کا الیٰ صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعحب ان یسعدو حدیث وہی مشہد  
 ۳۷۹ عن کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحدیث و مشہد  
 صحیح مسلم جلد ۲۱ میں حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے دعا شتم دعا شتم دعا  
 یعنی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور دعا فرمائی اور دعا فرمائی یہ شارح نووی نے فرمایا یہ تحریر  
 کی دلیل ہے نیز انہیں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ  
 دونوں ہاتھ مبارک اٹھا کر استغفار فرمایا صحیح مسلم جلد ۲۱ سنن نسائی جلد ۲۸ رفعہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم یہ دیدہ ثلاث مرات . نووی فرماتے ہیں فیہ اسنصاب  
 اصلہ الدعاء و تکریرہ و رفع الیدین یعنی اس سے ثابت ہوا کہ دعا  
 کا تکرار اور بار بار کرنا اور دونوں ہاتھ اٹھانا مستحب ہے امام نزال علیہ الرحمۃ احیاء العلوم جلد ۱۳  
 دعا میں فرماتے ہیں ان یسلح فی الدعاء و مکروہ ثلاث یعنی دعائیں الحاح کرے اور  
 تین مرتبہ دہرائے ، محسن صہب فرمایا و اقلہ التثلیث یعنی ادب دعا تکریر کا سب سے کم درجہ  
 تین مرتبہ کرنا ہے اور یہ بھی وہن نشین رہے کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا اور مزید پھر لینا بھی آداب دعا سے  
 ہے برواد و مسند جلد ۲۱ مسند رک جلد ۵۳۵ جلد حضرت ابن عباس سے یہ کلمات متعارف ہر فرما ہے  
 اذا سالکمو اللہ فاسئلوه بطلوں اکفکم ولا تسئلوه بظہور  
 و اسمعوا بہا و حوہکم یعنی جب اللہ سے سوال کرو تو تعجیلوں کے بیٹوں سے سوال کرو  
 اور ان کی پیٹوں سے سوال نہ کرو یعنی سیدھے ہاتھ اٹھا کر سوال کرو اور اپنے چہروں پر پھیرو محسن

۳۰۔ آپ رہیں فرمایا وہ ہمہ جامع یعنی صیغہ شہادت ہے دعائیں دونوں ہر طرف افتاد  
 ورجعت خیرین بخش ہے کہ حدائق و عوالم نعوس و محبت شریعہ میں حسابیں ہر  
 کتاب لاصول کا قلم تراس و شمس کی طرح واضح و مبہوم ہوا کہ تین تہہ ہر تہہ شاکر و مانگنا  
 پرچہ بعد از نماز جو جانشین جواز و مستحب و مستحسن ہے کہ یہ صورت بھی ایک فرد ہے ان کردہ افراد صوبہ و مدیر  
 ہے جن کو احکامات و عوالم نعوس نے جواز و مستحب بنا دیا و رجوعاً جواز بتائے تو کس کے ملامت  
 کو درل تقیید تخصیص دھکنے یا قرآن کریم اور روایت پاک سے کوئی مانع لائے و نہ قرآن قرآن کریم و کلا  
 فموسو لہما تصف لسنکم الکذب هذا حلال و هذا  
 حرام سمعتمو اعلمی امثہ الکذب ان الذین یعترون  
 علیٰ لہ الکذب لا یفلحون کا مثال کرتے ہوئے، جواز کہتے سے بچے تعجب ہے کہ وہ  
 صوبہ بعد از نماز جواز بتاتا ہے حالانکہ بعد از نماز کے لئے خصوصاً امر عام وارد جو تین کو بھی اپنے علوم سے  
 شامل ہے قرآن کریم میں ہے فاذا خرعت فانصب و ابی مرینک فامر غب  
 و جب نماز سے فارغ ہو تو دعائیں گوشش یا محنت کرو

یہ تفسیر مآس المفسرین حضرت ابن عباس اور قتادہ و ضحاک وغیرہ نے فرمائی ہے تفسیرخان  
 منہ جلد ۱، معالہ التزیل منہ ۲۲ جلد ۱، ابن جریر منہ ۱۵۱ جلد ۳، ارشاد العقل منہ ۳۶ جلد ۱، مدارک  
 منہ ۲۴ جلد ۲، بیضاوی منہ ۳۳ جلد ۲، تفسیر کبیر منہ ۳۳ جلد ۱، نیشاپوری منہ ۱۱ جلد ۳۰، وراشور منہ ۳۶  
 منہ ۳۶ جلد ۲، تفسیر ظہری منہ ۲۹ جلد ۱، تفسیر عزیزی منہ ۲۳ جلد ۳، تفسیر جلالین منہ ۵۰ تفسیر جمل  
 منہ ۲۵ جلد ۳ میں ہے و النظم للمحلی علیہ الرحمة فاذا خرعت  
 من صلوۃ فارغب نعبد فی الدعاء حتیٰ کہ غیر مقلدین کے امام قاضی شوکانی  
 بیان نے بھی اپنی تفسیر فتح القدیر منہ ۴ جلد ۵، منہ ۴ جلد ۵ میں نمایاں طور پر یہ تفسیر نقل کی ہے اور  
 بیہنیان کے ہندوستانی پیشوا اب صدیق خان بھوپالی نے اپنی تفسیر ترجمان القرآن منہ ۲ جلد  
 ۱ میں لکھا ہے۔ ہاں اپنے علوم الفاظ کے لحاظ سے بعد از سلام کو بھی شامل ہے۔ بلکہ امام الائمہ امام  
 محمد بن عبد اللہ نے نزدیک تو گرفت از نماز نماز سے باہر آنے کے ساتھ ہی جوتی ہے کہ خروج





پھر مغربی اور محل میں یہ تصریح بھی فرمادی و النظم من الجمل مول  
 المعرف لدعاء ای قبل السلام بعدہ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ  
 کے یہ لفظ ہیں "چوں اذ نماز فرض فارغ شوی دست خود را بر اسے دعا بردار" یعنی جب  
 نماز فرض سے فارغ ہو تو دعا کے لئے اپنے ہاتھ اٹھاؤ " حالانکہ ہاتھ اٹھا کر دعا بعد از خروج  
 من الصلوٰۃ ہی ہو سکتی ہے۔ نیز سنن ترمذی ص ۱۹۳ جلد ۲ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے باقائدہ تحمین ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کونسی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے؟ تو فرمایا اے  
 کہ مجھے مجھے میں اور فرض نمازوں کے پیچھے۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم جوف الليل الاخير و دبر الصلوات المكتوبات  
 و حسن حصین اوقات اجابت میں ہر مہینہ ترمذی و نسائی فرمایا و دبر الصلوات المكتوبات  
 ت س۔ اور کنز العمال ص ۱۷۱ جلد ۱ میں ترمذی، نسائی اور سعید بن منصور کی رمز سے ہے۔ نیز احادیث  
 مرفوعہ سے بعد از سلام بکثرت کئی دعائیں قولاً اور فعلاً وارد ہیں۔ چنانچہ سنن نسائی ص ۱۹۱ جلد ۱ بالاسْتِغْفَار  
 بعد التیمم بن ماجہ باب ما یقال بعد التسليم ص ۱۷۱ میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے  
 ہے ن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا انصرف  
 من صلوٰۃ استغفر ثلاثا و قال اللهم انت السلام  
 تبارکت یا ذا الجلال و الاکرام۔ اور پھر نسائی نے کئی بابوں میں کئی مسند حدیثیں  
 اسی منقولہ و مواضع میں ذکر کیں۔ اور ایسے ہی باقی صحاح وغیرہ کتب حدیث میں بکثرت مذکور ہیں حالانکہ  
 رفع الیدین کی مماثلت نہیں تو صاف جواز و استحباب ثابت ہوا۔ بلکہ کنز العمال ص ۱۷۱ جلد ۱ میں ہر مہینہ  
 مسند امام احمد بن حنبل، سنن ترمذی، نسائی، مستدرک، ابن حبان اور مسند جلد ۱ میں ہر مہینہ ترمذی  
 ابویعلیٰ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے و النظم من الثانية با  
 ام سلیم اذا صليت المكتوبة فقل سبحان الله عشرا

[illegible]

بہر حال تین کا جواز ماہِ نیم ماہ و مہرِ نیم روز سے بھی زیادہ واضح ہوا، جو متضمنِ استحباب بھی ہے  
 دینتِ سالو سے متاکہ ہے اور فرضیت و وجوب ہمارا مذہب نہیں اور نہ ہی ہم حرام و ناجائز ہونے  
 کے قائل، تو جو صاحبِ ناجائز و حرام بتائیں ان پر لازم کہ کوئی دلیل دکھائیں جو تین دعاؤں کو ناجائز  
 بتانے والے دے دیں روکنے سے باز آئیں۔ اور اپنے رب سے زیادہ مانگنا بندوں پر حرام نہ بنائیں  
 یہ بل و دعا سے زیادہ مانگنا بہتری و ادب کا استحصال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علما  
 عبد محمد اہم و احکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 و صحابہ و بارک و مسلم۔

عقود الغدير الوالح محمد نور السماوي غفرله

٢٥، رجب المرجب ١٣٤٤ هـ

## الاستفتاء

نفل نمازوں میں امام چڑھی دے جائیں مانگتا ہے اور بعد فرض بھی جس سے ضعیف اور کمزور نمازیوں

بہت زیادہ حد تک رعایا کا پاب ہے، یہ تو سب کو



ہمارے پیارے رؤف ورحیم رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں تہلیل کی رعایت فرمایا کرتے تھے کہ رونے والے بچے کی ماں کی رعایت سے اور زیادہ تخفیف فرمادیتے ہیں۔  
مضمون نہایت ہی کثرت سے کتب صحاح و سنن میں وارد ہے۔ مرتب صحیح بخاری مشہور جلد ۱ ص ۱۰۰  
مشہور جلد ۱ حدیث حضرت انس پر اکتفا کیا جاتا ہے والنظم من المحاریر ما صلیت  
وراء امام فط اخف صلوة ولا اتم من التمنی صلی اللہ علیہ  
وسلم وان کان یسم بکاء الصبی فیخفف مضافاً ان نفس  
مہ اور دوسرے اند کو تخفیف فرمایا حکم دیا۔ بخاری مشہور جلد ۱ ص ۱۰۰  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے والنظم لمسلم اذا اتم احدکم لناس  
فلیخفف فان فیہم الصغر والكبر والضعیف والبرص  
فد صلی وحده فلیصل کمف شاور۔

اس مضمون کی بھی بہت ہی زیادہ حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں یہاں تک کہ کسی نماز

عہ میں بارہ مرتبہ میں نے کسی ایک کلمہ کو منظور رکھ کر صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کلمے نمازوں میں جو اور زیادہ پوری کرے والا۔ دیکھ  
آپ کو دیکھنا کہ ہے۔ دیکھو کہ انوار کلمے فرمادیتے ہیں اس کی ماں کی رعایت کے لئے ہر مقررہ  
عہ میں وقت نام بنے کوئی نماز کو گوں کو پس جائے کہ تخفیف کرے یعنی نماز کلمے چھوٹے، اس کے گوں میں جو  
وہر وضعت ہوا ہے جس جب کلمہ نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے اس کی کسر ہے۔

منہ غفرلہ



سب سے درجہ تک بہت دانا ہمارے مکہ و مدینہ پر ہے۔ یہ غنیہ میں ہی ہے۔  
 اس سطور میں المکروہ و هو النیاء علی قدر ادنی السہ  
 عدم ملل معوم یعنی بے تنگ یہ تطویل مکروہ جو ہفت کے کم از کم قدر سے زیادہ کرنا ہے  
 قوم کے اکتا جانے کے وقت ہے؟ تو ماہ تیم ماہ دہر نیم روز سے بھی زیادہ نمایاں و عیاں ہوا کہ لمبی  
 لمبی دعاؤں کے ساتھ نماز کو لمبا بنا کر مقتدیوں کمزوروں، بیماروں، ضرورت مندوں، مسافروں کو  
 اکتانا دیکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اس مضمون پر صحیح حدیثوں اور کتب فقہیہ کے مستند تراجم  
 اتنے زیادہ ہیں کہ ضخیم کتاب لکھی جاسکتی ہے مگر بقدر ضرورت اسی پر اکتفا ہے۔

و استہ نعلی اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و

الہ و اصحابہ و بارک وسلم

عبد الغنیہ الہامی محمد نور الثنائی غفرلہ

۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ

## الاستفتاء

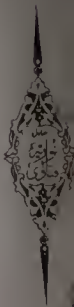
بخدمت حضرت عیسیٰ عیسیٰ علیہ السلام مولانا ابوالخیر محمد نورانی صاحب امت برکاتہم  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ گھڑی کا زنجیر یعنی نہیں  
 شیل اور دولہ گولہ وغیرہ کسی دعوت کا پہننا کیسے ہے؟ اور پس کر نماز پڑھنے کا حکم بحوالہ کتب فقہیہ  
 واضح دہائی اور عند اللہ باجور و عند الناس مشکور ہوں۔ فقط والسلام

آپ کا خادم: فقیر قادری ابوالاشرف غلام رسول شرنی برکاتی خطیب جامع مسجد غلامی

یکے از قدام دارالعلوم جامعہ تحفہ جسرہ تصور مؤرخہ ۹۷-۱۲

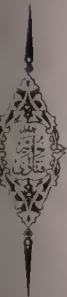
نوٹ: بعد از مؤرخہ ۹۷-۱۲ کام سند استفتا مولانا ابوالخیر منظور احمد صاحب مدرسہ اسلامیہ عربیہ غفرلہ کبریا



# الجواب اللہ یجعل لی التوبۃ والصلوۃ

سوائے انہی کے عبادہ تمام دعائوں کا عین زنجیری پیچ وغیرہ استعمالی اشیاء جائز ہیں۔ قرآن کریم  
اور شاہ بین بے خلق لکم ما فی الارض جمیعاً (پ ۱) جگہ بروہ چیز جس  
سے شرعاً مطہر میں مانعت نہیں آئی وہاں ہر یا کوئی اور چیز اس کا استعمال جائز و حلال ہے۔ قرآن  
پر میں ہے عفا اللہ عنہا (پ ۱) سنن ترمذی ص ۲۱۹ جلد ۱ ابن ماجہ ص ۲۳۹ میں حضرت  
علاء بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الحلال  
ما حل اللہ فی کتابہ والحدام ما حرم اللہ فی کتابہ و  
ما سکت عنہ فهو ما عفا عنہ سنن بیہقی ص ۳۲ جلد ۱ میں ہے عفا  
عما عنہ اور جلد ۱ ص ۱۱ میں ہے فهو عفو نیز مستدرک ص ۲۵ جلد ۲ سنن بیہقی ص ۱۲ جلد ۱  
میں حدیث ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوعہ میں ہے و ما سکت عنہ فهو  
عافیۃ ما قبلہا من اللہ العافیۃ فان اللہ لم یکن نسیا۔ پھر آیہ  
فقد نزلنا و ما کان ما بک نسیتا۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد فرمایا جسے ذہبی نے  
مفرداً لکھا۔ اور یہی اہل سنت والجماعت کا مسلک قاعدہ ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

ثانی مشہور حدیث میں "تحریر" سے ہے المختار ان الاصل الاباحت عند  
لعموم من الحنفیۃ والشافعیۃ۔ قتادہ سے قاضی خان مشہور وغیرہ میں بھی  
حدیث سے ادا کی ہے بخاری شریف، میلاد مبارک، اولیائے کرام کے عرس، تیج، ساتواں، چہلم و  
سولہا ثابت ہوئے ہیں، تو روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ عین وغیرہ بھی جائز استعمال میں کیونکہ  
نہایت باعادت میں یا کسی ہمارے مجتہد امام کے قول میں انگوٹھی کے ساتھ کسی چیز سے مانعت نہیں آئی





کی کوں چیر بھی اگر جس میں ریب و زینت جو صرف زیب و زینت کی وجہ سے مرد پر گرہن گرام ہیں  
برکتی ہیں مویا گھڑی، میک ہو یا چھڑی، مایا لگائی ہوئی دستار یا چکن وغیرہ جن میں زیب و زینت  
پیدا ہے۔ سب جائز و استعمال ہیں۔ ہاں سونے اور چاندی کا حکم معلوم ہی ہے کہ ان کا پہنا حرام  
ہے نہ ان کے برتن قلم، ودات وغیرہ اشیاء کا استعمال بھی حرام ہے ورنہ نہیں کہ پہنا حرام جو وہ  
باقی استعمال جائز ہوں، یونہی اگر دعا توں کا پہنا حرام ہوتا تو ان کی سب استغاثی چیزیں جو پہنی نہیں  
ہیں حرام نہ ہیں۔ یہی گاڑی، کرسی، صوفے، حقے، چٹے وغیرہ سب چیزیں حرام ہوتیں جو صاحب  
سب چیزوں کو حرام بنائے یا پہنے اور دوسرے استعمال میں تفریق کرے تو اس پر لازم کہ اپنے اس  
مذہب پر قرآن پاک اور حدیث پاک یا تصریح ابی محمدین سے کوئی دلیل قائم کرے ورنہ اس آیت  
پاک پر نظر کرے وَلَا تَقْرَبُوا مَالَهُمْ ذَرْبًا وَلَا تَتَّبِعُوا لَهُمْ دُفْعًا وَلَا تَقْرَبُوا لَهُمْ دُفْعًا وَلَا تَقْرَبُوا لَهُمْ دُفْعًا وَلَا تَقْرَبُوا لَهُمْ دُفْعًا  
وہذا احرام لفتر و اعلم انہ الکذب (سورۃ بقرہ)  
و جب بین جائز ہو تو نماز میں جائز کی وجہ سے کیا حرج پیدا ہو سکتا ہے؛ لہذا نماز بھی جائز ہوگی  
و ستہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا  
محمد و علی آل و اصحاب و سلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی می غفرلہ

(۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰)

## الاستفتاء

نماز پڑھتے ہیں مگر اس مسئلہ میں کہ آیا امام لاؤ سپیکر پر نماز پڑھا سکتا ہے  
یا نہیں؟

حضرت کا بہن لڑھے، تنجے، پتیل یا کسی دوسری دعوات کا پس کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟  
مسو سو حورو



اے ماقے استقامت پر پام نہیں ہے البتہ جوبلی ساد پر ایسا سماج رہے جس کی نیکی  
مروری غضب جاعد غوثیہ پاکستان چوک تجارت مکہ ہے۔



س: ہاں پڑھ سکتا ہے تفصیل کے لئے رسالہ مکبر الصوت " کافی ہے جو مکتبہ سہ ماہیہ گنج بخش  
دودھلا پور سے مل سکتا ہے۔

م: ہاں ہاں ہے۔ قرآن کریم میں ہے **وانزلنا الحديد فيه بأس تعدد**  
**ومن فم لسان** نیز ارشاد ہوا **واسمنا له عين القطر** نیز ارشاد پاک ہے **حل**  
**لكم ما في الارض جميعا**۔ ان ارشادات عالیہ سے جواز روز بروز روشن کی طرح واضح و عیاں ہے  
**ومن ادعى الخلاف فعليه البيان هذا والنعميل في**  
**الفتاوى المورثية**۔ **والله تعالى اعلم** **وصلی اللہ تعالیٰ**  
**علی سیدنا و مولانا محمد و علی آلہ و اصحابہ و بارک**  
**و سلم**۔

محکم دلائل پر مبنی فتویٰ مفتاح

۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۰ھ ۲۸-۸-۴۰



# بَابُ الْقِرَاءَةِ

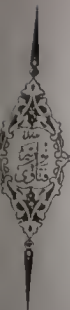
## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ ایک مولوی صاحب کا قول ہے کہ نماز فرض کی رکعتیں میں بعد فاتحہ کے ایک سورۃ کا پڑھنا مکروہ و ناجائز ہے کہ کچھ ایک رکعت میں پڑھے اور باقی دوسری میں اگرچہ سورۃ الرحمن یا اس کی مثل ہو بلکہ ہر ایک رکعت میں علیحدہ علیحدہ سورتیں پڑھے یا پہلی میں بعض سورت اور دوسری رکعت میں کوئی اور سورت پڑھے اور یہ جائز نہیں کہ اسی پہلی سورت کا بغیر پڑھے۔ آیا یہ قول صحیح ہے یا غلط !

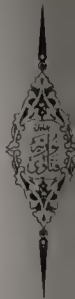
السائل : الشیخ محمد بن امام مسجد چک ۴۳/۱۱۱۱ پٹی محمد ۸ صفر ۱۴۳۲ھ



قول مذکور محض غلط و قبیح و غیر صحیح ہے جس کے بطلان پر قرآن کریم اور احادیث صیہ روایات تفسیر شاہ عدل ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہوتا ہے فَاخْرُؤْ مَا تُسْر من عمران اور یہ نہیں کہ فَاخْرُؤْ مَا تُسْر من عمران



کلا و نصا سن نسائی شریف در مذکور میں ہے و المصنوع  
 المبعثی عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوة المفرد  
 سورة الاعراف مر فی الرکعتین شکوة شریف میں ہے و  
 عن عروة قال ان ابابکر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 صلی الصبح وقرأ فیہما سورة البقرة فی الرکعتین  
 کلّھما۔ اشعة اللغات میں ہے کہ ظاہر در اینجا این است کہ تفریق کرد صورت و پارہ در رکعت  
 اولی خواند و پارہ در رکعت اخروی صحیح بخاری شریف میں ہے قال قتادة فی من  
 یقرأ سورة واحدة فی رکعتین او یردد سورة واحدة  
 فی رکعتین کحل کتاب اللہ۔ سنن نسائی وابن ماجہ و صحیح مسلم میں حضرت البربرزہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کان یقرأ فی صلوة الغداة من الستین الی المائۃ فیرفع  
 قدوری، ہدایہ، فنیۃ المستمل، تزیل الالبصار، در المختار، کنز الدقائق، بحر الرائق، عالمگیری سے  
 والمطهر من الہندیۃ ثم یصم الی الفاتحة سورة او ثلث  
 آیات ہکذا فی شرح المنیۃ لابن امیر الحام فنیۃ المستمل، تزیل الالبصار،  
 در المختار، بحر الرائق، ہندیہ میں ہے والنظم منہا الایۃ الطویلۃ نسفم  
 مفامہا۔ نیز ظاہر کہ مکوہ مذکور سے مکوہ تحریمی مراد ہے کہ وہی ناجائز ہو سکتا ہے۔ اور کتب  
 مذہب میں مبین کہ ترک واجب یا خلاف نہی ظنی ہی مکوہ تحریمی ہے اور قرابت مذکورہ میں دونوں  
 متفق کہ کتب فقہ میں مصرح کہ بعد فاتحہ، مورت یا آیات ثلاثہ کا پڑھنا واجب ہے فنیۃ الصلی، فنیۃ المستمل  
 بحر الرائق، در المختار، فتاویٰ عالمگیری میں ہے والنص مہا وتجب قراءۃ النسخ  
 وطمس السورۃ او ما یقوم مقامہا من ثلاث آیات قصار  
 او اربع طویلۃ فی الاولین بعد اعانۃ کذا فی الہرمانی



یہ انیہ اٹھ و تینہ تہمتیں و بحر الواقع و درالمنار و درالمخار میں ہے و المظہر مہا و  
 مدلت ایات قصار او کامت الایة او ایقان بعدل  
 بنت ایات قصار خرچ عن حد الکراہت المصکرة  
 یعنی کراہت النحریم . فائدہ تہمتیہ ۱۶۲ میں ہے ہر مہر بعض  
 السورة فی رکعة و بافہا فی رکعة قیل بیکرہ و المصحح  
 لایکرمہ لما روی النسائی من حدیث عائشة رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرأ فی المغرب سورۃ الاعراف  
 منہا فی رکعتین . پس اس شمس کی طرح واضح و واضح ہوا کہ قول مذکور سراسر باطل و خطا  
 ہے . ہاں اگر صورت چھ آیات سے کم ہو تو ہر رکعت میں تین آیات قصار کا مقدار پورا کرنا واجب ہے  
 و اللہ و رسولہ اعلم و علیہما اتم و احکم حبل جلال ربی و  
 صلی علی المحبوب المصطفیٰ و آلہ و صحبہ البررة الشقیق

عزہ الغبیر ابو الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

سنة ستین بعد الالف و ثلثمائة لثمانیة عشر العصر المظہر

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اندری صورت کہ جماعت میں خصوصاً فجر کی جماعت  
 میں ہر ایک رکعت میں سورت قرآن مجید تم کوئی سنت نبویہ ہے اور ضروری ہے؟ ایک مولوی صاحب  
 یہ دعوے کرتے ہیں۔ بینو اساجو عین من رب العلمین .

السائل

فلام رسول از پھلرون

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 ان شاء الله تعالى

واقعی ہر ایک رکعت نوافل وسنن و واجبات اور اولین فرائض میں امام کے لئے سورۃ قرآن کریم کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنت نبویہ اور واجب اصطلاحی ہے اور وہ سورہ ام الکتاب ہے کہ لا صلوة الا بفاتحة الكتاب مگر اطلاق سوال مقدمی کو بھی شامل حالانکہ وہ ممنوع عن القراءة ہے بلکہ و اذا قرئ القرآن الاية اور ایسے ہی عموم ہر ایک رکعت اخراجات فرائض پر بھی مشتمل حالانکہ ان میں قراۃ غیر ضروری ہے حکماء میں فی محلہ اور اگر یہ مراد کہ ام الکتاب کے بعد اور سورۃ کا پڑھنا اور ختم کرنا ضروری اور سنت ہے، تب بھی اس کا یہ ادعا حقیقت کے خلاف ہے کہ یہ عموم نماز تراویح پر بھی حاوی حالانکہ اس میں ختم قرآن کی کوئی صورتیں معمول بہا است مرحوم اس کے خلاف ہیں اور شاید مدعی صاحب اس سے متغافل ہیں کہ رکوع کو رکوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کو پورا کر کے رکوع کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح اطلاق سوال مقدمی پر بھی متوی۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ اولین فرائض کی ہر رکعت میں امام پر بعد الفاتحہ پوری سورت تلاوت کرنی ضروری اور سنت ہے تو یہ ادعا ضرورت بھی غیر مقبول کہ گو یہ صورت بھی سنت ہے مگر سنیت تلاوت اس ایک صورت میں منحصر نہیں بلکہ اور صورتیں بھی سنون ہیں۔

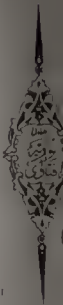
حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنن نسائی مشکوٰۃ جلد ۱، سنن بیہقی جلد ۲، صحیح بخاری جلد ۲ میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرأ فی صلوة المغرب بسورة الاعراف و فرمہا فی رکعتین و نحوہ عند التمدی مشکوٰۃ جلد ۱ حضرت عبداللہ بن السائب سے صحیح مسلم جلد ۱، سنن نسائی جلد ۱، ابن ماجہ جلد ۵، سنن بیہقی جلد ۲، صحیح بخاری جلد ۲، شکل الآثار طحاوی جلد ۱، صحیح بخاری جلد ۱، جلد ۱۰ میں بالفاظ متقار یہ ہے والمطم



۱۔ ہم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث سے اس حدیث کے  
 ساتھ ساتھ سورۃ المؤمنین میں عباد ذکر مریسی  
 و عارون علیہما السلام اور ذکر عیسیٰ محمد بن عباد سک  
 اور اعلیٰ علیہ احذت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و  
 سلم سئلہ فرکم۔ امام نسائی، امام بیہقی اور امام اہل طحاوی علیہم الرحمۃ نے اس حدیث کے  
 جواز قراءۃ بعض السورۃ فی الرکۃ کے لئے استدلال فرمایا ہے۔ اور امام نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم میں  
 فرماتے ہیں وی فی هذا الحديث جواز قطع القراءة والفرار به بعض  
 السورۃ وهذا جائز للاختلاف ولا كراهية ان كان القطع  
 لعذر وان لم يكن له عذر فلا كراهية فيه ايضا ولكنه  
 خلاف الاولى هذا مذهبنا ومذهب الجمهور غلام  
 عینی شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں فیہ جواز قطع القراءة والاختلاف  
 فیہ ولا كراهية ان كان القطع لعذر وان لم يكن لعذر  
 فلا كراهية ايضا عند الجمهور نیز اسی میں ہے وفیہ جواز القراءة  
 بعض السورۃ۔ زاد المعاد ۱۹۶۲ء میں ابن قیم فرماتے ہیں کہ مہذبہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم قراءۃ السورۃ الکاملۃ وربما قرأها فی  
 الرکعتین وربما قرأ اول السورۃ۔ صحیح بخاری جلد ۲ میں ہے کہ حضرت  
 اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ شریف اور مدینہ شریف کے درمیان اپنے ساتھیوں کو نماز عشاء پڑھائی اور  
 دونوں رکعتوں میں سورۃ النساء اور البقرہ کی سوایتیں تلاوت فرمائیں تو آپ سے عرض کیا گیا یہ کیا؟ فرمایا  
 میں نے اس میں کچھ کوتاہی نہیں کی کہ اپنا قدم وہاں رکھوں جہاں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
 اپنا قدم مبارک رکھا اور اس میں بھی کوتاہی نہیں کی کہ اس طرح کروں جس طرح حضور نے کیا۔ صراً  
 مما يثبت من النساء والبقرۃ فقبلہ ما هذا، قال ما  
 یثبت من اضع قدمی حیث وضع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

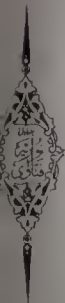
وہم قدمہ وان اصم صل ماصم۔

دیکھا مراعت فرما رہے ہیں کہ بعض سورۃ کا پڑھنا سنت میں داخل ہے۔ موطا امام مالک مثلاً۔  
میں ہماری مشہور جلد ۲، منہج ہیئت ۳۸ جلد ۲ میں حضرت عروہ۔۔۔ ہے ان ابانکر الصدیق  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی الصبح فقرا فیہا سورۃ البقرۃ  
و الحکمتین کلّھما۔ عماری شریف مشہور جلد ۱ میں عبد اللہ بن العاص بن جبر سے ہے کہ  
صلی بنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلوۃ الصبح فقرا  
بسورۃ البقرۃ فی الحکمتین جمیعاً۔ منہج ہیئت ۳۸ جلد ۲ میں قیس بن الحازم  
سے ہے کہ صلیت خلف ابن عباس بالبصرۃ فقرا ف اول  
الحکمۃ بالحمد لله و اول آیت من البقرۃ ثم رکع ثم  
قام فی الثانیۃ فقرأ الحمد لله و الآیت الثانیۃ من  
البقرۃ ثم رکع فلما انصرف اقبل علینا فقال ان الله  
یعول فاقرا و اما تیسر منہ۔ صحیح بخاری مشہور جلد ۱ میں ہے قرا  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی الحکمۃ الاولی بمائۃ و عشرين آیت  
من البقرۃ و فی الثانیۃ بسورۃ من المثانی۔ علامہ عینی نے شرح میں فرمایا  
وصلہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عبد الرحمن عن العبریر عن  
ابی العلاء عن ابی رافع قال کان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقرأ فی  
الصبح بمائۃ من البقرۃ و یتبعہا بسورۃ من المثانی  
او من صدور المفصل و یقرأ بمائۃ من ال عمران و  
یتبعہا بسورۃ من المثانی او من صدور المفصل و  
ہکذا فی صحیح البخاری مشہور جلد ۲، شرح معانی الآثار مشہور جلد ۲  
میں ہے صلی با عمر بن الخطاب مکۃ الفجر فقرا فی  
الحکمۃ الاولی بسورۃ یوسف حتی یدم و ابیعت عبہ





من یسجد فھو کظم سعد و حکم نیز اسی مضمون سے اعراف علیہ السلام  
 کی صلت مبارکہ کا ذکر باں الفاظ ہے کہ ان بقسم السورة الطويلة  
 رکعتیں من السجود یعنی سجدہ میں ہے و قرأ عمر رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ بال عشران فی الركعتین الاولیین من العشاء  
 مصرعاً فیہما و نحوه عن سعید بن جبیر و ابن عمر و  
 النعمانی و عطاء صحیح بخاری مشاہدہ میں ہے قرأ ابن سیدنا عمر  
 ال عمران فی الركعتین ای من العشاء صحیح بخاری مشاہدہ میں ہے و قرأ  
 ابن مسعود بأربعین آیت من الانفال (ای فی الکھتہ الاولیٰ) کا  
 سبحی انشاء اللہ تعالیٰ و قرأ فی المشائیة بسورة من المفصل  
 شریف میں ہے **هذا الاثر رواه سعید بن منصور (الی ان قال)**  
**هذا التعليق وصله عبد الرحمن بلفظ من غلبه الرحمن**  
**بن یزید النخعی عنه و اخرجه هو و سعید بن منصور**  
**من وحب اخر عن عبد الرحمن بلفظ فافتتح الانفال**  
**حتى بلغ و نعم النصیر انتهى و هذا الموضع هو رأس**  
**اربعین آیت صحیح بخاری مشاہدہ جلد ۲ میں ہے عن ابن مسعود انه قرأ**  
**فی الاولی من الصبح بأربعین آیت من الانفال و فی المشائیة**  
**سورة من المفصل طحاوی شریف مشاہدہ جلد ۲ میں عبد الرحمن بن یزید سے ہے کہ صلیت**  
**مع عبد اللہ العشاء الاخرة فافتتح الانفال حتى انتهى**  
**فی نعم المولی و نعم النصیر ثم ركب حدیث شریف میں ہے علیکم**  
**سنتی و سنتہ العظام الراشدین و اوصالی کالمحرم باہم**  
**سیدیم احمدیہم بنا علیہ افعال صحابہ کرام سے نسبت ثابت ہوئی اور چونکہ زمانہ قدس**  
**میں مذکورین میں انھوں نے زمانہ صدیق اکبر و تابع اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں و نور صحابہ کرام تھا لہذا**



مسند جامع سکوتی میں ہے کہ ہم سے ثابت ہو گیا اور جامع است نصرونا اجماع صحابہ امام اصل شریعت اور اس کی ہے

مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی مشافہ جلد ۴ میں ہے (وامم امورک الصدقہ)  
 ربالصحابہ فی صلوة الصبح بسورة البقرة فراءھا فی الکعبین  
 اخرجہ عبدالرزاق باسناد صحیح عن ابی بکر و هذا  
 اجماع منهم اعی الصحابة حضرت انس بن مالک سے سنن بیہقی جلد ۲ مشافہ  
 جلد ۳ ابن ماجہ کنز العمال مشافہ جلد ۹ ص ۱۲۴ جلد ۲ سنن ترمذی ص ۵۹ جلد ۱ صبح مسلم مشافہ جلد ۱ ص ۱۱  
 بخاری مشافہ جلد ۱ اور حضرت ابو قتادہ سے سنن ابوداؤد مشافہ جلد ۱ سنن نسائی مشافہ جلد ۱ سنن بیہقی مشافہ  
 جلد ۳ کنز العمال مشافہ جلد ۲ صبح بخاری مشافہ جلد ۲ اور حضرت عثمان بن العاص سے ابن ماجہ کنز العمال  
 مشافہ جلد ۳ ص ۱۲۸ جلد ۲ اور حضرت ابو ہریرہ سے کنز العمال مشافہ جلد ۲ میں بالفاظ متعارفہ مرفوعاً ہے  
 و لنظم للبخاری لابی قتادة افی لافوم فی الصلوة ار سید ا  
 اطول فیہا فاسم بکاء الصبی فاتجوز فی صلوف  
 کراہیہ ان اشق علی امہ یعنی حضرت رحمۃ اللعالمین علیہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے  
 ہیں بیشک میں نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اس ارادہ سے کہ اس میں تطویل کروں گا پس بچے کا رونا سنتا ہوں تو نماز  
 میں تخفیف کر دیتا ہوں کہ بچے کی ماں کو مشقت میں ڈالنا مجھے پسند نہیں ہے پس اگر پہلی رکعت کی تہائی یا فاتحہ  
 میں بچے کا رونا ہو تب تو دو چھوٹی سورتوں یا چند آیتوں سے نماز میں تخفیف ہو سکتی ہے جیسے کنز العمال مشافہ  
 جلد ۲ میں حضرت انس اور صحیح بخاری مشافہ جلد ۲ میں حضرت ابو سعید سے ہے و النظم عن الکثر  
 صلی سار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر اصر  
 سورمین ثم قال انما اسرعت لتعزع ام الصبی المہ  
 حمہا اور اگر سورت طویل پہلی یا دوسری رکعت میں شروع ہو چکی ہو تو پھر لامحدود تخفیف کی یہی صورت

سین کثرت پراکتا کیا جائے چنانچہ صحیح بخاری مسند جلد ۲ میں حضرت عبدالرحمن بن سابط سے  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیری روایت  
 راوی سین انہ سمعہ قام فی المسجد استابہ فسمع صوت  
 صرغراً فہا نزلت یات .

اور جس طرح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تخفیف فرماتے تھے اسی طرح ہمیں  
 بھی حکم ہے کہ یہ امر ان احادیث شریفہ کے سیاق و سباق سے بخوبی روشن ہے و بعض روایات  
 میں معراج بھی ہے صحیح بخاری مسند جلد ۲ جامع المسانید للامام الاظم مسند جلد ۴ میں حضرت  
 ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم فحفت فقلت عن ذلك فقال  
 سمعت بكاء الصبي فكرمت ان اشق على امه فايكم  
 صلي بالناس فليخفف وستم فان فيهم الضعيف و  
 تكبير وذا المعاجز .

اور اس رعایت ضعیف و کبیر و ذوالحاجۃ وغیرہم کی تاکیدیں تو احادیث صریحہ مجیدہ میں بکثرت  
 وافرہ میں جو ادنیٰ قادم حدیث سے نہال نہیں ہیں ۔ نیز قاعدہ علیکم بسننی اور صلوا  
 کما دأب یخونی اصلی اور لعدکان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ  
 غرض آیات صریحہ کا یہی تقاضا ہے کہ ضعیف و اصحاب الحوائج والامراض کا خیال رکھیں اور اگر خاص نماز  
 میں کوئی ایسا عارضہ پیش آجائے جو بعض مقتدیوں کے لئے باعث پریشانی ہو تو نماز میں تخفیف کر دیں  
 اس لئے ایسے عارضے کا احساس امام کو اس وقت ہو کہ سورہ طویلہ شروع کر چکا ہے تو اس پر دلائل  
 مکررہ دل و سے ضروری ہوگا کہ بعض سورت پراکتفا کرے کہ یہی سنت ہے اور ایسی حدیثیں جو جماعت  
 میں تمام سورۃ کی نصوص میں بہت ہی کم دستیاب ہیں ۔ اکثر احادیث قرآنہ فی صلۃ الجماعۃ  
 صلۃ غفلت سے ہیں بعض میں احتمال بعضیہ راجح اور بعض میں احتمال تمام لائح  
 علامتی شریعی مسند جلد ۳ میں فرماتے ہیں قال الکرمہ صلی علیہ وسلم

السيرة بمصداق ملت والى هذا الوجه من السيرة  
 ا. ہمدانی شرح سنن ابی انانہ مسلک ۱۲ جلد میں اس احتمال کے استدلال میں فرماتے ہیں و ذلك  
 حاشی فی اللغة معال هذا اعلان يقرأ القرآن ادھان  
 يقرأ شيئاً منه . امام مالک علیہ الرحمۃ نے موطا باب یقرأ فی اول  
 المغرب والعشاء احر میں حدیث حضرت جبر بن مطعم سمعت رسول اللہ صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرأ بالطور فی المغرب اور اس کی ہر مثل  
 احادیث سے استدلال فرمایا ہے کہ مغرب وعشاء اور ظہر وعصر کی پہلی دو رکعتوں میں ایک سورۃ  
 طویل پڑھی جائے . تو امام کی نظر انہوں میں احتمالی بعینیت راجح ہوا اور چونکہ اس قدر دلائل وافر سے  
 مدعا ثابت ہے لہذا جمہور ائمہ عظام و علمائے کرام اس کے جواز کے قائل ہیں جیسے عینی اور نووی سے  
 گزر چکا .

منہ ترمذی ص ۲۹ جلد ۱ میں ہے کان الامر عندہم (امی المعاہ  
 والتابعین) واسم فی هذا رقیۃ المصلی مع شرح غنیۃ المستمل ص ۲۰۲ بحر الرائق ص ۲۲۱ جلد ۱  
 بدایہ فتح القدر کفایہ ، غنایہ ص ۲۹۱ جلد ۱ ، غلامۃ العتار ص ۹۲ جلد ۱ ، مبسوط ص ۱۶۱ جلد ۱ میں مقیم  
 واسع الوقت کے لئے ہے والنظم من المنیۃ مع الشرح مائتہ  
 فی حمہ ان یقرأ فی صلوة الفجر فی الركعتین باربعین  
 ایتہ وسطاً و هو الادنی وخمسين او ستين وهو الاوسط  
 والاعلیٰ الزیادۃ علی الستین الی المائۃ غلامہ کے جواباً فی تمام کتب  
 مذکورہ تصدیق ہے والنظم من المنیۃ ان المقادیر المذكورۃ  
 الخ اقلها الاربعون و اکثرها المائۃ ہی الغالب من  
 فعلہ علیہ الصلوۃ والسلام . اور ایسے ہی دوسری نمازوں کے لئے بھی تفصیل

جہ۔ غیۃ ۴۶۲، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ میں ہے والنظم من المصنوع  
و یومداً ببص السورة فی رکعة و باقیہا فی رکعة میل  
سکرہ والصمیم انہ لا یسکرہ لما روی النسائی من حدیث  
مائتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
عہ وسلم قرا فی المغرب سودة الاعراف فرقہا فی  
رکعتین۔

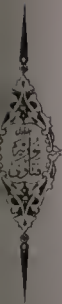
بفندہ کر رہے تھے ماہ نیم ماہ و مہر نیم روز کی طرح روشن و جودیدہا کہ امام ہر ایک رکعت میں  
پوری سورت پڑھنے کی صورت میں بھی دائرۃ سنت مہربان اکرم علیہ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اندر  
یہ کتاب ہے و من ادعی الخلاف فعلیہ ابیان بالبرہان۔  
اس میں شک نہیں کہ ہر ایک رکعت فرض میں پوری سورت پڑھنی افضل ہے کہ اس میں اتنا  
کلام پاک علیٰ درجہ الکمال رہتا ہے۔ غیۃ ۴۶۲، رد المحتار ج ۵، غلام ص ۹ جلد ۱ فتاویٰ  
عالمگیری جلد ۱ میں ہے والنظم من التہنید والافضل ان یقرأ  
فی کل رکعة الفاتحة وسورة كاملة فی المكتوبة  
شرح نووی ج ۱۸۵ جلد ۱ میں ہے لان المستحب للقارئ ان یتدعی من  
اول الکلام المرتبط ویقف عند انتهاء المرتبط۔ واللہ تعالیٰ  
اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلى اللہ تعالیٰ علی  
حبیبہ والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۳ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

الاستفتاء

اساتذہ دین دریں مسئلہ کہ بیان فرماتے ہیں کہ مثلاً نماز تراویح میں حافظ صاحب منزل



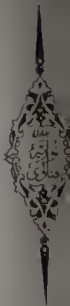
سارہ ہے اور قرآن مبارک تلاوت کرتے ہوئے جبکہ اس مقام پر پہنچا۔ ماحول محمد  
ابا احمد من رحبالکم ولکن مہمولى الله وحاتم السبیب میں  
جو کہ محمد کا لفظ ہے اس میں قرآن کی تلاوت کے اندر صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا گیا۔ کیا نماز صحیح ہوئی یا کہ  
صحیح نہیں ہوئی ہے۔ بیٹو! توجہ کرو۔

السائل: حاجی کرم اللہی زکرہ بمقام کپی کھوہ ڈاکخانہ خاص تحصیل خانپوال ضلع ملتان



بلاشبک وشبہ نماز صحیح ہوئی کہ درود و شریف ایسا کلام نہیں کہ نماز کا نقصان کر دے۔ برائے مصالح  
مکملہ جلد ۱، بحر الرائق مکملہ جلد ۲ میں ہے و النظر من البدائم ولا یعقل تمکن  
النقصان فی الصلوۃ بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم۔ نفیۃ مکملہ ۴، شامی مکملہ ۵ جلد ۱ میں ہے لان نفس تعظیم اللہ تعالیٰ  
والصلوۃ علی النبی علیہ السلام لا ینافی الصلوۃ فلا یفسدھا  
بلکہ آیہ کریمہ صلو علیہ وسلم کا اطلاق مجوز ہے اور رعایت ترتیب کلمات  
قرآن کریم کا تقاضا ہے کہ یہاں نہ پڑھا جائے، تو نہ پڑھنا افضل ہوا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۴، شامی  
مکملہ جلد ۱ میں ہے و لو قرأ القرآن فمر علی اسم نبی مقراۃ القرآن  
علی التلیفہ ونظمہ افضل من الصلوۃ علی النبی صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم فی ذلک الوقت۔ تو حافظ صاحب کا یہ درود و شریف  
پڑھنا ارادہ سے ہوتا تب بھی حرام یا مکروہ تحریمیہ نہ بنتا بلکہ صرف خلاف اولیٰ ہی ہوتا چہ جائیکہ یہ تو بلا قصد  
ہی پڑھا گیا۔ بہر حال یہ نماز با اتفاق ائمہ دین صحیح ہوئی۔

در المختار شامی مکملہ ۵ جلد ۱، نفیۃ مکملہ ۴، خلاصۃ الفتاویٰ سے مکملہ ۱۳۲، مکملہ ۱۲۳ جلد ۱، فتاویٰ



ما یکرہہ ہذا میں ہے و النظم من الہندیہ و لوقال اللہ  
 صل علی محمد او قال اللہ اکبر لانفسہ صلوٰۃ  
 لا یرجماع ان لم یرد بہ الجواب اور فتاویٰ عالمگیری جلد میں  
 یہ اضافہ تسلیم موجود ہے۔ صاف صاف فرمادیا و لو فرما رحیل ما کان  
 محمد اباً احد من رحبالکم و صلی جیل فی الصلوٰۃ  
 لانسد صلوٰۃ۔ اور چونکہ شہداء اہل فراغ کی طرح تاخیر و کن نہیں تو سجدہ سر بھی نہیں  
 و ہذا لویصرح بہ احد و من ادعی الخلاف فعلیہ  
 البیان بالبرہان۔

واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الغفر الراجح محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک حافظ صاحب نے نماز تراویح پڑھتے  
 ہوئے بعد از فاتحہ قرأت میں بھول کر ایک ہی آیت کو دوبارہ پڑھ گئے اور نماز پوری کر لی اور سجدہ سہوا  
 نہیں کیا تو ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ نماز نہیں ہوئی، سجدہ سہو ضروری تھا، تو دریافت طلب  
 ہا ہے کہ آیا یہ نماز جائز ہو گئی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو پڑتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

مع صل صلوٰۃ ابن الفیم الجوزیہ ماہ من مواطن الصلوٰۃ و ذکرہ فی حصن مستعل من خلا الامام  
 و ذکر اسم من الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ

سورۃ سوال درست ہے تو نماز پکا کر بہت درست اور صحیح اور بروی اور سجدہ اور بائیں جانب



نہیں ہوا کہ اس میں کسی واجب کی ترک نہیں پائی گئی بلکہ نوافل و سنن میں تو بہت زیادہ وسعت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ ایک رات صبح تک نماز پڑھتے رہے اور ہر رکعت میں ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔ سنن ہیثمی ص ۱۳۱ جلد ۳ میں باقاعدہ اسناد سے حضرت ابو ذر سے ہے قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو یصلی ذات لیلۃ وهو یردد آیت حتی اصبح بہا یرکع و بہا یسجد و ان تعد بہم فانہم عبادک قلت یا رسول اللہ ما نزلت متردد فی هذه الاية حتی اصبحت قال اف سألک ربی الشفاعة لا متی وھی مائتۃ لمن لا یشرک باللہ شیئا۔ اور ایسے مکالمے میں دوسری حدیث سند ہے اور اس میں ہے ان تعد بہم فانہم عبادک و ان تغفر لہم فانک انت العزیز العکیم تو جواز نماز اور سجدہ سہو کا لازم نہ ہونا آفتاب سے بھی زیادہ واضح ہوا مولانا صاحب نے بھول گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جبل مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی عبیدہ و آلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

عبد الغفور الکاخیر محمد نور اللہ صاحب غفرلہ  
۲۰ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ



رٹ، اگر مولانا صاحب نہ مانیں تو کسی مستند کتاب کا حوالہ تحریر فرمائیں کہ قرأت بعد از نماز میں ایک آیت دوسرے بعد کر پڑھی جائے تو سجدہ سہول لازم ہوتا ہے۔

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس مسئلہ کہ زید نے جماعت کراتے ہوئے پہلے رکعت میں وقال الظالمون ان تتوبون الا سجداً مسخوذاً کی جگہ وقال الظالمون ان هذه الا امر سجداً مسخوذاً پڑھ دیا۔ کیا نماز شرع کی رو سے ہوگئی یا نہیں؟ سببنا تو جبر و ا۔

المستفتی :- محمد بشیر سومناظری معلم دارالعلوم ندوۃ العلماء مظفر آباد ۱۳۷۸ھ



صورت مذکورہ میں جب کہ امام نے یوں بدلا کر ملا کہ پڑھ دیا تو حضرت امام عظیم الجوفیہ دامام محمد رفی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک نماز فاسد ہوگئی، اس کی تصدیق لازم ہے۔ یہاں تو معنی بالکل ہی متغیر ہو گیا کہ "ہذه" میں تباہ کا معنی نہیں اور ہے بھی مؤنث، حالانکہ مؤنث معنی کے بعد پر حکم فساد ہے۔ شامی منہ ۵۹ جلد، کبریٰ ۲۳۵ میں ہے والنظر من الشاخی وان كان مثله فی القرآن والمعنی بسید ولم یکن متغیراً فاحشاً تمسداً ایضاً عند ابی حنیفہ و محمد رحمہما اللہ وهو الاحوط واللہ تعالیٰ اعلم وحکمہ جل معبودہ انہم واحکم وحصل

## الاستفتاء

نمبر ۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شریعتین دریں مسئلہ کہ ایک امام نے قیسری رکعت میں اول کی صورت پڑھ دی اور پہلی دو رکعت میں اخیر کی یہ صورت نفل اور وتر میں ہی ہو سکتی ہے کیونکہ فرض میں تو قیسری رکعت میں صورت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا مثلاً ایک امام نے وتر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں معوذتین کو پڑھا اور قیسری میں قل شریف، کیا یہ جائز ہے؟

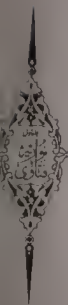
نمبر ۲۔ کئی کتابوں میں دیکھا ہے کہ جس وقت امام نے ایک طویل آیت یا تین چھوٹی آیتیں جن سے واجب ادا ہو جاتا ہے اور اس سے آگے اور زیادہ قرات پڑھ رہا ہو۔ اور کوئی آیت غلط پڑھے یا چھوڑ دے اور اگلی آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو لقمہ دینے والا لقمہ دے اور امام لقمے کو نہ پکڑے تو لقمہ دینے والے کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ اور اگر امام لقمہ پکڑے تو تمام جماعت کی نماز فاسد ہو جائیگی کیا صحیح ہے اور کونسی نماز کی بات ہے؟ کیونکہ عام تراویح میں حافظ صاحب اس طرح کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں کتب معتبرہ کے کچھ حوالے بھی لکھ دیں

السائل: مولوی محمد عظیم صاحب امام مسجد چوہدری محمد رفیع خورشید تحصیل اوکاڑہ ضلع ٹخڑی پور



مسئلہ یہ مسئلہ فرض میں پہلی اور دوسری رکعت کا مسئلہ ہے کہ فرض میں قصد ایوں پڑھنا مکروہ ہے اور نوافل بلکہ سُنن میں مکروہ نہیں۔ بجز اثنی عشر مسئلہ جلد ۲، در المختار جلد ۱۱ صفحہ ۵۱ جلد ۱

طحاوی ج ۲۳ جلد ۱، طحاوی علی المرقی ص ۲۱۲، خلاصۃ الفقہ ص ۹۵ جلد ۱ وغیرہ میں ہے  
 و سطر من الخلاصة وان قرأ في ركعة سورة وفي  
 ركعة اخرى سورة فوق تلك الصورة او قبل ذلك  
 في ركعة مكروه (اما ان قال) وهذه كلها في الفرائض  
 ما في لموافل لا يكره وفتاویٰ عالمگیری ص ۴۱ جلد ۱ میں ہے ہذا كله  
 في الفرائض واما في السنن فلا يكره هكذا في المحيط  
 اور یہ تو ظاہری ہے کہ ”رکعتہ احرى“ کا اطلاق تیسری اور چوتھی رکعت کو بھی شامل ہے کہ  
 سب پر ”رکعتہ احرى“ صادق ہے اور یہ بھی خدام فقہ سے مخفی نہیں کہ قرأت میں کس دن نوافل  
 کا حکم ایک ہی ہے۔ رہے وتر تو گودہ بھی قرأت میں نوافل کے حکم میں ہیں مگر اس حکم قرأت میں  
 عتقاد فرض کا حکم ہی ہونا چاہئے کہ وتر عمدہ فرض کے حکم میں ہیں۔ درالمنہار شامی ص ۶۲ جلد ۱ میں ہے  
 هو فرض عملاً، شامی فرماتے ہیں بمعنی انه يعامل معاملة  
 الفرائض في العمل بل بعض فضلاء تنويفل میں بھی یوں پڑھنا مکروہ جانتے ہیں۔  
 طحاوی علی المرقی ص ۲۱۲ میں ہے قال بعض الفضلاء وفي تأمل لا بد  
 الشك اذا كره خارج الصلوة الحارس ان لحاظ سے بھی وتر میں کراہت بطریق  
 اولی ہوگی۔ ہاں بھول کر بلا ارادہ یوں پڑھا جائے تو معاف ہے اور سجدہ سو بھی لازم نہیں ہوتا۔  
 فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱ جلد ۱ میں ہے و اذا قرع في الركعة الاولى سورة وحدا  
 في الركعة الثانية سورة قبلها فلا سهو عليه هذا في  
 المحيط اور جب دوسری رکعت میں یوں پڑھنے سے سجدہ سو نہیں تو تیسری میں بھی بابتہ یہی حکم ہوگا  
 البتہ جب تراویح وغیرہ میں تمام قرآن کریم ختم کرے تو دوسری رکعت میں فاتحہ شریفہ کے بعد سورۃ  
 البقرہ کی پہلی آیتیں تلاوت کرے۔ غنیۃ المستعمل ص ۴۳، فتاویٰ عالمگیری ص ۴۱ جلد ۱ مرقی و طحاوی  
 علی المرقی ص ۲۱۲، درالمنہار شامی ص ۴۱ جلد ۱ میں ہے والنصر من التمام عليه  
 يجمع قال في شرح المنية وفي الولو واجبة من يجمع



حران فی صلوة ادا کرے من لمورد من فی امر  
الاولیٰ بمرکم من بعد فی شأنہ بالماتعة و من  
سورة النمرة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من  
خبر الناس الحال المرسل ای الحاکم المفسر المطاوی میرا  
ماشیہ و مشہد ۳۳ جدا میں فرماتے ہیں لیس هذا انکسار۔

۲۔ صرف یوں کسی ایک کتاب میں بھی نہیں کہ غلط پڑھے تو تقدیر سے نماز قاصر ہو جاتی ہے  
برایہ وغیرہ میں یہ ضرور ہے کہ امام اگر دوسری آیت کی طرف منتقل ہو جائے تو تقدیر سے ایسا ہو جائے  
مگر متعین فقہائے کرام کے نزدیک یہی اصح و صحیح ہے کہ کسی کی نماز بھی قاصر نہیں ہوتی اور اسی پر فتویٰ ہے  
اور یہی مذہب ہے۔ اسی پر اکثر شریعت مشائخ کرام ہے قول فساد تو بعض بعض کا قول ہے۔ ملحق بالبحرین شرح  
در المتعین ۱۱۱ جدا، غیثی الدرر مستطیل جدا، شامی ۵۸۲ جدا وغیرہ میں ہے والنظم لب  
بقولہ بكل حال، ای سواء قسراً الامام قد رما تجوز بہ  
الصلوة ام لا انتقل الی آیت اخری ام لا متکرر من الفم  
ام لا هو الاصح۔ نہ فتاویٰ عالمگیری ۵۸۵ جدا، غنیۃ المستطیل ۳۱۴، مغنی ۲۳۱، ہرانی الفتاویٰ  
مع المطاوی ۲۱۲، بحر الرائق ۲۱۲ میں ہے والنظم من البصر والصحة  
عدم الفساد نیز اسی میں ہے فصار الحاصل ان الصحیح  
من المذہب ان الفتح علی امام لا یوجب فساد احد لا العام  
ولا الاخذ مطلقاً فی کل حال۔ نیز اسی میں ہے وهو قول عامۃ  
المشاخہ جمیع الانہر ۱۱۱ جدا میں ہے وعلیہ الفتویٰ احترازاً عن  
قول بعض المتنازعۃ فی تنزیل الابعار، در المختار علی مشط الطحاوی ۲۱۲ جدا میں ہے

۳۔ قد تمیز صلوة ۳ پڑھنے کے بعد تقدیر سے منتقل ہوتی ہے یا نہیں ایک قول کا ذکر ہے، ۱۲ مرفور للہ ای کما  
کل حال، ۱۲، ھو و معہ بالمعنی فی الجمع، ۱۲

حدیث صحیحہ علی امامہ، قال لا یفسد مطلقاً لماء  
 و خد بكل حال۔ اور طحاوی علیہ الرحمۃ نے بھی وہی تقریر تفصیل ذمائی جو شامی علیہ الرحمۃ  
 گزری۔ اور اس کی ایک دلیل ملائے کرام نے وہ بیان فرمایا جو بغیر شرح فیہ مشکا وغیرہ میں ہے۔  
 وجہ الحدیث المذكور حیث قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم لا یبى ہلا فمحت علی مع انہ لا یعلم ترکہ الا بینه  
 الا بعد الاتصال ای ایہ احرمی۔ بہر حال نماز فارغ نہیں ہوتی فرض ہو  
 یا نقل۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب  
 والد واصحاب وبارک وسلم۔

قرآن عزیزہ کی تفسیر فی اللہ تعالیٰ

۱۲ ۱۶ رمضان المبارک ۱۳۸۲ھ ۷ فروری ۱۹۶۳ء

## الاستفتاء

نوٹ : ایک خط میں یہ سوال آیا۔

اگر امام غسار کی نماز میں سورۃ یوسف کے تیسرے رکوع کی آیت میں قال معاد  
 اللہ انہ دبی احسن مشوای کی بجائے قال معاد اللہ مع  
 انہ احسن مشوای پڑھ دے تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

السائل : محمد شریف الضیائی المتعلم بجامعۃ العلوم المدرستہ الفوتیریہ الواقعہ علی جبل درعیہ  
 تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا ۱۴ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

عزیز سیّد حکیم ضیائی صاحب !

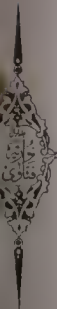
ویکرم اسلام و محبت و برکت :۔ یاد آدمی کا شکریہ ! آپ کے لئے مشکل وقت نکال کر کھدراہوں

قواعد و تصریحات و جزئیات مذہب مہذب سے روز روشن کی طرح واضح کریں پڑھنا جوں  
 ہے تو نماز بلاشبہ ہوگئی کیونکہ معنی حقیقہ متغیر نہیں ہوا۔ آیت میں ”ربی“ ”ہاں“ ”اے“ کی تفسیر یہ  
 اور اس کے مرجع میں مفسرین نے تین احتمال بتائے (۱) اللہ تعالیٰ۔ و هو الاصل و لا ضرب  
 المختار عندی و قد صرح ببل الصاوی فی هامش الجلالین۔  
 ۲۱۔ روج المرأة (۳۱) شان۔

پہلی صورت میں ”ربی“ معنی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو ”معاذ اللہ ربی“ پڑھنے  
 میں بھی صادق ہے اور دوسری صورت میں ”زوج المرأة“ کی معنویہ صفت ہے جو صورت سوال میں  
 مقدر ”هَوَ“ کی خبر بن کر برقرار رکھتی ہے اور تیسری صورت میں ”ربی احسن منی“  
 کے ساتھ جملہ بن کر محمول ہے اور معنی ”زوج المرأة“ یا اللہ کی صفت ہے جو تقدیم میں بھی ہے حالانکہ  
 عدم الفساد کی بنا پر حضرت امام اول و ثانی کے نزدیک موافقت معنی (یعنی معنائے خطا معنائے صحیح  
 کے موافق و متقارب ہونا) پر ہے۔ اور امام ثانی ابو لیس صنف کے نزدیک اس کچر اس کی شکل قرآن کریم میں جو  
 فقہ استدلالی ۳۴، شامی ۵۹۰ جلد ۱ میں ہے فالمعنى في عدم الفساد  
 عند عدم تعذر المعنى كثير وجود المثل في المراد  
 عنده (ای ابی یوسف) و الموافقة في المعنى عنهما  
 (ای لطفین علیہما السلام) اور جب ”ربی“ ”قرآن کریم“ کا کلمہ ہے اور معنی بھی  
 برقرار ہے تو نماز کا بالاتفاق برقرار رہنا واضح ہو گیا اور استدلال زیر بحث میں ایک اور صورت بھی ہو سکتی  
 ہے کہ تقدیم و تاخیر نہ ہو بلکہ زیادت کلمہ و نقصان کلمہ کا مسئلہ ہو یعنی ”معاذ اللہ“ کے بعد امام نے  
 ”ربی“ ”نیا دہ کر دیا اور“ ”اے“ کے بعد کم کر دیا تو اس صورت میں بھی نماز جائز ہے۔

مرمرہ لیس و التامیہ وقد صرحا في صد  
المبارہ مما لا ان احط اما ان يكون في الاعراب (الان  
قال) وفي الحروف بوضع حرف مكان احد ر او زيادته  
ومحذو او تقديمه او تاخيرہ او في الكلمات او في العمل  
كذلك اس كذا لك نے واضح كرويا كه كلمات کی تقدیم و تاخیر زیادت و نقص کا بھی یہی حکم  
ہے اب اس کے چند مثالیں بھی دیکھ لیں :

۱. قناری قاضی خان منہ جلد میں ہے کہ وجوہ یومئذ ناخسرة الى مرها  
ساطرة میں "ناضرة" کو "ناظرة" اور "ناظرة" کو "ناضرة" پڑے تو ناسخ ناسخ نہیں ہوتی۔
۲. فداۃ القناوی ص ۱۱۶ جلد ۱، فتح القدر ص ۲۸۳ جلد ۱ میں ہے والنظم من الحلاصة  
اعمالوقراً اذا الاعناق في اغلالهم لا تفسد مالا لکما قرآن مجید میں اذا الغلال  
في اعناقهم ہے نیز خلاصہ ص ۱۱۵ جلد ۱، فتح القدر ص ۲۸۲ جلد ۱ میں ہے والنظم من  
اما الكلمة مكان الكلمة فان تعاربا معنى ومثل في القرن  
كالعکیم مكان العکیم لم تفسد اتصافاً زاد الفقیر میں ہے ولنظم  
من هذا معنى الموافقة شامی ص ۱۹۱ جلد ۱ میں زیادتی کلمہ کی ایک مثال ہے  
فان كان في القرن نحو وبالوالدين احسانا ومبرالم تفسد  
في قولهم اور قص کلمہ کی مثال یہ ہے وحین اع سیمة مثلها بغير  
سینة الثانية لم تفسد موافقة المعنی تو ایک وجہ سے بھی کافی ہے اور  
یہاں چار وجہ سے کہما قد سمعت قناری ہندیہ ص ۱۲۲ جلد ۱ میں تقریر سے ہے  
ان الصلوة اذا خاضت من وجوه وفسدت من وجہ بحکم  
بالفساد الا في باب القراءة لان للناس عموم اسلولی اور اگر امام  
نے ائستہ یوں پڑھا ہے یعنی معاذ اللہ "کے بعد بطور ثناء" رہی "اور" اب  
کے بعد "رہی" پڑھا تو چھ نکروہ ثناء ہے اور یہاں نہ پڑھنے سے معنی میں بھی زیادہ تغیر نہیں ہوتا



مذاہب میں بھی نماز جائز ہے مگر اچھا نہیں کیا کہ قرآن مجید میں فرات سے پہلے  
 طوطا کی علی المرتضیٰ ص ۲۰۳ میں ہے اما فی العمد ففسد بہ مصدق  
 بالاتفاق اذا کان ما یفسد الصلوۃ اما اذا کان ما  
 فلا یفسد ولو تعمّد ذلك افادہ ابن امیر حاجہ بہر حال نماز  
 صحیح ہے و ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ  
 تعالیٰ علی حبیبہ والہ و آلہ و صحابہ و بارک و سلم۔

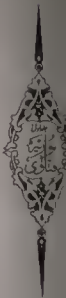
عزہ الغفران الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۲۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ ۱۵/۹/۱۵

## الاستفتاء

قید و کلمات فالعلماء و الفقہاء محبوب رہا بی قطب سبحانی مرشد کامل فقیر عظیم دامت غلک و دامت برکاتہم و فیہم  
 غلامانہ السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ حضور والا جاہ کی خیر و عافیت بارگاہہ لم یزل سے  
 ہر وقت بھی خواہ ہے۔ اس ناچیز کی بجز بیکار کی خدمت گرامی میں عرض یہ ہے کہ ایک امام صاحب  
 صبح کی نماز باجماعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ منزل شریف کی قرات شروع کرتا ہے اور پہلی رکعت  
 میں تمام سورہ منزل شریف تلاوت کرتا ہوا جب "خیر من التجدوہ" پر پہنچتا ہے تو "خیر  
 من التجدوہ" سے اس سورت کو چھوڑ کر سورہ الجمعہ شریف کی آخری آیت مبارک کے یہ کلمات مبارک  
 "خیر من اللہو و من التجدوہ و اللہ خیر الراقدین"  
 پڑھ کر سورہ منزل شریف کے صحیح کلمات دہرائے بغیر ہی رکوع کر دیتا ہے اور پھر دیکر رکعت میں چھٹی ہی  
 سورہ شریف پڑھ کر جماعت کو مکمل کر کے سلام پھیر دیتا ہے آیا اس صورت میں نماز درست ہوگی  
 یا نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ رہبری فرما کر نوازش فرمائیں۔

سائل : سگ دربار عالیہ حاجہ محمد رحمت علی نویدی عظمیٰ مدظلہ





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيُسْرَى

وَبِكُلِّ سَلَامٍ وَرَحْمَةٍ وَبِرَكَاةٍ :-

آپ نے سوال مفصل نہیں لکھا کہ کیا صورت پیش آئی کیا "لا انفسکم من" پڑھ کر خیر  
 من اللہسو پڑھا، یا "لا انفسکم من غیر تعبد وہ" پڑھ کر "خیر من  
 اللہسو" پڑھا۔ پھر ان دونوں صورتوں میں سورہ منزل شریف کے کلمات پر وقف کر کے یعنی ٹھہر کر خیر  
 من اللہسو شروع کیا، یا وقف نہیں کیا بلکہ ملا کر پڑھا ہے۔ یہ چار صورتیں ہیں اور ہر ایک صورت  
 میں "خیر من اللہسو" کی بار بار پیش پڑھا ہے یا زیر پڑھی ہے تو کل صورتیں آٹھ ہیں اور حسب  
 الارشاد کتب فقہ حنفی میں ان سب صورتوں میں نماز درست ہوگئی۔ فتاویٰ قاضی خان ص ۴۷ جلد ۱، خلاصۃ  
 الفتاویٰ ص ۱۱۱ جلد ۱، فتاویٰ عالمگیری ص ۴۲ جلد ۱، فتح القدیر ص ۲۸۳ جلد ۱ میں ہے والنظم منہ  
 لا تعسارہ ولو بنی بعض اية على اخیری ان لا یغیر  
 نعو ان الذین امنوا وعملوا الصالحات فلهم جوار  
 الحمی مکای کانت لهم جنت الفردوس من منزلا لا تفسد  
 واناغب فان وقف وفتا مابینہما فکذلک اور یہاں  
 ان آٹھ صورتوں میں اصل معنی نہیں بدلتا لہذا نماز درست ہوگئی۔ ترجمے بھی لکھ کر بتاتا اگر آپ وہ ایک  
 صورت آپ کے پیش آئی ہے معین کر کے سوال کرتے مگر اب آٹھ صورتوں کے ترجمے لکھنے کا وقت  
 نہیں۔ سوال ہمیشہ صاف اور سچا ہونا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلی اللہ  
 تعالیٰ علی حبیب الاکرم الاعظم وآلہ واصحابہ وبارک وسلم

عزہ الفقیر الابرار محمد نور اللہ انصاری غفرلہ

# الکستفتاء

کتاب صاحب الامام مسعود و صاحب الفکر صاحب

الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان

الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان

الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان

الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان

الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان  
الکتاب السرمسمر محمد بن سنان بن محمد بن سنان



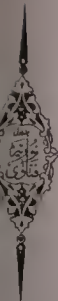
سنة من جناب محمد بن سنان بن محمد بن سنان

بسم السلام ورحمۃ : مزاج گرامی : جناب کے مسد سوالات کے جوابات حسب ذیل ہیں :

نمبر : ۱ : قاعدہ یہ ہے کہ برہمن نیک جو باہد اس کا جنازہ پڑھنا لازم ہے اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے البتہ ڈاکو اور باغی جو دہشت گردی اور بغاوت کے دوران قتل ہو جائے یا اپنے باپ یا ماں کو کوئی سنگدل قتل کر دے تو ان کا جنازہ نہیں ہاں اگر کوئی ایسا پکار ہو کہ بدکاری زانیہ چوری یا شرب وغیرہ کو جائز و حلال جانتا ہو تو وہ مسلمان ہی نہیں بلکہ کافر و مرتد ہوتا ہے تو ایسے کا جنازہ ہے اور نہ ہی اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جاسکتا ہے مرد ہو یا عورت رندی ہو یا پارسا۔ یہ حکام فتاویٰ عالمگیری، تنزیہیہ البصار، در المختار، شامی وغیرہ کتب معتبرہ مذہب خفیہ میں ہیں۔

مسئلہ : خسر جو بذریعہ جیسے گندے جرم کو جائز نہ جانتا ہو اور کلمہ گو ہو تو اس کا جنازہ لازم ہے اور اہل اسلام کے قبرستان میں دفن کیا جائے۔ البتہ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ خسر حقیقہ یا مرد ہو یا عورت ! اگر مردوں والی ایک یا دو علامتیں غالب ہوں تو شرعاً مرد ہوتا ہے اور اس کا حکم غسل جنازہ وغیرہ میں مردوں والا ہوتا ہے۔ اور اگر عورتوں والی ایک یا زیادہ علامتیں غالب ہوں تو شرعاً عورت ہے، اس کے ساتھ عورت کا معاملہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی ایک علامت بھی غالب نہ ہو تو اس کو غصے کا مسئلہ مشکل کہا جاتا ہے اور اس کا حکم غسل میں یہ ہے کہ اسے غسل نہیں دیا جاتا بلکہ بتیم کرایا جاتا ہے۔ اگر اس کا کوئی محرم مرد یا عورت مثلاً باپ یا بھائی، ماں یا بہن ہو تو وہ اسے ہاتھ لگا کر تمیم کر سکتا ہے اور اگر کوئی محرم نہ ہو تو اپنا ہاتھ پیرے میں پیست کر تمیم کرے اور اس کا کفن اور دفن عورتوں کی طرح ہوتا ہے۔ یہ سب اس وقت ہے کہ بالغ یا مہربن ہو۔ اور اگر بالکل چھوٹا بچہ ہے تو اسے بچوں کی طرح غسل دیا جاتا ہے۔ یہ سب بھی فتاویٰ عالمگیری، در المختار، شامی وغیرہ میں ہیں۔ عبادتیں اس سے نہیں نکلیں کہ نفوسے ڈرے لیے ہو جائیں گے لہذا بہتر یہی ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ دریافت کیا جائے۔ یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ حقیقہ مرد ہونے میں مگر مصنوعی خسران جاتے ہیں تو وہ غسل جنازہ وغیرہ میں شرعاً مرد ہی ہیں۔

مسئلہ : فرض نماز میں یوں پڑھنا اگر عبور کرے تو کوئی حرج نہیں اور سجدہ سو بھی نہیں اور



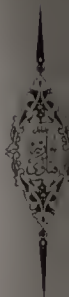
مذہب چاروں مکروہ ہے مگر تیار ہو جائے گی فتاویٰ عالمگیری ص ۱۰۱ میں ہے واد سورۃ  
فی رکعت سورۃ و فی الركعة الاخری او فی سلك الركعة  
سورۃ فوق سلك السورة بكرة المیزمۃ جدا میں ہے واد  
قرأ فی الركعة الاولى سورة وقرأ فی الركعة الثانية  
سورة قبلها فلا سهو علیہ کذا فی المحيط۔

مکے اگر واقعی اس کے پاس پورا خرق نہیں اور اس کے پاس کسی نصاب سے بھی کوئی ایسی  
چیز نہیں کہ اسے فروخت کر کے خرق پر رہا بنائے تو اس کو سفر حج کے لئے زکوٰۃ کار و پیر دنیا جائز  
ہے مگر اسے سوال کرنا جائز نہیں، زکوٰۃ دینے والا خود بخود دے سکتا ہے۔ شامی ص ۲۰۱ میں  
ہے وقد قال فی السبدانہ فی سبیل اللہ جمیع القرب  
(الیٰ ا قال) اذا كان محتاجاً۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب  
والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عہدہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشامی مغفلاً

۶ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ ۶۲-۶۳ھ ۲۰۴۱





# بَابُ الْوُثْرِ وَالنَّوَافِلِ

## الاستفتاء

نمبر ۱ :- خداسوالات کے منتقل علمائے دین والتمین وفقہائے عظام و علمائے عظام والکرام کیا فرماتے ہیں  
سائل کہتا ہے کہ خمسہ تردیحات کیا تردیکہ کو تردیکہ کر کے پڑھا جائے یا کہ دو سلاموں کے  
ساتھ پڑھا جائے ؟

نمبر ۲ :- اگر تردیکہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر شفعہ کے سلام کے بعد بیٹھ کر  
تسبیح تلاوت کی جائے یا کہ نہ ؟

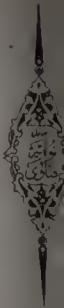
نمبر ۳ :- اگر تسبیح تلاوت کی جائے تو کیا حرج ہے اور اگر نہ کی جائے تو فرمائیں ؟

نمبر ۴ :- اگر کوئی شخص کہے کہ تردیکہ کو تردیکہ کر کے پڑھا جائے اور دو سلاموں کے ساتھ  
پڑھا جائے۔ اگر تردیکہ کو شفعہ کے ساتھ پڑھا جائے تو بعد ہر شفعہ کے تسبیح تلاوت کی جائے  
اگر نہ کی جائے تو تردیکہ پورا پڑھیں ؟  
بینوا ماجورین من  
سب العالمین۔

السائل : محمد صدیق دلدہ مولوی نور الدین



علا مستحب یہ ہے کہ تردیکہ کو دو سلاموں کے ساتھ پڑھا جائے۔ فتاویٰ مالگیر، فتاویٰ قاضی خان۔



فتاویٰ بھارتیہ، بحر الرائق، ہدایہ، در المختار، نور الایضاح، مراقی الفلاح وغیرہ معارف مذہب و مذہب میں ہے و النظم من السجدة کل سربوحتہ اربع رکعات بتسلیم بن کذا فی السراجیۃ یعنی ہر ترویج چار رکعت دو سلاموں کے ساتھ ہے۔ نور الایضاح اور بحر الرائق میں یہ اور افادہ فرمایا حکما ہوا المنوار بتسلیم علی رأس کل رکعت تین کہ یہی توارث ہے ہر دو رکعتوں کے سر پر سلام کے، موسط غرضی میں ہے قدر المسنون و ہو رکعتان بتسلیم و اعمدہ یعنی قدر بسنن اور وہ دو رکعتیں ایک سلام کے ساتھ ہیں یا بلکہ ہر دو شعبہ جسے ترویج کہتے ہیں کے بعد چار رکعت کے مقدار مختصرا اور انتظار کرنا مستحب ہے۔ فتاویٰ عالمگیر، فتاویٰ قاضی خان، بحر الرائق، ہدایہ، فتح القدیر، عنایہ، کفایہ، در المختار، رد المحتار، نور الایضاح، مراقی الفلاح، غنیۃ المستمل، موسط وغیرہ میں ہے والنظم من قاضی خان و حکما صلی الامام ترویجہ و ينتظر بین الزویمۃ الخامسة والوتر مقدار ترویجہ ثم یوتر ھکذا مروی الحسن عن ابی حنیفۃ علیہ الرحمۃ سنن بیہقی، صحیح بہاری، کنز العمال کی حدیث میں ہے کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یروحنا فی رمضان یعنی بین ترویج و یحمنین اور اس انتظار میں مختار ہے کہ تسبیح پڑھے یا قرآن کریم یا نفل یا چپکر ہے فتاویٰ عالمگیر، فتاویٰ قاضی خان، بحر الرائق، عنایہ، کفایہ، در المختار، شامی، مراقی الفلاح، غنیۃ وغیرہ میں ہے والنظم من مراقی الفلاح و هم یحیدون فی المبلوس بین التسبیح والقراءة و الصلوۃ فرادی و السکوت۔

مکرہ ہے کہ خود اہم و توح کا تقاضا اور متواتر ساعت صالحین یہ ہے کہ یہ انتظار چار



رکت پر ہی ہونی چاہئے۔ قتادہ کے قاضی خان، فتح القدر، غنایہ، کفایہ، مبسوط میں بت والظم  
 من المانیہ وانما سحجب الانتظار میں کل سرومحسن  
 ان الشروعة ماحوده من الراحة فبفعل ما معنا  
 حنینا للمسی۔ مرقی الفلاح میں ہے لائن المتوارث عن السلف  
 وهذا روی عن ابي حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ ولان اسم  
 سرو نحوین عن۔

دیکھا ہے انما "اور" ان المتوارث "بھی صراحتہ چار رکعتوں یعنی ترویج کے  
 درمیان انتظار سے منع کر رہا ہے غنایہ، در المختار، طحاوی علی مرقی الفلاح میں ہے والنظم  
 من الدو ستکرہ رکعتان بعد کل رکعتین۔ اور صلوۃ تہجد کا ایک  
 حکم ہے جیسے مقبرات سے گزر چکا تو تسبیح بھی مکروہ ہوگی اور مدار کا ردلیل کا تقاضا بلکہ تصریح بھی  
 ہے۔ ثانی میں ہے لان الاستراحت مشروعة بین کل ترویجین  
 لاسین کل شفعتین۔

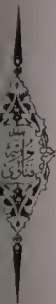
۱۔ دلائل و تصریحات بالا سے روز روشن کی طرح مسائل مذکورہ ثابت و واضح ہو گئے لہذا ان کے  
 خلاف جو کہے اس کا کتنا صحیح نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل  
 مجدہ اتم واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ  
 والہ وصحبہ وسلم۔

عقود البقیۃ الی الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ

۹ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

## الاستفتاء

یافرا تے ہیں ماسے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ چار رکعتوں والی سنتوں کے پسند





سہ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں ثناء اور اعوذ پڑھا جائے یا نہ؟ اور اسی طرح چار سو  
 کئے غلوں کا کیا حکم ہے؟

السائل: قائم الدین تقی محمد



تقر اور جمع کی پہلی چار سنتوں میں پہلے قعدہ میں درود شریف  
 اور تیسری رکعت کی ابتداء میں ثناء اور اعوذ پڑھا جائے اور باقی تمام سنتوں اور غلوں کے درمیان  
 قعدہ میں درود شریف اور ابتداء ہر شفعہ پر ثناء اور اعوذ پڑھا جائے۔ دراختیار میں ہے وہ الباقی  
 من ذوات الاربع یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 ویستفتح ویستغفر ولونذرا لان کل شفعہ صلوٰۃ و قمرہ  
 السید الشامی علیہ الرحمۃ الا انہ نقل الحاق الاربع بعد  
 الجمعہ بالمبوابی وحکم النوازل مستفاد من التعلیل۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل معبدہ اتم واحکم و صلی  
 اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم۔

حضور الفقیر الراجح محمد نور اللہ میمنہ غفرلہ

۱۰ شوال الحرام ۱۳۶۸ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہان شرع متین اندویں مسئلہ کہ عشاء کی پہلی چار سنتوں

ہیں وہ ایسے ہی گرتے زنج کھنٹی چار چار رکبیں پڑھی جائیں تو پہلے التبیات پر درود شریف اور تیسری  
رکعت کے اول میں سب کتب پر پڑھے جائیں نہیں؛ جو بکجوار کتب معتبرہ دیا جائے۔

سائل مولوی نذیر محمد مسلم دارالعلوم مذاہد ۵۰۵ دھان المبارک ۳۴۳



ظہر جمعہ کی پہلی چار سنتوں کے علاوہ جتنے نفل اور سنتیں چار چار پڑھے جائیں ان کے دو نوافل التبیات  
پر درود شریف اور پہلی اور تیسری رکعت کے اول میں شہادہ پڑھی جائے۔ غنیۃ المصلیٰ، غنیۃ المستملیٰ ۳۲۵، ۳۲۶،  
۳۲۷، بحوالہ ۳۲۵ جلد ۱، ص ۳۹ جلد ۲، تنویر الابصار، در المختار، شامی ۶۲۳ جلد ۱، غایۃ الاوطار  
۳۵۱ جلد ۱، نور الایضاح، مراقی الفلاح، ماشیۃ الطحاوی ۲۳ میں ہے والنظم من  
لمعرب بخلاف النوافل سنة کانت او غیرها مانہ  
یأتی بالثناء والتعوذ فیہ کالاول لان کل شفع حصولہ  
عنقۃ ولذا یصلی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم فی الفعود الاول الخ نیز تراویح کا ذکر بالتخصیص بھی فقہائے کرام نے وضاحت  
سے فرمادیا۔ نور الایضاح، مراقی الفلاح، ماشیۃ الطحاوی ۲۳۹، کبریٰ ۳۵۹، تنویر الایضاح  
والمختار ۱۸۳ میں ۶۶۳ جلد ۱، بحوالہ ۶۶ جلد ۲، غایۃ الاوطار ۳۲۶ جلد ۱ میں ہے  
والنظم من التوسیر و یأتی الامام والقوم بالثناء فی  
کل سمع و سبمد علی التثہد الا ان یمل القوم جاتی  
بالصلوات مع تقدیر ۲۹ جلد ۱، کبریٰ ۳۵۹، بحوالہ ۶۹ جلد ۲، طحاوی ۳۵۹  
غلہ ۲۲۹ میں ہے۔ والنظم من المعنع لاسرکھا، ای الصلوۃ

ہا فرض او لا یسئلک السن للجماعات والنسب  
 مادے قاضی نان میں ہے و یأتی بالنسب فی کل شفع توشع واس کی طرح  
 ثابت ہوا کہ ہر شد پر درود ثریب اور ہر شفع کے اول میں ثار پڑھے البتہ جمعہ کی کبھی چار سنتوں  
 کا بھی بعض نے استثناء فرمادیا جو محققین نے رد فرما دیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علیہ حل مجبہ اتم و احکم  
 وصلى الله تعالى على حبيب واله وصحبه و بارئ وسلم۔

حررہ انعمیہ ابو الحیثم محمد نور الشاذلی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد ادا کئے جمعہ کے دو سنتیں  
 پہلے پڑھی جائیں یا چار پہلے پڑھی جائیں؟ ایک دو حوالہ بھی، زیادہ جھگڑا نہیں۔

السائل: مولانا علی محمد خطیب جامع مسجد یک نمبر ۲۱ فوجیا نوالمطلع ماہیوال



بعد از جمعہ ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک چار رکعتیں سنت میں جو ایک سلام کیساتھ  
 یعنی چار رکعتیں پڑھی جائیں اور امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ سے چار رکعتیں آئی ہیں لہذا چھ پڑھنی اچھی ہیں کہ چھ  
 میں چار بھی آجائیں گی مگر یوں پڑھے کہ چار پہلے ایک سلام کے ساتھ پڑھ لے اور بعد ازاں دو  
 پڑھے فقیر شرح فیہ ۳ میں ہے والا فصل ۱۱ بصلی اربعاً ثم رکعتیں  
 لمخروص عن الخلاف جالغ منافع ۲۵۰ جلد ۱ میں ہے قال ابو یوسف

سبحان یصلیٰ اربعاً شمس رکعتیں ۔  
 یہ دو حوالے ہیں مگر بہتر یہ ہے کہ فتوے کے لئے لغذہ ہو کہ سوال کے ساتھ جواب لکھا جائے  
 اور حدیث شریف بھی لکھی جاسکتی ہے اور مہر بھی ثبت ہو سکتی ہے۔

مقرہ الغفران الخیر محمد نور الشاہی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کہ ایک مسجد میں باقاعدہ فرض عشاء اور تراویح ادا کرنے  
 کے بعد ایمانیاں مسجد وتر باجماعت ادا کر رہے ہوں تو کیا وہ شخص جو فرض عشاء باجماعت ادا نہیں کر رہا  
 بلکہ ایسا فرض ٹپھ چکا ہے اس جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے؟ ایک مولوی صاحب نامائز بتاتے  
 ہیں۔ میں نے صغیری میں نکال دیا تھا اور ساتھ ہی عالمگیری اور کبیری کا حوالہ دے دیا تھا لیکن وہ اسی  
 عبارت کو جواب نے اپنے ہاتھ مبارک سے فقیر کو حرکت دے کر دکھائی تھی یعنی قسمستانی والی پیش کرتے  
 تھے تو میں نے کہہ دیا تھا کہ ان کی بات مقبزی نہیں، لیکن وہ کہتے ہیں کہ ان کی تائید علامہ شامی خود کر رہے  
 ہیں، تو حضور آپ ذرا بالوصاحت تحریر فرمادیں کہ واقعی وہاں علامہ شامی نے تائید کی ہے۔ بندہ یہاں  
 شامی میں دیکھ لے گا۔ صرف اتنی ہی بات کی ضرورت ہے

سائل: مولوی محمد محسن قصوری ۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۴۰۷ھ



جائز و شب و ریب شامل ہو سکتا ہے کہ ایسی جماعت وتر بالاتفاق جائز و مشروع ہے  
 و جماعت جائز و مشروع کے ساتھ نماز کرنا حکم قرآن کریم جائز ہے کہ اس جماعت کے نمازی کہیں

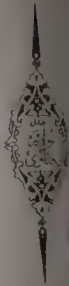


ہیں کہ وہ کسی مسئلہ کی کتابوں سے استناد کرتا ہے خصوصاً اسبابہ الی  
 سب سے ہمدی العمری راہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ زامیری کی نقل مقبلات فی نقل ہ  
 معارض نہیں کر سکتی جب تک کسی اور مستند نقل سے مضبوط ہو و مغل اس ہمدی  
 و نیکار عن نقل معنیہ مات المعانیہ الی ان قال  
 ما لم یعصده فعل من غیرہ تو ایکہ تستانی کا قول سب کا ہے  
 متوہد میں کیسے معتبر ہو سکتا ہے و چونکہ شامی اس کے متعلق صراحت یہ وضاحتیں کر چکے ہیں تو صرف  
 رد نہیں فرماتے کہ ان وضاحتوں کے بعد اس کی حرف نسبت ہی کافی رد ہے اور یہ یوں بھی رد  
 ہے کہ زیادہ سے زیادہ یہ تستانی کی ایک بحث بنے گی جو اطلاق و تقریر منقول کے خلاف ہے  
 والا کہ شامی علیہ رحمۃ التسلیم ہے کہ ایسی بحث اگر چہ ہیبت بڑے مستند کی جو غیر معتبر ہے۔ شامی  
 بعد میں فرماتے ہیں وقد قال العلامة فاسم لا عبرة  
 بابحاث شیخنا یعنی ابن الہمام اذا خالفت المنقول  
 تعجب ہے کہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ علامہ خود تائید کر رہے ہیں آپ نے دریافت  
 کرنا خاکہ وہ کونسا تائیدی جلد ہے۔ میری نظر میں شامی علیہ الرحمۃ نے ذرہ بھر بھی تائید نہیں کی بلکہ  
 شامی علیہ الرحمۃ کی تحریرات و تقریرات جو اقولہ لا نسائنہ سے (قولہ احم  
 صبحہ ذلک) تک میں ان پر نظر کی جائے تو مسئلہ زیر بحث خود واضح ہو جاتا ہے کہ وہ فرماتے  
 ہیں کہ جماعت تراویح جماعت فرض کے تابع ہے تو اگر فرض جماعت کے ساتھ ادا نہ کئے جائیں  
 تو تراویح جماعت کے ساتھ مشروع نہیں اور اگر فرض جماعت سے ادا کئے جائیں اور تراویح بھی  
 جماعت کے ساتھ پڑھی جائیں تو اکیلے فرض پڑھنے والا جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ سکتا ہے۔ اور  
 یہی جماعت وتر کے متعلق فرمایا کہ جماعت تراویح کے تابع ہے یعنی اگر جماعت تراویح جو تراویح جماعت  
 و تراویح تراویح جماعت کے ساتھ تراویح نہیں پڑھ سکا وہ اس جماعت وتر میں شامل ہو سکتا ہے اور  
 کہ لیت یہ بیان فرمائی کہ جماعت سے پڑھنے والوں کی جماعت مشروع تو یہ بھی اس مشروع  
 میں داخل ہو سکتا ہے کہ کوئی مانع نہیں فرماتے ہیں لاں حماہم مشروع  
 مسئلہ دخولہما معہم لعدم المعدور تو اس سے

فتاویٰ  
 مولانا  
 محمد  
 رفیع  
 صاحب  
 دہلی

صاحب مانت لکھیاں ہے کہ صورت وال میں اکیلا فرض پڑھے والا جماعت دتریں سال پر ہے کہ وہ جماعت والے فرض مشاء بھی جماعت سے پڑھ چکے ہیں اور ان کی یہ جماعت در مشاء ہے تو یہ بھی مشاء میں داخل ہو سکتا ہے لعدم المحدود بلکہ یہ قاعدہ لاں جامعہم منسوخہ فلہ اندخول فیہا بیکری تفرقہ کے صورت وال پر بچا آ رہا ہے نیز غلام شامی کی اس تقریر سے واضح کہ جماعت تراویح میں جو بلا واسطہ جماعت فرض کے تابع ہے، اکیلا فرض پڑھنے والا شامل ہو سکتا ہے اور جماعت دتر میں جو جماعت تراویح کے بلا واسطہ تابع ہے جماعت کے ساتھ تراویح نہ پڑھنے والا شامل ہو سکتا ہے تو جماعت دتر جو جماعت فرض کے بلا واسطہ تابع ہے اس میں اکیلا فرض پڑھنے والا کیوں نہیں شامل ہو سکتا؛ کیا تابع کا تابع خود تابع سے جو اس کا مقرب ہے بڑھ جائے گا؛ حل هذا الانحکاح۔

اور اگر بالفرض مولوی صاحب کی بات مان لی جائے تو اس سے بھی قسطنی کی بات منفری کبریٰ وغیرہا کی تفریح اور معتدات مذہبیہ کے اطلاق پر راجح نہیں ہو سکتی وذا واضح حدّا نیز منفری، کبریٰ میں جو از ثنویت کی مرتبہ صحیح ہے جو علامات اقرار سے ہے۔ منفری مثلاً طبع خجائی کے لفظ میں واذ لم یصل الفرض مع فیل لا یتبعہ فیہا ولا فی اسویر وکذا اذ لم یصل مع الترویج لا یتبعہ فی انوتر والصحیح انه یجوز ان یتبعہ فی دلت کلہ اور ایسے ہی کبریٰ میں بھی ہے تو ثابت ہوا کہ ثنویت جائز ہے اور اسی پر فتوے ہے بلکہ اگر بطریق تنزل سب سے چشم پوشی کرتے ہوئے دیکھا جائے تب بھی مرث لا ہم توانی تفریح نہیں کتب نفیہ میں "لا" بیسے حرام و مکروہ تحریمی کے لئے آتا ہے ایسی ہی مکروہ منفری اور غلات اولیٰ کہنے سے بھی بولا جاتا ہے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں اسی صفر کے ماشیہ پر و لا یصلی اسوتر و التطوع بمعماۃ حاتم بحر رمضان اس لا" سے صاحب در مختار اور شامی حرام نہیں سمجھ رہے بلکہ شامی علیہ الرحمۃ اس کو مرث غلات اولیٰ و مکروہ تفریح قرار دیتے ہوئے ص ۶۶۳ جلد میں فرماتے ہیں وہاں کا لصریح فی مہا کراہہ تنس مہینہ تو قول قسطنی میں بھی "لا" غلات اولیٰ کے لئے ہو سکتا ہے تو



یہ مسئلہ ہندوستانی کے حقوق میں ادلی ہے کہ واکعوامع الراکعبین اور دوسرے  
دولتی جواز کے مرتجع معصوم نہ بنے۔

بغیر ذکر ہر اسی مختصر تقریر سے ماہِ نیم ماہ و مہر نیم روز کی مانند واضح ہو گیا کہ صورتِ مذکورہ میں وہ شخص جماعتِ دتر میں شامل ہو سکتا ہے اور یہ شمول جائز و واسطے مجھے زیادہ فرصت نہیں دے سمس کی بکثرت کتب معتبرہ مذہبیہ سے اور بھی وضاحت کی جاتی، بہر حال طالبِ حق کے لئے یہی کافی اور غناد کی صورت میں دفتر بھی ناوانی۔

والله تعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم  
وصلّى الله تعالى على حبيبنا ووالدنا واصحابنا وبارك وسلم

عبد الفتاح البوالمخية محمد نور الله المنيسى غفرله

۴۴ رمضان المبارک ۱۴۴۷ھ

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ مسئلہ کہ رمضان پاک میں ایک آدمی  
فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے۔ بعد ازاں کیا وہ جماعت دتر میں شریک ہو سکتا ہے؟ بہاؤ شریعت  
میں ناجائز لکھا گیا ہے۔ بہاؤ شریعت کے یہ لفظ ہیں و نصہ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا  
نودتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے۔ اگر عشاء تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی نو دتر تنہا  
پڑھے (در المختار، رد المحتار) ۴

مستفتی : حضرت مولانا سید محمد صغیر شاہ صاحب جیکب لائن صدر کراچی

مؤرخہ ۳۱ مارچ رمضان المبارک ۱۳۷۸ھ



الجواب  
بسم الله الرحمن الرحيم

اس شامل ہوا ہے قرآن کریم میں ہے و رکعو مع رکعہ  
یہ دلوں کے ساتھ نماز پڑھو اس حکم سے ہر جماعت شروع میں شامل ہونا ضروری ہے  
جب کہ اگرچہ بعض اجماع و معانی الباری میں شروع ہے، مگر در شروح و فتاویٰ و حواشی پر  
مذہب مذہب میں ممانعت و رد و کشن کی طرح موجود ہے فتاویٰ عالمگیری جلد و غیرہ میں ہے  
و سر جماعتی و مصاف فقط علیہ اجماع المسلمین  
کذا فی التنبیہات قرآنیت مذکورہ کی رو سے مطلقاً شامل ہونا جائز ہو گیا و ریختی فقہائے  
کرام کی تصریحات اس لئے و تر جماعت بھی مطلق ہی میں اور مصنف اپنے اطلاق سے تمام افراد کا حکم ثابت کرنا  
ہے۔ جاہل غافل شخص کوئی فرد مخصوص نہیں ہو سکتا کہ اس میں فی اسفار المذہب  
لمذہب بائیں بیان۔

تحریر مختار رد المحتار مثلاً جلد میں جماعت و تر میں شامل ہونے کے بیان میں فرمایا  
جموعہ سی یوحید ما یقضى یحصیہ اور شامی مثلاً  
یعنی وہ کی صورت میں فرمایا جماعتہم منہ و عتہ فلا مدخل  
معہم معہم المصدور۔ اور کبریٰ وغیری میں باغضوں تعزیر توڑ بھی ہے وغیری  
کے یہ قضا ہیں و دہر فصل لمرض معہ قبل و بعد  
کہ دہر فصل معہ لمرض و بعد و بعد  
یعنی جس وقت فرض نام کے ساتھ پڑھے تو گناہ گار ہے کہ درود بھی و رکے  
ساتھ پڑھے اس کو فصل کے ساتھ بیان کر کے ضعیف بنا کر دمانے میں و اح  
حکم و فصل و فصل یعنی صحیح ہے کہ مفیدی و دونوں

اس نام کے ساتھ پڑھ سکتا ہے

اس عبارت سے یہ خاصات طور پر ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ نام نے ساتھ شامل نہ  
ہونے کا قول ضعیف دم و دو سہجہ و در و المتار میں تو وہ قطعاً ہے ہی نہیں اور شامی میں بھی قطعاً نہیں ہیں  
اسی میں قستانی سے آتا ہے **والمعنى المخصوص مع السبب**  
فی الوسع یعنی جب فرض نام کے ساتھ نہ پڑے تو ترجمہ نہ پڑے ؟ نیز خود شامی اس کے مطلب  
بیان کرتے ہیں کہ تراویح بھی پڑھے تو حکم ہے اور اگر تراویح جماعت کے ساتھ پڑھ لے تو پھر وتر پڑھنے  
میں کراہت نہیں اگرچہ تراویح دو ترکا اہم ایک نہ ہو و بصحیح یعنی اس کیوں قول  
**مما احتراز عن صلواتها معروفاً** اقلو  
**صالحاً** جماعۃ مع غیرہ مشم **صلی الوسع معہ لا کراہۃ**  
بفضل و کریم تعالیٰ سند کی واضح تصریحیں موجود ہیں لہذا شامی علیہ الرحمۃ کی طرح قول قستانی  
کی تاویل کرنی چاہئے اور یا علی علیہ الرحمۃ کی طرح ضعیف کہہ کے صحیح کے مقابلہ میں رد کیا جائے ورنہ  
پھر سے قستانی میں یہ تاب و تراں کہاں کہاں تصریحات کے مقابلہ میں اس کی بات قابل التفات  
ہے ؟ لہذا شامی عقود الدریہ جلد ۲ میں فرماتے ہیں **والقستانی کجبار سیل**  
**وحاطب السیل** بلکہ رد المحتار جلد ۶ اور ثلاثین جلد ۱ میں تصریح فرماتے ہیں کہ قستانی  
سے فرقہ دنیا جائز ہی نہیں بہت تک کہ منقول عنہ کا علم نہ ہو۔ فرماتے ہیں **لا یجوز الامتار**  
**مرہذہ** **الکتب الا ادا اعم المنقول عن الخ**

تجب تو یہ ہے کہ شامی علیہ الرحمۃ تو عبارت قستانی کی تاویل فرمائیں اور حکم جواز بلا کراہت  
ہاں مگر بعض حضرات ان کی طرف بھی نسبت عدم جواز شمول فرمائیں۔ یہ جواب نہایت مختصر ہے و تفصیل  
فی المناوہ۔

واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ حل محبہ ائمہ و احکام  
صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ و بارک و صلواتہ

عزہ العقیلہ ابراہیم محمد زکریا شامی مفتی

# الاستفتاء

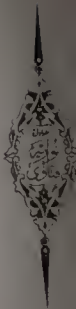
ایک نمازی نے عشاء کے فرض کی جماعت میں شمولیت نہیں کی اور دیر کے بعد آیا ہے جس  
وجہ سے اس کی جس تراویح دہ پوری ہوئیں ، بعد میں نماز وتر شروع ہو گئی ۔ وہ وتر کی جماعت کے ساتھ  
پڑھ سکتا ہے یا کہ نہیں ؟ تراویح باقی ماندہ وتر کی جماعت سے پہلے پڑھے یا باجماعت نماز وتر پڑھ کر  
تراویح پڑھے ؟

سفتے ، میاں محمد رمضان از حج و شہ مقیم

مؤرخہ ۵۹ - ۲ - ۲۶



جو نمازی فرض عشاء را دکر چکا ہے اور تراویح میں رکعتیں پوری نہ کیں تو وہ جماعت وتر میں شامل ہو سکتا  
ہے کسی دلیل شرعی سے اس کی مخالفت نہیں بلکہ قرآن کریم اور حدیث پاک سے جواز ثابت ہے کہ مسیاتی  
فی الجواب المشافی ان شاء اللہ تعالیٰ اور کتاب فقہ حنفی سے بھی صاف ثابت ہے  
نور الایضاح مطبوع مع الشرح مشتمل ۲۴ میں ہے بصرہ تقدیم الوتر علی التراويح  
فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶۱ ، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۶۱ میں ہے واذا فاتت مروحة  
او مروحة فاستغسل بها يعمون الوتر بالجماعة  
يشغف بالوتر ثم يصل ما فات من التراويح  
بہ کان یفتی الشیخ الامام الاستاذ ظہیر الدین عینی جب نمازی  
سے ایک ترویج (چار رکعت تراویح) یا دو ترویج جماعت سے رہ جائیں پس اگر وہ پوسے کہنے لگے



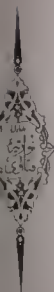
و جماعت وتر کے رہتا ہے تو وہ وتر باجماعت پڑھے۔ بعد ازاں رہے جو کہ ترویج کے پورے شیخ  
امام ظہیر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہی فتوے تھا۔

فتاویٰ دیگر ص ۱۷۱ جلد ۱، طحاوی ص ۱۲۱، بحر الرائق ص ۲۰۲، تنزیہ ص ۱۰۰، در شامی ص ۶۶

میں ہے والمضم من السندية و اذا صلى مع شيئا من  
لروحه او لم يدرك شيئا منها او صلها مع غيره  
ن يصل الوتر معه هو الصحيح كذا في القنبه  
یعنی جس وقت امام معتین کے ساتھ کچھ ترو تکھے پڑھے یا کوئی ترویج بھی نہیں پڑھ سکا یا کسی دوسرے امام  
کے ساتھ پڑھ آیا ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ اس امام معتین کے ساتھ وتر پڑھے۔ یہی صحیح  
تقریباً ص ۱۷۱ میں ہے وهو الصحيح ذكره ابو الليث وكذا قال ظهير الدين  
لمرغيناني يعني هي صحيح بے حضرت امام ابو الليث نے یہ ذکر فرمایا ہے اور یونہی حضرت  
ظہیر الدین مرغینانی نے فرمایا ہے، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما۔

اور جب جماعت وتر میں شامل ہو گیا تو باقی ماندے ترو تکھے فارغ ہو کر بھی پڑھے گا۔ اور اس میں  
کوئی حرج نہیں کہ ترو تکھا کا وقت فرض عشاء کے بعد صبح صادق تک وتر کے پہلے اور پیچھے ہے بحر الرائق  
ص ۱۲۱ جلد ۱، بحر الرائق ص ۲۰۲ میں ہے والنظم من الكسر بعد  
العشاء قبل الوتر و بعده، یہی صحیح ہے تبیین الحقائق ص ۱۷۱ جلد ۱، ہندیہ ص ۱۷۱  
جلد ۱، کفایہ ص ۱۷۱، قاضی خان ص ۱۷۱ میں ہے والنظم من السندية  
والصحيح ان وقتها ما بعد العشاء الى طلوع الفجر  
قبل الوتر و بعده یہی زیادہ صحیح ہے۔ ہدایہ، فتح القدیر، غنیۃ مشاء جلد ۱، المختار،  
شامی ص ۶۶ جلد ۱، یعنی علی اکثر مسائل میں ہے والنظم من الهداية والاصح  
ن وقتها بعد العشاء الى اخر الليل قبل الوتر و بعده  
میر وغیرہ میں ہے وهو المختار کہ یہی پسندیدہ ہے وامتہ اعم۔

عزہ الفقیر ابو الخیر محمد نور الشافعی فخرہ



# الاستفتاء

بر نمازی فرض عشا کی جماعت کے ساتھ فرض نہ چھوے آبادہ وتر کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھے  
اور اگر کہتا ہے یا کہ نہیں ؟

تفتی : محمد رمضان دوکاندر جھڑ شاہ قسیم  
۲۹-۳-۵۹



جب امام حسب دستور جماعت فرض عشا اور تراویح کرانے کے بعد وتر باجماعت پڑھنے کے  
تو وہ نمازی جو فرض عشا کی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا اور کیلا پڑھ چکا ہے جماعت وتر میں شامل ہو سکا  
ہے کہی آیت یا حدیث یا ہمارے کسی امام کے قول میں اس سے ممانعت نہیں آئی اور بلا ممانعت شرعی  
کوئی شخص ممنوع نہیں ہو سکتا بلکہ ایسی جماعت وتر باجماعت جواز و مشروع ہے و جماعت مشروع میں شامل ہونا  
جبکہ کوئی دلیل خاص منع نہ کرے یقیناً جائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے وَاذْكُرُوا مَعَهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ  
یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو اور حدیث پاک میں ہے دَعَا مَعَهُ صَلَوةً  
فَعَلَيْكُمْ السَّكِينَةُ فَمَا اَدْرَاكُمْ فَمَصَلُوهُ وَمَا سَدَفَكُمْ فَاَسْمُو  
یعنی جس وقت جماعت نماز کے لئے آؤ تو امام سے آؤ (یعنی دوڑ کر نہ آؤ) پس جس قدر امام کے ساتھ پاؤ  
پڑھ لو اور جس قدر رکعتیں پوری کرو؟ (بخاری ص ۸۵ ج ۱، مسند ۲۳ ج ۱ عن ابی قتادہ  
مرفوعاً) علامہ نووی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں سورۃ صافات ص ۱۰۰ مرفوعاً و غیرہ

ترس محکم جہد و دوسری سب نمازیں برابر ہیں " نیز حدیث پاک میں ہے "ما جعل  
 امام لمؤتم" یعنی امام ترغابنا یا کسی اس لئے کیا ہوا کہ اس کی پیروی کی جائے اور ہاتھ بٹائی ہو  
 ۹۶۹ ہجری ۱۵۵۸ء بمطابق ۱۷۱۷ء م مؤمنین لصدفہ بنت صدیق  
 و من رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

نیز جب حضرت سیدنا ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ برائوں کی جماعت  
 نماز میں شامل ہو یا نہ، تو فرمایا: "صلوۃ احسن ما بعمل الناس  
 حد احسن للناس" احسن معہم "یعنی نماز لوگوں کے سب کا ہونے  
 سے اچھی ہے تو جب لوگ چھاکم کریں تو تم بھی شامل ہو جاؤ" (رواہ البخاری و مشکوٰۃ  
 عن عبید اللہ بن عدی)

یہ حدیث و حدیث اپنے علوم و اطلاق سے سب نمازوں کی جماعتوں میں سب صورتوں میں جبکہ  
 مشروع و جائز ہوں اجازت شمول سے رہی ہیں۔ یہیں سے علامہ شامی رحمہ اللہ میں فرماتے ہیں  
 "ان جماعتهم مشروعة فله الدخول فيها معهم لعدم  
 المحذور۔ یعنی بے شک ان (جو پہلے فرض جماعت کے ساتھ چڑھ چکے ہیں) کی یہ (جماعت  
 تراویح) جماعت مشروع ہے تو وہ (جو پہلی جماعت میں شامل نہیں ہو سکا) اس جماعت میں ان کے ساتھ داخل  
 ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں۔

انہی آیت و احادیث کی اجازت سے جب ایک ہی نماز کی پہلی رکعت یا رکعتوں کے وہ جانے کی صورت  
 میں دوسری یا تیسری یا چوتھی رکعت میں جماعت کے ساتھ شامل ہونا جائز ہے حالانکہ ایک نماز کی رکعتوں میں  
 تنبہ نہایت ضروری ہوتی ہے تو دوسری یا تیسری نماز میں شامل ہونا کیوں نہ جائز ہوگا؟ لہذا تمام متون و  
 روایات و فتاویٰ سے جو خوشی مذہب مذہب میں مطلقاً ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں و تراویح جماعت ادا کئے جائیں  
 طبعاً و تدبیراً و غیراً میں ان جماعت کی تعزیر جمیل ہے اور یہی تقاضا ہے احکامات عبارات مذہب و غیرہ  
 سے جو جواب اول میں لڑیں کہ جو ساری یا بعض تراویح جماعت کے ساتھ چڑھ سکے وہ جماعت و تراویح مل  
 جائے گا سب عبارات اپنے اطلاق سے ایکے فرض وائے کو بھی شامل ہیں اور المطلق محسوس

مطلوبہ فلاح و سعادت کے لیے ہی، تو باوجود یہ کہ وہ سہ نیم درجہ صریح و جہد پر عمل کر کے جس پر  
 دوزخ میں شامل ہو سکتا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوا کہ استدراک قنستانی، لکھنؤ، ص ۱۰۰  
 مصل العرص مع لا یمنعہ فی السور کی کوئی وقعت ہی نہیں بلکہ یہ  
 استدراک بعد از تعصیح عبارت مذکورہ مجتوزہ علی الاطلاق اکمال فعلہ التسامیٰ ہی بتا رہا ہے کہ  
 خود اس کی نظر میں ہی وہ اطلاقی مفید جواز ہے تب ہی تو تعصیح کے بعد، لیکن "سے ضرورت استدراک مرکب  
 کی بگڑانے والی قاہرہ ذابہرہ مذکورہ کے سامنے ایک استدراک بے دلیل اور وہ بھی قنستانی جیسے غیر متہ  
 کا کیے قابل التفات بن سکتا ہے؟ لہذا شامی علیہ الرحمۃ نے اس کی قطعاً کوئی تائید نہیں کی بلکہ نسبت اسے  
 انقستانی سے تضعیف فرمادی کہ شامی ان کے متعلق عقود الدررہ ص ۲۵۷ جلد ۲ میں فرماتے ہیں کہ اس سے  
 فتوے دنیا جائز ہی نہیں، فرماتے ہیں لا یجوز الاختار من ہذہ الکتب الا  
 اذا علم المنقول عنہ۔

پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ قنستانی میں عدم جواز یا کراہت تحریری کی تصریح نہیں بلکہ صرف "کا  
 سبتہ" ہی ہے حالانکہ ایسی عبارتیں فقہائے کرام کے کلام میں جائز بلکہ مستحب شے تک بھی موجود  
 ہیں۔ دیکھئے ناز میں فاتحہ شریف کے بعد سورت کے اول میں بسم اللہ شریف کا پڑھنا تقیاً جائز بلکہ مستحب ہے  
 مگر فقہائے کرام کی عبارات میں "لا یشی" اور "لا یأخ" آیا ہے تو واضح ہوا کہ یہ عبارت عدم جواز  
 یا کراہت کی نہیں ہیں؛ والقصیل فی الفساوی الرضویہ ص ۲۰۰ جلد ۳، تو اس کی وجہ سے  
 آیت و روایت و کتب مذہب کے احکامات جو مفید جواز ہیں کیوں ترک کئے جائیں؟ پھر تعجب ہے کہ امام اہنت  
 علیہ صلت علیہ الرحمۃ نے احکام شریعت ص ۱۹۰ جلد ۳ میں تصریح فرمادی کہ اس میں کراہت تحریر کی کوئی وجہ نہیں  
 ظاہر کہ کراہت تنزیہ ہے تو اتنا شور کیوں برپا کیا جاتا ہے؟ اور عدم جواز کے فتوے دئے جاتے ہیں۔ یہی  
 کراہت تنزیہ تو وہ بھی علم ہدایت کے نزدیک بقول شامی ہی ہے حالانکہ شامی ہی تصریح کرتے ہیں جسے  
 اعلیٰ حضرت بھی پسند کرتے ہیں کہ کراہت تنزیہ بھی دلیل نام کے بغیر ثابت نہیں ہو سکتی اور وہ جواز کے خلاف  
 بھی نہیں کہ ماہو مسبین فی الشامیہ و الفساوی الرضویہ تو معلوم  
 عہ نقذے رضویہ ج ۱ میں ہے کہ کراہت کے لئے اگرچہ تحریری ضرور دلیل کی حاجت ہے، "نیز وہ" ج ۱ میں معلوم اس کے

لمسحب لا یوجب کراہۃ التمریۃ کما حقیقہ فی البحر والشمایہ وغیرہما؟ مغلغلہ

ہر کس سے فرض عشا کی جماعت رہ گئی اور اکیسے ادا کئے وہ جماعت و تہ میں شامل ہو سکتا ہے اس میں کوئی گناہ نہیں بلکہ آیت و حدیث اور احکام فقہیہ کی پیروی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب  
الاعظم والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عزیز الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ میمنی غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین پنج اس مسئلہ کے کہ ایک شخص عشا کے فرضوں کی جماعت سے رہ جاتا ہے پھر کیا فرض پڑھ کر نماز تراویح میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ چند رکعت تراویح بھی رہ جاتی ہیں، آیا وہ امام کے ساتھ نماز باجماعت و تراویح ادا کر سکتا ہے یا کہ نہیں؟ اس کی مکمل نوعیت سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں۔

آپ کا خادم مولوی محمد حسین امام مسجد موضع قادر آباد



اے دو تراجماعت ادا کر سکتا ہے۔ قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے وارکعوا مع براکعبین یعنی نماز ادا کرنے والوں کے ساتھ نماز ادا کرو؟ اور بھی نماز باجماعت ادا کرنا سے تو تراجماعت ادا کرنے والوں امام اور مقتدیوں کے ساتھ یہ بعد میں آنے والا بھی اس آیت پس کے نماز سے اس جماعت میں شامل ہو سکتا ہے اور فقہائے کرام نے بھی یہ لکھا ہے۔ صغیری تاجیر لکھتے ہیں ہے والصحیح انہ یجوز ان یسبغوا یدہ



یہ ہیں جس سے دوسرا تراویح امام سے ساتھ دار نہ گئے وہ امام سے ساتھ دار نہ گئے اس لیے اس سے  
منازکے اور بریں ہے

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
وصحبہ وبارک وسلم

مفت محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

۲۵ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۲۰۶۶-۲۰۱۶

## الاستفتاء

بخدمت جناب حضرت قید نقیہ العظمیٰ ابو الخیر محمد نور اللہ النعمانی صاحب  
جناب عرض یہ ہے، ایک شخص نے فرض کی نماز یا جماعت نہیں پڑھی مگر تراویح جماعت کیا تو  
ادائی، آیا وہ شخص وتر کی نماز یا جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے  
میں؟ کتاب کا نام اور صفحہ بھی لکھ دیں تاکہ اگر کسی شخص کو ضرورت ہو کتاب منگو کر دیکھ سکیں۔ آپ کی  
عین نوازش ہوگی اس مسئلہ کا جواب مہربانی سے ماہ رمضان شریف میں پہنچ جائے ضرور تاکید ہے  
میرا پتہ: مقام پک ۱/۱۴۷، ایل تحصیل و ضلع ساہیوال ڈاک خانہ پک ۱/۱۴۷، ایل بنگلہ ٹائی دلا  
محرم الشہ روم جٹ جو یا کے بارے



اس وہ شخص بھی وتر یا جماعت پڑھ سکتا ہے قرآن کریم کے پہلے ہی پارے میں ہے و  
ادھو اللہ اللہ اللہ یعنی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو" اس آیت سے

بار باریت پر ثبات ہے تو دربار باریت پر ہے والوں کے ساتھ بھی تو پڑھنا عتبات ثابت ہو گیا اور صغیری ص ۲۱ میں ہے و لصحیحہ اہـ محو ر ن سیب ف د لک کہہ یعنی جس نے فرض یا تراویح امام کے ساتھ پڑھے وہ امام کے ساتھ تو پڑھ سکتا ہے اور تفصیل فتاویٰ نوریہ میں ہے

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب العالمين  
وہ وصحب وبارک وسلم

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور الشانی غفرلہ

۲۲ رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ ۲۰۱۰-۹۷

## الاستفتاء

نوٹ: حضرت مولانا حافظ القاری محمد رحمت علی صاحب المدنی نے والا نامہ مدینہ طیبہ سے ارسال فرمایا جس میں سوال ذیل بھی تھا:-

قبلہ ایک چیز دریافت کرنی ہے وہ یہ ہے کہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو نظر یا عصر یا عشاء کی سنتوں میں کٹھنی نیت کر کے پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ یعنی پڑھے چار اور نیت آٹھ کی کر لے اور پڑھے چار یا عیدہ یعنی پڑھے اور وضو اور مسجد کے تو چار کی نیت سے دو پڑھے۔ شاید آپ نے ایک دفع فرمایا تھا اب خدا اس کی وضاحت طلب ہے کسی سے کوئی بات اور جھگڑا نہیں ہوا صرف اپنے فائدہ کے لئے پوچھا ہوں کہ یہ کیا تو بہت بڑا فائدہ تحیۃ المسجد اور طہارت الوضو پڑھنے میں ہے۔ فقیر تو بلا کے پڑھ لیتا ہے مگر بعض لوگ عیدہ پڑھتے ہیں مجھے خیال ہوا کہ شاید میں غلطی پر ہوں تو بہت بڑا نقصان سے

سائل :

مولانا حافظ محمد رحمت علی صاحب المدنی

۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۸۶ھ ۲۵/۴/۲۰۰۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الجواب**  
 أَنَّهُ لَا يَجْعَلُ فِي الْقَوْلِ الْفِتْنَةَ

بیشبہ نامہ تجیہ مسجد بامور بہا ہے حضرت ابوتقوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ بے شک رسول  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَبْ  
 رُكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ رواہ مسلم مشۃ جلد ۱۱ والاحسان دیث فی  
 حُدِّدَ الْمُعْصِي شَمِيرَةٌ مَكْرِيَّةٌ اِمْرُؤُورِ كَعِ زَوْدِي كَعِ وَجُوبِ كَعِ نَبِيں۔ فتح ابابری شرح  
 بخاری مشۃ جلد ۱، یعنی عہد بخاری مشۃ جلد ۲ میں ہے و النظم لابن حجر علیہ الرحمة  
 اتفق ائمة الفتوى على ان الامس في ذلك للسند ب. ترجمہ مسجد واجب  
 نہیں بل سنت ہے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح مسلم مشۃ جلد ۱ میں فرماتے ہیں مسندہ مباح جماع  
 المسلمین۔ ہمارے سب فقہائے کرام معتقدات کتب مذہب میں فرماتے ہیں کہ سنت ہے شامی  
 مشۃ جلد ۱ میں ہے قد حکى الاجماع على سنيتها۔ پھر یہ سنت بھی مستقل  
 سنت نہیں کہ اس کا علیحدہ بنیت سنت پڑھا ضروری ہو یا صرف مطلق نماز کی نیت سے استقلالاً ضروری  
 ہو بلکہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "مرکعتین" کا حکم فرمایا ہے اور "مرکعتین"  
 نکرہ ہے تو یہ نماز جو دو رکعت پر مشتمل ہو فرض ہو یا سنت، ادا ہو یا قضاء اس کے پڑھنے سے "رکعتین"  
 کا پڑھنا صادق جائے گا اور تعیل ارشاد ہو جائے گی اگر ترجمہ مسجد کی بھی نیت ذکر کرے۔ نووی شرح صحیح مسلم  
 قسطلانی شرح بخاری مشۃ جلد ۱ میں ہے و النظم للنووی ولا يشترط ان سوى  
 المسجد بل متكفـركعتان من فرض او سنند راتبة وغیرها  
 کتاب الفقہ فی مذاہب الاربعہ مشۃ جلد ۱ میں ہے وینوب عن تحية المسجد

عہد ائمہ و انظار مشۃ جلد ۱۵ قاعدہ ثامنہ میں ہے لو دخل المسجد وعلى فرض و امره

دخله من المسجد ۱۰ منه عمليه

من مصلوہ دات دکوہ و سجدو یصلہا عند دخولہ  
 مرقاۃ نزع شکوۃ جلد ۱۹ میں ہے مسجد المسجد او ما يقوم مقامها  
 من مصلوہ فرض او مسجد بحر الرائق جلد ۲ مطہاوی، مرقاۃ اذخارج، نور المیساو جلد ۲  
 شامی، و المختار، تنزیل البہار جلد ۱۳ جلا وغیرہ میں ہے والنظم من لم یسجد وحده  
 قالوا ان کل صلوۃ صلاہا عند دخولہ فرضا و سنتہ  
 ماہا نفوم مقام التحیۃ بلانیۃ کما فی المدائیم  
 وغیرہ۔ نیز اس کی ایک وجہ یقین قائم ہے یہ بیان فرمائی کہ تحیۃ المسجد سے مطلوب تنظیم مسجد ہے کہ  
 مسجد میں داخل ہوتے ہی مسجد کے رب جل و علا کی وہ خاص عبادت، و اکی جائے جس کے لئے کھڑائی تھی۔  
 نووی شامی و صاحب بحر الرائق، صاحب نور الایضاح وغیرہم حضرات نے اپنے اپنے انداز میں اس کو  
 بیان فرمایا مگر مجھے حضرت امام غزالی کے وہ کلمات بہت پسند ہیں جو احیاء العلوم جلد ۱ میں فرماتے  
 و ان اشغل بفرض او قضاء تأدی بہ التحیۃ و حصل  
 الفصل اذا المقصود ان لا یخلو ابتداء دخولہ عن السجدة  
 لعاصۃ بالمسجد قیاماً بحق المسجد، و وجب برنماز ادا کرنے  
 کے ساتھ جا نیت تحیۃ المسجد ادا ہو جاتا ہے تو اگر اس نماز کی نیت کے ساتھ تحیۃ المسجد کی نیت بھی کرے تو بطریق  
 اولیٰ ادا ہو جائے گا۔ امام نووی اور قسطلانی فرماتے ہیں والنظم للقسطلانی و تحصل  
 یفرض او یفعل الاخر سواء نوبت معہ ام لا لان المقصود وجود  
 صلوۃ قبل العیالوں وقد وجبت بما ذکر ولا یصرہ  
 ب تنحیۃ لانہا سنتہ غیر مقصودۃ بخلاف نیتہ فرض  
 و سنتہ مقصودۃ ملا تھم۔ شامی میں ہے لان العریضۃ اذا قام  
 مقام النسیۃ و حصل المقصود بہا لم یبق التحیۃ معلقۃ  
 لان المقصود بتطہیر المسجد باہی صلوۃ کانت ولا یؤمر



و بعد احد ریناس فرض واجب وغیرہ کی سب رکعتیں ہی تحیۃ المسجید بھی بن جاتی ہیں۔ یہ اس  
نے کہ حدیث پاک میں "تجو رکعتیں" فرمایا ہے تو یہ کہ کہ حدیث یعنی تحیۃ المسجید رکعتیں سے کہ نہیں ہو سکتا کہ  
صرف ایک رکعت نماز نہیں اور زیادتی کی جانب میں حد نہیں کرتیں یا پھر تحیۃ المسجید بن سکیں۔ فتح  
اباری ص ۴۲ جلد ۱ حصہ ۱، الباری ص ۳۰ جلد ۲ میں ہے والنظر لہ ولا منادی ھد  
بافل من رکعتین لان هذا العدد لا معہوم لا کثرہ واحصاف  
واعلہ والصحب اعتبارہ

بہر حال داخل مسجد جو نماز بھی پہلے پڑھے اس سے تحیۃ المسجید واجب جاتا ہے نیت کرے یا نہ مگر  
خبر یہ ہے کہ تحیۃ المسجید کی ادائیگی کا ثواب نیت پر موقوف ہے۔ اگر نیت تحیۃ المسجید کرے تو اس حدیث  
پاک پر بھی عمل کا ثواب ملے گا اور اگر نیت نہ کرے تو فقط نماز کا ثواب ہوگا اور اس حدیث پر عمل کا ثواب  
نہیں ہوگا کیونکہ حدیث صحیحہ میں ہے انما الاعمال بالنیات اور یہ بھی ہے انما  
لامرئی ما نولہ۔ ثامی ص ۲۶ جلد ۱ ابن حجر علیہ الرحمۃ سے مع تقریر سے بسقط طلہا  
بذلك اما حصول ثواب فالوجه توقفہ علی النیۃ لحدیث  
انما الاعمال بالنیات۔ کتاب الفقہ ص ۲۴ جلد ۱ میں ہے ویحصل ثوابہا  
ان نولہا مع تلك الصلوۃ والا فلا۔

دہرہ روال کہ تحیۃ المسجید صلوٰۃ مستونہ ہے تو اسے فرض سے کس طرح ادائیگی تو اس کی وجہ بیان ہوگی

عہ قال مولانا علی القاری علیہ رحمۃ اللہ الباری فی شرح الحصن الحصین ص ۲۸ فی شرح  
"من یصلی رکعتین" (من حدیث صلوٰۃ تحیۃ المسجید) اما فرمنا اولاً وقضاء او سنة او بغیر  
وسن للمسجد صلوٰۃ علی عہدہ تسمی تحیۃ للمسجد علی ما یتوہمہ العامة بل المقصود  
اشلا بعد دخولہا فی المسجد وهذا لوقوعہا فی بیئہ ودخل المسجد یصلی رکعتین مستند  
العمر مثلاً فقد اقی بشکر البیرونی تحیۃ المسجد واداء سنة الصبح ملوکاً وقت المکروہ لتزیدی فیصل  
نما ان کان غیبہ والا فلیصل سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ ولائک أكبر عملاً بقوله صلی اللہ  
علیہ وسلم واداء امریکم بیا من الجنة ما رعی واداء ما قال فی المہربات ص ۳۲۶ جلد ۱ فی کتاب الطہارۃ  
ص ۱۵۵ ص ۱۵۶ ص ۱۵۷ ص ۱۵۸ ص ۱۵۹ ص ۱۶۰ ص ۱۶۱ ص ۱۶۲ ص ۱۶۳ ص ۱۶۴ ص ۱۶۵ ص ۱۶۶ ص ۱۶۷ ص ۱۶۸ ص ۱۶۹ ص ۱۷۰ ص ۱۷۱ ص ۱۷۲ ص ۱۷۳ ص ۱۷۴ ص ۱۷۵ ص ۱۷۶ ص ۱۷۷ ص ۱۷۸ ص ۱۷۹ ص ۱۸۰ ص ۱۸۱ ص ۱۸۲ ص ۱۸۳ ص ۱۸۴ ص ۱۸۵ ص ۱۸۶ ص ۱۸۷ ص ۱۸۸ ص ۱۸۹ ص ۱۹۰ ص ۱۹۱ ص ۱۹۲ ص ۱۹۳ ص ۱۹۴ ص ۱۹۵ ص ۱۹۶ ص ۱۹۷ ص ۱۹۸ ص ۱۹۹ ص ۲۰۰ ص ۲۰۱ ص ۲۰۲ ص ۲۰۳ ص ۲۰۴ ص ۲۰۵ ص ۲۰۶ ص ۲۰۷ ص ۲۰۸ ص ۲۰۹ ص ۲۱۰ ص ۲۱۱ ص ۲۱۲ ص ۲۱۳ ص ۲۱۴ ص ۲۱۵ ص ۲۱۶ ص ۲۱۷ ص ۲۱۸ ص ۲۱۹ ص ۲۲۰ ص ۲۲۱ ص ۲۲۲ ص ۲۲۳ ص ۲۲۴ ص ۲۲۵ ص ۲۲۶ ص ۲۲۷ ص ۲۲۸ ص ۲۲۹ ص ۲۳۰ ص ۲۳۱ ص ۲۳۲ ص ۲۳۳ ص ۲۳۴ ص ۲۳۵ ص ۲۳۶ ص ۲۳۷ ص ۲۳۸ ص ۲۳۹ ص ۲۴۰ ص ۲۴۱ ص ۲۴۲ ص ۲۴۳ ص ۲۴۴ ص ۲۴۵ ص ۲۴۶ ص ۲۴۷ ص ۲۴۸ ص ۲۴۹ ص ۲۵۰ ص ۲۵۱ ص ۲۵۲ ص ۲۵۳ ص ۲۵۴ ص ۲۵۵ ص ۲۵۶ ص ۲۵۷ ص ۲۵۸ ص ۲۵۹ ص ۲۶۰ ص ۲۶۱ ص ۲۶۲ ص ۲۶۳ ص ۲۶۴ ص ۲۶۵ ص ۲۶۶ ص ۲۶۷ ص ۲۶۸ ص ۲۶۹ ص ۲۷۰ ص ۲۷۱ ص ۲۷۲ ص ۲۷۳ ص ۲۷۴ ص ۲۷۵ ص ۲۷۶ ص ۲۷۷ ص ۲۷۸ ص ۲۷۹ ص ۲۸۰ ص ۲۸۱ ص ۲۸۲ ص ۲۸۳ ص ۲۸۴ ص ۲۸۵ ص ۲۸۶ ص ۲۸۷ ص ۲۸۸ ص ۲۸۹ ص ۲۹۰ ص ۲۹۱ ص ۲۹۲ ص ۲۹۳ ص ۲۹۴ ص ۲۹۵ ص ۲۹۶ ص ۲۹۷ ص ۲۹۸ ص ۲۹۹ ص ۳۰۰ ص ۳۰۱ ص ۳۰۲ ص ۳۰۳ ص ۳۰۴ ص ۳۰۵ ص ۳۰۶ ص ۳۰۷ ص ۳۰۸ ص ۳۰۹ ص ۳۱۰ ص ۳۱۱ ص ۳۱۲ ص ۳۱۳ ص ۳۱۴ ص ۳۱۵ ص ۳۱۶ ص ۳۱۷ ص ۳۱۸ ص ۳۱۹ ص ۳۲۰ ص ۳۲۱ ص ۳۲۲ ص ۳۲۳ ص ۳۲۴ ص ۳۲۵ ص ۳۲۶ ص ۳۲۷ ص ۳۲۸ ص ۳۲۹ ص ۳۳۰ ص ۳۳۱ ص ۳۳۲ ص ۳۳۳ ص ۳۳۴ ص ۳۳۵ ص ۳۳۶ ص ۳۳۷ ص ۳۳۸ ص ۳۳۹ ص ۳۴۰ ص ۳۴۱ ص ۳۴۲ ص ۳۴۳ ص ۳۴۴ ص ۳۴۵ ص ۳۴۶ ص ۳۴۷ ص ۳۴۸ ص ۳۴۹ ص ۳۵۰ ص ۳۵۱ ص ۳۵۲ ص ۳۵۳ ص ۳۵۴ ص ۳۵۵ ص ۳۵۶ ص ۳۵۷ ص ۳۵۸ ص ۳۵۹ ص ۳۶۰ ص ۳۶۱ ص ۳۶۲ ص ۳۶۳ ص ۳۶۴ ص ۳۶۵ ص ۳۶۶ ص ۳۶۷ ص ۳۶۸ ص ۳۶۹ ص ۳۷۰ ص ۳۷۱ ص ۳۷۲ ص ۳۷۳ ص ۳۷۴ ص ۳۷۵ ص ۳۷۶ ص ۳۷۷ ص ۳۷۸ ص ۳۷۹ ص ۳۸۰ ص ۳۸۱ ص ۳۸۲ ص ۳۸۳ ص ۳۸۴ ص ۳۸۵ ص ۳۸۶ ص ۳۸۷ ص ۳۸۸ ص ۳۸۹ ص ۳۹۰ ص ۳۹۱ ص ۳۹۲ ص ۳۹۳ ص ۳۹۴ ص ۳۹۵ ص ۳۹۶ ص ۳۹۷ ص ۳۹۸ ص ۳۹۹ ص ۴۰۰ ص ۴۰۱ ص ۴۰۲ ص ۴۰۳ ص ۴۰۴ ص ۴۰۵ ص ۴۰۶ ص ۴۰۷ ص ۴۰۸ ص ۴۰۹ ص ۴۱۰ ص ۴۱۱ ص ۴۱۲ ص ۴۱۳ ص ۴۱۴ ص ۴۱۵ ص ۴۱۶ ص ۴۱۷ ص ۴۱۸ ص ۴۱۹ ص ۴۲۰ ص ۴۲۱ ص ۴۲۲ ص ۴۲۳ ص ۴۲۴ ص ۴۲۵ ص ۴۲۶ ص ۴۲۷ ص ۴۲۸ ص ۴۲۹ ص ۴۳۰ ص ۴۳۱ ص ۴۳۲ ص ۴۳۳ ص ۴۳۴ ص ۴۳۵ ص ۴۳۶ ص ۴۳۷ ص ۴۳۸ ص ۴۳۹ ص ۴۴۰ ص ۴۴۱ ص ۴۴۲ ص ۴۴۳ ص ۴۴۴ ص ۴۴۵ ص ۴۴۶ ص ۴۴۷ ص ۴۴۸ ص ۴۴۹ ص ۴۵۰ ص ۴۵۱ ص ۴۵۲ ص ۴۵۳ ص ۴۵۴ ص ۴۵۵ ص ۴۵۶ ص ۴۵۷ ص ۴۵۸ ص ۴۵۹ ص ۴۶۰ ص ۴۶۱ ص ۴۶۲ ص ۴۶۳ ص ۴۶۴ ص ۴۶۵ ص ۴۶۶ ص ۴۶۷ ص ۴۶۸ ص ۴۶۹ ص ۴۷۰ ص ۴۷۱ ص ۴۷۲ ص ۴۷۳ ص ۴۷۴ ص ۴۷۵ ص ۴۷۶ ص ۴۷۷ ص ۴۷۸ ص ۴۷۹ ص ۴۸۰ ص ۴۸۱ ص ۴۸۲ ص ۴۸۳ ص ۴۸۴ ص ۴۸۵ ص ۴۸۶ ص ۴۸۷ ص ۴۸۸ ص ۴۸۹ ص ۴۹۰ ص ۴۹۱ ص ۴۹۲ ص ۴۹۳ ص ۴۹۴ ص ۴۹۵ ص ۴۹۶ ص ۴۹۷ ص ۴۹۸ ص ۴۹۹ ص ۵۰۰ ص ۵۰۱ ص ۵۰۲ ص ۵۰۳ ص ۵۰۴ ص ۵۰۵ ص ۵۰۶ ص ۵۰۷ ص ۵۰۸ ص ۵۰۹ ص ۵۱۰ ص ۵۱۱ ص ۵۱۲ ص ۵۱۳ ص ۵۱۴ ص ۵۱۵ ص ۵۱۶ ص ۵۱۷ ص ۵۱۸ ص ۵۱۹ ص ۵۲۰ ص ۵۲۱ ص ۵۲۲ ص ۵۲۳ ص ۵۲۴ ص ۵۲۵ ص ۵۲۶ ص ۵۲۷ ص ۵۲۸ ص ۵۲۹ ص ۵۳۰ ص ۵۳۱ ص ۵۳۲ ص ۵۳۳ ص ۵۳۴ ص ۵۳۵ ص ۵۳۶ ص ۵۳۷ ص ۵۳۸ ص ۵۳۹ ص ۵۴۰ ص ۵۴۱ ص ۵۴۲ ص ۵۴۳ ص ۵۴۴ ص ۵۴۵ ص ۵۴۶ ص ۵۴۷ ص ۵۴۸ ص ۵۴۹ ص ۵۵۰ ص ۵۵۱ ص ۵۵۲ ص ۵۵۳ ص ۵۵۴ ص ۵۵۵ ص ۵۵۶ ص ۵۵۷ ص ۵۵۸ ص ۵۵۹ ص ۵۶۰ ص ۵۶۱ ص ۵۶۲ ص ۵۶۳ ص ۵۶۴ ص ۵۶۵ ص ۵۶۶ ص ۵۶۷ ص ۵۶۸ ص ۵۶۹ ص ۵۷۰ ص ۵۷۱ ص ۵۷۲ ص ۵۷۳ ص ۵۷۴ ص ۵۷۵ ص ۵۷۶ ص ۵۷۷ ص ۵۷۸ ص ۵۷۹ ص ۵۸۰ ص ۵۸۱ ص ۵۸۲ ص ۵۸۳ ص ۵۸۴ ص ۵۸۵ ص ۵۸۶ ص ۵۸۷ ص ۵۸۸ ص ۵۸۹ ص ۵۹۰ ص ۵۹۱ ص ۵۹۲ ص ۵۹۳ ص ۵۹۴ ص ۵۹۵ ص ۵۹۶ ص ۵۹۷ ص ۵۹۸ ص ۵۹۹ ص ۶۰۰ ص ۶۰۱ ص ۶۰۲ ص ۶۰۳ ص ۶۰۴ ص ۶۰۵ ص ۶۰۶ ص ۶۰۷ ص ۶۰۸ ص ۶۰۹ ص ۶۱۰ ص ۶۱۱ ص ۶۱۲ ص ۶۱۳ ص ۶۱۴ ص ۶۱۵ ص ۶۱۶ ص ۶۱۷ ص ۶۱۸ ص ۶۱۹ ص ۶۲۰ ص ۶۲۱ ص ۶۲۲ ص ۶۲۳ ص ۶۲۴ ص ۶۲۵ ص ۶۲۶ ص ۶۲۷ ص ۶۲۸ ص ۶۲۹ ص ۶۳۰ ص ۶۳۱ ص ۶۳۲ ص ۶۳۳ ص ۶۳۴ ص ۶۳۵ ص ۶۳۶ ص ۶۳۷ ص ۶۳۸ ص ۶۳۹ ص ۶۴۰ ص ۶۴۱ ص ۶۴۲ ص ۶۴۳ ص ۶۴۴ ص ۶۴۵ ص ۶۴۶ ص ۶۴۷ ص ۶۴۸ ص ۶۴۹ ص ۶۵۰ ص ۶۵۱ ص ۶۵۲ ص ۶۵۳ ص ۶۵۴ ص ۶۵۵ ص ۶۵۶ ص ۶۵۷ ص ۶۵۸ ص ۶۵۹ ص ۶۶۰ ص ۶۶۱ ص ۶۶۲ ص ۶۶۳ ص ۶۶۴ ص ۶۶۵ ص ۶۶۶ ص ۶۶۷ ص ۶۶۸ ص ۶۶۹ ص ۶۷۰ ص ۶۷۱ ص ۶۷۲ ص ۶۷۳ ص ۶۷۴ ص ۶۷۵ ص ۶۷۶ ص ۶۷۷ ص ۶۷۸ ص ۶۷۹ ص ۶۸۰ ص ۶۸۱ ص ۶۸۲ ص ۶۸۳ ص ۶۸۴ ص ۶۸۵ ص ۶۸۶ ص ۶۸۷ ص ۶۸۸ ص ۶۸۹ ص ۶۹۰ ص ۶۹۱ ص ۶۹۲ ص ۶۹۳ ص ۶۹۴ ص ۶۹۵ ص ۶۹۶ ص ۶۹۷ ص ۶۹۸ ص ۶۹۹ ص ۷۰۰ ص ۷۰۱ ص ۷۰۲ ص ۷۰۳ ص ۷۰۴ ص ۷۰۵ ص ۷۰۶ ص ۷۰۷ ص ۷۰۸ ص ۷۰۹ ص ۷۱۰ ص ۷۱۱ ص ۷۱۲ ص ۷۱۳ ص ۷۱۴ ص ۷۱۵ ص ۷۱۶ ص ۷۱۷ ص ۷۱۸ ص ۷۱۹ ص ۷۲۰ ص ۷۲۱ ص ۷۲۲ ص ۷۲۳ ص ۷۲۴ ص ۷۲۵ ص ۷۲۶ ص ۷۲۷ ص ۷۲۸ ص ۷۲۹ ص ۷۳۰ ص ۷۳۱ ص ۷۳۲ ص ۷۳۳ ص ۷۳۴ ص ۷۳۵ ص ۷۳۶ ص ۷۳۷ ص ۷۳۸ ص ۷۳۹ ص ۷۴۰ ص ۷۴۱ ص ۷۴۲ ص ۷۴۳ ص ۷۴۴ ص ۷۴۵ ص ۷۴۶ ص ۷۴۷ ص ۷۴۸ ص ۷۴۹ ص ۷۵۰ ص ۷۵۱ ص ۷۵۲ ص ۷۵۳ ص ۷۵۴ ص ۷۵۵ ص ۷۵۶ ص ۷۵۷ ص ۷۵۸ ص ۷۵۹ ص ۷۶۰ ص ۷۶۱ ص ۷۶۲ ص ۷۶۳ ص ۷۶۴ ص ۷۶۵ ص ۷۶۶ ص ۷۶۷ ص ۷۶۸ ص ۷۶۹ ص ۷۷۰ ص ۷۷۱ ص ۷۷۲ ص ۷۷۳ ص ۷۷۴ ص ۷۷۵ ص ۷۷۶ ص ۷۷۷ ص ۷۷۸ ص ۷۷۹ ص ۷۸۰ ص ۷۸۱ ص ۷۸۲ ص ۷۸۳ ص ۷۸۴ ص ۷۸۵ ص ۷۸۶ ص ۷۸۷ ص ۷۸۸ ص ۷۸۹ ص ۷۹۰ ص ۷۹۱ ص ۷۹۲ ص ۷۹۳ ص ۷۹۴ ص ۷۹۵ ص ۷۹۶ ص ۷۹۷ ص ۷۹۸ ص ۷۹۹ ص ۸۰۰ ص ۸۰۱ ص ۸۰۲ ص ۸۰۳ ص ۸۰۴ ص ۸۰۵ ص ۸۰۶ ص ۸۰۷ ص ۸۰۸ ص ۸۰۹ ص ۸۱۰ ص ۸۱۱ ص ۸۱۲ ص ۸۱۳ ص ۸۱۴ ص ۸۱۵ ص ۸۱۶ ص ۸۱۷ ص ۸۱۸ ص ۸۱۹ ص ۸۲۰ ص ۸۲۱ ص ۸۲۲ ص ۸۲۳ ص ۸۲۴ ص ۸۲۵ ص ۸۲۶ ص ۸۲۷ ص ۸۲۸ ص ۸۲۹ ص ۸۳۰ ص ۸۳۱ ص ۸۳۲ ص ۸۳۳ ص ۸۳۴ ص ۸۳۵ ص ۸۳۶ ص ۸۳۷ ص ۸۳۸ ص ۸۳۹ ص ۸۴۰ ص ۸۴۱ ص ۸۴۲ ص ۸۴۳ ص ۸۴۴ ص ۸۴۵ ص ۸۴۶ ص ۸۴۷ ص ۸۴۸ ص ۸۴۹ ص ۸۵۰ ص ۸۵۱ ص ۸۵۲ ص ۸۵۳ ص ۸۵۴ ص ۸۵۵ ص ۸۵۶ ص ۸۵۷ ص ۸۵۸ ص ۸۵۹ ص ۸۶۰ ص ۸۶۱ ص ۸۶۲ ص ۸۶۳ ص ۸۶۴ ص ۸۶۵ ص ۸۶۶ ص ۸۶۷ ص ۸۶۸ ص ۸۶۹ ص ۸۷۰ ص ۸۷۱ ص ۸۷۲ ص ۸۷۳ ص ۸۷۴ ص ۸۷۵ ص ۸۷۶ ص ۸۷۷ ص ۸۷۸ ص ۸۷۹ ص ۸۸۰ ص ۸۸۱ ص ۸۸۲ ص ۸۸۳ ص ۸۸۴ ص ۸۸۵ ص ۸۸۶ ص ۸۸۷ ص ۸۸۸ ص ۸۸۹ ص ۸۹۰ ص ۸۹۱ ص ۸۹۲ ص ۸۹۳ ص ۸۹۴ ص ۸۹۵ ص ۸۹۶ ص ۸۹۷ ص ۸۹۸ ص ۸۹۹ ص ۹۰۰ ص ۹۰۱ ص ۹۰۲ ص ۹۰۳ ص ۹۰۴ ص ۹۰۵ ص ۹۰۶ ص ۹۰۷ ص ۹۰۸ ص ۹۰۹ ص ۹۱۰ ص ۹۱۱ ص ۹۱۲ ص ۹۱۳ ص ۹۱۴ ص ۹۱۵ ص ۹۱۶ ص ۹۱۷ ص ۹۱۸ ص ۹۱۹ ص ۹۲۰ ص ۹۲۱ ص ۹۲۲ ص ۹۲۳ ص ۹۲۴ ص ۹۲۵ ص ۹۲۶ ص ۹۲۷ ص ۹۲۸ ص ۹۲۹ ص ۹۳۰ ص ۹۳۱ ص ۹۳۲ ص ۹۳۳ ص ۹۳۴ ص ۹۳۵ ص ۹۳۶ ص ۹۳۷ ص ۹۳۸ ص ۹۳۹ ص ۹۴۰ ص ۹۴۱ ص ۹۴۲ ص ۹۴۳ ص ۹۴۴ ص ۹۴۵ ص ۹۴۶ ص ۹۴۷ ص ۹۴۸ ص ۹۴۹ ص ۹۵۰ ص ۹۵۱ ص ۹۵۲ ص ۹۵۳ ص ۹۵۴ ص ۹۵۵ ص ۹۵۶ ص ۹۵۷ ص ۹۵۸ ص ۹۵۹ ص ۹۶۰ ص ۹۶۱ ص ۹۶۲ ص ۹۶۳ ص ۹۶۴ ص ۹۶۵ ص ۹۶۶ ص ۹۶۷ ص ۹۶۸ ص ۹۶۹ ص ۹۷۰ ص ۹۷۱ ص ۹۷۲ ص ۹۷۳ ص ۹۷۴ ص ۹۷۵ ص ۹۷۶ ص ۹۷۷ ص ۹۷۸ ص ۹۷۹ ص ۹۸۰ ص ۹۸۱ ص ۹۸۲ ص ۹۸۳ ص ۹۸۴ ص ۹۸۵ ص ۹۸۶ ص ۹۸۷ ص ۹۸۸ ص ۹۸۹ ص ۹۹۰ ص ۹۹۱ ص ۹۹۲ ص ۹۹۳ ص ۹۹۴ ص ۹۹۵ ص ۹۹۶ ص ۹۹۷ ص ۹۹۸ ص ۹۹۹ ص ۱۰۰۰ ص ۱۰۰۱ ص ۱۰۰۲ ص ۱۰۰۳ ص ۱۰۰۴ ص ۱۰۰۵ ص ۱۰۰۶ ص ۱۰۰۷ ص ۱۰۰۸ ص ۱۰۰۹ ص ۱۰۱۰ ص ۱۰۱۱ ص ۱۰۱۲ ص ۱۰۱۳ ص ۱۰۱۴ ص ۱۰۱۵ ص ۱۰۱۶ ص ۱۰۱۷ ص ۱۰۱۸ ص ۱۰۱۹ ص ۱۰۲۰ ص ۱۰۲۱ ص ۱۰۲۲ ص ۱۰۲۳ ص ۱۰۲۴ ص ۱۰۲۵ ص ۱۰۲۶ ص ۱۰۲۷ ص ۱۰۲۸ ص ۱۰۲۹ ص ۱۰۳۰ ص ۱۰۳۱ ص ۱۰۳۲ ص ۱۰۳۳ ص ۱۰۳۴ ص ۱۰۳۵ ص ۱۰۳۶ ص ۱۰۳۷ ص ۱۰۳۸ ص ۱۰۳۹ ص ۱۰۴۰ ص ۱۰۴۱ ص ۱۰۴۲ ص ۱۰۴۳ ص ۱۰۴۴ ص ۱۰۴۵ ص ۱۰۴۶ ص ۱۰۴۷ ص ۱۰۴۸ ص ۱۰۴۹ ص ۱۰۵۰ ص ۱۰۵۱ ص ۱۰۵۲ ص ۱۰۵۳ ص ۱۰۵۴ ص ۱۰۵۵ ص ۱۰۵۶ ص ۱۰۵۷ ص ۱۰۵۸ ص ۱۰۵۹ ص ۱۰۶۰ ص ۱۰۶۱ ص ۱۰۶۲ ص ۱۰۶۳ ص ۱۰۶۴ ص ۱۰۶۵ ص ۱۰۶۶ ص ۱۰۶۷ ص ۱۰۶۸ ص ۱۰۶۹ ص ۱۰۷۰ ص ۱۰۷۱ ص ۱۰۷۲ ص ۱۰۷۳ ص ۱۰۷۴ ص ۱۰۷۵ ص ۱۰۷۶ ص ۱۰۷۷ ص ۱۰۷۸ ص ۱۰۷۹ ص ۱۰۸۰ ص ۱۰۸۱ ص ۱۰۸۲ ص ۱۰۸۳ ص ۱۰۸۴ ص ۱۰۸۵ ص ۱۰۸۶ ص ۱۰۸۷ ص ۱۰۸۸ ص ۱۰۸۹ ص ۱۰۹۰ ص ۱۰۹۱ ص ۱۰۹۲ ص ۱۰۹۳ ص ۱۰۹۴ ص ۱۰۹۵ ص ۱۰۹۶ ص ۱۰۹۷ ص ۱۰۹۸ ص ۱۰۹۹ ص ۱۱۰۰ ص ۱۱۰۱ ص ۱۱۰۲ ص ۱۱۰۳ ص ۱۱۰۴ ص ۱۱۰۵ ص ۱۱۰۶ ص ۱۱۰۷ ص ۱۱۰۸ ص ۱۱۰۹ ص ۱۱۱۰ ص ۱۱۱۱ ص ۱۱۱۲ ص ۱۱۱۳ ص ۱۱۱۴ ص ۱۱۱۵ ص ۱۱۱۶ ص ۱۱۱۷ ص ۱۱۱۸ ص ۱۱۱۹ ص ۱۱۲۰ ص ۱۱۲۱ ص ۱۱۲۲ ص ۱۱۲۳ ص ۱۱۲۴ ص ۱۱۲۵ ص ۱۱۲۶ ص ۱۱۲۷ ص ۱۱۲۸ ص ۱۱۲۹ ص ۱۱۳۰ ص ۱۱۳۱ ص ۱۱۳۲ ص ۱۱۳۳ ص ۱۱۳۴ ص ۱۱۳۵ ص ۱۱۳۶ ص ۱۱۳۷ ص ۱۱۳۸ ص ۱۱۳۹ ص ۱۱۴۰ ص ۱۱۴۱ ص ۱۱۴۲ ص ۱۱۴۳ ص ۱۱۴۴ ص ۱۱۴۵ ص ۱۱۴۶ ص ۱۱۴۷ ص ۱۱۴۸ ص ۱۱۴۹ ص ۱۱۵۰ ص ۱۱۵۱ ص ۱۱۵۲ ص ۱۱۵۳ ص ۱۱۵۴ ص ۱۱۵۵ ص ۱۱۵۶ ص ۱۱۵۷ ص ۱۱۵۸ ص ۱۱۵۹ ص ۱۱۶۰ ص ۱۱۶۱ ص ۱۱۶۲ ص ۱۱۶۳ ص ۱۱۶۴ ص ۱۱۶۵ ص ۱۱۶۶ ص ۱۱۶۷ ص ۱۱۶۸ ص ۱۱۶۹ ص ۱۱۷۰ ص ۱۱۷۱ ص ۱۱۷۲ ص ۱۱۷۳ ص ۱۱۷۴ ص ۱۱۷۵ ص ۱۱۷۶ ص ۱۱۷۷ ص ۱۱۷۸ ص ۱۱۷۹ ص ۱۱۸۰ ص ۱۱۸۱ ص ۱۱۸۲ ص ۱۱۸۳ ص ۱۱۸۴ ص ۱۱۸۵ ص ۱۱۸۶ ص ۱۱۸۷ ص ۱۱۸۸ ص ۱۱۸۹ ص ۱۱۹۰ ص ۱۱۹۱ ص ۱۱۹۲ ص ۱۱۹۳ ص ۱۱۹۴ ص ۱۱۹۵ ص ۱۱۹۶ ص ۱۱۹۷ ص ۱۱۹۸ ص ۱۱۹۹ ص ۱۲۰۰ ص ۱۲۰۱ ص ۱۲۰۲ ص ۱۲۰۳ ص ۱۲۰۴ ص ۱۲۰۵ ص ۱۲۰۶ ص ۱۲۰۷ ص ۱۲۰۸ ص ۱۲۰۹ ص ۱۲۱۰ ص ۱۲۱۱ ص ۱۲۱۲ ص ۱۲۱۳ ص ۱۲۱۴ ص ۱۲۱۵ ص ۱۲۱۶ ص ۱۲۱۷ ص ۱۲۱۸ ص ۱۲۱۹ ص ۱۲۲۰ ص ۱۲۲۱ ص ۱۲۲۲ ص ۱۲۲۳ ص ۱۲۲۴ ص ۱۲۲۵ ص ۱۲۲۶ ص ۱۲۲۷ ص ۱۲۲۸ ص ۱۲۲۹ ص ۱۲۳۰ ص ۱۲۳۱ ص ۱۲۳۲ ص ۱۲۳۳ ص ۱۲۳۴ ص ۱۲۳۵ ص ۱۲۳۶ ص ۱۲۳۷ ص ۱۲۳۸ ص ۱۲۳۹ ص ۱۲۴۰ ص ۱۲۴۱ ص ۱۲۴۲ ص ۱۲۴۳ ص ۱۲۴۴ ص ۱۲۴۵ ص ۱۲۴۶ ص ۱۲۴۷ ص ۱۲۴۸ ص ۱۲۴۹ ص ۱۲۵۰ ص ۱۲۵۱ ص ۱۲۵۲ ص ۱۲۵۳ ص ۱۲۵۴ ص ۱۲۵۵ ص ۱۲۵۶ ص ۱۲۵۷ ص ۱۲۵۸ ص ۱۲۵۹ ص ۱۲۶۰ ص ۱۲۶۱ ص ۱۲۶۲ ص ۱۲۶۳ ص ۱۲۶۴ ص ۱۲۶۵ ص ۱۲۶۶ ص ۱۲۶۷ ص ۱۲۶۸ ص ۱۲۶۹ ص ۱۲۷۰ ص ۱۲۷۱ ص ۱۲۷۲ ص ۱۲۷۳ ص ۱۲۷۴ ص ۱۲۷۵ ص ۱۲۷۶ ص ۱۲۷۷ ص ۱۲۷۸ ص ۱۲۷۹ ص ۱۲۸۰ ص ۱۲۸۱ ص ۱۲۸۲ ص ۱۲۸۳ ص ۱۲۸۴ ص ۱۲۸۵ ص ۱۲۸۶ ص ۱۲۸۷ ص ۱۲۸۸ ص ۱۲۸۹ ص ۱۲۹۰ ص ۱۲۹۱ ص ۱۲۹۲ ص ۱۲۹۳ ص ۱۲۹۴ ص ۱۲۹۵ ص ۱۲۹۶ ص ۱۲۹۷ ص ۱۲۹۸ ص ۱۲۹۹ ص ۱۳۰۰ ص ۱۳۰۱ ص ۱۳۰۲ ص ۱۳۰۳ ص ۱۳۰۴ ص ۱۳۰۵ ص ۱۳۰۶ ص ۱۳۰۷ ص ۱۳۰۸ ص ۱۳۰۹ ص ۱۳۱۰ ص ۱۳۱۱ ص ۱۳۱۲ ص ۱۳۱۳ ص ۱۳۱۴ ص ۱۳۱۵ ص ۱۳۱۶ ص ۱۳۱۷ ص ۱۳۱۸ ص ۱۳۱۹ ص ۱۳۲۰ ص ۱۳۲۱ ص ۱۳۲۲ ص ۱۳۲۳ ص ۱۳۲۴ ص ۱۳۲۵ ص ۱۳۲۶ ص ۱۳۲۷ ص ۱۳۲۸ ص ۱۳۲۹ ص ۱۳۳۰ ص ۱۳۳۱ ص ۱۳۳۲ ص ۱۳۳۳ ص ۱۳۳۴ ص ۱۳۳۵ ص ۱۳۳۶ ص ۱۳۳۷ ص ۱۳۳۸ ص ۱۳۳۹ ص ۱۳۴۰ ص ۱۳۴۱ ص ۱۳۴۲ ص ۱۳۴۳ ص ۱۳۴۴ ص ۱۳۴۵ ص ۱۳۴۶ ص ۱۳۴۷ ص ۱۳۴۸ ص ۱۳۴۹ ص ۱۳۵۰ ص ۱۳۵۱ ص ۱۳۵۲ ص ۱۳۵۳ ص ۱۳۵۴ ص ۱۳۵۵ ص ۱۳۵۶ ص ۱۳۵۷ ص ۱۳۵۸ ص ۱۳۵۹ ص ۱۳۶۰ ص ۱۳۶۱ ص ۱۳۶۲ ص ۱۳۶۳ ص ۱۳۶۴ ص ۱۳۶۵ ص ۱۳۶۶ ص ۱۳۶۷ ص ۱۳۶۸ ص ۱۳۶۹ ص ۱۳۷۰ ص ۱۳۷۱ ص ۱۳۷۲ ص ۱۳۷۳ ص ۱۳۷۴ ص ۱۳۷۵ ص ۱۳۷۶ ص ۱۳۷۷ ص ۱۳۷۸ ص ۱۳۷۹ ص ۱۳۸۰ ص ۱۳۸۱ ص ۱۳۸۲ ص ۱۳۸۳ ص ۱۳۸۴ ص ۱۳۸۵ ص ۱۳۸۶ ص ۱۳۸۷ ص ۱۳۸۸ ص ۱۳۸۹ ص ۱۳۹۰ ص ۱۳۹۱ ص ۱۳۹۲ ص ۱۳۹۳ ص ۱۳۹۴ ص ۱۳۹۵ ص ۱۳۹۶ ص ۱۳۹۷ ص ۱۳۹۸ ص ۱۳۹۹ ص ۱۴۰۰ ص ۱۴۰۱ ص ۱۴۰۲ ص ۱۴۰۳ ص ۱۴۰۴ ص ۱۴۰۵ ص ۱۴۰۶ ص ۱۴۰۷ ص ۱۴۰۸ ص ۱۴۰۹ ص ۱۴۱۰ ص ۱۴۱۱ ص ۱۴۱۲ ص ۱۴۱۳ ص ۱۴۱۴ ص ۱۴۱۵ ص ۱۴۱۶ ص ۱۴۱۷ ص ۱۴۱۸ ص ۱۴۱۹ ص ۱۴۲۰ ص ۱۴۲۱ ص ۱۴۲۲ ص ۱۴۲۳ ص ۱۴۲۴ ص ۱۴۲۵ ص ۱۴۲۶ ص ۱۴۲۷ ص ۱۴۲۸ ص ۱۴۲۹ ص ۱۴۳۰ ص ۱۴۳۱ ص ۱۴۳۲ ص ۱۴۳۳ ص ۱۴۳۴ ص ۱۴۳۵ ص ۱۴۳۶ ص ۱۴۳۷ ص ۱۴۳۸ ص ۱۴۳۹ ص ۱۴۴۰ ص ۱۴۴۱ ص ۱۴۴۲ ص ۱۴۴۳ ص ۱۴۴۴ ص ۱۴۴۵ ص ۱۴۴۶ ص ۱۴۴۷ ص ۱۴۴۸ ص ۱۴۴۹ ص ۱۴۵۰ ص ۱۴۵۱ ص ۱۴۵۲ ص ۱۴۵۳ ص ۱۴۵۴ ص ۱۴۵۵ ص ۱۴۵۶ ص ۱۴۵۷ ص ۱۴۵۸ ص ۱۴۵۹ ص ۱۴۶۰ ص ۱۴۶۱ ص ۱۴۶۲ ص ۱۴۶۳ ص ۱۴۶۴ ص ۱۴۶۵ ص ۱۴۶۶ ص ۱۴۶۷ ص ۱۴۶۸ ص ۱۴۶۹ ص ۱۴۷۰ ص ۱۴۷

اور کسی کسی طبع میں کہ سنت فرض کے ساتھ ادا ہو جائے۔ یہ جو کہ سنت بہان بلب نہ دوسری کے وقت اسے کھانا، حفظ بہان کے لئے یہ کھانا اس پر فرض ہے اور دوسری سنت سنہ نو اگر دونوں کی نیت کرے تو فرض کے ساتھ سنت بھی ادا ہو جائے گی الی غیر دلت من نظر اسو

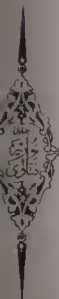
## تنبیہ

اگر ایسے وقت مسجد میں جائے کہ مطلق نماز منوع ہے یا صرف لغلی نماز منوع ہے مگر فرض پڑھ چکا یا جماعت کی انتظار ہے اور دیر ہے یا بے وضو ہو گیا یا ظالم نے ممانعت کر دی تو اس وقت بوجہ مذہبی تحیہ المسجد باق ہے تو مشایخ کرام فرماتے ہیں کہ تسبیح اور کلمہ شریف اور درود پاک پڑھے تو حق مسجد ادا ہو جاتا ہے۔ شامی میں ہے ادا داخل فیہ بعد الفجر او العصر فانہ یسبح ویصل ویصل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانہ حینئذ یؤدی حق المسجد بطاری المراقی ۲۳۶ میں عبارت سابقہ کے بعد ہے وفي الدر عن الصیاء عن الفوت من لم یتمکن منها لمحدث او غیرہ بقول کلمات التسبیح الاربعة اربعاً وہی سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مرقات ۱۹، ۱۹۹ جلد ۲ میں ہے ومن دعیلہ وقت کراہۃ الصلوۃ او وحر محدث قال اربع مرات تسبیح اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مراد بعضهم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلوی العظیم فقد روی عن بعض السلف ان ذلک بعد رکعتین فی الفضل ویؤیدہ ما صح عن حباب ابن زبید الامام الکبیر التابی انہ قال اذا دخلت المسجد فصل فیہ فان لم تصل فاذا ذکر اللہ فکاک بعد صلیت اور جب تحیہ المسجد فرض واجب سنت کے ساتھ ادا ہو جاتا ہے تو نماز مکمل ہو

عربی دل ہر جائے کی یاد کردہ سنوں ہے اور صحیح حدیثوں میں اس کا حکم آیا ہے اور جب وہ تبت  
 اور ہر جاتی ہے تو یہ طریق اولے ادا ہو جائے گی کہ یہ نماز مستحب ہے کما حدیث  
 العمماء لکرام ۱۰ اور اس کا حکم کسی حدیث میں نیز کی نظر قاصر میں نہیں آیا بلکہ حدیث مبارکہ  
 میں صرف ترغیب آئی ہے یعنی ثواب دلایا گیا ہے مگر حکم نہیں فرمایا اور ہے بھی تحت المسجد کیرح مسلوۃ  
 غیر مستند، بلکہ اس کی حدیثوں میں عراۃ بعد الوضوء نماز فرض کا ذکر بھی آیا ہے صحیح مسلم ۱۱۱۱ بعد میں  
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوع ہے من توضأ للصلاة فاسم  
 الوضوء ثم مشى الى الصلاة المكتوبة فصلاها مع  
 الناس او مع الجماعة اوفى المسجدين غفر الله له  
 ذنوبه نیز اسی منہ میں انہی کی دو سری حدیث مرفوع میں ہے ما من مسلم يتطهر  
 فيتم الطهور الذي كتب الله عليه فيصلي هذه الصلاة  
 الحسن الا كانت كفارات لما بينهن من خطاوى على المراقى ۲۳۳  
 مرآت شرح مشکوٰۃ ۲۲۵، ۳۲۶ ہجری میں ہے لو صلى عقب الوضوء خريضة  
 حصلت له هذه القضية كما تحصل تعية المسجد  
 بذلك ثانی ۶۳۹ ہجری میں ہے وانظر سل تنوب عنها راى  
 ركعتين بعد الوضوء صلاة غيرهما كالنحية  
 ام لا ثم رأيت في شرح لباب المناسك ان ركعتي  
 الاحرام سنة مستقلة كصلوة استخارة وغيرهما  
 مما لا تنوب الفريضة منابها بخلاف نحية  
 المسجد وشكر الوضوء فان ليس لهما صلوة

عہد بکرم سلطان منہ ہجری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہجرت نامہ میں حدیث مذکور ہے ۵۰ احادیث الوضوء

بعد شفعہ وحمل ہمارے جانے وان بعد بعد سالما ۵۰ غفرلہ





مسجد کا مسجد و الحجاب اور فرض کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔  
 سنت کے ساتھ بطریق اولیٰ ادا ہو جائے گی۔ کما مرفی المحیۃ اور اس کی وضاحت  
 حضرت جلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث متعلق نماز شکر الوضوء میں بھی ہے۔ قہطلانی شرح بھی فرماتا  
 بعد میں حدیث بخاری کے کلمات الاصلیت بذلک الطہور ما کتب  
 و ان اصلى کی شرح میں ہے اى ما قدر على اعم من النوافل  
 و الفرائض۔ اور ہمیں سے واضح ہو گیا کہ اگر تہیۃ المسجد کے ساتھ شکر الوضوء کی نیت بھی کرے  
 اور دو رکعت پڑھے تو یقیناً جائز ہے اور دونوں نمازیں ادا ہو جائیں گی اور دونوں کا ثواب ملے گا  
 بلکہ اگر شکر الوضوء کی نیت نہ بھی کرے تب بھی وہ ثواب جس کا احادیث مبارکہ میں ذکر ہے ضرور  
 مرتب ہو جائے گا کہ اس ثواب کا نماز پر مرتب ہو نا محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے  
 حالانکہ ان کا فرمانہ کن "کے حکم میں ہے اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ ہاں نیت کرنے سے عمل بالآثار  
 کا ثواب اور زیادہ بڑھ جائے گا۔

الحاصل ضرور یا غسل یا تیمم کرنے والا جب مسجد میں داخل ہوا اور فرض نماز یا واجب ادا کرے یا اعتقاد  
 پڑھے یا نیت یا نفل پڑھے تو نماز شکر الوضوء اور تہیۃ المسجد ساتھ ہی ادا ہو جائیں گی ہاں عمل بالاحادیث کا ثواب  
 نیت پر موقوف ہے نیت تہیۃ اور شکر کی کرے تو ثواب بڑھ جائے گا۔ اور یہ اللہ رب العالمین کے فضل عظیم  
 بجاہ البیہ بکر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ بعید نہیں کما مثل حبة انبت سبع  
 سابل فی کل سنۃ مائۃ حبة واللہ یضاعف لمن  
 یشاء واللہ واسع علیم۔ اور اگر مسجد میں داخل ہونے والا کوئی فرض واجب وغیرہ  
 نہیں پڑھا کہ وقت ہی شد فرض وغیرہ کا نہیں یا ادا کر چکا ہے تو تہیۃ المسجد استقلال کم از کم دو رکعت  
 پڑھے اور شکر الوضوء ساتھ ہی ادا ہو جائے گا مگر نیت کرے تو بہتر کا ثواب بڑھ جائے گا۔ اور اگر  
 وقت مکروہ ہے تو تہا مرہ ہے کہ جس طرح درود پاک اور تسبیح تہیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتے ہیں یونہی  
 شکر الوضوء کے قائم مقام بھی ہو جائیں گے مراقۃ سے حضرت جابر بن زید تابعی کا قول گزر چکا ہے  
 سم یصل فاذکر اللہ کانت فہ صلیت تو ذکر اللہ کو صلوٰۃ کا حکم دے کر ہے

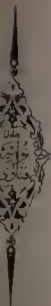


میں یزید بھی عادیثِ مسلم سے واضح ہو چکا کہ وضو کے اسرافِ غسلِ تیمم کا جس میں مکہ ہے کردہ بھی  
 نہ رہی۔ شامی ۱۴۹ جلد میں ہے ومثل لوصوء الغسل كما بعد عن  
 سر ملای اور تیمم بھی عمارت ہے خصوصاً ہمارے نزدیک تو طہارت کا طہ ہے اور اگر مسجد  
 میں داخل ہو کر نماز شکر طہارت ادا کر کے داخل ہو اسے تو تحیۃ المسجد کے لئے پھر بھی وہ سب صورتیں  
 میں جہنم کو درج ہیں

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاعلم  
 زكرو واصحابه واحبابه وبارك وسلم

حرره الفقير الی الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۲ھ ۱۱/۴





# بَابُ سُجْدَةِ السَّهْوِ

## الاستفتاء

برابر عید الفطر کی نماز میں امام صاحب مولوی حضرت عبدالعزیز صاحب (دوسری رکعت میں تکبیریں تین تکبیریں کہنا بوجہ گئے اور سی طرح نماز ختم کر کے خطبہ پڑھنے لگے تو لوگوں نے عرض کیا کہ واجب تکبیریں نہیں کہیں دو سجدہ سہو بھی نہیں کیا تو کیا نماز ہو گئی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو نہیں پڑتا اس لئے نماز ہو گئی ہے۔ رسالہ کن دین میں مولوی رکن دین صاحب نے بحوالہ فتویٰ دے کر تحریر فرمایا ہے کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو لازمی میں کہ تکبیریں رکوع میں کہی جائیں۔ دوحری جگہ مذکورہ رسالہ میں ”باب سہو“ میں تحریر فرمایا کہ عیدین کی نماز میں اگر تکبیریں کم یا زیادہ وغیرہ ہو جائیں تو بھی سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ پھر اخبارامروز میں عید کے مسائل میں بھی تحریر تھا کہ اگر تکبیریں رہ جائیں تو تکبیریں کہ لی جائیں لیکن رکوع سے وٹ کر تکبیریں نہ کہیں اور دونوں حالتوں میں سجدہ سہو بکثرت اندام نہ کریں

آپ ارشاد فرمائیں کہ اس کے بارہ میں شریعت پاک کا کیا حکم ہے؟ کیونکہ اگر یہ درست ہو کہ تکبیریں رکوع میں پوری کر لینے یا رکوع سے ٹوٹ کر تکبیریں پوری کر لینے سے سجدہ سہو نہیں ہوتا اگر جب تکبیریں پوری ہی نہ کی جائیں

مذکورہ دعا قنوت میں جو وعدہ اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے کہ الہی جوتیری نافرمانی کرتا ہے اسے محو کر دے گا اس حالت میں اگر رد سے نہ رکھنے والوں اور نماز نہ پڑھنے والوں سے قطع تعلق نہ کر لیں

و حکم کی نجات دہری ہی شمار ہوتا ہے کہ تیس ! رشتہ دگرانی کو ہر درما کر رسالہ درما میں  
السال : صوفی رحمت علی صاحب نوری کھرک این ۱۰ اسی ہی  
بوریا الد فطیع مستان



۱۔ بڑا شک و شبہ و گمانش ریب نماز جمعہ و عیدین میں ترک واجب ہے سجدہ سہولہ لازم ہو جاتا  
ہے۔ تنزیل البصائر مطبوع مع الشامی صفحہ ۱۰ اور فتاویٰ ہندیہ صلاہ جلد ۱ میں ہے السہو عن  
الجمعة والعیدین والمکتوبة والتطوع واحد ہمارے ائمہ  
مقدمین کا متفقہ فیصلہ یہی ہے مگر متاخرین مشائخ نے جمعہ و عیدین کے بہت بڑے اجتماعات میں عوام  
کی پریشانی کی بنا پر سجدہ سہو کے ترک کی اجازت دے دی ہے بحر الرائق صفحہ ۱۵۲ جلد ۲، نور الایضاح، مراقی  
فلاح، حاشیہ طحاوی صفحہ ۲۶۹، و المختار، شامی صفحہ ۱۰۴، ہندیہ صلاہ جلد ۱ میں ہے والنظم  
من السدر والمختار عند المتأخرین عدمہ۔ شامی میں ہے  
لن عدم السجد عدم جوازہ بل اولیٰ مترکہ نیز شامی و طحاوی نے فرمایا  
ان عدم السجود مقید بما اذا حصر جمع کثیر۔ اور جب  
بڑے اجتماع ہوں تو سجدہ سہو ضرور ادا کیا جائے کہ تقاضا نفقائے (بوجہ ترک واجب یا وجبات) ہو جائے،  
اور اصل بھی یہی ہے اور چونکہ کم اجتماع کی صورت میں تشویش عوام جو بنائے ترک اجازت تھی، نہیں پائی  
باقی لہذا اجازت ترک بھی نہیں رہے گی۔ شامی و طحاوی میں ہے والنظم للطحاوی  
ما ذا لم يحضروا اداي جمع کثیر والظاہر السجود  
عدم الداعی الی الترتک وهو التشویش۔ بلکہ قلیل سے کام لیا جائے  
جو ہمارے زمانہ میں ترک سجدہ سہو کی صورت میں تشویش پائی باقی ہے اور عوام حیران و ششدر رہتے

ہیں کہ باوجودیکہ کفیرات واجبہ نہیں اور سجدہ سو بھی نہ کیا گیا تو نماز کیسے پوری ہوئی، تو انھیں دعا دی کہ وہ اپنے  
 روم جو متون کرام کے دف میں وجہ ترک سجدہ تھی اب وجہ ادا سے سجدہ بن گئی تب حالانکہ اصل  
 میں ہی ہے۔ تو سجدہ ضرور ادا کیا جائے و اللہ تعالیٰ اعلم  
 م ۱۔ اصل و رکاع چھڑنا تو یہ ہے کہ بالکل قطع تعلق کیا جائے مگر بوقت ضرورت و مجبوری صرف  
 دو حد پر قطع تعلق بھی کافی ہے جب کہ میل جول بقدر ضرورت صرف غایت تک محدود رہے۔ قرآن کریم  
 میں ہے لا ارئفوا منہم بقاء

و اللہ تعالیٰ اعلم و صل علی محمد و علیٰ حبیبہ و آلہ  
 و صحبہ و بارک و سلم

عزہ الغفرۃ ابو الخیر محمد نور اللہ انیسوی غفرلہ  
 ۲۵ ذیقعد المبارک ۱۴۰۵ھ بروز جمعرات

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر امام ہو یا تنہا نماز پڑھ رہا  
 ہو الحمد کے بعد بھول کر نہ کوئی سورت پڑھے اور نہ تین آیتیں خود ادا ورنہ ایک طویل آیت پڑھے، کیا اس  
 نماز جائز ہو جائے گی؟ ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی بوجہ ترک فرض قرات اور  
 الحمد کے پڑھنے سے فرض قرات ادا نہیں ہوگا کہ الحمد عند الاعناف واجبات سے ہے۔ جینا اتجروا۔  
 المسائل، اسید دزیر علی شاہ بنت پورہ ضلع منٹگری

بسم اللہ الرحمن الرحیم  
 الجواب  
 التکلیف لجعل لی الیک و اضعاف

حالیکہ مشبہ و گنہگار شب مذہب حنفی میں سنوا سورت ادا آیتوں کے چھوڑنے کی صورت

میں نماز بارگاہی اس سورہ سو واجب ہوگا کہ ترک واجب پایا گیا مع التذکرۃ ۲۴ ج ۱، ج ۲، ج ۳  
 بدھ، فتاویٰ مالکیہ ص ۱۵۰ ج ۱ میں ہے والمطعم من المسدب ولو سر  
 لم یحرم وحدها و سر السورة یجب علی سجد السور  
 و کذا لو فرأى الساتحة آیه فصیرہ کذا فی المسین  
 باقی مولوی صاحب کا فرمانا کہ فرض قرات ادا نہ ہو یا ان کی غلط فہمی ہے۔ فرض قرات صرف  
 کسی ایک آیت کا پڑھنا ہے جو فاتحہ شریف کی آیت ہو یا کسی دوسری سورت کی، رہا ان کا یہ کہنا کہ  
 الحمد شریف کا پڑھنا واجب ہے تو یہ دلیل عدم ادائیگی فرض نہیں بلکہ اس واجب کے ضمن میں فرض ادا ہو جائیگا  
 کہ مطلق آیت کا اطلاق یقیناً سب کو شامل ہے ورنہ اگر فاتحہ شریف کے ساتھ سورت بھی ملا کر پڑھے تو  
 مولوی صاحب کی دلیل سے پھر بھی یہی ثابت ہوگا کہ نماز نہ ہوئی کہ ہمارے مذہب میں سورت کا پڑھنا  
 واجب ہی ہے حالانکہ اس سورت میں مولوی صاحب بھی ضروری جائز کہتے ہوئے درجہ نماز کی ایسی  
 سورت ذکر فرمائیں کہ فاتحہ و سورت واجب پڑھنے کے ساتھ فرض قرات ملحدہ ادا ہو و لا یقول  
 به احد من اولی المتون و الشروح و الحواشی و المناوی و  
 من ادعی الخلاف فعلیہ البیان۔

والله تعالى اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
 و اصحابہ و سلم۔

محرمہ اربعہ الاولیٰ خیر محمد نور اللہ انیمی فخر  
 ۲۴ شوال المکرم ۱۴۰۵ بروز جمعرات

## الاستفتاء

جناب چشمہ نود آب حضرت مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب سلا باشد

مخدوم و محترم اسلام ملکم درجۃ و بکاتہ۔ مزاج شریف۔ آپ کی حضرت عالیہ میں حامل رتقہ ہذا اثرات آپ

سہا ہے مذہب ذل سمدل کر دیں بخشور ہوں گا۔

جواب: جو نسخہ پر آدم کو شبہ گزر گیا اس نے، ایک طرف سمدل کہہ دیا۔

ایک شخص نماز گزار ہوتا تھا اس کو سجدہ کا شبہ ہو گیا۔ اس کی نماز ایک طرف سلام کہنے سے ہو سکتی

ہے یا دونوں طرف سلام کہنے سے ہو سکتی ہے۔ یعنی قطب بلین و حاجی جان محمد کی ذہنی معلوم ہوا کہ جس

شخص نے ہر دو طرف سلام کہہ دیا اس کی نماز نہیں ہو سکتی۔ سنا سجدہ کی بابت آپ مکمل مسئلہ کر دیں سلام

السلام، حاجی اور دین سکندر کوک ضعیف منگری



وعلیک السلام ورحمۃ وبرکاتہ ۱۔

مذہب امام عظیم علیہ الرحمۃ میں سلام کے بعد سجدہ سہو کیا جائے۔ فقہائے کرام اور مشائخ عظام کو امتثال

ہے کہ سلام سے ایک سلام مراد ہے یا دو۔ بہت سے حضرات فرماتے ہیں ایک کے بعد کرے اور بہت

سے فرماتے ہیں وہ کے بعد، لہذا یہ تو نہ کہنا چاہئے کہ دو سلام کہہ دے تو نماز نہیں ہو سکتی ہاں بہتر اہل فضل

بکلام ہے قنذے شامی ص ۶۹ جلد ۱، قنذے مالکی ص ۱۱۱ جلد ۱ میں ہے والنظم من المہندیۃ

ویاتی بتسلیمین هو الصحیح کذا فی المہدیۃ والصواب

ن یسلم تسلیماً واحداً وعلیہ الجہور والیہ اشار

فی الامل کذا فی الکافی۔

واللہ تعالیٰ اعلم وحسب اللہ تعالیٰ عی حسیب و

اللہ واصلیہ وبارک وسلم

عزہ الغفر البواحی محمد نور الشانی فی غفرانہ



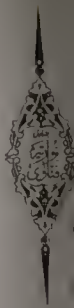
# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہان شریعت متین عندی مسئلہ کہ زید امام ہے اس سے قرأت قرآن مجید کی پہل رکعت میں چار آیت کا مقدار پڑھ کر بھول گیا اور مقتدی نے لقمہ بھی دیا لیکن لقمہ اس کی سمجھ میں نہیں آیا اور ایک آیت سہواً چھوڑ گیا۔ بعدہ ایک آیت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سجدہ سو بھی ادا نہیں کیا۔ کیا سجدہ سو واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ اور نماز کا اعادہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ جواب صحیح مدلل سجدہ صغیر فرماویں۔ مینوا توجہدا

السائل: احقر العباد بشیر محمد عفی اللہ عنہ از ملکہ ہانس



مائل نے وضاحت نہیں کی مگر ظاہر یہ ہے کہ صورت فاتحہ پوری کر کے چار آیت کا مقدار پڑھنے کے بعد بھولا اور ٹھہرا پھر سہواً ایک آیت چھوڑ کر اگلی آیت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا اور وہ نماز بھی عشاء یا فجر تھی۔ ایسی صورتوں میں سجدہ سہو قطعاً واجب نہیں ہوتا کہ کوئی واجب ترک نہیں ہوا حالانکہ سجدہ سہو ترک واجب سے ہی واجب ہوتا ہے۔ فتاویٰ عالمگیری ص ۶۵ جلد ۱ وغیرہ کتب مقبرہ میں ہے ولا یجب السجود الا بترك واجب او تاخیرہ (الان قالوا) وفي الحقيقة وجوبه بشیء واحد وهو ترك الواجب کذا فی الکافی۔ ادا امام کا دوسری آیت پڑھنا بھی ناجائز نہیں بلکہ ایسی بھول کی صورت میں یہی لائق ہے کہ جو آیت یاد نہیں آتی چھوڑ کر دوسری آیت شروع کرے۔ سے بار رکوع کر دے۔ مسطور ص ۱۹۲ جلد ۱، بدائع ص ۲۳۵ جلد ۲، فتاویٰ قاضی خان ص ۱۱۱ جلد ۱، خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۱۱ جلد ۱، فتاویٰ ہندیہ ص ۱۲۵ جلد ۱، تبیین الفقہ ص ۱۵۵ جلد ۱، بحر الرائق ص ۲۰۰ جلد ۲، مجمع النضر ص ۱۱۱ جلد ۱، بدایہ، فتح القدیر، کفایہ ص ۲۳۵ جلد ۱، فقہ المسلمین ص ۱۵۵



۱۳ شادی ۱۴۵۵ ہجری بمطابق ۱۵۷۳ء و غیرہ میں ہے و العظمیٰ شمس الامجد  
 الرحمی علیہ الرحمہ بل سرکم او میںجاوز لی ایہ او  
 سورة اخرى (او لا تعال الی سورة اخرى) نصاً انفال  
 و اب اخرى لکن من غیر سورة الذب الاولی کما لا یحیط  
 بلکہ اس کا حوازا ایسا واضح و مضبوط ہے کہ بعض مشائخ کے نزدیک تو اس وقت لغو و مفسد نماز  
 ہے علی تفصیل کو تحقیق یہ ہے کہ مفسد نہیں۔ اگر کتب مذکورہ میں ہے و العظمیٰ من المحر  
 موفتم علی امامہ بعدہما انقل الی ایہ اخرى الم  
 اور یونہی اس کا رواج گناہی جائز ہے کہ قدر ضرورت سے زیادہ پڑھ چکا ہے تو عادت نماز کی بھی ضرورت  
 نہیں، نماز ہا کر امت درست ہو گئی۔

والله تعالى اعلم و علم جل مجدہ اتم واحکم  
 وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ واصحابہ وبارک وسلم۔

عفو الغفیر الہی الخیر محمد نور الشامی غفرلہ  
 ۱۳ شعبان ۱۲۷۸ھ

## الاستفتاء

حضرت مخدوم دامت برکاتہم العالیہ  
 السلام علیکم ورحمۃ اللہ و بركاتہ۔ مزارع گامی۔ المرام آنکھ چند صدقہ میں درمیش میں ان کے بارے میں پائی تحقیق سے  
 طعن فرمائیے۔

مبرا۔ جو پائے شفا بیڑ کے ساتھ دلی کے اثبات کے لئے آیا چار گواہ ضروری ہیں یا کہ دو ہی کافی ہیں؟  
 دو کیا فیصل ایک گواہ سے بھی ثابت ہو جاتا ہے؟ اور اگر کسی جنگل میں کوئی ایک آدمی کسی دوسرے آدمی کے اس  
 فعل کو دیکھ کر چھپنے پھانسنے اور اوپر سے چند آدمی آجائیں اور آئے والوں نے بعد میں فعل مذکور نہ دیکھا ہو تو کہا ان کی

شہادہ میں معتبر ہو سکتی ہے :

نمبر ۱۔ امام نماز کی دوسری رکعت میں ہماری نماز کے اندر بھول کر قرأت آہستہ کرے اور پھر یاد آجائے پھر پڑھا  
ناحہ سے شروع کر دے تو کہا حکم ہے : اگر بمقدار تین تسبیح کے آہستہ پڑھا ہو تو سجدہ سہولاً لازم ہوگا ،  
نمبر ۲۔ کبریٰ یا کوئی اور مادہ جانور اپنے وقت مقررہ سے پہلے ہی بچہ گرا دے تو اس کے دودھ وہ کب  
حکم ہے ؟ اندازہ کرم ذرا جلدی جواب سے مطلق کریں ۔

السائل : غلام محمد اوزار العلوم اہل سنت جہلم ، المرقوم ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ



۱۔ یہ فعل بدذنا نہیں اور چار گواہ صرف زمانا کے لئے ضروری ہیں مگر نصاب شہادت دو ہیں لہذا ایک  
کافی نہیں اور گواہ وہ ہے جو شاہدہ مشہودہ پر کسے بعد میں آنے والے قرائن کا مشاہدہ کر سکتے ہیں مگر اصل  
حسن پر شہادت دینی ہے اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتے تو شہادت کیسی ؟ فتاویٰ عالمگیری جلد ۲۲ میں ہے  
ان یكون العمل بمعاینة المشهود به بنفسه لا بغيره  
الخ نیز مستاتر میں ہے اما اقسام الشهادة فمعناها الشهادة على الزنا  
وتعتبر فيها اربعة من الرجال الخ

۲۔ ہاں سجدہ سہولاً لازم ہوگا کذا ہر روایت کے حکم سے توقیل پر بھی سجدہ ہے اور دوسری  
مصحح روایت کے لحاظ سے ایک آیت بہتہ پڑھنے پر لازم ہوتا ہے اور تین تسبیح تو زیادہ ہیں لہذا دونوں  
روایتوں کے لحاظ سے سجدہ لازم ہوگا۔ تنزیہ الالبصار ، درالمنار میں ہے (و الجہر فیما یجاءت  
فیہ) للامام ۱ وعکسہ ، لكل مصطل فی الاصح تعددہ (بقدر  
ما یحوز بہ الصلوۃ فی الفصلین وفیل) قائلہ قاضی خان  
عجب السہو (بہما) ای بالحصر والمغاطتہ (مطلقاً

ی قدر او کثرت و عوطا ہر الروایہ شامی متفق ہوا میں سراہا  
مجموعہ فی الہدایہ والصحیح والنبیین والسبب لان البیہر  
من البیہر لا یمكن الاحراز عن وعن الکثیر یمکن  
وما نصح بہ لصورہ کثیر عیران ذلک عنہ الیہ  
وعدا بعموم واطلاق شامل لصورہ الاعادة  
بما والاستدلال بالعموم والاطلاق شائع بین الصحابة  
بما الله تعالى عنهم و بین من بعدهم۔

نہ ہاں ملال ہے اگرچہ عمل ہی نہ ہوا ہو کہ قرآن کریم یا حدیث پاک میں عمل وغیرہ کی قیہ نہیں  
اور نبی اکرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایسی قیہ لگائی۔ قرآن کریم پچھلے ج ۱۵ میں ہے و ان لکم  
فوالامام لعبرة ط فسقیم ممافی بطونہا من بین حدیث  
و دم لبنا خالصا سائغا للشاربین۔ نیز پچھلے ج ۱۵ میں ہے فسقیم  
ممافی بطونہا۔ بہر حال اس اطلاق و عموم سے انعام (بکری) لگائے وغیرہ (جناس) کے  
دو حصے کے تمام اقسام ملال جو گئے۔ جنہی کفاد سے خیر یہ مسئلہ جلد امیں فرمایا کہ اگر بکرے یا چیتے کے  
دو حصے اتر آئے تو وہ بھی ظاہر یہی ہے کہ ملال ہے۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب الاكرم  
والله وسلم۔

مفتی اعظم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند مولانا محمد امجد علی عثمانی مدظلہ

۳۰ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ (۲۶/۱۰/۱۹۶۵ء)

الاستفتاء

محکم دہمتری جناب مولانا مولوی محمد نور اللہ صاحب دامت برکاتہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ... امید ہے کہ جناب بفضل خدا بحیرت ہوں گے باقی عرض کر رہا ہوں  
 ذیل سوالات کا جواب شرعی مدد کے اندر دے کر ممنون فرمادیں جس سے ہماری پوری طرح تسلی ہو جاوے  
 کیونکہ اس کی وجہ سے امام مسجد کے بارے میں ہمارے دلی میں کچھ شبہ پیدا ہو چکا ہے ۔

نمبر ۱ : ایک امام مسجد نے عید الفطر کے روز صرف نماز عید کا خطبہ پڑھا اور نماز پڑھا دی۔ دوران نماز میں  
 پہلی رکعت کے ساتھ تکبیریں معمول کیا لیکن سجدہ سہو کر دیا، آیا نماز مکمل ہو گئی یا کہ نہیں؟

نمبر ۲ : اسی دن جمعۃ المبارکہ کی نماز کیسا تھا اس دن کوئی خطبہ نہیں پڑھا صرف نماز باجماعت پڑھا دی  
 حالانکہ جمعہ کا خطبہ فرض ہے اور نماز عید کا خطبہ واجب ہے۔ آیا کہ ہماری نماز جمعہ جو گئی ہے یا نہیں؟ براہ کرم  
 مکمل جواب دیں آیا آئندہ اس امام کے پیچھے ہماری نماز جائز ہے یا کہ نہیں؟ براہ کرم جواب جلدی دیں۔ زیادہ  
 خیریت۔ والسلام وآداب۔

ادھر آپ کا نیاز کیش ۱۱ صفر مل زرگر کچا کھوہ ضلع نشان

نوٹ۔ دوسرے روز سائل نے یہ توہم بھی بھیجی کہ مولوی صاحب مسجد کی اذان کہلانے کے بعد خود ایک  
 رکوع قرآن پاک کی تلاوت کی اور اس کی تشریح و تقریر کے فوراً بعد جمعہ کی جماعت کرا دی۔ آیا مولانا صاحب  
 کا خطبہ پڑھنا ہو گیا یا کہ نہیں؟ اور ہماری نماز جمعہ بھی ہو گئی یا کہ نہیں؟ وہ کہے۔ یہ ہم نے اس طریقہ سے  
 خطبہ پڑھا ہے۔



عید کی تکبیریں سنواری جائیں تو سجدہ سہو سے کمی پوری اور نماز کامل ہو جاتی ہے۔ فتاویٰ  
 عالمگیری ص ۷۷۷ ج ۱ میں ہے : و ماہا، واجبات الصلوٰۃ، تکبیرات  
 حیدیں قال فی البدائم اذا ترکھا او بعض منها و  
 ر د علیہا او اتی بہا فی غیر موضعہا فانه یجب علیہ

سعود کذا فی البحر الرائق اور عید کا خطبہ نماز بعد ہوتا ہے سال کے  
تغافل سے پہنچنے کے خطبہ پہلے پڑھا گیا ہے۔ اگر پہلے پڑھا گیا ہے تو یہ سنت مستمرہ خلاف ہے  
قنویس، میکروس، بدایین ہے ثم یخطب بعد الصلوة خطبتین  
کذا فی الجوہرۃ المستترۃ

۴۱ واقعی خطبہ جمعہ فرض اور شرط حجاز ہے اگر بلا خطبہ پڑھا جائے تو حجاز نہیں۔ قنویس  
میکروس، بدایین ہے لو صلوا بلا خطبۃ او خطب قبل الوقت  
لم یجز کذا فی الکافی مگر نماز کی طرح خطبہ میں بھی فرض اور سنتیں ہیں ترک فرض سے  
جس طرح نماز میں جوتی پر بھی خطبہ نہیں ہوتا اور اگر سنتیں رہ جائیں تو نماز اور خطبہ ہر جاتے ہیں مگر ناقص ہوتے  
ہیں ایسا کرنا برا ہے اور عادت بنانا بہت بُرا ہے فرض خطبہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ قنویس، میکروس  
ہے والمشاۃ ذکر اللہ تعالیٰ کذا فی البحر الرائق بلکہ قرآن کریم میں  
واسعوا الی ذکر اللہ۔ تو آپ کے مولوی صاحب نے جب نیت خطبہ سے کو کر پڑھا اور اس  
کی تشریح و تقریر کی تو فرض خطبہ ادا ہو گیا اور نماز بھی ہو گئی مگر کسی سنتیں ترک ہو گئیں اور کئی مستحب رہ گئے مثلاً  
دور خطبہ اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھا اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا اور حمد و ثناء اور  
درد و پاک اور حمد کے ساتھ شروع کرنا اور غنائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا ذکر ہونا،  
کما فی السنن و غیرہا اور پھر خطبہ میں پنجابی یا اردو کا استعمال کرنا بھی سنت متوارثہ  
کے خلاف اور بُرا ہے۔ ہایہ صلاہ بدایین ہے الا ان یمیر مسیئاً لمخالفت  
لسنت المتوارثۃ (الی ان قال) والخطبۃ والتشہد علی هذا  
قنویس مولانا عبدالحی ملّا ۱۲۱ جلد اسے مست ۲۲ تک چودہ صفحوں میں دہ تحقیق جو مولانا مذکور کے نزدیک  
مسن ہے۔ یہی ہے کہ خلاف سنت متوارثہ اور مکروہ و بدعت ہے۔ باوجودیکہ اسلام پھیل گیا اور  
بجے ایسے ملک دائرہ اسلام میں آتے گئے کہ وہاں کے باشندے عربی زبان سے قطعاً واقف  
نہیں تھے مگر پھر بھی صحابہ کرام اور تابعین، تبع تابعین، مشائخ و علمائے کمالین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین  
سب کے سب عربی زبان میں شبیہ پڑھتے آئے تو لامحالہ غیر عربی میں بدعت و مکروہ بنا۔

مسئلہ ۲۳ میں مسئلے شرع مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں ”درجی بودن بہت عمل ستم سلیمین و در شارق و مغارب ہر جود انکہ در بسیار از اقامیم مخاطبات ہمیں بودند“  
نور و روشن کی طرح واضح ہوا کہ اگر نماز خطبہ ہو گئے مگر کراہت و بدعت سے خلل نہیں نذا آئندہ کیسے بالکل پرہیز کریں اور خطبہ و نماز مکمل ادا کریں۔

و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جبل مجدہ اتسم و احکم و  
صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ و اصحابہ و سلم

محرم النعمان الخیر محمد نور اللہ النعمی غفرلہ  
۴ ماہ شوال المکرم ۱۳۷۸ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں :

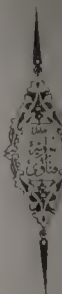
نمبر ۱۔ نماز عید الفطر کی پہلی رکعت میں تکبیرات کے سبھا قرات شروع کر دینا بعد از نعتہ تکبیرات ادا کرنا قرات معرفت الحمد کیا گیا۔

نمبر ۲۔ دوسری رکعت میں تین کی بجائے چار تکبیرات ناوانستہ کرنا، بعد میں سجدہ ادا کیا جانا آیا۔ نماز جوگئی یا دوبارہ پڑھی جائے !

سائل : از مخپیان



نوٹی اور مانع نہیں پایا گیا تو معرفت ن دو وجہ سے نماز ناسد نہیں ہوئی بلکہ جوگئی۔ بدائع



مراح میں ہے نوسہی عن مکبر اب العید حتی اشتعل بالمراد  
 لم یذکر انہ لم یکن یعود الی التکبیرات و بقراً  
 عدما۔ ہندی میں ہے اذ ترکھا و نفس منها او زاد علیہا  
 و بیہائی غیر موضعہا فاما یجب علیہ السجود  
 کذا فی البحر۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیبہ  
 وآلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

مرقۃ المفیر ابوالخیر محمد نور اللہ انیمی غفرلہ

یکم شوال المکرم ۱۳۸۶ھ ۲/۲/۶۵





# بَابُ صَلَاةِ الْمَسَافِرِ

## الاستفتاء

ایک مسافر نے عشاء کی جماعت کرائی۔ قعدہ اولیٰ کرنے کے بعد بھول کر چار رکعتیں نماز پوری کر لی۔ کیا مسافر کی نماز ہو گئی یا کر نہیں؟ دیگر مقتدی جو کہ مقیم ہیں ان کی نماز کا کیا حکم ہے؟ کتب معبرہ سے تحریر فرمائیں، میں فواکش ہو گی۔ مبینوا! تعجب روا۔ فقط



مسافر کا فرض ادا ہو گیا اور پچھلی دو رکعتیں نفل ہیں۔ بسوط ص ۲۳۹ میں ہے مسافر صلیٰ فی سفرہ اربعاً اربعاً فان کان قعد فی کل رکعتین قدر لشہد فصلتہ تامۃ والاخریان تطوع لہ وکذا فی عامۃ المسنندات ایضاً۔ اور جس مقتدی مقیم نے امام کی متابعت میں نماز پوری کی اس کی نماز صحیح ہو گی کہ پچھلی رکعتوں میں امام متقل ہے اور مقیم مفرغ من اور مفرغ من متقل کی افتدائیں نہیں کر سکتا وکل



مطالعہ الرضیٰ الرحمن  
**الجواب**  
 التمس بفعول فی التلو والجموع

اگر وہ اقتدار بطور فرض مقرر تھی اور اس کے وقت فوت ہونے تک مسافر تھا یا آخر وقت بھی  
 مسافر تھا تو صرف دو رکعت ہی قضاء کرے اور ایسے ہی اگر وقت کے اندر ادا کرے اور کیا پڑھے  
 یا سفر کی اقتدار کرے تو دو ہی پڑھے کہ مسافر پر دو ہی لازم ہیں اور تا بہت مقیم کی وجہ سے چار لازم ہوئی  
 ہیں اور جب نماز تو دو ہی تو تا بہت چھوڑ دی تو وہ زودم بھی مرتفع ہو گیا۔ اور یہاں ظہر من الشمس ہے کہ  
 اب جو پڑھ رہا ہے اس میں اس امام کی تا بہت کا کوئی ثابہ بھی نہیں ہے۔ مبسوط مشک ۲ جلد ۱،  
 نیز مشک ۲ جلد ۲، بدائع صنائع مشک ۹ جلد ۱، بحر الرائق مشک ۱۳ جلد ۱، مراجعہ مشک ۱، فتح القدیر مشک ۲ جلد ۲،  
 کفایہ مشک ۲ جلد ۲، غنیۃ المستمل مشک ۵، خلاصۃ الفقار مشک ۲ جلد ۱، ہندیہ مشک ۱ جلد ۱، شامی مشک ۴ میں ہے  
 والنظم لہ ولو افسدہ صلی رکعتین لزو الالمخیر  
 بطور فرض کی قیاس لئے کہ خود فرض ادا کرنے کے بعد بطور نفل اقتدار کرے تو چار کی قضاء ہی لازم ہے جس  
 طرح بھی پڑھے۔ متواتر مذہب میں ہے واللفظ لہ بخلاف ما لو اقتدی  
 بہ منسلا حیث یصلی اربعا اذا افسدہ۔ وقت کے فوت ہونے تک  
 صرف آخر وقت میں بھی مسافر ہونے کی قید اس لئے کہ اگر اس وقت نیست اقامت ہوتی تو اتمام لازم ہو جاتا  
 ہے۔ انفرادی اقتدار، مسافر کی قید لیں کہ اگر مقیم کی اقتدار کرے تو پھر بھی اتمام لازم ہوگا۔ اور ادا کا اضافہ اس لئے  
 کیا کہ یہ بھی استفادہ میں نہیں آیا تھا۔ اور یہ تو واضح ہی ہے کہ یہ سوال چار گانہ فرض کے متعلق ہے۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب واله  
 واصحابه وسلم.

عزہ الغفر الہوا بحیر محمد نور الشاہ اسمعی غفرلہ

۳ شعبان المعظم ۱۳۷۳ھ

# الاستفتاء

قبوہ کتبہ حضرت صاحب مظلہ العالی جناب مولانا نور اللہ صاحب

اسلام علیکم۔ جناب مال گدازش یہ ہے کہ ہم اندیا کی قید میں ہیں اور ہمارے لئے کوئی نماز کا حکم ہے یہیں  
بست سادی جگہوں سے فتوے اور مسئلے وصول ہوئے ہیں۔ کسی فتوے پر نوٹ جوتا ہے نماز قصر نہیں اور کسی پر  
جوتا ہے کہ نماز پوری پڑھیں۔ بندہ آپ کے ہاں بعیر پر غدر سندھی ہے قبلہ حافظ صاحب عبد اللہ صاحب  
سے قرآن پاک ختم کر کے فوج میں بھرتی ہوا ہے۔ بندہ مولوی محمد عظیم کا بیعتیہ ہے اور نور محمد ڈولاکھیا نوالی والا،  
اُس کا دو بہتا ہے اور بندہ اس جگہ پر قیدیوں کو نماز پڑھاتا تھا پوری۔ دو تین فتوے پوری کے آپ کے ہیں اور دو  
تین قصر نماز کے۔ بندہ پہلے تو پوری نماز پڑھاتا رہا مگر جب یہ فتوے آیا تو امام اعظم کے قول کے مطابق قیدی  
آوی اپنی پندرہ یا بیس دن یا کم یا زیادہ کی نیت نہیں کر سکتا تو بندہ نے نماز پڑھنا چھوڑ دی۔ ابھی ہمارے کیمپ میں  
دو نمازیں ہوتی ہیں اور بسندہ کا دل مطمئن نہیں۔ جب تک آپ کا فتوے نہیں آئے گا ہم چند آدمی نہ تو پوری نماز  
با جماعت پڑھیں گے اور نہ ہی قصر با جماعت پڑھیں گے۔ اگر آپ کا فتوے آگیا تو انشاء اللہ اس پر ضرور عمل کریں  
گے۔ برائے مہربانی آپ قضا بھی جلد ہو سکے اس کا جواب جلدی دیں کیونکہ یہ آپ پر لازم ہے۔ باقی برائے مہربانی آپ  
پورا اپنا حوالہ دیں اور واضح طور پر بتا دیں مہربانی ہوگی۔ باقی جوابی خط کیونکہ یہاں قید میں میسر نہیں اس لئے تکلیف  
گوارا کریں مہربانی ہوگی باقی تمام قیدیوں کے حق دعا کریں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جلد ہمیں پاکستان لاوے اور اللہ یا کی قید  
سے رہائی دے (آمین) باقی اگر قبوہ حافظ عبد اللہ صاحب اور حافظ منظور حسین اور مولانا محمد عظیم صاحب آپ کی خدمت  
میں حاضر ہوں تو ان کو میرا سلام کہہ دینا جو گا مہربانی، باقی ہمیں یہاں پر تقریباً دینی مسائل میں ہر قسم کی آزادی ہے جتنیں  
ہوتی ہیں، قرآن خوانی ہوتی ہے۔ مذہبی بارے ہمیں یہاں پر کوئی تکلیف نہیں۔ اور یہ بھی بتا دیں کہ ہم پر روزے فرض  
ہیں یا نہیں؟ اور عیدین کے متعلق بھی بتا دیں مہربانی ہوگی۔ دارالعلوم خفگی کی مرفوعی پڑھا دیں۔ باقی یہاں کچھوں میں بقیہ  
نیزہ پڑھی جاتی ہے اور میں نے بھی قمر نماز شروع کی ہوئی ہے اس لئے بندہ کو جلد آگاہ کریں کہ کوئی بچہ صفی ہے





رہا جس پر وقت لازم ہے اور بہتر یہی ہے کہ وقت پر ہی ادا کرے وہیں خصوصاً جب آپ کو نہ ہی عبادت میں  
بالکل آزادی ہے اور کوئی تکلیف نہیں نو وقت پر ہی فرض ادا کرنا بہتر ہے بلکہ قابلِ برداشت تکلیف ہو تب ہی وقت پر  
ہی ادا کرنا بہتر ہے یہ قرآن مجید کا ارشاد ہے۔ یہ مسائل فتاویٰ مالکیہ، ہدایہ، فتح القدیر، بحر الرائق، بدائع صمدیہ  
وغیرہ کتب فقہ حنفیہ سے لکھے گئے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا  
محمد وعلى آله واصحابه اجمعين۔

عبد الغفور ابو محمد محمد نور الدین نعمی غفرلہ

۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۱۹۳۷ء

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندیسی کہ مسافر جو مکہ کی سمتیں ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟  
بعض لوگ اس میں کہتے۔

السائل : مولانا محمد نعیم الدین صاحب رکن پورہ



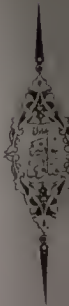
مسفر میں ادا سے منہ باز شہر جائز و مستحسن و مسنون ہے اس پر جمہور علمائے کرام کا اتفاق اور ائمہ  
عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے اور خود قرآن کریم اور احادیث شریفہ سے ثابت و مبرہن ہے۔  
آیات و احادیث ثابتہ مدعا سے مذکور بکثرت ہیں کہ ان کا اعتقاد بحال عادی ہے اور حسب المقدور پھر کے  
بھی و نیز واقعی ضروری و لازمی ہے لہذا بطور اجمال و لاہل کثیرہ کی طرف اشارہ اور بعض قلیل قدر سے تفصیل سے دیکھا  
جاتا ہے فرما کر یہ کہ استاد مہین ہے و ما اساکم الرسول محذوہ و ما نہاکم





کہیں بالخصوص قرآن کریم سے ثابت ہیں معارف التنزیل ص ۱۹ جلد ۶ کریم و مسیح محمد  
 ربنا قبل طلوع الشمس وقبل لغروب ومن اللیل  
 مسبحہ وادبار السجود کی تفسیر میں ہے قال عمر بن الخطاب  
 وعلى بن ابي طالب والحسن والشعبی والنخعی و  
 الاوزاعی ادبار السجود الركعتان بعد صلوة المغرب  
 وادبار النجوم الركعتان قبل صلوة الفجر وهما  
 رواية العوفي عن ابن عباس وروى عن مرفوعا  
 هذا قول اكثر المفسرين ونحوه في الخائمن اور ایہ  
 وسمی بحدیث بلک حین تقوم و من اللیل فسبحہ و  
 ادبار النجوم کا تفسیر عالم التنزیل ص ۱۲ جلد ۶ میں ہے یعنی رکعتیں قبل صلوة  
 الفجر وذلک حین تدبر النجوم امی تغیب بضرہ الصبح  
 هذا قول اكثر المفسرين ونحوه في الخازن و زہد  
 میدل علیہ ماروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم <sup>قال</sup> ادبار  
 النجوم الركعتان قبل الفجر وادبار السجود الركعتان  
 بعد المغرب اخبرہ الترمذی وقال حدیث عربیہ

بہ حال امارت مبارکہ کا اطلاق وعلوم حاضر و مسافر دونوں کو شامل اور احادیث دونوں  
 کے لئے وعدہ ثواب کی حامل اور عموماً قطعاً یقیناً بلا گنجائش شکوک و شبہات استدلال اثبات  
 کے لئے کافی و کافی میں درجہ ایک ایک چیز پیش رفت کے لئے ذہد و بجز و عمر و کر و طہا افراد مکلفین کے  
 سامنے خاصہ دکھانے لازم ہوں گے یا ترک امر و نہی کا ارتکاب اور ایک عام طوفان بدتمیزی کا ایسا  
 زبردست بیجان و انقلاب برپا ہوگا جس کا علاج بجز کسی استدلال بالعمومات کے محال و متنع ہے البتہ اگر  
 بشرط غیبیہ کوئی ایسی حدیث قولی یا فعلی ثابت ہو جس سے یہ یقین ہو کہ مسافر احادیث مذکورہ پر عمل نہیں



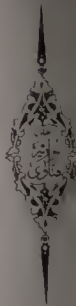
اور کیا تو گنجائش عدم جو واقعی مگر ایسی کوئی حدیث نہیں دکھائی جاسکتی ہے۔ اور کرم و محمدین عظام کے اسی  
 عدم کو جو اہل بدعت اسباب ادائے مسافر کے لئے دلیل بنایا ہے۔ علامہ محی السنۃ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم  
 جلد ۲۴ میں فرماتے ہیں و استحبہا السامی واصحاب و اجمعہ

و دیدہ رحادیت العامة المطلقة في سبب الروايب  
 بل سیدنا ام المؤمنین صدیقہ بنت الحذیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث مروی کے صدر میں تنبیہی  
 نسائی، ابن ماجہ، کنز العمال سے ہے ہر شابر علیٰ تسنی عشرة رکعة  
 اور ثبات کا معنی مداومت و ملازمت ہے۔ اگر انسان سفر کی حالت میں ترک کرے اور صرف حضر  
 ہی میں ادا کرے تو مداومت جو ہی نہیں سکتی اور ایسے ہی سیدنا ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہا کی حدیث مذکور کے صدر میں صحیح مسلم اور سنن بیہقی و کنز العمال میں ہے ما من عبد لم یصل  
 لله كل يوم او اگر مسافر ترک کرے تو کل یوم تینے ہر ایک دن میں ادا کرنا کیسے مقصود ہو سکتا  
 ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے زیادة الثقة مقبولة فالروایات الخالصة  
 عن قید كل یوم ملقوة عن حکما و تدل علی تسمتها کما  
 لا یحیی۔

باقی رہی سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وہ حدیث جو صحاح میں مذکور ہے  
 جسے تاریکین سنن دلیل بناتے ہیں وہ قطعاً دلیل بے غصص نہیں بن سکتی کما س سے عند التحقیق صرف عدم  
 رویت ہی ثابت ہے جس سے عموم عدم رویت بھی ثابت نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ ترک یا دوام ثابت  
 ہو و اصول من نظائر عند من له نظر۔ بلکہ اگر بالفرض دوام ترک بھی ثابت  
 ہو جائے تب بھی ادا ویت مذکورہ تفریق کی یہ حدیث فعلی قطعاً نسخ نہیں کر سکتی کہ فعل رافع قول نہیں و  
 البین من ان یبین عند من له بصر و بصيرة في  
 بعد محمد و من تبارک و تعالیٰ۔ صرف اتنے ہی بیان سے مدعی

نہایت پروردگار پر میری ہوجو چکا اور بغیر فرض منصبیہ سے فارغ ہوا مگر اہم قاسمین و اہم نامین  
کیلئے خود حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے  
سفر میں سننا اور فائدہ دار و نور روشن کی طرح ثابت کیا جاتا ہے، سنئے اور غور سے سنئے۔

سیدنا جابر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی مسند ۳۵۰ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما  
بعد یصح مستدرک ۳۵۰ جلد ۱۵۵ جلد ۲۸۹ جلد ۲ میں ہے صحبت رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شمسائے عشر سمعنا فصار أبتہ  
سرك السكتين اذا راغت الشمس قبل الظهر يعني في حضور پُر نور  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھارہ سفر دل میں حاضر رہا تو میں نے نہ دیکھا کہ آپ نے غرے پہلی  
دور کتوں کو ترک فرمایا ہو۔ اس حدیث سے سنت قبلہ نظر کا صاف ثبوت ملا۔ اور سن ترمذی مسند  
جلد ۱ میں انہی حضرت عبداللہ بن عمر سے ہے صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وسلم فی العصر والعصر فصلیت معہ فی الحضر الظهر  
اربعا وبعدها ركعتين وصلیت معہ فی السفر الظهر  
ركعتين وبعدها ركعتين والعصر ركعتين ولم يصل  
بعدها شيئا والمغرب في الحضر والسفر سوا ثلاث  
ركعات لا ينقص في حضر ولا سفر وهي وتر النهار وبعدها  
ركعتين قال ابو عيسى هذا حديث حسن سمعت محمدا  
يقول ما روى ابن ابي لبيل حديثا اعجب الي من هذا۔ اور  
علاء بن مسعود ۲۳۰ جلد ۱ میں روایت مذکورہ باقی نظر ہے وصلی فی السفر الظهر ركعتين  
وبعدها ركعتين وصلی العصر ركعتين وليس بعدها  
شيئا وصلی المغرب ثلاثا وبعدها ركعتين وصلی العشاء



رکعتیں و بعد ہزار رکعتیں یعنی حضرت میرا اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا  
 حتم دید بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں ہر کے بعد دو رکعتیں ادا  
 فرمائیں اور ایسے ہی مغرب کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں اور خود اپنا بھی ادا کرنا بیان فرماتے ہیں۔ اور  
 حضرت ابو یوسف ترمذی اس حدیث کی تحمیل فرماتے ہیں اور امام بخاری سے نقل کرتے ہیں کہ انہیں امام  
 ابن ابی شیبہ کی سب حدیثوں سے یہ حدیث زیادہ پسندیدہ ہے اور امام طحاوی نے اسی روایت میں عشاء  
 کے بعد دو رکعتیں ادا فرمانا بھی زیادہ کیا ہے۔

اس حدیث سے ظہر اور مغرب اور عشاء کے بعد سنن کا ادا فرمانا صراحتاً ثابت ہوا اور سنت  
 فجر کا سفر میں ادا فرمانا تو اعمادِ حدیث کثیرہ لیلۃ التعلیم سے ثابت ہے۔ حضرت ابوقادہ سے صحیح مسلم ۲۳۰  
 جلد ۱ سنن بیہقی ۲۱۶ جلد ۲ طحاوی شریف ۲۳۳ جلد ۱ میں بالفاظ متقاربہ ہے فلما ارتفعت  
 الشمس صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکعتی الفجر  
 ثم صلی الفجر حضرت عمران بن حصین سے سنن ابی داؤد ۴۷۱ جلد ۱ صحیح مستدرک ۲  
 جلد ۱ میں ہے فصلی رکعتین قبل الفجر ثم اقام شعر صلی الفجر  
 حضرت ابی ہریرہ سے صحیح مسلم ۲۳۳ جلد ۱ نسائی ۴۷۱ جلد ۱ بیہقی ۲۱۶ جلد ۱ کنز العمال ۲۳۳ جلد ۲ میں  
 ہے صلی سجدتین۔ حضرت ذی بنیر سے ابوداؤد ۴۷۱ جلد ۱ میں ہے فرکم رکعتین  
 غیر عجل۔ حضرت ابی مریم سے کنز العمال ۲۳۳ جلد ۲ میں ہے صلی رکعتین۔

ان تمام ہدایات کا حاصل یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں فجر کی رکعتیں پڑھی ہیں نیز  
 حضرت ابوقادہ سے سنن ابوداؤد ۴۷۱ جلد ۱ میں ہے فصلوا رکعتی الفجر ثم صلی  
 الفجر طحاوی ۲۱۶ جلد ۱ میں حضرت جیر سے ہے ثم صلیوا رکعتی الفجر  
 حضرت عمرو بن امیہ سے ابوداؤد ۴۷۱ جلد ۱ میں ہے وصلوا رکعتی الفجر۔ حضرت  
 ابن عباس سے طحاوی ۲۳۳ جلد ۱ میں ہے فصلینا رکعتین۔ ان سب روایتوں کا مصل

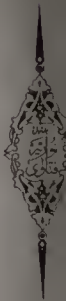
حضرت علیؓ و سلم کی نظر اور کے ساتھ صبر کرام نے فرما کر کہ میں چاہتا ہوں کہ میری قبر سے نہ لے  
جائیں یہ وصلو رکعتیں ، وصلو رکعتیں لعبر بیٹھے حضرت علیؓ و سلم  
وسلم اور صبا کرام نے فرما کر کہ میں سفر میں ادا فرمائیں

بالحدیث روایت قبلہ و بعد یہ کا تجسس سفری نمایاں طور پر ثبوت موجود ہے نیز سیدنا محمد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابن ماجہ میں صبح بہاری بدلتا فی قسم اول ۱۳۲ میں بعینہ ہتھوار ہے فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة الحضر و صلوة السفر مکنا نصلی فی الحضر قبلہا و بعدہا و کنا نصلی فی السفر قبلہا و بعدہا۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی نماز اور سفر کی نماز کو فرض فرمایا تو ہم سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پیچھے بھی اور سفر میں فرض نماز سے پہلے بھی نماز پڑھا کرتے تھے اور پیچھے بھی۔ اور صحابی کا کنا نفعل فرمانا حکم حدیث مرفوع میں ہے کما ثبت فی اصول الحدیث نیز سیدنا محمد بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فتوائے مبارکہ بھی یہی ہے۔ طحاوی ۱۳۴ جلد ۱، ہیثمی ۱۳۵ جلد ۱ میں ہے والنظر من الیہ بقی فکما الصلوة قبل صلوة الحضر و بعدہا حسن فکذلک الصلوة فی السفر قبلہا و بعدہا۔ یعنی جیسے نماز حضر کے پیچھے اور پیچھے نماز بہتر ہے ایسے ہی سفر میں فرض نماز کے پہلے اور پیچھے نماز پڑھنا ہے سیدنا فاروق اعظم حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں سفر قبلہ و بعد یاد فرمایا کرتے تھے۔ کنز العمال ۱۳۴ جلد ۲ میں ہے ان عمروا ابن مسعود کا نابصلیاں فی السفر قبل المکعبۃ و بعدہا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی سفر میں اذکرنا ثابت ہے۔ طحاوی ۱۳۴ جلد ۱ الفصل الظہر و کمستین نہ بعدہ و کمسین۔ اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے صاحبزادے عبید اللہ کو اذکرنا دیکھا کرتے تھے اور منع فرمایا کرتے تھے۔ مولانا ابومہک مع الشرح ۱۳۴ جلد ۱ میں جو غائب ہے۔

یسمل و السم منہ بنکر ذلک علیہ۔ اور میں کیے ذلک تھے  
 جب کہ خود بھی ادا کر چکے۔ اور آنحضرت سے اللہ میرے دل کو ادا فرماتے دیکھ گئے تھے جیسے سن ترمذی دھڑکی  
 سے نہ کہہ سکا۔ اور حرمت و کراہت کا تو کوئی بھی قائل نہیں جیسے امام ابو یوسف نے ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاذ رکھا  
 ہیں۔ سن ترمذی مسند ہذا میں ہے و معنی من سمہ بنصوح فی السم قبول  
 لرحضہ و من بطوع فہ فی ذلک فصل صغیر و هو قول اکثر  
 اہل علم یختارون النطوع فی السم۔ یعنی جو سنتیں ادا نہیں کرتے ان کو  
 مقہور رخصت قبول کرنا ہے (یعنی عزیمت ادا ہے) اور جو ادا کرے تو اس کے لئے ادا میں بہت فضیلت ہے  
 اور یہی قول اکثر اہل علم کا ہے کہ وہ سفر میں سنتیں ادا کرنا اختیار فرماتے ہیں بلکہ جمہور اہل اسلام اور ائمہ اربعہ  
 رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا یہی مشرب ہے جیسے شرح صحیح مسلم سے منقول ہو چکا۔ اور کتاب رحمۃ الامم  
 فی اختلاف الائمہ "م" میں ہے ولا یکرہ لمن یقصر التثفل و  
 السم عند اہل حنیفۃ و مالک و الشافعی و احمد و  
 جماہیر العلماء، سواء الرواتب و غیرہا۔ اور ایسے کمیزان شرعانی مسند ہذا  
 میں ہے اور یہی ہمارے حضرات اخاف کا مختار ہے کہ مسافر میں ترک کردہ ادا کے مگر خوف و اضطراب  
 کی حالت میں کہ مجبوراً ترک ہوں گی اور یہی دعاویت عبداللہ بن عمر کا بہترین عمل ہے و۔۔۔ یقتضی  
 الدلائل۔

فتاویٰ امام فقیہ ائیس قاضی خان مسند ہذا میں ہے قال الشیخ الامام  
 بوسید کلا یرخص لہ فی ترک السن فتاویٰ سرچینہ میں ہے المسافر  
 یأفی بالسن ولا یتکبہا الا بعدہا بہ اخصی شمس  
 لائمۃ السرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ۔ فتاویٰ ہندیہ مسند ہذا میں دمج  
 کہ مذکور ہے اور بحر الرائق مسند ہذا میں ہے والمختار انہ ان کان حال  
 من وقدر یأفی بہا فانہا شرعت مکملات والمسافر  
 معناء السن وان کان حال خوف لا یأفی لا یتکبہا

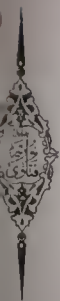
ان تمام فراموشیوں کا علاج یہ ہے کہ مسافر کو سنوں کے ترک کرنے کی نصیحت نہیں ہرگز نہ ہو  
 کوادار کرے اور بلا عذر ترک نہ کرے اور مختار یہ ہے کہ مسافر اگر امن و قرار کے حال میں ہے تو منقطع اور  
 کرے اس لئے کہ فرائض کے لئے تکمیل کرنے والی بنائی گئی ہیں اور مسافر تکمیل کا محتاج ہے اور اگر حالت  
 خوف میں ہو تو ترک کر سکتا ہے۔ یہ ترک عذر سے ہے سبحان اللہ! ہمارے مشائخ کرام کا نظریہ  
 کس قدر مذہب ہے۔ نہایت ہی بہترین طریق سے روایات اثبات کے ساتھ روایت ترک کو منقطع نہایت  
 اور نہایت ہی لطیف ترین استدلال کی طرف اشارہ فرمادیا۔ یعنی سن جب مکمل فرائض میں اور مسافر  
 کو بھی مزدت تکمیل مقیم کے برابر ہے تو وہ بھی ادا کرے کہ سخت ترین اوقات یوم القیامہ میں کامیابی  
 حاصل کرے اور یہ استدلال مرفوع حدیث سنن ترمذی ص ۶۵۱ جلد ۱ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 سے ہے سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 يقول ان اول ما يحاسب به العبد يوم القيامة من  
 عمله صلواته فان صلحت فقد افلح وانجح و  
 ان فسدت فقد خاب وخسر فان انتقص من فريضته  
 شيئ قال الرب تبارك وتعالى انظر واهل لعبدى  
 من تطوع فيكمل بهما ما انتقص من عمله ثم يكون  
 سائر عمله على ذلك وفي الباب عن تميم الداري  
 قال ابو عيسى حديث ابى هريرة حديث حسن غريب  
 من هذا الوجه وفردوى هذا الحديث من غير  
 هذا الوجه الخ متفق الرواة ربيع اول ۳۸۸ میں ہے رواہ ایضاً ابن ماجہ  
 وحسن الحديث الترمذی وقال غریب من هذا  
 الوجه فسكت علیہ ابوداؤد والمسنذی فهو صالح  
 لا احتجاج به عندہما ورواہ ایضاً ابوداؤد من  
 رواية تميم الداري معناه باسناد صحيح وقيل



عن سر عند الطبرانی فی الاوسط والصبیح فی المسار  
 فی السراج قال الشیخ حدیث صحیح و عن  
 عبد اللہ بن قریط عند الطبرانی فی الاوسط قال  
 السدزی لا بأس باسنادہ ان ساء اللہ . یعنی حضرت ابو ہریرہؓ و تمیم دانی  
 و حضرت انس و حضرت عبداللہ بن قریط رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں بے شک قیامت کے دن بندے کے عملوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا اگر صحیح  
 نکلی تو ضرور کامیاب ہوگا اور نجات پائی اور اگر غلط نکلی تو ضرور ناکامیاب ہوگا اور نامراد ہوگا . پس اگر فرائض میں  
 کمی ہوئی تو اللہ تبارک تعالیٰ فرمائے گا کہ نظر کر دو کیا میرے بندے کے پاس سنن و نوافل ہیں پس مکمل کیا جائیگا  
 ان سے کمی والا عمل اس کا پھر باقی عمل بھی اسی انداز سے پرموں گے ۔

جان برادر ! خدا را ایمان سے کتنا کہ کیا یہ ایک ہی دلیل ایسی نہیں کہ زندہ دل انسان کو سنتوں کا  
 مفروضہ میں پابند بنائے کہ اس سخت دن میں سخت نامرادی سے نجات پائے اور بارگاہ النبی میں عزت  
 ابد حاصل کرے . چہ جائیکہ اس دلیل کے علاوہ دلائل کثیرہ موجود و ثبت ہیں اور جانب ترک میں دلیل  
 حجت و کراہت نہیں ۔ واللہ السہادی الحق والصواب والیہ المرجع  
 والمآب وصلى الله تعالى على من وعد على السنن  
 بالشواب لكل مؤمن آقاب وعلى اله وكل الاصحاب  
 ما حصر جواب و قدر کتاب . وقد بقى الخبايا  
 في دعایا الکلام طوینا الکشف عنها الضیق المقام وانجلاء  
 السلام لاولی النہی من الانام والامشاة تکفی ذوی البصائر  
 و لمبی لا تمنیہ العفائر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی  
 اعظم ۔

مقرہ الفقیر الراجح محمد نور اللہ شامی غفرلہ





تحصیل دیپالپور کے معروف گاؤں پٹکاڈولہ سے آمد ۱۲۵ سوالات کے جواب



جمعہ، عرس، گیارہویں شریف، کھانا سامنے رکھ کر

فاتحہ دینے، سالواں، چالیسواں کرنے، قبروں پر قبے

بنانے، استعانت و استمداد بالخاق بعد از وصال قبر پر

یہے جالانے اور فاتحہ خلف الامام وغیرہ مسائل پر تحقیقی رسالہ



# بَابُ صَلَوةِ الْجَمْعَةِ وَالْعِيدَيْنِ

(رسالہ انوار الفتن الدولہ فی اجوبۂ مسئلہ فکا دولہ)

## الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی نور اللہ صاحب علمائے دین

السلام علیکم کے بعد آپ کی خدمت میں چند مسائل کی بابت دریافت کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں التماس ہے کہ :-

- نمبر ۱۔ جمعہ شریف چھوٹے گاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟ قرآن مجید کی آیات سے ثابت تحریر کریں۔
- نمبر ۲۔ عرس کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۳۔ فاتحہ کا پڑھنا امام کے منکر جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۴۔ ختم طعام حاضر رکھ کر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۵۔ وفات پر ساتواں یا چھٹا کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- نمبر ۶۔ قبر پر خیمہ کا بنانا، گنبد بنانا،

ان مسائل کا آیات قرآن کے ساتھ پوری تحدید کر کے تحریر کر دیں جناب کی سربراہی ہوگی، نیز گیارہویں کرنا، کپڑا ڈھانکنا، قبروں پر چراغ جلانا جائز ہے یا نہیں؟ داڑھی مون کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اگر عقیدہ

و ہم کل دینیوں میں تو کسی کی است بار ہے ؟

آب و بعد

حافظ عبد الوہاب موضع سترہ درویشیں پاپا پو

ضلع شکر



بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله الذي الامروا  
والعفو العافى وصل الله تعالى على النبي السور  
المفسر كل ما له الكافي وعلى اله التقى الوفي السوف  
واصحابه كلهم ميسرين غير متعسرين  
بترك عفو الشرع الصافي وان رغم انت المجاهد  
الحبافي اسافي لرخص الشفيع الشافي ليطفرا نور  
الله بافواههم والله منهم نوره ولو كره الكافرون  
وسلم نسليما كثيرا كلما ذكره الذاكرون وغفل  
عن ذكره الغافلون ، اما بعد :

سب سے پہلے ایک مقدمہ ضروری الصدق و ضبط سمجھنا ضروری ہے کہ جمیع جوب میں انشاء  
الغزیز نافع و مفید ہوگا وہی مدد :-

مرد و سراسر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد و ارشاد قرآن کریم ہے حضور پر  
کے فرمان پر عمل کرنا فرمان اسی پر عمل کرنا ہے کہ خود خداوند کریم نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے من  
بطع الرسول فقد طاع الله جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا ہے

یہ ہیں قرآن پاک کا قرآن جو ان قرآن مصطفائی سے ہی معلوم ہوا۔ اے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
وہاں سرعہ اور حویثہ ۔

مذہب مہدیین میں نہ جھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ ہے نہ بڑے میں بلکہ نہ شہر میں بھی نہیں  
جب تک جامع نہ ہو۔ اس نماز پر شود و عدول نصوص قرآن و حدیث میں فالق السمیع بفسط  
شہد۔ نماز عصر فرض قطعی ثابت بہ قرآن و حدیث ہے اور اس کی فرضیت قطعاً فرضیت جمعہ سے پہلے  
کی ہے۔ تو جن جن خصوصیات سے نماز جمعہ دار عن اشرع سے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے ان کا لحاظ رکھ  
مزدی ہے کہ قیام جمعہ مستقط نظر ہو۔ اسی واسطے تمام اہل اسلام دائر کرام کے نزدیک آیت جمعہ میں امر جمعہ کا  
عموم مخصوص عند البعض ہے۔ وقت خاص وطن اقامت ایسے مکانات جن میں لوگ بستے ہوں مرد و زن  
و غیرہ کا جو حاضر وہی سمجھتے ہیں گو تعداد جماعت و تعیین وقت و خصوصیت مکانات وغیرہ میں اختلاف  
ہے مگر نفس جماعت و وقت و مکانات کے شرط ہونے میں ہرگز اختلاف نہیں اور جو عدم مراعات خصوصیات  
کا دعویٰ ہو وہ جھوٹا ہے۔ اولاً تو ہر ایک مذہب والا خصوصیات کے ساتھ ہی ادا کرتا ہے کہ جماعت و  
وقت خاص و وطن تو وہابی بھی مانتے ہیں تو انکار کا ہے کابے؟ ثانیاً بغرض غلط اگر یوں کہے تو اس کے  
لازم کہ کسی دلیل مستند سے سقوط نظر کا ثبوت دے اور جو احتیاط کی آڑ لیتے ہیں وہ منقطع جماعت کا روشن  
ثبوت دیں۔ قرآن کریم تو جہاد جیسی نازک حالت میں بھی تعلیم جماعت دیتا ہے اور یہ مسجد میں مجتمع جماعت  
پر قادر ہوتے ہوئے بلا عذر نوزک جماعت کرتے ہیں بلکہ جائز و ضروری سمجھتے ہیں صلوات  
سبھانکم ان کنتم صدقین۔ آخر یہ آیت جمعہ میں تو نہیں آیا کہ نماز نظر معاف ہے یا نوزک  
کا اجازت ہے۔ کسی حدیث صریح قابل استدلال سے ثبوت دے سکے ہیں تو دیں۔ بہر حال قطعاً یقیناً  
ایہ جمعہ مکان کے حق میں اپنے عموم پر برگزیدہ نہ رہے۔ امام دار الحجۃ مالک علیہ الرحمۃ وغیرہ تمام کے نزدیک  
مکان میں جمعہ نہیں کما سباقی من الصحیحین ان شاء اللہ تعالیٰ

امام مطہری شافعی داعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ ایسی آبادی جو جس میں چالیس مرد  
نہ ہو، مائل بالغ یقیم ہوں جو نہ سردیوں میں کوٹ کر کریں نہ گرمیوں میں۔ یہ تفسیر عالم التذلل ملکہ جلد  
۱۰۰۰ ملکہ جلد ۱۰۰۰ میں ہے جن کے مولف شافعی المذہب ہیں۔ اور امام انام امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے نزدیک سر باج شرط ہے تو معلوم ہوا کہ چہرے کاں میں جو حوالی مانا گیا ہے وہاں ہر جگہ نہیں ہاں دور حاضر کے لئے مجتہد جان کر لیں تو کوئی تعجب نہیں وہ ترجموں میں بھی پڑے ہیں۔  
فتح القدیر ص ۲۱۱ میں ہے لایجوز اجماعاً فی السجود اجماعاً وھن  
و بحسب شروح لسنیۃ۔ تو جس جگہ ہمارے ہاں صحیح ہوگا وہاں ہر ایک کے نزدیک  
صحیح ہوگا، تو ہم فرض قطعی سے یقیناً سبکدوش ہوئے۔ اور جہاں صرف ان کے نزدیک جائز ہے  
وہاں کلیاً اجماعاً جواز نہیں تو سبکدوشی فرض قطعی غلط ہے اجماعاً کیسے ہوئی؟ اور ہم جمعہ کے فرض قطعی ہونے  
کے ضرورتاً قائل ہیں مگر صرف اجماعاً جامعہ میں۔ نہ ہر جگہ خلا یسمع لاحد تعکس سوں  
عیسایا۔

جمعہ تعالیٰ عیاں سے یہ کھل گیا کہ اخاف اس قدر زبردست احتیاط کرنے والے میں اور ان کی  
شرط مکان یقینی ہے کہ سب کے نزدیک عموم مکان مخصوص اور شہروں میں پڑھنا اور امر کرنا یقینی طور پر ثابت  
ہے اور بعض دیہات مثلاً حوالی میں جمعہ کا نہ ہونا یقینی اور دیگر بعض دیہات میں حوالی کے ہاں ثابت ہے  
وہ ظنی ہے اور ظنی سے فرض قطعی کی ترک ان کے ہاں آ رہی ہے تو یہ مخالف جو آج تک کہا کرتے تھے کہ ایہ  
جمعہ قطعی ہے اور تم شرط ظنی سے اس کی تخصیص کرتے ہو، وہ الٹا سوال ان پر پڑا والحمد للہ علی  
التوفیق والامام و بنعمتہ تتم الصالحات۔

اور جب تمام اہل اسلام کے نزدیک مکان خاص اجماعاً شرط ہے تو اخاف پر یہ سوال کہ  
قرآن کریم کے حکم عام سے تم تخصیص کیوں کرتے ہو یا جابر امت نہ رہا کہ اجماعاً ثابت کہ آیت اپنے  
عموم پر باقی نہیں۔ دوسروں نے قریہ عامہ سے تخصیص کی اور ہم نے مصر جامع سے اور ہمارا قول سابق بالقیل  
ہے کہ وہی مذہب حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسمی ہے جو آپ کی حدیث موقوف صحیح سے ثابت  
ہے۔ اس حدیث موقوف کو حکم نوع کا ہے کہ وہ اپنی طرف سے قرآن کریم کے اس عموم کی تخصیص کس طرح  
کر سکتے ہیں؟ تفسیر ماہ التذلل ص ۲۱۱ میں ہے وقال علی بن ابی طالب (ع) لا فی مصر حرج مع  
لا فی مصر حرج مع فتح القدیر ص ۲۱۱ جلد ۲، غنیۃ المستمل ص ۲۱۱، بحر الرائق ص ۲۱۱ میں ہے  
والمطهر من العیہ روی ابن ابی شیبہ عن علی (ع)



ولا ملوفه قصر ولا اصحی الا فی مصر جامع او مدینہ عظیمہ  
 وصحیح ابن حزم فی السعی وروی مرفوعا وهو صحیف  
 ولكن الموقوف فی مثل هذا کالمرفوع لانه من شروط العبادة  
 وهي من احکام الوضع ولا مدخل للرأی فیها اورقہ القدیسی یحببہ  
 ورواه عبد الرزاق من حدیث عبد الرزاق السلمی عن علی  
 رضی اللہ عنہ قال لا تشریق ولا جمعة الا فی مصر جامع۔ اور اس  
 حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معارض کوئی اور حدیث ہے نہیں۔

مخالفین کی سب سے بڑی دلیل حدیث جواثی ہے جو عنہ اقبل اصلا ان کا مدعی ثابت نہیں کر سکتی  
 اس حدیث کا محصل یہ کہ مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جو جمعہ پڑھا گیا اس کے پیچھے پہلا جمعہ جواثی  
 کی مسجد عبدالقیس میں پڑھا گیا۔ اس حدیث کے صحیح بخاری میں یہ لفظ ہیں ان اول جمعة جمعت  
 بعد جمعة فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فی مسجد عبد القیس بجواثی من البحرین اور چونکہ بعض روایتوں  
 میں جواثی کو قرہ کہا گیا ہے چنانچہ ابوداؤد کی روایت میں ہے قریۃ من قری البحرین  
 معادہ اس سے امتداد کرتے ہیں کہ حدیث شریف سے ثابت ہو گیا کہ گاؤں میں جمعہ جائز ہے۔ بلکہ حافظ  
 نسوی نے نو اس قدر غلو کیا کہ کہہ دیا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواثی میں جمعہ پڑھا حالانکہ یہ بھی ثابت  
 نہیں کر سکتے کہ یہ جمعہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد والا سے شروع ہوا تھا اور نہ ہی یہ ثابت  
 کر سکتے ہیں کہ حضور جواثی تشریف لے گئے۔ بہر حال یہ استدلال صحیح نہیں کیونکہ جواثی شہر تھا کہ اس میں خاص  
 بھی تھا۔ قلعہ بھی، مکانات بھی تھے۔ غرض شہر کی تعریف اس پر صادق تھی۔ صراح میں ہے جو اس نے قلعہ تھا،  
 نووی نے ارعرتے شرح صحیح مسلم جلد ۲ میں نقل کیا ہے۔ مع قعود فی حیوان محرمینا،  
 اذ قریہ کفہ سے اس کا گاؤں ہونا ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس زمانہ میں قریہ کا اطلاق شہر پر بھی ہوا  
 رہا تھا۔ قریہ میں مکہ مکرمہ کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ اللہ میں مولوں، سا

ہمارے ہمدہ حضرت علیؓ کے ہمدہ ہے۔  
 ہے در قرآن کریم میں مکہ مکرمہ کو شہر بھی فرمایا گیا ہے۔ قسم ہمدہ البلد و  
 حرم ہمدہ البلد ان دو کلمہ بدست مرد مکہ مکرمہ ہے۔ ورنہ کسی میں تہہ کا  
 کو تیرہ فرمایا کہ صحابہ لغریۃ آیا ہے۔ اوما سی کو اس میں اس کو مدینہ بھی فرمایا ہے  
 حبہ من قصبی لمدینہ لایۃ اور مدینہ و مدہ کا معنی شہر ہے تو معلوم ہو کہ اس زمانہ میں  
 شہر کو قریہ کہ جاتا تھا تو شہر جو حوائی کو قریہ کہنا ان کا مدعی ثابت نہیں کر سکتا

قطع نظر ان اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو ہماری زبردست دلیل بنے گی اور مخالفین کا رد  
 کرے گی کہ مدینہ منورہ اور حوائی کے درمیان مسافت دراز ہے چنانچہ خود فدیر العیس نے جب مسلمان ہو کر  
 آیات عزس کی یا رسول اللہ! اننا نأتیك من شمة بحیة وان بیہ و

بیئتک هذا لحنی من کمار مضر وانا لانسطعم ان  
 نأیک انی شہرا الحرام رواہ مسلم فی مجمعہ مکتا جدا پیر جب مدینہ  
 منورہ میں جمعہ شروع ہوا تو بعد میں سب سے پہلے حوائی میں پڑھا گیا اور جو قرب و جوار میں آبادیاں تھیں ان میں  
 نہ پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر حوائی بھی گاؤں ہوتا تو اس کا کیا معنی کہ ایک گاؤں میں پڑھا گیا اور دوسروں میں  
 نہ مگر حاشا و کلا اس حدیث کا بایں معنی ہونا بہت ہی مشکل ہے کہ حوائی والے مسلمان ہو کر شہر میں حاضر  
 ہوئے تھے۔ نووی علیہ الرحمۃ شرح صحیح مسلم مکتا جدا میں فرماتے ہیں مال العاصی عیاص  
 وکاتب وفادۃ عبد العیس عام لفتح قبل خروج الی  
 حلی اللہ علیہ وسلم الی مکتہ و منزلت فریما الحد  
 سمہ قسم بعد ما علی لا شہر۔ در فتح مکہ سے پہلے غیر وغیرہ شہر فتح ہوئے  
 تھے۔ بلکہ جمع البہار میں ہے کہ کتبہ میں آئے تھے تو مکہ مکرمہ بھی فتح ہو چکا تھا تو کیا ان بلاد منورہ  
 میں جمعہ قائم نہ کیا گیا؟ یہ سب گزشتہ ہو سکتا۔ در اس حدیث کے چار اسناد میری نظر میں ہیں اور ہر جائز  
 بن عثمان ہے جس کی نسبت قریب میں ہے شکوہ لا رحمہ۔ بہر حال یہ ثابت ہو کہ حدیث حضرت





سید اللہ تعالیٰ عنہ صاحبزادے سے سالم ہے۔

اب قرآن کریم سے دریافت کریں کہ آیات بہت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبارک ہے! تو ارشاد  
ہوتا ہے یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وكونوا مع  
الصادقین۔ پ ۴۶، اور یہ حنفی وغیر حنفی کا جھگڑا ہے اور قرآن کریم فیصد کرتا ہے فلا  
وربک لا یؤمنون حتی یعلموک فما شعبہم منہم  
وایجادوا فی انفسہم حرجا مما قضیت ویسلموا نسبہا۔  
(ترجمہ) تو اے محبوب! تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں میں تمہیں حکم  
نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرماؤ اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

اب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصد سنئے ارشاد فرماتے ہیں و سننوں  
استلافنا شدیداً فعلیکم سننہی و سنتہ الخلفاء  
الراشدین المہدیین عثوا علیہا بالنواخذ رواہ ابن ماجہ ۴۵  
و لسنن مہدی ۴۶ و نحوہ یعنی قریب ہے کہ تم سنت اختلاف دیکھو گے تو لازم پکڑنا میری سنت  
اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو نہایت مضبوط پکڑنا اس کوۃ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
راشدین مہدیین سے ہیں نیز ابی قبا رجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ میں  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے ان اہل قبا رکنا و یجمعون مع  
ہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة، اور ابی ہاشم  
بخاری ۱۲۳۱ جلد ۱ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کان الناس یقتنبون  
الجمعة من منانہم ومن العوالی۔ اور صحیح مسلم میں یہ کلمات میں کان  
الناس یقتنبون الجمعة من منانہم ومن العوالی  
نودی علی الرحۃ فرماتے ہیں قوله یقتنبون الجمعة ای یأمنونہا قوله  
من العوالی ہی العری النی حول المدینۃ تو معلوم ہوا کہ دیہات میں جمعہ  
نہیں آتے نہ یہ حضرات دوسری نازل کی طرح جمعہ بھی اپنے دیہات میں قائم کرتے خصوصاً ابن ماجہ کا باب

ابن سونی رحمہ اللہ۔ وحلی من محب میں درج کیا اس پر جو خبر ہے صحیح  
بخاری شریف ص ۲۲ جلد ۲ میں ہے کہ حضرت ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پڑھ کر  
وہ دن جمعہ کا تھا تو آپ نے فرمایا یا ایہا الناس اے خدا ہیوم خدا جسمہ  
لکم فیہ عیدان فمن احب ان یستظر الجمیع من اهل  
العوالی فلیستظر و من احب ان یرجع فعد اذنت لہ  
یعنی سے لوگو! اسے شک یہ ایسا دن ہے کہ اس میں تمہاری دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں تو جو اہل عوالی سے انتظار جمعہ  
پسند رکھے وہ انتظار کرے اور جو آپس ہونا پسند کرے تو میں نے اجازت دی اسے ۱۱

اس حدیث شریف سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اہل عوالی زمانہ مطلقاً نے یاشدین میں بھی جمعہ  
مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے اور عید ملی، تو اگر ان کے عوالی میں جائز ہوتا تو وہاں بھی اس فریضۃ اللہ کو ضرور قائم نہ  
اور اتنا فرق درود السبع سے بھی سمجھتا ہے کہ جمعہ وہاں ہے جہاں عام طور پر بیع ہوتی ہو اور عام طور پر بیع  
شہروں میں ہوا کرتی ہے اور حضرت ملی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب جو بیان ہوا وہی مذہب حضرت مدنی صابانی  
و عطاء و حسن و غنی و مجاہد ابن یسیرین و سمنون رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ہے کما فی العینہ

۱۲ مقتدی پڑھا تو قرآن پاک کا پڑھنا منع ہے نہ فاتحہ پڑھ سکتا ہے نہ دوسری سورۃ۔ قرآن کریم میں  
صاف طور پر اس سے منع کیا گیا ہے حکم ہوتا ہے و اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ  
و اصنعوا لعلکم ترحمون۔ اور جب قرآن پڑھا جائے تو کان لگاؤ اس کی طرف و  
سمیع ہو تاکہ تم کو یاد کیا جائے تم پر ۱۳ جب جبر کرتا ہے امام تو امتناع ہو گا اور جب آہستہ پڑھنے کے و انصات  
سکوت ہو گا۔ سنن نسائی کی حدیث ابو ہریرہ مرفوعہ میں ہے و اذا قرأ فاصمتوا ۱۴  
جب قرآن پڑھے امام تو سچ پڑھو نہ یکلم عام ہے اور یہ حدیث مرفوعہ ابن ماجہ میں بھی ہے روایت ابو ہریرہ و ابو بکر  
شعیبہ رضی اللہ عنہما ہے باقی رہی وہ حدیث جس میں آیا ہے لا صلوا لہ لیس لہ  
بغیر ایام المیزان اس کا جواب بالکل واضح اور بے غبار ہے کہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت  
سے تو جب امام نے احمد شریف پڑھا تو مقتدی کا پڑھنا شرعاً مکمل ثابت ہو گیا۔ نسائی شریف میں حدیث ابو ہریرہ

کے تئیں ہے مامری الامام امام العوم الا قد کما اھم رسول صلی  
 نبیوں ہے منہ امام احمد بن حنبل و ابن ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم میں کان لدا امام فخر ہذا اھم  
 فرما رہا تھا وہی اس صاحب نے فرما دیا بعد ازاں کہ شرح الآثار میں مذکور  
 میری رحمت نے حضرت عبداللہ بن عمرو زید بن ثابت و جابر بن عبداللہ کا فرمان روایت فرمایا ہے لا یسر  
 علم الامام فی شیء من لصلوۃ

۲۰۲۶ ال سنت والجماعت کا مذہب ہے کہ اصل اشیا میں اباحت ہے یہی جب تک دیں حرمت  
 کا بت نہ آئے کوئی چیز حرام و مکروہ نہیں ہو سکتی اس بنا پر دلائل و النعم آیات و احادیث سے صرف چند پر  
 اختصار اقتضار کیا جاتا ہے۔ سنئے :-

موتے تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے لا تسئلوا عن اشیاء ان تبدلکم  
 نسو حکم و ان تسئلوا عنہا حین میں نزل الفرائد تبدلکم  
 عفا اللہ عنہا و اللہ مغفور رحیم (ترجمہ) اے ایمان والو! ایسی چیزیں نہ  
 پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں اور اگر انہیں اس وقت پوچھو گے جب قرآن اتر رہا ہو تو تم پر ظاہر  
 کر دی جائیں گی۔ اللہ انہیں معاف کر چکا ہے اور اللہ بخشنے والا عظیم والا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ایسی چیزیں جن  
 کی حرمت کسی نص سے ثابت نہیں وہ معاف ہیں یہی ہمارا مذہب ہے۔

تفسیر خازن ملاحظہ فرمائیے :- عن سلمان قال سئل رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم عن اشیاء فقال المحلل ما احل اللہ و  
 محاسبہ و الحرام ما احرم اللہ و کتابہ و ما سکب عنہ  
 فہو مما قد عفا عنہ فلا تتکلفوا و عن ابی نعیم الحنفی  
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ یغفر  
 من سر ما سر و لا یغفر من حد حد و لا یغفر من  
 من من و لا یغفر من عرس عرس

اصول و اسرار میں احکامات و احکامات

سن ابن ماجہ ۲۴ میں حضرت سلمان لاہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ  
لحل ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه وما سكت عنه فهو مما عفا عنه وروی بخرو  
نرمذی عنہ مرفوعاً اصحاب شکرۃ شریف ص ۳۶۲ میں: ہر دو دوسے ہر دوسے  
ابن عباس ہے مال کا اہل الجاہلیۃ یا کھلونے یا کھلونے یا کھلونے یا کھلونے  
اشیاء نفذرا فبعث الله نبياً و اسئل كتابه و احل حلاله  
وحرم حرام فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام  
وما سكت عنه فهو عفو و سئل اقل لا احبذ فيما اوحى  
الى محرم ما على طاعم يطعمه الا ان يكون ميتة لانه  
تفہیر ص ۲۵۹ ج ۲ و کان عبید بن عمر یقول ان الله احل وحرم  
فما احل فاستحلوه وما حرم فاجتنبوه وترك بین  
ذلك اشياء لم یصلها ولم یحرمها فذلك عفو من  
الله تعالى ثم يتلو هذه الآية وقال ابو نعلبة الحمصی  
ان الله تعالى فرض الحدیث نحو ما مر من المسکون  
والخائن ونحوه اعلم ص ۲۵

ان تمام احادیث اور عبارات تفہیر کا حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو قرآن کریم میں حلال نہ کیا  
ہے وہ حلال ہے اور جسے ہم ذمہ داری ہے وہ حرام ہے اور جن چیزوں کا بیان نہ فرمایا وہ معاف ہیں۔ اللہ  
تعالیٰ نے فرض مقرر نہ کیا تو ان کو ضائع نہ کرو۔ اور کسی چیزوں کو حرام نہ کیا ہے تو ان کے قریب نہ جاؤ  
اور نہ دھمکنا۔ فرض میں تو ان سے تجاوز نہ کرو اور کسی چیزوں کے بیان کو ترک کیا تو ان سے بحث نہ کرو  
جب تک کہ وہ معاف ہیں۔ ان کا کرنا نہ کرنا برابر ہے۔ بدلہ ہر دوسے دے دے

ما اذ ما اكله ۱ اور حضرت نبی کریم سے لے کر تمام مسلمانوں تک یہاں لایا  
 میرا قرآن کریم ہے کما نص علیہ الانامہ۔ نیز ارشاد ردف و جیم ہے و ما  
 کار الله لمضلل موما بعد اذ هداهم حتی بین لهم  
 ما سفوه ان الله بحمل نسی علمہ ۲ و ترجمہ اور ان ہی نہیں کہ کسی قوم کو گمراہ  
 فرمائے اور ان پر گمراہی کا حکم لگائے پیچھے ہدایت فرمانے ان کے یہاں تک کہ ان فرمائے ان کے نشان  
 چیزوں کو جن سے بچنا ضروری ہے ان پر۔ بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے ۳

تو تین طور پر ثابت ہوا کہ جس چیز کا عدم جواز شرع مطہر سے ثابت نہیں وہ منوع نہیں ہے  
 جائز ہے۔ اور کوئی یہ دیکھ نہ کرے کہ وہاں فلاں حادثہ فلاں صورت زمانہ نزول قرآن میں نہ تھی لہذا اس کا  
 حکم بیان نہ فرمایا کہ ان الله بكل شیئی علیم ۴ بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے؟ واقعات و  
 حوادث آئندہ تمام کے تمام اسے معلوم ہیں اور مہود و مجول کو اس کی بارگاہ اقدس تک ہرگز برگزینی و  
 نسبت نہیں ہو سکتی، تو جس چیز سے منع نہیں فرمایا اسے جائز و مباح قرار دیا۔ تفسیر کبیر ۱۳ جلد ۱ میں  
 ہے و بین انہ تعالیٰ لا یواخذہم بمثل الابعداں  
 سین لهم انہ یحب علیہم ان یتقوا و یحقرہ و اع  
 و معہ فی الخائن ۱۲ جلد ۳۔ نیز غازی ۱۲ جلد ۱ میں ہے و ہواں یعدم الہم  
 لہی عن ذلک الفعل فاما قبل النہی فلا حرج علیہم فی فعلہ  
 و مسئلہ فی المعالم ۱۲ جلد ۳۔ صاوی علی ابدلین ۱۲ جلد ۲ میں ہے  
 من الله تعالى انه لا يواخذ احدًا بمذنب لا بعد  
 ان یسب حکمہ می

نہ اندک و کس کا فرمان تو سن چکے کہ وہ معاف فرما دے کہ گرفت نہیں فرماتا، مگر جی کا حکم  
 میں تھا جب تک نہی آئے مگر عجب کہ وہاں یہ اتنے دیر میں کہ بات بات پر مسلمانوں کو گمراہ جگہ شریک و  
 ۲ لہذا دیتے ہیں و ہر ہر چیز میں ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ اس کا جواز دکھاؤ حالانکہ جس سے منع کرتے ہیں اس چیز  
 سے منع کرنے کے ثبوت ان پر لازم کہ جب تک نہی ثابت نہ ہو منع نہیں ہو سکتا کہ شرع میں ذیہر ہی وجہ جائز ہے

یہ حق میں قرآن کریم کا یہ فتوہ ہے ولا سمعوا الحاکم  
 لکذب هذا لعل . هذا احرام لنفسه و اعلى الله لکذب  
 ن الدس بقرون على الله الکذب لا فطحوں . مساء  
 عسل و لهم عذاب الیم . ۲۱۶

نیز جس طرح جو زبردوان اجازت شرع نہیں . اسی طرح منع بھی بدون منع شرع نہیں تو یہ ان کی  
 بے انصافی کہ اپنی دلیل بیان نہیں کرتے . ان کا مطالبہ ہم سے کرتے ہیں . شرع مطہر سے اباحتِ اُمید کا ثبوت  
 نہایت خوش اسلوبی سے ہم نے پیش کر دیا . مانع پر لازم کہ دلیل منع بیان کرے . جب یہ قاعدہ منہد جو چکا  
 تو اب اثبات مسئلہ میں سے ہر ایک کا تفصیل جواب نہیں .

یہ اس اہل اللہ جو منیات شرعیہ سے مبرا ہو اس میں علموایہ امور ہوتے ہیں :-

(۱) زیارت قبولی اللہ و دیگر قبور کہ اس جگہ علموایہ ہوتے ہیں .

(۲) استغاضہ از صاحب قبرس .

(۳) اجتماع عامہ مسلمین و صلحاء و علماء .

(۴) ملاقات برادران اسلام و سلام و مصافحہ .

(۵) زیارت موصیاء و صلحاء و علماء .

(۶) وعظ و چاہیت عوام .

(۷) طعام طعام ادران چیزوں سے شریعت مطہرہ میں نہایت نہیں تو جائز ہوئیں بلکہ آئندہ متمدن  
 ہاں ہاں صرف یہی نہیں کہ شرع نے منع نہیں فرمایا بلکہ جائز فرمایا . صرف جائز ہی نہیں بلکہ تعجب و مندوب و  
 مامور بہا بنایا ہے .

(۸) امام مسلم اپنی صحیح میں ۳ جلد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ نبی اکرم صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ز ۱۰ و ۱۱ الفیور فانہما تدحکم الموت و  
 حوہ اسر حاجۃ عن و فی اخرہ بدل الموت الاخرہ  
 و نحوہ الیوم دی عن سلمان بن مبریدہ امام مسلم حضرت بریدہ

عبدی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تم ہمسکم عن ربیارد  
مور مرد و روم و ہا و نحوہ النسانی عن مہمہ جلد و اس  
ماحتہ مثلاً عن اس مسعود رمی اللہ تعالیٰ عن ربیارد  
ماہر ہمدی الدمیاء و تدکر الأحمراء

۲۰ نذر وین ارشاد فرماتا ہے مَا ابْهَا الدِّينَ اَمْوَا السُّعُو  
نَہ وَاَسْعُو لِسَ الْوَسِيلَہ وَحِبَّاهُ دَوَا فِی سَبِيلِہ لَعَدُو  
نُہ یَحْوَنُہ صَاوِی مَہ لِبَدَلِیْنِ مَہ ۲۳۵ ہدای میں ہے وَمِنْ جُمْلَةِ ذٰلِکَ مَحَبَّة  
سَبَّابِہ نَہ وَوْلِیَّیَہ وَالصَّدَقَاتِ وَرِیَآءِہ اَحْبَابِہ نَہ  
وَكُفْرَہ السُّعْدَاءِ وَصَلَّہ الرَّحْمَ وَکَثْرَہ الذِّکْرِ۔

شیخ محقق عبدالحق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اشعۃ المعانی میں حضرت امام غزالی سے ناقل کردہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کو وہ شود ہو سے درحیات استقامت کر دہ عیش و ہوس بعد از وفات : اور انشاء اللہ استفادہ و استقامت کا بیان ثانی جواب سوال دوم میں آئے گا۔

[illegible]

مکرم صاحب سے علی علیہ السلام شکوۃ شریف میں یہ دیکھ کر  
ترذی وابدود ودد بن ماجہ و دارمی ایک حدیث طویل میں ہے ان العلماء و مرسلین  
کو بے شک علماء و ارث انبیاء کے ہیں۔

(۳) شکوۃ شریف ۳۲۷ میں یہی ہے کہ فرمایا ابوہریرہ نے کہ میں حاضر تھا نہ منہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم میں تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک بہشت  
میں یا قوت کے ستون ہیں جن پر زبرجبر کے بالا خانے ہیں۔ ان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ چمکتے ہیں جیسے  
ستارہ روشن چمکتا ہے۔ پس صحابہ نے عرض کی کہ ان میں کون لوگ ہیں گے؟ تو فرمایا آپ نے المحابور  
فی اللہ و المنحبالسون فی اللہ و المستلاقون فی اللہ یعنی وہ لوگ ہیں  
جوانہ عزوجل کے واسطے ایک دوسرے سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ جیتے ہیں  
اور ایک دوسرے کی طاقت کرتے ہیں اللہ عزوجل کے لئے۔

شکوۃ شریف ۳۲۸ میں بروایت امام مسلم ابوہریرہ سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
علیہ وسلم نے کہ تم بہشت میں داخل نہ ہو گے اس حد تک کہ ایماندار ہو اور کامل ایماندار نہ بن کر گے اس حد تک کہ  
ایک دوسرے کے ساتھ دوستی رکھو۔ اور کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں کہ جب اس کو کہو تو ایک دوسرے کے  
دوست بن جاؤ۔ آپس میں عام کرو سلام کو۔ شکوۃ شریف ۳۲۹ میں بروایت احمد و ترمذی و ابن ماجہ ہوا  
بن عازب سے ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ماضی مسلمین و یمنین  
فببعضا فحسان الاغفر لہما قبل ان یتفرقا کرب دو مسلمان طاقت کریں  
و بعضا فحسان کریں تو دعا ہونے سے پہلے ان کے گناہ ضرور معاف ہو جاتے ہیں۔

شجرت گزدر کا۔

(۵) قرآن کریم میں ہے حکم حسن امة احسرت للناس بامروہ  
بالمعروف و مہون عن المنکر و مؤمنون باللہ مت ۳۴ شکوۃ شریف  
۳۲۷ میں صحیح بخاری سے بروایت عبداللہ بن عمر کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوا علی  
ابن ابی مرثدہ اگر وہ ایک آیت ہی



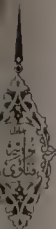
قرآن کریم میں ہے : وَمِمَّا رَسَخَ فِي سُلُوكِهِمْ يَوْمَئِذٍ وَبَازٍ رَءٍ  
 گئے رزق سے خرچ کرتے ہیں : نِزَجٌ وَمَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّ مَلَكِنَا  
 وَسَيِّمُوا دَأْبَهُمْ بِآيَاتِنَا ۚ اَوَلَمْ نَكْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْنُ فِي سُلُوكِهِمْ يَوْمَئِذٍ  
 شریف ۲۹ میں صحیح مسلم سے بروایت عبداللہ بن عمرو ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 سے سوال کیا کہ کون سا اسلام، اعمال اسلام، بہتر ہے ؟ فرمایا کہ کھانے کو کھانا اور کپے کو سلام میں کو پہچانے اور جس  
 کو نہ پہچانے : توجب عرس کے اجزاء و افراد کی مشروعیت انفراداً ثابت ہوئی تو حتماً ماضی و شائبہ ہوگی کہ عبادت  
 ایک دوسرے کے ساتھ لگنا نہ نہیں بن سکتیں ۔ ہاں ایک اور چیز بھی مانعین کو دھوکا دے رہی ہے یعنی عدم حوا  
 تیں ، کو وہ کہتے ہیں معین کر کے مستحب کام کا ادا کرنا جائز نہیں ، ممنوع ہے ، اور عرس معین کر کے کیا جاتا ہے  
 منع ہوا ، مگر ان کا یہ قاعدہ عدم حوا تیں محض کو کھانا اور سبے بنیاد ہے ، جن اشیاء کی مشروعیت مطلقاً  
 شرعاً مطر سے ثابت ہے وہاں تعلین حضرت رسالہ نہ ہوگی کہ مطلق معین وغیر معین دونوں کو شامل ہے تو  
 دونوں صورتوں میں مشروعیت ثابت ہوگی ورنہ لازم آئے گا کہ وہ مطلق مطلق نہ رہے بلکہ مقید بعدم تعلین  
 بن جائے ، اور یہ جائز نہیں کہ مطلق کو اپنی طرف سے مقید کیا جائے ، اتقان میلہ میں ہے یسعی المطلق  
 علی اصلاحہ ، افسوس کہ معبود حقیقی جو اپنے فضل و کرم سے ثواب دینے والا ہے وہ تو مطلق کام پر دوسرے کو  
 کرے اور یہ لوگ اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کریں کہ ثواب تب ہوگا اگر مقرر کر کے ذکر ہے ، اور مقرر کر کے کرنے میں  
 ثواب نہیں بلکہ ان کا گناہ و عذاب ہے ان ہذا الا اخلاق ۔

خداوند سبحان و قدوس ارشاد فرماتا ہے وَمَا تَفْدِمُوا لَا يَفْسَدُ مِنْ  
 عَمَلِكُمْ مَعْبُودٌ وَعِنْدَ اللَّهِ انْتِظَارٌ لِّمَا تَعْمَلُونَ بصیرۃ یعنی جو عباد کام  
 نیک با نیکوں کے لئے آگے بھیجے گئے ، اللہ کے نزدیک پاؤ گئے ، اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے : نیز فرماتا  
 ہے مِمَّنْ مَعْمَلٌ مِّنْ عَمَلٍ خَيْرٍ اَوْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِكَ وَهُوَ كَذِبٌ اَوْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِكَ وَهُوَ كَذِبٌ اَوْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِكَ وَهُوَ كَذِبٌ  
 اَوْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِكَ وَهُوَ كَذِبٌ اَوْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِكَ وَهُوَ كَذِبٌ اَوْ يَتَّبِعُ مَا يَدْعُو بِكَ وَهُوَ كَذِبٌ

یہاں تک پہنچی تو ثابت ہو چکا مگر ہم قرآن و حدیث سے بالخصوص حوا تیں کا ثبوت بھی دکھاتے  
 ہیں و خداوند سبحان و قدوس ارشاد فرماتا ہے : اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی تعریف میں ارشاد فرماتا ہے



صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ادا دھل علیہا ماس  
 مجلسہا فمجلسہ واجلسن فی مجلسہا صحیح بخاری شریف ۱۷۰۰ جلد ۱  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبلہ میں ہر سیدہ شریفہ نما  
 پڑھ کر کھڑے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی۔ کان السی صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم بام مسجد مبارک کل سبت ماسا و  
 واک وکان عبد اللہ بن عمر بفعلہ صحیح بخاری شریف ۱۷۰۰ جلد ۱  
 سے مروی کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر خیس کو وعظ فرمایا کرتے تھے کان عبد اللہ  
 یذکر الناس فی کل خمیس صحیح بخاری شریف ۱۷۰۰ جلد ۱ میں حضرت سہل رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ ایک صحابیہ ہر جمعہ کے روز صحابہ کرام کو بعد از نماز جمعہ مختصر سی دعوت کھلائی تھی  
 کہ چنڈہ کو بائیں میں ڈالتی اور مٹھی بھر جو کا آٹا اوپر سے ڈالتی تو یہ نہیں کھلایا کرتی تھی اور ہم اس طعام کے لئے  
 روز جمعہ کی آمد دیکھ کر تھے تھے فکانت اذا کان یوم الجمعة تنزع اصول  
 لسلق فتجعلہ فی قدر شتم تجعل علیہ قبضۃ من  
 شعیر تطحنہا فتکون اصول السلق عرقہ وکنا ننصرف  
 من صلوۃ الجمعة فنسلم علیہا فتقرب ذلک الطعام  
 الیہا فنلحقہ وکنا ننصف یوم الجمعة لطعامہا ذلک  
 یہ حدیث صحیح بخاری کے ۱۷۰۰ جلد ۱ اور مسند ۱۷۰۰ جلد ۱ میں بھی ہے اور ان دونوں جگہوں میں  
 "نورنا" زیادہ ہے تو اس حدیث نفیس سے دعوت تبیین الیوم اور تبیین قوم طعام اور تبیین زیارت و  
 سلام کی نیت ہے صحابیہ دعوت کرنے والی تھی اور صحابہ کرام کھانے والے تھے اور ان کو شبہ عدم جواب کا وہم  
 نہ ہوا۔ تفسیر کبیر ۲ جلد ۱ تفسیر ایشاء العقل ۱۷۰۰ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم ہر مال نفیس نفیس کو ہر شہدہ کی طرف تشریف لے جاتے اور غنائے اور بعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 بھی ہر مال تشریف لے جایا کرتے تھے والہم للامام فخر الدین الرازی  
 عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ ساقی مسور



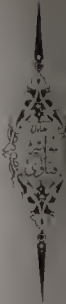
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔  
 میں نے عرض کیا کہ: "اے اللہ کے رسول! اگر آپ صبح ۲۵  
 بزم غروب شریف ۲۵ میں ہے" درخست کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر برسرِ پرستار  
 کی آمد دیکھ کر فرمود: سلام علیکم یا صاحبِ رحمہم صلوات اللہ علیہ۔

خود سے دیکھا جانے تو یہ سراسر کاغذ جڑی ہے۔ یہاں تک جو از تعین جڑ سے جس سے بیان کیا  
 ہے مگر دلیل عام اول کی طرح ایک اور دلیل بھی سنئے کہ صمد با مسائل کا فیصلہ بوجہ واضح ہو جائے اور وہ یہ ہے  
 کہ عبادات مستحبہ کا وقت معین میں بالیقین کرنا مطلقاً جائز و مستحب متقل ہے جسے اللہ جل جلالہ خود اور نہ  
 کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت پسند فرماتے ہیں صحیح بخاری شریف ص ۲۲۷، ابن ماجہ ص ۲۲۷،

نسائی شریف میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے  
 ان کے پاس ایک بلی تھی تو آپ نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا فلاں جو سوتی نہیں اپنی نماز کا ذکر کرتی ہے  
 پس فرمایا آپ نے چُپ رہو، عمل میں سے اپنے مقدمہ کو لازم پکڑ کر اللہ کی قسم کہ اللہ عزوجل ثوب دینا بند نہیں  
 کرتا جب تک تم اگنا نہ جاؤ۔ اور بہت پایا اعمال دین سے حضور کو وہ عمل تھا جس پر دوام ہو۔ نسائی شریف

میں یہ کلمات ہیں ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دخل  
 علیہا وعندها امرأة فقال من هذه قالت فلانة  
 لا تنام تذکر من صلواتہ فقال ما علیکم من  
 العمل ما تطعون فواللہ لا یمل اللہ عرو وحبہ حی  
 تملو وکان احب الدین الیہ ما دام علیہ صاحب  
 صحیح بخاری شریف ص ۲۵۲، میں ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سرق علیہ الرحمۃ نے سوال کیا

کہ کونسا عمل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت پیارا تھا، فرمایا حبشگی والا، قال - نساء -  
 ای عمل کان احب الی نسی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 قال لدا تم۔ در پرتی بخاری کے ص ۲۵۲ میں بھی ہے صحیح مسلم شریف ص ۲۶۶ میں  
 ہے کہ ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے



میں کی گئی کہ کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہے؟ فرمایا ہم سب کو بہت پیارا ہے۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت علیہم السلام کو بہت پیارا ہے۔ اور یہ حدیث  
 دومہ: **وَأَنْفَلُ مَا فَلَاحُ عَمَلٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَمَلِ الْغُلَامِ** (بزرگ مرد کے عمل سے بہت  
 ۳۶۹ جلد میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 فرمایا کرتے کہ اعمال میں سے مقدور بجز فقیار کو کہ بے شک اللہ تعالیٰ شراب دنیا پر گزند نہیں کرتا یا تنگ  
 کرتا خود اکتا جاؤ؟ اور فرمایا کرتے تھے کہ بہت پیارا اعمال اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ عمل ہے جس پر  
 عمل کرنے والا ہمیشگی کرے **أَحَبُّ الْعَمَلِ إِلَى اللَّهِ عَمَلُ مَالِكٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ**  
**وَأَنْفَلُ مَا فَلَاحُ عَمَلٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَمَلِ الْغُلَامِ** (بزرگ مرد کے عمل سے بہت  
 ۳۷۰ جلد میں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سب عملوں سے پیارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نیک تھا جس  
 پر ہمیشگی کرے بندہ اگرچہ فقیر اور ابو وکان **أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَيَّ الْعَمَلُ الصَّالِحُ**  
**الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ الْعَبْدُ وَأَنْفَلُ مَا فَلَاحُ عَمَلٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَمَلِ الْغُلَامِ**  
 اللہ تعالیٰ عز سے مروی کہ دو بار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسے عمل کی خواہش کی کہ جس پر دوم  
 کو فاقہ ہو تب میں اس لئے کہ بہتر عملوں کا ہمیشگی والا ہے اگرچہ فقیر اور ابو **أَكْمَلُوا مِنْ الْعَمَلِ مَا**  
**تُطِيعُونَ فَإِنْ خَيْرَ الْعَمَلِ أَدْوَمُهُ وَأَنْفَلُ مَا فَلَاحُ عَمَلٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَمَلِ الْغُلَامِ**  
 یا اجماع کے ساتھ خاص نہیں کہ مطلق میں اور مطلق اپنے اطلاق پر رد کرتا ہے۔ نیز امام المؤمنین حضرت عائشہ  
 صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نماز نافذہ کے متعلق یہی فرمادی ہیں کہ صحیح مسلم میں **أَجَلًا** میں ہے کہ حضرت صدیق  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا ان دو کیمتوں سے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر سے  
 پہلے پڑھا کرتے پھر کسی عارضہ سے روک گئیں تو آپ نے ان کو عصر سے پیچھے پڑھا، پھر ہمیشگی فرمائی ان پر  
 واجب آپ کو نماز کو پڑھنے تو ہمیشگی فرماتے تھے حفاظت کا نصاب **مَا مَالِكٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ**



علاج و استوار، غروب کے وقت اور اگر کسی عرس کے وقت پر کوئی کام غیر شروع و ختم ہونے کے لیے  
 ہزار کشتیاں کھلے بندوں تو اسی دفعہ تو اس کام کا ازالہ از حد ضروری ہے مگر اس کی وجہ سے عرس حرام  
 منوع نہیں ہو سکتا چنانچہ بیاہ شادی جسے عربی میں عرس کہا جاتا ہے اس میں بھی لوگوں نے کوئی ناجائز کام  
 مگر دلی وغیرہ داخل کر لئے ہیں تو ان کی وجہ سے نفس شادی حرام نہیں ہو سکتی بلکہ ان کا ازالہ از حد ضروری ہے  
 اور اس کی خاطر بہت ہیں۔

ہاں اگر کوئی عرس محض اس غرض سے شروع کیا جائے کہ فانی مر مر کا وسیع بنایا جائے چنانچہ  
 برجل کی بجنگ چیس نوش زینت منگوں نے محض پیٹ پروری کی غرض سے کسی مصنوعی عرس بنائے  
 ہوئے ہیں جن میں اعمال ماحمہ مذکورہ سے کوئی ایک برائے نام ہی ہوتا ہے اور وہ بھی ناجائز طریق پر۔ اور  
 ملانے کرام کے پکے دشمن ہوتے ہیں، تو ایسا مصنوعی عرس یقیناً ممنوع اور واجب الازالہ ہے کہ یہ  
 عرس ہے ہی نہیں، محض فریب و مکر اور بہانہ پر عرس نوش و حرام کوشی ہے مگر عا شاد کلا ایسے مصنوعی عرسوں  
 کی وجہ سے اس مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہرگز ناجائز و ممنوع نہیں ہو سکتے۔ مولیٰ عزوجل ارشاد فرماتا  
 ہے لا تذروا ذرة و ذرة احرامی۔ لہما ما کسبت و علیہما  
 ما اکتسبت۔

مسلم طعام حاضر رکھ کر پڑھنا شرعاً جائز ہے جس کے حوازیں اصلاً شک و شبہ و ریب کو راہ نہیں کہ  
 جب شرعاً مہرنے منع نہیں فرمایا تو محکم اباحت علیکم از کم مباح ضرور ہوگا اور مباح نیت ماحمہ سے  
 متب و مبادت بن جایا کرتا ہے کہ انما الاعمال بالنیات و مباح بہ  
 محمد الدین النووی فی شرح صحیح مسلم و القاضی عیاض  
 فی کتاب الشفاء وغیرہما فی غیرہما سوال میں تخصیص حضور طعام سے  
 ممنوع ہوتا ہے کہ اگر طعام حاضر نہ ہو تو سائل کو اس کے جواز میں شک و شبہ نہیں لہذا ہم اطمینان سائل کے  
 طعام کو حاضر رکھ کر پڑھنا ثابت کرتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف ص ۲۴۷ جلد ۱ میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ  
 "اتے میں کہ میرے باپ نے شادی پائی ماکدان پر قرض تھا یہی پیش کیا میں نے ان کے تمام قرض خالی

پھر کہ تمام ہندو مجاہدین نام فرماؤں گے۔ پہلے میں تو انہوں نے کہ جس میں ہندو مسلمانوں میں وہیں سے  
 کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم مجاہدین کو دعوت  
 کھدیاں میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع کرنا تو آپ تشریف لائے اور آپ نے ہندو  
 ابو جبر وغیرہ بھی تھے حضور مجاہدین پر بیٹھے اور دعائے برکت فرمائی پھر فرمایا کہ خداوند کو بلا کر لوہا پورہ کر  
 تو میں نے ہر ایک کا قرض ادا کر دیا جو میرے باپ پر تھا اور تیرہ دس بچے (الحمد للہ) کلمات مستد لایہ میں  
 مجلس علیہ مداء ابالبرکۃ

مصحح بخاری شریف جلد ۳۳ میں ہے کہ ایک غزوہ میں صحابہ کرام کے خرچ کم ہو گئے  
 اور محتاج ہو گئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اونٹوں کے نوکر کرنے  
 کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی۔ پس اُن کو حضرت عمرؓ پر خبر دی انہوں نے انکو فرمایا کہ کیا باقی  
 رہنا تمہارا ہے تمہارے اونٹوں کے بعد پس خدمت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر  
 عرض کی یا رسول اللہ کیا باقی رہنا ان کا ہے ان کے اونٹوں کے بعد تو فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے کو لوگوں میں منادی کر دو کہ بچے جو سے خرچ لائیں پس بچیا گیا اس کے لئے پیام اور وہ بچے جوئی چیزیں پر  
 رکھیں پس پھر کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پس دعا فرمائی اور برکت ڈالی اس پر پھر گئے  
 ان کے تو شران تو لوگوں نے پُر گئے تھے کہ فارغ ہوئے پھر فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 نے کہ گواہی دیتا ہوں میں اس کی کہ لا الہ الا اللہ واللہ و الخ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا و برکت علیہ۔ اور اسی میں  
 ہے صفحہ ۲۱۱ جلد ۲ پر بھی :

اور مصحح مسلم شریف جلد ۱۱ صفحہ ۲۱۱ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ابو طلحہ  
 نے ام سلمہؓ کو فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو طعام کی ضرورت ہے تو کیا  
 تیرے پاس کوئی چیز ہے عرض کی اس میں نکالا جو کی روٹیوں اور اپنے کپڑے کے ایک حصے میں لپیٹ کر میرے  
 کہنے سے بچے دیا دیا۔ اتنی کڑھیں اڑھا دیا۔ پھر پھر مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف  
 پہنچے یا اس طعام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد اقدس میں تشریف فرما پایا اور آپ کے ساتھ



میں بھی تھے تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو ملے بھی ہے۔ تو میں نے اس کی بھی ہاں تو دے دی۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو جو آپ کے ساتھ تھے ملو کہا پس چلے حضور ادرید میں ان کے  
 آگے آگے تھے کہ ابو طلحہ کو اگر خبر دی تو ابو طلحہ نے کہا اے ام سلیم۔ ضرور تشریف لائے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اور صحابہ کرام اور ہمارے پاس تاکھنا نہیں کہ تمام کو کھلائیں تو ام سلیم نے عرض کی لہذا وہ اللہ کا  
 بولی جتر جاتا ہے کہ آپ اس استنبار ابو طلحہ آگے سے جا کھٹے پس تشریف لائے ہیں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 میری دسم ساتھ اس کے حتیٰ کہ داخل ہوئے آپ اور ابو طلحہ تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو کچھ تمہارے  
 پاس ہے اے ام سلیم۔ تو دہ لائیں انہی ردیوں کو تو حکم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ریزہ ریزہ  
 کرنے کا تو ریزہ ریزہ کی گئیں اور پھر ام سلیم نے اپنے کپے کو تو سالن ڈالا اس نے پھر چڑھا اس میں رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے جو چاہا اللہ تعالیٰ نے کپے کو پھیں پھر فرمایا دس کو اجازت دے تو اجازت دی اور پھر  
 بھر کر کھا کر نکلے پھر فرمایا اجازت دو دس کو تو اجازت دی پس میری بھر کر نکلے پھر فرمایا اجازت دو دس کو کھٹے  
 کہ تمام قوم نے بیٹھ بھر کر کھایا اور وہ قوم ستر یا اسی مرد تھے اس میں یہ کھات مبارک میں متم قال  
 میر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شاء اللہ ان یقول۔

اور اسی طرح اور پانچ ہندوں کے بھی اسی صف میں ہے اور حسن ترمذی رحمۃ اللہ علیہ میں بھی ہے  
 تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھجور و طعام حاضر پر وعاد برکت فرمانا اس کی تین دلیل ہے کہ طعام حاضر  
 رکھ کر عاتک کتا ہے اور برناتخ کے بعد ضرور دعا ہوا کرتی ہے لہذا کھانا بھی رکھا جاتا ہے۔ تو یہ سنت رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہوا بلکہ حدیث انس مذکور سے طعام پر پڑنا صراحتہ ثابت ہے  
 ومن دعی انصرف فی ہذا بین کلام و کلام فعلیہ البیان  
 سرمان تام۔

نیز طعام پاک کے پاس قرآن کریم پڑھنا کیونکہ منع ہو سکتا ہے حالانکہ قرآن کریم شفاء و رحمت  
 سورہ نبی اس میں ہے و ننزل من القرآن ما هو شفاء و رحمت  
 للعوالمین تو اگر اس شفاء و رحمت کا اثر اس طعام پر ہوا اور ہوگا ضرور تو فیہا در نہ تو متیقن کہ باعث  
 مطہ نہیں بلکہ عادت سے ثابت کہ قرآن پاک پانی پر استشفاء کے لئے پڑھا جائے اتقان مجددی رحمۃ اللہ علیہ

جس نے و اخرج ابن حاتم عن ابي عبد الله عليه السلام  
 حوزاء الایام سماء من السحر ممرأ علی اسماء  
 توجب پانی پر چھنا ثابت ہوا تو کہنا فارق طعام پر پڑنے سے منع کرتا ہے! بلکہ کہہ کر پینا میں احادیث  
 سے ثابت ہے اسی میں منقولہ ۱۶۵ میں ہے و فی المسند لدع عن ابن جعد  
 محمد بن علی من وعبد فی قلبه فسوء فلیکب بر  
 فی حباب بسماء ورد و زعفران ثم یشرب نیز اسی میں ہے و  
 اخرج السیفی فی الدعوات عن ابن عباس موقوفاً فی  
 المرأة نعسر علیها ولادتها قال یکتب فی فرطاس  
 من تسقی۔ نیز اسی کے ۱۶۶ میں ہے مسئلۃ قال النووی فی سرور  
 المہذب لو کتب القرآن فی اناء ثم غسل وسفاه المریض  
 فقال الحسن ومعاہد و ابو فلابۃ والاوزاعی لا بأس  
 بہ تو طعام پر پڑھنا بطریق اوئے ثابت ہوا بلکہ اسی میں ہے فقد قال القاسمی  
 حسن و النضوی و غیرہما لو کتب القرآن علی حلوی  
 او طعام فلا بأس باکلاہ۔

سب سے بڑی دلیل جو معاندین ریچوالہ قاہرہ سے بھی صعب تر ہے وہ یہ ہے کہ نواب  
 صدیق حسن خان محبوبانی جو دہلیوں کے چوٹی کے امام ہیں اپنی کتاب "الدار والددار" کے مؤلف پر تحریر فرماتے  
 ہیں کہ کسی شیرینی پر فاتحہ حضرت مشائخ کرام پڑھ کر تقسیم کر دے "نیز اسی میں ہے کہ کچھ شیرینی پر فاتحہ پڑھ کر  
 اور ثواب اسی کا روح پر فتوح آنحضرت و مشائخ طریقت کو دے کر تقسیم کر دے " یہ بھی اسی میں ہے پھر  
 شیرینی پر فاتحہ شیخ جلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھ کر تقسیم کر دے " تو پھر یہ لوگ انکار کا بے کار کر رہے  
 ہیں خصوصاً جبکہ وہ اپنی اسی کتاب میں اپنے اذباب و اتہام کو یہ تنبیہ بھی کر گئے ہیں کہ میں نے اس رسالے  
 میں اسی اعمال کو ضبط کیا ہے جو نہایت صحت و قبول و شرت کے ساتھ ماثور ہیں اور اکثر اعمال نخبیہ  
 یا نہایت کتاب اللہ و امام دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور وہ اعمال جو مشائخ طریقت سے منقول  
 معمول بہا ہیں ان میں سے چند اعمال صحیح و خوب کو ان کے کھانا ہے مثلاً، بلکہ ان ختوں کے متعلق یہ

ساتواں۔ چلم اگر وہ نماز بطیب خاطر اپنی رضا و رغبت سے کریں دیران میں سے کوئی قسم یا  
جو حاضر نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ وہ مندوب و مستحب ہے کہ وہ کھانا ایصالِ ثواب کے لیے پکایا  
جاتا ہے اور اس پر ختم پڑھ کر فقراء و مساکین کو دیا جاتا ہے اور یہ ایصالِ بدنی و مالی دونوں عبادتوں کا جین کرنا  
ہے اور یہ دونوں ایصالِ اہل سنت کے نزدیک جائز و ثابت ہیں اور اطعامِ طعام ختم پڑھنے کا ثبوت  
ہے۔ ہر قسم سے معلوم ہو چکا اور حواہِ تبیین بھی بخوبی روشن ہو چکا۔ اور شاہ عبدالغفر نیز محدث و بڑی مدبر الرحمة تفسیر  
فتح الغریزہ پارہ ۱۲ مسمیٰ تیار لون میں ارشاد فرماتے ہیں "وارد ہے کہ مردہ اس حالت میں  
نزلت کی مانند ہے کہ انتظار فریاد پہنچنے کا رکھتا ہے اور صدقے اور فاتحہ اس وقت اس کے بہت کام  
آتے ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ ایک سال تک علی الخصوص ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم  
کے کاموں میں کوشش اور سعی کرتے ہیں۔

۱۔ قبر کا دیر سے پختہ بنانا اگر نیتِ صالحہ سے ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ایسے  
بی روضہ بنانا نیتِ صالحہ سے اور مشکوٰۃ شریف میں جو حدیث ہے نصیحة رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ان یجصص القبر وان یسبی علیہ وان  
یقعد علیہ یعنی منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کے گچ کرنے سے اور  
ان پر بنا کر نہ بننے سے اور بیٹھنے سے "یہ حدیث اور اس کے ہم معنی جو اور جو ان سے قبر کو نیتِ صالحہ  
سے دیر سے مطلقاً پکا کرنا اور روضہ بنانا ممنوع نہیں ہو سکتا کہ اگر یہ معنی مراد ہوتا تو روضہ النور محبوب  
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تعمیر نہ کیا جاتا اور ایسے ہی صحابہ کرام اور سلف صالحین ہرگز ہرگز مصلیٰ کے  
روضے بنا کر نہ کرتے اور قبورِ مطہر کو کنکریوں اور پانی سے پختہ نہ کیا جاتا جن کا ثبوت آگے آتا ہے ان شاء اللہ  
تعالیٰ تو معلوم ہوا کہ یہ معنی مراد نہیں۔ اور دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے قبر کے  
میں اور پناہ بنایا کرتے تھے اور پرستش کیا کرتے تھے مشکوٰۃ میں بخاری سے ہے الا وان من کا  
مسلم کا اسخذاون قبور انبیاءہم وصالحہم مساجد  
فلا یسجدوا فیہا ولا یسجدون فیہا ولا یسجدون فیہا  
سنا کہ ہو کر لے شک وہ جو تم سے پہلے تھے قبورِ انبیاء و صالحین کو مسجدیں بنایا کرتے تھے آگاہ ہو پس

۔ ہاتھ جوں کو سبیل بنے شک میں روکتا ہوں تبیں اس سے نہ تو سنی تجھیں دبا۔ اور وہ عمل میں  
 سے ہر کہ تو پر مساجد بنا مانع ہے بقریۃ حدیث مذکورہ معنی اس کے وہی ہے کہ عادت یہ  
 دوسری کی تفسیر کیا کرتی ہیں۔ یا یہ مراد ہو کہ جب تجھیں دبا۔ میں فائدہ نہ ہو تو نہ ذکر و کعبت منور ہے۔ یا  
 اس بار پر نہی ہو کہ تعدد تکبر و مغاضرت وغیرہ اغراض فاسدہ سے ہو تو منوع ہے۔ یا قبرستان موقوف ہو کہ  
 اس میں تجھیں دبا۔ سے زمین موقوف رکھتی ہے۔ شکوۃ شریفہ ۱۲۱ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور کنکریوں کو رکھا وہ اسے رنہ عسل  
 صبر ابنہ اسراہیم و وضع علیہ حصباء رواہ فی شرح  
 و روی السناخی من قولہ رسول

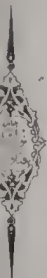
اس سے آگے صاحب شکوۃ نے حدیث نبوی تجھیں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت  
 کر کے آگے یہ حدیث لکھی ہے کہ حضرت جابر سے مروی کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم کی قبر مطہر پر پانی چھڑکا گیا اور چھڑکنے والے بلال بن رباح تھے کہ شمشک کے ساتھ چھڑکا تھا وہ  
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و کان  
 الذی رش الماء علی قبرہ بلال بن رباح بقریۃ حدیث  
 و رواہ السہمی۔ نیز اسی میں ہے کہ قبر انور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروق عظیم  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں پر کنکریاں چنی جاتی ہیں۔ سرخ سرخ کی کنکریوں سے مبطسوخہ بیضاء  
 الحرۃ الحمراء۔ تو خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک قسم کا پختہ بنانا ثابت ہوا  
 صحابہ کر مے بھی گویا کہ صاحب مشکوۃ بھی اسی طرف اشارہ فرما رہے ہیں بتعدیم حدیث  
 وضع لہ حصباء و من الماء و ناخیر۔

بذب القلوب شریفہ ۱۲۱ میں شیخ المندتہ عبدالحق محدث و جلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجرہ شریف نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کچی انگڑوں  
 سے بنا رکھا بعد ازاں عمر بن عبد العزیز نے ولید بن عبد الملک کے حکم سے اس کو نئیدہ کر کے مندرجہ پتھروں  
 سے بنا کیا و بعد ازاں کہ امیر المؤمنین عمر و مسجد زیارت کرد حجہ و از شنب خام بنا کرد و تا زمانہ حدیث عمارت  
 ولید ابن حجہ ظاہر بود عمر بن عبد العزیز حکم ولید بن عبد الملک آن را ہم کرد و بحجہ مستقر بر آورد و در مقام آن



مشکوٰۃ شریف مشافہ میں بخاری نے عین سے ہے جب حضرت حسن بن امام حسن بن حضرت  
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو آپ کی زوجہ تحریر لے آپ کی قبر پر قبہ بنایا اور بال تک لکھا  
ور بعد ازاں اٹھایا و عن بخاری تعلیف امار لہما اب الحسن بن  
حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حربی امر اس  
معا علی قبرہ سبۃ مشم وعت تروہ فانی صاحبہ تابہ تیں، اہل بیت کرام سے  
تیں، زمانہ تابعین میں یہ کام کیا اور کسی نے منع دیا۔ صرف ایک دو دن نہیں ایک سال تک غرض صحیح سے  
بھا اتنی مدت مدید میں کسی کی نظر سے اوجھل رہ سکتا ہے؟ اور بعد کو اٹھانا ہمیں معذرتیں کہ جب وہ غرض منفی  
ہوئی تو اٹھایا اور عارضیت و غرض پر ہے کہ سمعت

بغیر اقلوب شریف مشافہ میں ہے کہ حضرت عقیل بن ابی طالب برادر حضرت امیر المؤمنین علی رضی  
اللہ تعالیٰ عنہما نے ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا روضہ بنایا "قبور ادوار النبی صلی اللہ علیہ وسلم و  
رضی اللہ تعالیٰ عنہن نیز قریب دار عقیل است کہ چون عقیل بن ابی طالب چاہی در اور خود دفن کرد ازاں بجائے برآمد کہ  
دوسے نوشتہ اندر قرام حبیبہ بنت مضر بن حرب عقیل آل چاہ را با نباشت و عمارتے بر آقا قبر بنا کرد " تو  
جب صحابہ کرام و تابعین عظام سے روضے بنانا ثابت ہوا تو اس میں کونسا غرض رہا؟ حالانکہ حدیث صحیح ہے  
انما الاعمال بالنیات اس کے بہت تغار میں گئے کہ کام نیت ماکو صالح ہو جاتا ہے  
مثلاً حقے وقت بدر کو ایک جھکنا ممنوع اور ہاتھ پاؤں چومنے منع شریعی کے جائز و عادیث سے ثابت  
مالا کہ چومنے میں جھکنا ضرور پایا جاتا ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ الادب المفرد ص ۲۳ میں واذن بن عاصم  
سے راوی کو کفراتے ہیں جب ہم حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ  
سہاگہ اور پاؤں مبارک پکڑ کر چومے قال قدما فقیل ذالک رسول اللہ صلی  
للہ علیہ وسلم ماخذنا بسیدیہ ورجلیہ معبہا۔ و میں روایت  
حضرت علی نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پاؤں چومے عن صاحب  
قال رأیت علیا معبداً لیسید العباس ورجلیہ مسلان روضے بنانے  
مخبرین کچھ نہیں اور حدیث میں تارکہ مزاراہ المؤمنون حسامہو عند اللہ

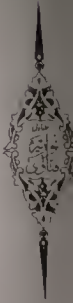


حسب تو رست بات مسکن مدائن ہوتے اور نیت صالحہ کی وجہ سے ہوسکتی ہے کہ وہ  
 دیکھ کر پہچانیں گے کہ یہاں کوئی بل اللہ آرام فرما میں رفاتحہ چھیں گے بعض عباد میں کے تو نیش  
 بل اللہ کا ہے اور آئے دالے سایہ میں رفاتحہ پڑھ لیں گے اگر مری و سردی آندھی وغیرہ سے محفوظ رہیں گے  
 قرآن شریف پڑھنا چاہیں تو وہ بھی بآرام پڑھ سکیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مدارج النہیۃ شریف منہاج بلاد میں مذکور ہے  
 میں "دور مطالب المؤمنین گفتہ اند کہ مباح دہشتہ اند سلف کہ بنا کردہ شود چو پڑ مشایخ و علماء مشہور تا  
 زیارت کنند ایشان را مردم و مسازحت یا بندہ را و نشینند و سایہ آن نقل کردہ است آن را از مباح  
 شرح مصابیح الخ" اور اسی طرح مجمع البہار شریف میں ہے۔

اسواق العذاب کے آخر میں حضرت ابن حجر کی شرح صحیح بخاری فتح الباری سے منقول ہے صرب  
 العسائط ان كان لغرض صحيح كالاستتر من الشمس للحر  
 لا لاطلال الميت فقد حاز۔ اور ایک یہ نیت بھی صحیح ہے کہ علوم قہر کی بے حتمی کے  
 خوف سے جو ہے یہی تو یہ صاحب روضہ جو شرفاً معظم میں ان کی تربت اطر کی بے حتمی بھی مذکور ہے۔ اسواق العذاب  
 کے آخر میں تفسیر روح البیان سے ہے بناء القباب علی قسور العلماء  
 والاولیاء والصلحاء امر جائز اذا قصد بذلك التعظم  
 فی اعین العامة حی لا یحققوا صاحب هذا القبر۔

گیاہ جویں شریف کا ثبوت ثبوت عرس کے ضمن میں گزر چکا کہ گیارہویں بھی خیرات و صدقہ معینہ ہی ہے  
 سائل نے یہ بیان نہیں کیا کہ کس سے مدد مانگنے کے متعلق سوال ہے؟ یہاں کئی احتمال ہیں، پہلے  
 تعالے سے مدد مانگنا اور بے یا مسلمانوں سے ملی العموم یا صاحب روضہ سے؛ اور یہ تمام استمداد جائز ہیں  
 ہا جہاں ذآن کریم و احادیث و تفاسیر سے ثابت ہے۔ استمداد باللہ تعالے کے جواز کے تو خالصین بھی قائل  
 میں رہی یقیناً اس کا ثبوت کامل گزر چکا اور استمداد استغاثت بالملوق بھی کامل طور پر ثابت ہے قرآن  
 پاک میں ہے اسعیوا بالصبر والصلوة پ۔ با اذن ربکم  
 معکم بالصبر والصلوة پ۔ تو استغاثت بالملوق صدقہ  
 استغاثت بالملوق ہے کہ صبر و صلوة اعمال میں اور تمام اعمال مخلوق میں قرآن کریم میں ہے واللہ



احکم و احکم و احکم ہوتا ہے جسے اسے سہی اور تمنا سے اعمال پر پہنچا ہے۔ قرآن  
 کریم میں ہے کہ حضرت ذوالقرنین علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مذ سکندریہ بنانے کے وقت منقطع دروں  
 سے مد طلب کی ماعسوی بموہ احمد بیسکم و بیسکم۔ رد ما  
 پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ اے اسے مسن جنہوں نے ہجرت نہیں کی نہ و نہ تم کو نہیں مایہ  
 تم ہجرت نہ کریں اور اگر وہ دین کے بارے میں مد طلب کریں تم سے تو تم پر ان کی مد ضروری ہے و  
 مد بن الخواص بہا جبرو مالکم من و زینہم من سہی حسی  
 بہا جبرو و ان سننصر و کم فی الدین فعلیکم النصر  
 زعمی قوم بیسکم و بیسکم مینا و اللہ بہما عملوں  
 نصیر۔ مدغہ۔ قرآن کریم میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حواریوں سے مد طلب  
 نہائی یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال  
 عیسیٰ بن مریمہ للحواریین من انصاری الی اللہ تہ ع۔ ۱۰  
 ان تعالیٰ نے مومنین کو اے اللہ کے دین کے لیے مد طلب کرو یا ایہا الذین  
 آمنوا تفوا اللہ و ابغوا الی الوسیلۃ و جاہدوا و اغ  
 سیلہ لعلکم تفلحون۔ پٹغہ اور سید الی اللہ سے مراد وہ چیز ہے جو بارگاہ الہی کے  
 قریب کرے تفسیر جلالین و صادی علی الجلالین ص ۲۵۵ جلد ۱، تفسیر کبیر ص ۲۹۹ جلد ۲، تفسیر ارشاد العقل ص ۳۳  
 جلد ۲، تفسیر خازن ص ۲ جلد ۲، تفسیر معالم التنزیل ص ۲۹ جلد ۲ و النظم من الحبلا لبن  
 ما سفر بکم الیہ اور اولیاء اللہ یقیناً اللہ کا مقرب بنانے والے ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ جب  
 کا یا عیسیٰ اللہ تعالیٰ یا آجاتا ہے تفسیر کبیر ص ۲۵۵ جلد ۲، خازن ص ۲۹ جلد ۲، معالم التنزیل ص ۳۳ جلد ۲، صادی  
 ص ۲ جلد ۲ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اولیاء کے متعلق ہے ہم الذین  
 او ذکر اللہ و المظہر من الخازن مشکوٰۃ شریف ص ۲۲ میں ہے  
 مباحکم ذرا و ذکر اللہ رواہ ابن ماجہ

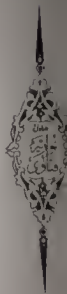
بہن اللہ! معنی سید ان کی ذوات بابرکات پر کیسا چسپاں ہوا! بعض کا اقتضای طاعت پر  
 و دہر شمس ہے کہ مفسرین کرام بعض افراد پر نشیۃ اقتضای فرمایا کرتے ہیں چنانچہ اتقان ص ۱۹ جلد ۲ میں ہے

وادھر ہر کل مہم سے الاسم المہم سے  
 علی سبیل التمثیل و سبب المسما علی سبب  
 سبب الحد المطابق للمحدود فی عموم و خصوص  
 اور عادت شفاقت گیری وغیرہ سے روز روشن کی طرح جواز تو مل سکند اور واضح دلالت ہے اور اس کا شرک و ہجو  
 بھی کہ اس میدان ہاں گناہ میں شرک و شریکیت کے بطلان پر وقوف گناہ تک کہ یہی ثابت ہوگا و لکن  
 لمحبة البالف اب معاندین بتائیں کہ ان کے امام کا قول تفسیر ان بیانی مشہور ہے خواہ یہ  
 کچھ کہ ان کا من کی طاقت ان کو خود بخود دے خواہ یوں کچھ کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک  
 ثابت ہوتا ہے کیا منے لکھا ہے کیا جو چیز قرآن و حدیث سے ثابت ہو و دنیا و آخرت میں موجود و محقق  
 و مکرر و متکرر و مقرر ہو وہ شرک ہو سکتی ہے ؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی  
 اعظم ۔

اب خاص استمداد و امداد بعد از انتقال کا ثبوت دینے !

پہلے سمجھنا چاہیے کہ امداد روح کہتا ہے اور روح ہر ایک کا زندہ ہوتا ہے کہ موت جسم پر واقع ہوتی ہے نہ  
 موت قبض روح از جسم کا نام ہے توجہ دیا کہ قبل از وصال امداد کر سکتے ہیں وہ بعد از انتقال بھی کر سکتے ہیں شیخ  
 عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ الملتاح ۱۶ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں : تحقیق ثابت شدہ است  
 بآیات و احادیث کہ روح باقی است و ادرا علم دشو رہذا احوال ایشان ثابت است و ادراج کا طلاق  
 و اقرب و مکانی و جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بشیر اذال و اولیاء و اکرامات و تعارف و ارکان  
 حاصل است و ان نیست مگر ادراج ایشان را و ادراج باقی است ۔

صادی نے الجلالین مکتبہ جلد ۳ میں ہے : واح المطمئین مصطفیٰ عربیہ  
 تفسیر کبیر ۳۴۴ میں ہے الادواح المعارف عن ابدانہا نساکہ  
 لہذہ الادواح فی الصفات و لطیفۃ و الحاضیہ محرم  
 لہما یوع بعض بہذا البدن سبب المناکلہ و نجاسۃ  
 و بصیرۃ کالسموات لہذہ الروح علی عمارت و نور  
 بعکس انوارہا بعضہا علی بعض عن مثل سورۃ لہرہ





سید و صداع المرادی فی التفسیر الکبیر ص ۳ جلد  
 کہ قوی ہو جاتا ہے۔ تفسیر کبیر ص ۲۴ جلد ۵ میں ہے وہاں لموس البتیریۃ والارواح  
 و سائبہ و حافضہ اسدہا فویت فی سلك الصغار الی  
 کسہا فی سلك الابدان و کسب فیہا لہا قال و نصیر  
 سبب من المعصیۃ معاونة لہذہ النفس المتعلقة بہذا  
 بدن و معاصدہ لہا علی مالہا و احوالہا۔

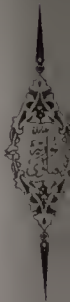
اشد العات میں ہے کہ سیدی، حمزہ و قلیہ رحمۃ نے جو عالم فقہاء و علماء مشائخ مغرب سے  
 مر ذیل کہ ایک ان شیخ ابو نعیم حنفی نے حضرت، یافث کیا کہ امداد زندگی کی زیادہ قوی ہے یا مرد  
 کی تو میں نے کہا کہ کم گروہ کہتا ہے مدد زندگی بہت ہی ہے اور میں کہتا ہوں کہ امداد مرد سے کی زیادہ قوی  
 ہے تو شیخ نے فرمایا ہاں اس لئے کہ وہ بارگاہ حق تبارک و تعالیٰ میں ہے "پس شیخ گفت نعم زیرا کہ دے در  
 باب حق است و حضرت اوست"

میں ہادی شریف، گہر درج البیان و تفسیر عزیزی میں فالمدبرات امس کی ایک  
 تفسیر بتائی کہ اس سے مراد ارواح میں تو لامحالہ استمداد جائز ہوئی کہ وہ امداد کر سکتے ہیں اور امداد کرنا ان  
 سے استمداد کا ثبوت گر چکا۔ شیخ محقق و طہوی علیہ الرحمۃ جذب القلوب شریعت ص ۲۴۲ میں فرماتے ہیں  
 "الذکر و نول در عالم بدن و موطن قبر و اختصاص او بہ حضرات قدسی سمات انبیاء و رسل صلوات اللہ  
 علیہم العین تروا است و ظاہر جو انرا دوست و رغبت الیشاں از اولیاء اللہ و صلوات امت و اللہ اہم از جنت علوم  
 انرا نول و حالت حیات با تمہید بقائے روح میت و شعور و ادراک (الی ان قال) و در و نفس مرتب در وے  
 حاجت نیست از جنت و جو بقائے ذات متوسل بہ خلاف موطن اول بلکہ علوم و در و نفس پر منتج آں کافی است انرا  
 تفسیر حنفی ص ۱۲۱ میں شاہ عبدالعزیز محدث و طہوی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں (مترجم سے ہے) اور بیٹے  
 نفس و لیا۔ اللہ عین کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت اور ارشاد کے واسطے پیدا کیا ہے ان کو اس  
 حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم جوتا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کے استغراق میں کمال دست  
 مالک کے سبب سے کہ غفل، واقع نہیں ہوتا (الی ان قال) اور حاجت مند و غرض والے اپنے اڑے کاسوں کی  
 کہانہ سبب ان سے پرچتے ہیں اور ان کے کہنے پر چلنے سے اپنا مطلب پاتے ہیں انرا اولیاء کے کرام تو

مصدقہ صحت حق تعالیٰ ہیں ان کی امداد ادا حق تعالیٰ سے ہے تو ان سے استمداد درحقیقت حق تعالیٰ سے  
استمداد ہے تو یہ صراحہ کہے ہو گئے؟ صحیح بخاری شریف جلد ۹۱ حدیث قاسمی میں ارشاد حق تعالیٰ سے کہ  
میں جب اپنے بندے کو دوست بناؤں تو میں جانتا ہوں اس کا کان جس سے سنتا ہے اور اس کی نگاہ  
جس سے دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ جو پکڑتا ہے اس سے اور اس کا پاؤں جو چمکتا ہے اس سے  
یعنی وہ بندہ منظر صفات علیہ بن جاتا ہے فکنت سمع الذی یسمع بہ  
وبصر الذی یبصر بہ وید الذی یبطش بہا و  
جعل الذی یشی بہا۔ اور جب ان حضرات کا یہ شان ہے تو قبل از وصال دہد  
از وصال ہر حال میں جواز استمداد ثابت ہو کہ درحقیقت یہ استمداد حق تعالیٰ سے ہے اور امداد اس کی  
طرف سے ہے اور وہ ہر وقت امداد فرما سکتا ہے۔ اور موت سائب ولایت نہیں بلکہ موت ولایت ہے  
الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون بلکہ  
ان کے رواج طیب بعد از وصال مدبرات بن جاتے ہیں چنانچہ تفسیر کبیر میں آیت فالمدبرات  
امرا کی ایک تفسیر بھی فرمائی ہے کہ شمس اہل هذه الارواح الشریفۃ  
المالیز لا یبعد ان یکون فیہا ما یکون لقوتہا و  
شرفہا یظہر منہا اشار فی احوال هذا العالم  
فی المدبرات امرا لیس ان الانسان قد یرمی استادہ  
فبالمنام ویسئلہ عن مشککہ فیرشدہ الیہا الخ  
اور اس کی مثل تفسیر بیضاوی و تفسیر روح البیان میں بھی ہے۔

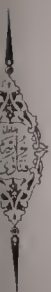
شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اسے صفت نفس بتایا کہ تفسیر عزیزی مترجم ص ۱۵۲  
میں ہے "اور پانچواں درجہ وہ ہے کہ کمال کے سبب عددوں کو طے کر کے تکمیل کے رتبے کو پہنچے اور  
اس کے کام کا پیشوا اور استاد ہو جائے کہ اور لوگ اس سے اپنی مشکل حل کروا دیں اور اس صفت میں  
بے تدبیر و دشواری اس شخص کے کام نہ کر سکیں۔ اسی حالت کو اس عبارت سے تعبیر فرمایا ہے۔  
فالمدبرات امرا و اللہ اعلم

فنا لفقین پر سب سے بخاری شہادت کہ اس کا اصل انکار نہیں کر سکتے ان کے امام ہیں اہل



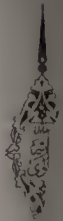
ہری کا قول ہے "حکیم کا کہنا ہے بیماری بہ شہادت تیری صراط مستقیم مسئلہ ۱ میں کتاب کہ جناب  
 موت الشیطان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند کے ارواح مقدسہ میرے پیچھے  
 مردہ گزرنے اور ایک بہتر توجہ قوی و تاثیر زور آور فرماتے رہے۔ اس حد تک کہ دونوں عقول کی  
 نسبت اسی ایک پیر میں پوری ہوئی " روزے ہر دو روح مقدسہ بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند  
 و تقریب یک پاس ہر دو امام بر نفس نفیس حضرت ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آور سے فرمودند تا میں کہ  
 وہاں ایک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیب حضرت ایشاں گردید " اسی ایک قول سے افاضل ارواح  
 و تاثیر روح ثابت ہوئی اور دور سے جاننا اور توجہ قوی فرمانا بھی ثابت ہو گیا کہ اول تو پیر جی، دونوں حضرات  
 ر کے مزارات حسیہ پر حاضر ہوتے اور گروہوں تو ایک مزار کے پاس حاضر ہو سکتے ہیں نہ کہ دونوں  
 نے پاس، اور توجہ دونوں حضرات نے ایک وقت فرمائی، مان رہا ہے کہ ہر دو امام اور وہاں  
 یک پاس " کہ رہا ہے تو اب انکار ہی کیوں ہیں؟

اس سے بھی سخت تر شہادت سنئے کہ وہی امام مزار پر جا کر فیض لینا بھی مان رہا ہے۔ اسی  
 کتاب کے ہی صوم میں ہے کہ ایک دن پیر جی حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی  
 علیہ الرحمۃ کے مقبرہ منور کی طرف گئے اور مقبرہ منور پر مراقبہ میں بیٹھے اور مراقبہ میں ان کے روح پُر فتوح سے  
 ملاقات ہوئی اور آنجناب نے پیر جی پر بڑی قوی توجہ فرمائی اور اس کے سبب ابتداء حصول نسبت حشر  
 ہو گیا " روزے حضرت ایشاں بسوئے مقبرہ منور حضرت خواجہ خواجگان قطب الاقطاب بختیار کاکی  
 علیہ الرحمۃ تشریف فرما شدند و بر مقبرہ مبارک ایشاں نشستند و دریں اثنا ہر دو روح پُر فتوح ایشاں  
 ملاقات متحقق شد و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہ میں قوی فرمودند کہ بہ سبب آن توجہ ابتداء  
 حصول نسبت حشر متحقق شد " اسی قول سے مزاروں پر حاضر ہونا، مراقبہ میں مزاروں کے پاس  
 جانا، ملاقات ارواح، علم ارواح و تصرف ارواح، ارواح کا پُر فتوح ہونا وغیرہ ثابت ہو رہا ہے۔ ہاں  
 کہیں بھی کوئی شک نہیں کہ کوئی جاہل غلو کو مستعمل بالذات سمجھ کر مدد مانگے لیکن یوں سمجھو کہ وہ خدا تعالیٰ  
 سے دعا نہیں، اس کی دی ہوئی طاقت کے سوا مدد کر سکتے ہیں تو ضرور بالیٰ شرک میں گرفتار ہو جاتا ہے  
 جس کی تفرقہ گزہ گز نہیں ہو سکتا کہ زید و عمر و عوام کو یوں سمجھو تو کوئی حرج نہیں اور اولیائے کرام کو  
 جس کے اثر شک ہو جاتا ہے یا بالکس یا تفرق موت و حیات ہو کہ شرک میں تفرقہ محض خطا ہے اور خواہ



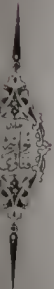
اور اہل برہمئی مسلمان پر عام ہے اور کثرت اسباب اسلام کا اسلام اہل قرینہ ہے کہ وہ باطن و ظاہر میں  
مغیر قدرت سمجھ کر ہی مدد طلب کر رہا ہے مگر مشکل یہ ہے کہ مخالفت تو یوں ہی مشرک ہی کہتے ہیں۔ لغویہ  
الایمان کے معنی پران کا انعام صاف صاف غلامی رہا ہے کہ (وہ جو کوئی کسی سے یہ عہد کرے کہ وہ  
اللہ کا بندہ و مخلوق ہی کہے مگر ابو جہل اور وہ شرک میں برابر ہے) مگر مائل خوب سمجھتا ہے کہ یہ شرک نہیں ہو سکتا  
جس کا ثبوت قرآن میں گزر چکا۔ خود مخالفین علماء و حکام سے اعداد مانگا کرتے ہیں، چندے دینا واجب کرتے  
ہیں۔ بلکہ خود ان کے امام کے اقوال ابھی سن چکے کہ انافضہ و استغناء روح کا اقرار کر چکا ہے کہ ہم اقرار دوا کرتے  
مرد خود اپنے منہ سے اپنے آپ کو مشرک کہ گیا مگر مجھ پر تعلق اس امتیاز سے مسلمان ہرگز ہرگز مشرک  
مشرک گناہ نہیں ہو سکتے بلکہ مستغنی و مستغنیہ میں والحمد للہ علی ذلک۔

مسئلہ قبول پر چراغ جلانا ممنوع ہے کہ قبر حق مقبرہ ہے۔ اس میں تصرف نہ کیا جائے۔ اور بعض فقہاء  
سے ثابت ہے مگر اہل سے یہ سمجھنا کہ قبر کے پاس نیت صالحہ سے بھی ممنوع ہے غیر صحیح ہے کیونکہ بعض  
احادیث میں "علی" آیا ہے اور "علی" کا معنی تحقیق استیلا ہے نہ کہ "عند لدنی" کہ مخالفت و میل کرنے  
اور بلا دلیل شرعی عدل عن التبعیۃ سنت منع و ذکر نعوس بشریہ امان اللہ جائے۔ اور جب اس سے مخالفت  
نہیں آئی تو ہم کو اجتہاد میں مجبور ہو گا بلکہ ہم اسما الاعمال بالانبات نیت حسنہ  
سے مندوب و حسن ہو گا۔ مجمع البحار مسئلہ جلد ۲ میں ہے و ان کاں شتم مسجد او غیرہ  
سنعم فیہ للتلاوة والذکر فلا بأس بالسمراح فیہ بلکہ فرض  
یصح کے ساتھ قبر کے پاس خود ہی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چہان جلانا مروی ہے کہ منین ترمذی شریف ۱۳۷  
ہذا میں ہے عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
وسلم دخل قبر لیلیٰ فاسرج لہ سراج فاحذہ من  
فل القبلة وقال رب یمک اللہ ان کنت لزاواہاتلاً القبران  
وکیبر علیہ اربعاً اور اس حدیث کی تحمیل بایں الفاظ فرمائی ہے قال سوا علی  
حدیث ابن عباس حدیث حسن۔ ہاں بلا غرض یا معاذات نیت تعبدیہ یا غیر  
فائدہ سے جو ضرور ممنوع ہے۔ مگر ان صورتوں میں تو کی کیا تخصیص ہے جہاں جو ممنوع ہے اور بلا دلیل مسائل  
پہلے ہی حرام ہے ان السمع و البصر و الفطن اذ کل اولئک کان



ذہبی منڈائے دانے کی امانت ہاڑیاں مٹنی کہ فرض و نماز امام و مقتدی سے ساقط ہو جائے  
مرد بہت بے فکر ہو کر اور بہت معرکہ سے کہ ڈا بھی منڈائے والا گنگا رے سے اور گت کو بدلنا اور پڑ جانا  
مربک مسلمان پرست ہی ضروری ہے جسے کہ معرفت دل سے پڑ جائے دانے کو اضعاف الیمان فرمایا گیا۔  
ورس کے پیچھے کوئی درجنیں چھوڑا گیا۔ صحیح مسلم شریف ص ۱۵ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں من راعی منکم مسلماً فنبغیرہ بمیدہ فان لم  
یسنطع فقلوب و ذلک ضعف الایمان اس کی شرح میں نووی حواشی  
فرماتے ہیں معولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلوب معادہ قلبک  
قلوب۔ تو مسلم من حیث جو مسلم اس کو ضرور پڑ جائے گا اگرچہ کسی عارضے کی وجہ سے ظاہر نہ کر سکے اس سے اس  
کے آقائے بادیہ کہ اس کے ترک کرنے کی اجازت نہیں اس کے پیچھے درجہ ایمان نہیں اور اسے یہ کیونکر پسند  
کے کہ تارک امۃ حسنہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم صلائے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کھڑا نظر آئے  
اور اعلیٰ شیطانیہ میں وارد کہ ایسے کی نماز قبول نہیں ہوتی کہ امام بنے اس قوم کا کہ اسے ناپسند جان رہے  
ہیں مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۱ ابوداؤد وابن ماجہ سے ہے کہ ثلاثۃ لا تقبل منہم  
صلواتہم من تقدم قوما و ہم لہ کارہون بان اگر مقتدی محض  
بجو ہیں کہ اس کے پیچھے نہ چھیں تو سخت خطرہ ہے کہ سلطان یا نائب سلطان ہے تو ان مقتدیوں کو اجازت  
ہے اور تمام جماعت کا اہل جماعت نہ ہونا جائے تعجب نہیں کہ نبی عظیم صلی اللہ علیہ وسلم دانائے ماکان و ما  
یکن اس کی خبر پہلے دے چکے ہیں اور آپ کی ہر خبر یقیناً صحیح و صادق ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۱ میں امیر احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
عزایا کہ قیامت کے نشانوں سے ہے ان مستأخر اہل المسجد لا یحدون  
ما منا صلی بہم اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تو فی حق عطا کرے تو توبہ کرنی مشکل نہیں  
پڑے نہیں آتا کچھ دیر نہیں لگتی توبہ ظاہرہ کر کے ہی وقت امام بلا کر اہل بیت بن سکتا ہے کہ الناس  
من الذنب کم لا ذنب لہ اور المہاجر من ہاجر ما  
ہر اللہ عن کیا مسلمانوں کی جماعت میں ایک بھی رجل رشید ایسا نہیں کہ تارک امۃ حسنہ



مہربان رب العالمین درجے اور نافرمانی کا شوق نہ اور سیدہ الاولیاء و الآخرین سے کہہ دے یہ دوسرے  
سے باز آئے اور غفلت کا دروازہ باز پائے واللہ الموفق ووصلی اللہ تعالیٰ علی  
السمیعین والحمد للہ وسلم

محمد انصاری الراکحی محمد نور اللہ النعمی خیر

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر یہ کہ نماز جمعہ کا دل چھوٹے یا بڑے میں عند الاضطرار  
ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ مبینا صاحبزادین۔

الاسائل۔ غلام حیدر از قلعہ دیو سنگھ، اردی الحجہ ۱۳۶۰ھ



سیدنا حضرت مولیٰ مشکک علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت مذلفہ و عطاء حسن بن ابی  
الحسن نخعی و مجاہد و ابن سیرین و ثوری و سحنون و امام ہمام حضرت البیہقی و البوری و محمد رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم اجمعین کے نزدیک نماز جمعہ دیہات میں نہیں ہے۔ غنیہ شرح غنیہ میں ہے لا تجوز  
فی القری عندنا و هو مذهب علی بن ابی طالب و  
حذیفہ و عطاء و الحسن بن ابی الحسن و المعی  
و معاہد و ابن سیرین و النوری و سحنون خلافا  
للایم الثلاث لما روی ابن ابی شیبہ عن علی بن  
ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال لا جمعة و لا



سرق ولا صلوة فطر ولا اصحی الا فی مصر حرامہ  
 او مدینہ عظیمہ و صحیحہ اسل حرم فی المعمل  
 کتب مذہب میں متواتر و شرعاً و فساد کے یہی مصرع و مخرج بہت کر دوائے عجب کے لئے شہر شرط بہت  
 شہر بھی جامع جب شہر جو نامتق ہوئے تو بعد ازاں جامع ہونے کی تحقیق ضروری ہے اور مصرعہ کی تیس  
 تہ میں وہ ہے جو غیر و غیر میں مذکور ہے امت مبلدہ کبیرہ فیہا سکے  
 واسواق و لہا رساتیق و فیہا وال یمدر علی انصار  
 المظلوم من الظالم بحشمہ و علمہ او علم غیرہ  
 یرجع الناس الیہ فیہا یقع من العوادم و ہذا هو  
 الاصح ترجمہ ہے شک وہ (مصر جامع) ایسا بڑا شہر ہے جس میں متعدد مغلے اور بانار ہوں اور اس کے  
 متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم یا اختیار ہو ایسا کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے سکے اپنے رعب  
 سے اور ظلم سے یا اپنے غیر کے ظلم سے اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اپنے مقدمات میں  
 حدیث جوائی جسے مجوزین اپنی زبردست دلیل سمجھتے ہیں وہ دراصل ہماری زبردست دلیل ہے  
 ان کا زبردست رو کرتی ہے۔

بہر پنج اخلاف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعات انہیں کر سکتے حکما لا یغنی  
 علی اولی النہی، و التفصیل ذکرناہ فی انوار اتقن الدولۃ  
 من شاء فلیطالع مشہ۔

عنہ الغفر الہ الخیر محمد نور الشامی غفرلہ

۱۲ ذی الحجۃ المبارک ۱۳۶۰ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس شخص کے بارہ میں جو ذیل کی عبارت کے

مطابق عقیدہ رکھے اور اس کو شائع کرے اور لکھ کر دے آیا مسلمان ہے یا نہ؟ مہارت یہ ہے، ہر  
 فرض میں ہے دیہاتوں میں، جو شخص دیہاتوں میں جمعہ نہ پڑھے گا یا اب نہیں پڑھتا تب ہم صاحب  
 ایک شخص سنی با محمد، قرآن و حدیث کی رو سے اسے کافر ثابت کریں گے مسمو ا ماحورس  
 من رب العالمین۔



بد شک و شبہ و ریب نماز جمعہ فرض عین ہے مگر بالشرائط اور چونکہ مصر جامع بھی ان شرائط میں سے  
 ہے لہذا دیہات میں نماز جمعہ فرض نہیں۔ اس مدعا پر دلائل قاہرہ باہرہ زاہرہ ظاہرہ شہود عدل ہیں جن میں  
 سے چند حوالہ رقم کئے جاتے ہیں۔

(۱) وہی حدیث جواثی جو طاغوت بھڑکی مایہ ناز اور بہترین دلیل ہے، ہمارے مدعا کے لئے نہایت  
 ہی واضح و روشن دلیل ہے جو یہ ہے وعن ابن عباس قال ان اول  
 جمعة جمعت بعد جمعة في مسجد رسول الله صلى  
 الله تعالى عليه وسلم في مسجد عبد القيس بجواث  
 من البحرين رواه البخاري في صحيحه (مسند مجتہدین و  
 البيهقي في سنن الكبرى) (مسند احمد ۳ دائرة المعارف) و ابوداؤد في  
 سننه مع زيادة في الاسلام و حرية من قرى البحرين  
 و بعد استدلال یہ کہ جب مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے نماز جمعہ جواثی میں قائم  
 کی گئی حالانکہ عادیث صحاح سے ثابت کہ جواثی مدینہ طیبہ سے بہت ہی دور ہے تو روز روشن کی طرح واضح ہوا  
 کہ دیہات میں جمعہ نہیں اور نہ قبا، دعوال و غیرہ بہت سے دیہات جو مدینہ طیبہ سے بہت قریب تھے سب  
 سے پہلے ان میں جمعہ قائم کیا جاتا اور ان سب کو پس پشت ڈال کر سب سے پہلے جواثی میں قائم نہ کیا جاتا



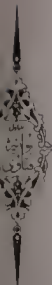


اور روایت ابوداؤد میں زیادتی قریبہ میں قریٰ البحر میں ہے۔ میں حضور ﷺ کی حد  
کو منہ کلفظ قریہ کا اطلاق لغت عرب میں شہر پر بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ قرآن کریم پل ۱۶ میں مکہ شریف  
کو قریہ فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے وکاس من قریہ ہی استحد فوہ من  
قریب مکہ الایہ حالانکہ قرآن کریم پل ۱۵ میں مکہ شریف کو شہر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے لا اہم  
بہذا البلد و انت حل بہذا البلد الایہ۔ اور اسی طرح قرآن کریم  
میں شہر پر کثرت موجود ہیں۔ مزاح مکہ مجیدی، مجمع البہار منہ ۲ جلد ۱، کشوری و النظم من المعجم  
موجود ص ۱۰۰ البحرین اور جس آبادی میں قدم ہوا اس پر تعریف مصر جامع صادق آتی ہے۔

۲۔ قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعة ولا شریف  
الا فی مصر حیا معرواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ منہ ۱ جلد ۲ والطحاوی  
فی مشکل الاشار منہ ۲ جلد ۲ اور قاعدۃ مسلم اصول حدیث کی رو سے یہ موقوف مکہ منورہ میں  
ہے۔ مشکل الاشار کے اسی مخفی ہے مما یحیط علما انت لم یقلہ رأیا  
ذکاں مثله لا یقال بالرائی و انما لم یقلہ الاتوقیف والوقوف  
یوجد فی ذلک الا عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۳۱۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کان الناس یقتنابون الجمعة  
من منازلہم و العوالی رواہ البخاری فی صحیحہ منہ ۳ جلد ۲ و  
مسلم فی صحیحہ منہ ۲ جلد ۲ و البیہقی فی سننہ الکبریٰ  
منہ ۲ جلد ۲۔ اگر وہاں میں جمعہ فرض ہوتا تو دوسری نمازوں کی طرح وہ حضرات عوالی میں بھی قائم  
کرتے اور ہمیشہ مدینہ طیبہ میں حاضر نہ ہوتے۔ مجمع البہار منہ ۲ جلد ۲ و فیہ انتہ لا یحب  
لجمعة علی من ہو خارج المصر۔

۳۲۔ اور ایسی ہی اہل قباہ مدینہ طیبہ میں حاضر ہو کر جمعا ادا کیا کرتے تھے۔ سنن ابن ماجہ ص ۱۰۰  
فادنیٰ میں ہے ان اہل قباہ کانوا یجمعون مع رسول اللہ صلی  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الجمعة۔



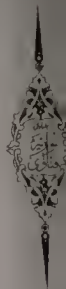
(۵) اور باوجودیکہ سرکارِ دہ عالم علیہ السلام کا دس روز سے زیادہ نمازیں تشریف فرما ہوا اکثر اوقالی سے ثابت ہے مگر جمعہ قائم نہ فرمایا تو ثابت ہو کہ دیہات میں جمعہ نہیں صحیح بخاری کے ۵۵۵ جلد میں ہے فلیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سبی عمرو بن عوف بضم عشرۃ لیلۃ۔ اور ۵۵۵ میں ہے فاقام جمعہ اربع عشرۃ لیلۃ اور تفسیر لقان ۳۶ جلد ۱ والجمعۃ فرض جمک۔

(۶) صحیح بخاری شریف ۳۵ جلد ۲ اور مؤطا امام مالک ۵۵۵ جلد ۱ میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید کے دن فرمایا کہ جو اہل عوالی سے جمعہ کے لئے مقرر کیا ہے تو ٹھہرے اور جو واپس ہونا چاہے تو میں نے اسے اجازت دے دی والنظم من البغاری قال یا ایہا الناس ان هذا یوم قد اجتمع لکم فیہ عیدان فمن احب ان یتنظر الجمعة من اهل العوالی فلینتظر ومن احب ان یرجع فقد اذنت لہ۔ امام مالک نے اس حدیث کو باب لاجمعة فی العوالی ومن حضر المدينة منهم فله الرجوع قبل دخول الوقت میں خراج فرمایا۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہو کہ اہل دیہات پر جمعہ نہیں۔

(۷) بلکہ خود حضور پُر نور سیدِ یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت کہ آپ نے اجازت فرمائی چنانچہ مشکل الآثار ۵۳ جلد ۲، سنن ابوداؤد ۵۳۳، صحیح مستدرک مشہد ۲ جلد ۱، مسند ابی داؤد طبعی ۵۳۵ میں ہے والنظم من المسند شمس وخص فی الجمعة فقال من شاء ان یصلی فلیصل

(۸) اور اس کے سوا بہت سے دلائل میں جو اختصاراً تحریر نہیں کئے جاتے۔ ہاں اتنا سمجھنا سنایت ہی ضروری کہ نمازِ ظہر فرضِ قطعی اور فرضِ عین ہے۔ غیر متعین کے پاس وہ کوئی قطعی دلیل ہے جس سے دیہات میں اس فرضِ قطعی کو جمعہ کے روز باغذرت کر کے مسلمان بنے رہتے ہیں۔ آیہ جمعہ بالا جماع مخصوص ہے حتیٰ کہ کعبہ غیر متعین کے نزدیک بھی کہ یار اور نامینا، لنگڑا، فدام، مسافر، عورت اور تنہا۔ بالا جماع مخصوص میں مالک مکان



نام پر بھی نافذ نظر فرمیں ہیں

صدافسوس کہ ہائے نام اور کمزور دلائل کو اپنی رائے قاصر سے دلائل سمجھ کر جس مرکب میں گرفتار ہو  
معاہدہ اعظم و صحابہ کرام پر معترض بنتے ہیں۔ صرف معترض نہیں بلکہ کفر و شرک تک پہنچتے ہیں۔ اس کے  
متعلق ہمیں کسی فتوے تحریر کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عوام اہل اسلام بلکہ  
غرض یعنی ائمہ کرام اور اخص الغواص یعنی صحابہ کرام کو کافر کہنا بلکہ خاک بہانہ گستاخ اس کی یگستاخی بیکارہ دو عالم  
میں اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچی کہ سرکار سے دیہات والوں کے لئے رغبت ثابت جیسے مذکور ہوا حالانکہ  
صرف کسی عام مومن کو اگر کوئی کافر کے تو ظاہر حدیث کے لحاظ سے خود کافر ہو جاتا ہے اور ظاہر یہی پر عمل کرنا  
انکار نہ مہم ہے۔ صحیح بخاری ص ۹۰ جلد ۲ میں حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے و

لنظم للنثانی ان رسول الله تعالى عليه وسلم قال ايما رجل  
قال لا خيبه كافر فقد بار بها اعداهما بلکہ عدالت مصطفیٰ ص  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسے طائفہ بھر کے لئے یہ حکم نافذ ہو چکا کہ دین اسلام سے خارج ہے جو بائیکہ اس  
قول بدتر از بول کہاں سے کہاں تک پہنچا؟ چنانچہ صحیح بخاری ص ۶۲، جلد ۲ وغیرہ میں ہے یہ فرعون  
من الدین اور بے ادبی اولیائے کرام اور انبیائے عظام تو ان کے نزدیک شیر مار ہے جس کی وجہ  
سے اسلام و ایمان سے خارج اور دنیا و آخرت میں ملعون اور عذاب مہین کے سزاوار بن جاتے ہیں  
خود قرآن کریم سورۃ الاحزاب میں ارشاد فرماتا ہے ان الذین یؤذون اللہ و  
رسوله لعنہم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ واعد لہم  
عذابا مہینا۔ اہل اسلام پر لازم کہ ان سے ہر حال میں بچے رہیں اور اپنے دین و ایمان  
پر قائم و ثابت قدم رہیں اور جتنی آگ سے زیادہ انہیں مضرت ہے کہ ذباب فی ثیاب یہ ہیں

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم  
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و  
علی آلہ وصحبہ وبارک وسلم

قرۃ العقبۃ الراۃ محمد بن عبداللہ بن علی غفرلہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان بشرع متین اس مسئلہ میں کہ موجودہ زمانہ میں پاکستان کے دیہات میں جہاں پہلے جمعہ نہیں پڑھا جاتا اب جمعہ پڑھا جانا چاہئے یا نہیں؟ کیا وہ شرائط جو جمعہ کے لئے ہونی لازمی ہیں وہ حکومت پاکستان میں پورے کی ہو چکی ہیں اور جمعہ اگر پڑھا جاوے تو فرضی پڑھنا چاہئے یا قیاضی؟ بینوا توجروا۔

السؤال: بفضل حق از دو لو وال تحصیل دیپال پور ۵۸-۴۷۰



سیدنا حضرت مولیٰ مشکل کشا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و حضرت عذیفہ و عطاء رحمہما بن ابی الحسن و نعمی و مجاہد و ابن سیرین و ثوری و سحنون و امام بہام حضرت ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ جمعین کے نزدیک نماز جمعہ دیہات میں نہیں ہے غلیہ شریح میں ہے لا تجوز فی القری عندنا و هو مذهب علی بن ابی طالب و حذیفہ و عطاء و الحسن بن ابی الحسن و النعمی و مجاہد و ابن سیرین و الثوری و سحنون خلافاً للائمة الثلاثة لما روی ابن ایشیبة عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه قال لا جمعة ولا تشریق ولا اقصوۃ و طر و لا اضعی الا فی مصر بحامع او مدینۃ عظمتہ و صحیحہ اس حرم فی المعصی۔



کتاب مذہب میں متنازعہ و مشدود فتاویٰ سے یہی مفسر و مشرح ہے کہ ادا کے بعد لے کے شہ  
 شہ ہے اور شہر بھی جامع، جب شہر ہو نامحقق ہو لے تو بعد ازاں حاجت جوئے کی تحقیق ضروری ہے اور  
 مصر کی صحیح تعریف وہ ہے جو غنیہ وغیرہ میں مذکور ہے۔ اب سبلہ کعبیرہ یہاں سلک  
 و سوان و لما رساتیق و مہا وال یقدر علی صاف  
 لفظ نوم من الظالم بحشمتہ و علمہ و عو غیرہ  
 یرحم الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ہد ہو  
 الاصح (ترجمہ) بلکہ وہ مصر جامع، ایسا بڑا شہر ہے جس میں متعدد محلے اور بازار ہوں اور اس کے متضمن  
 دیات ہوں اور اس میں کوئی حاکم یا اختیار ایسا ہو کہ مظلوم کا بدلہ ظالم سے لے سکے اپنے غضب سے اور  
 علم سے یا اپنے غیر کے علم سے، اور لوگ اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اپنے مقدمات میں :-

حدیث جو اٹھنے سے مجوزین اپنی زبردست دلیل سمجھے ہوئے ہیں وہ دراصل ہماری زبردست دلیل ہے  
 ادا ان کا زبردست رد کرتی ہے۔ بہرہٗ خفاف کے نزدیک گاؤں میں نماز جمعہ ادا نہیں کر سکتے کما  
 لا یخفی علی اولی النہی۔ اور سلطنت پاکستان کے دیہات بھی دوسرے ممالک اسلامی  
 کی طرح دیہات ہی میں اور اگر کوئی بڑی خود جمعہ پڑھے تو فرض ظہر از روئے مذہب مذہب احناف ضرورہ  
 ادا کرے کہ فرض ظہر اس جمعہ کے ساتھ ماقط ہوتا ہے جو حقیقۃً شرائط کے ساتھ جمعہ ہو کما مر  
 و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ حبل محبہ اتم و احکم  
 وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ و بارک  
 و سلم۔

مقررہ افتاء: عبد المجید زکریا، امینی غفرلہ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ

الاستفتاء

جناب عالی صاحب

سرمحکمہ جہانگیر - ایک سو وین سو چالیس مرتبہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ  
 مرتبہ ایک سو وین سو چالیس مرتبہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ  
 منشی محمد غلام محمد - جہانگیر - ۱۰۰۰



سرمحکمہ جہانگیر - ایک سو وین سو چالیس مرتبہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ  
 مرتبہ ایک سو وین سو چالیس مرتبہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ  
 منشی محمد غلام محمد - جہانگیر - ۱۰۰۰

محمد غلام محمد - جہانگیر - ۱۰۰۰

محمد غلام محمد - جہانگیر - ۱۰۰۰

# الکستفتاء

محمد غلام محمد - جہانگیر - ۱۰۰۰

سرمحکمہ جہانگیر - ایک سو وین سو چالیس مرتبہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ  
 مرتبہ ایک سو وین سو چالیس مرتبہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ - ہر جمعہ روزہ  
 منشی محمد غلام محمد - جہانگیر - ۱۰۰۰



آپ ایس نہیں فرمائیں گے فی الحال مندرجہ ذیل دوسٹوں کے متعلق آپ سے دریافت کر رہا ہوں :  
 نمبر ۱ : نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کیا شرائط ہیں ؟ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کم از کم کن شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے  
 جن کے بغیر نماز جمعہ ادا نہیں کی جاسکتی ؟  
 نمبر ۲ : ایک شخص نے کسی بزرگ کو اپنا مرشد تسلیم کیا اور مرشد کی وفات ہو گئی اب مذکورہ شخص دوسرے کو  
 مرشد بنا سکتا ہے یا نہیں ؟ جوابی نفاذ ارسال خدمت ہے جواب دیگر شکور فرماریں ۔  
 الراسم ۱ : میاں بشیر احمد باجوہ کو مٹنرل یکیم شیخ مانہ پربتہ کو نمبر ۶۳ ۲۵ ۵

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# الْجَوَابُ

## الَّذِي جَعَلَ فِي الْكُتُبِ وَالْصُّوَرِ

وہیکم السلام درجہ و برکات : بعد از دعوات عافیت طرفین انکدرسد مغفوت ملا میں آپ کو اچھی طرح جانتا  
 ہوں اور آپ کے خط سے بڑی خوشی ہوئی ہے ۔ آپ بڑے شوق سے سوال بھیجا کریں میں حاضر ہوں مگر چونکہ کام بہ  
 زیادہ ہے لہذا کبھی جواب فراوری سے دیا جاتا ہے ۔ اور اب تو کئی دن مجھے تکلیف رہی ہے ۔ امید کہ اسے  
 صحیح جلد پر محمول کریں گے ۔

ملا ۱ : جمعہ پڑھنے کے لئے سچے شرطیں میں کہ ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو ہوگا ہی نہیں ۔ ۱۔ بشرہ  
 ۲۔ بادشاہ اسلام حقیقتہً یا مکنا ۔ ۳۔ وقت فجر ۴۔ خطبہ ۵۔ جماعت ۔ ۶۔ اذان عام ، یہ سب شرطیں آسانی سے  
 پائی جاتی ہیں مگر صرف پہلی شرط ہے جو دیہات میں نہیں پائی جاتی لہذا دیہات میں جمعہ نہیں کے معافی  
 عامت معتبرات المذهب المہذب ۔

ملا ۲ : اب جب پہلے مرشد کا انتقال ہو جائے تو کوئی حرج نہیں کہ دوسرے مرشد سے استفادہ کیا جائے مگر  
 یہ ضروری ہے کہ مرشد وہی ہو سکتا ہے جو عالم دین ہستی صحیح العقیدہ پابند شریعت ہو ۔ یہ شرط ضروری ہے پہلا مرشد  
 بڑا دوسرا یا غیر اکیس جو خود نانا و نافع ہو یا گراہ جو تود دوسرے کو وہ معرفت یا ہدایت و رشد کا حق کیونکہ کتب ہے ؟  
 اپنی بغیریت ہے آپ کی خیریت مطلوب دو تین دن ہوئے آپ کے والد ماجد مولیٰ محمد اسحاق صاحب سیش

پر ملے تھے۔ سفیریت بتاتے تھے واسلام

عمرہ العتیر الہی الحج محمد نور اللہ میٹھی

۸۰۶۳

## الاستفتاء

بخدمت جناب اجب الاحرام حضرت مولانا مفتی ابوالیٰ محمد نور اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم کافریہ خفیہ لیسٹری  
السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بعد گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل فتوے تحریر فرمادیں:-

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری منڈی راسے وند  
جوش لاہور کی ایک اہم منڈی ہے یہاں ریلوے اسٹیشن، اڈا لاریاں، بازار، تھانہ، ڈاک خانہ،  
شفا خانہ، ٹیلیفون، بجلی ٹاؤن، کمیٹی منڈی، محصول چوگی وغیرہ ہر ایک چیز پائی جاتی ہے غرضیکہ جملہ لاہور  
کا مشہور قصبہ ہے۔ یہاں کی جامع مسجد اہل سنت والجماعت جو کہ حکمرانوں کی تحویل میں ہے، میں  
جمعۃ المبارک باحسن وجہ بروقت ادا کیا جاتا ہے اور جمعہ میں مجمع تقریباً بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہاں  
اقتیاط النظر کے متعلق کیا حکم ہے؟ آیا یہاں اقتیاط النظر کا ادا کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟  
آیا ہر خاص و عام کو اقتیاط النظر کے متعلق مجبور کیا جائے یا نہ؟ اگر عوام الناس اقتیاط النظر پڑھیں تو کیا حکم  
ہے؟ نیز واضح فرمادیں کہ جمعہ فرض ہے یا کہ نہیں؟ آیا جمعہ عہدہ فرض ہے یا نظر کا نعم البدل ہے؟ آیا حضور نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مقدس میں اقتیاط النظر ادا کی جاتی تھی یا کہ نہیں؟ مبینوا تموجہروا ام  
ادعہ احبوا اعظیما۔

السال فی فی: رفیع محمد منظور احمد نقشبندی مرتضائی خطیب جامع مسجد سنت منڈی راسے وند جوش لاہور

نوٹ: اپنے فتوے پر دارالعلوم خفیہ بریل کے مدرسین حضرات کی طرف سے تاکید اور دستخط زیادہ مناسب  
ہیں۔ مزید مہربانی چاہیے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
 اللَّهُمَّ اجْعَلْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمَا

ایسے مقام میں جمعہ فرض ہے فتاویٰ غزیریہ ص ۳ میں ہے لا شک ف جوار  
 الجمعة في البلاد والقصبات ۱۰ اور جمعہ فرض مکہ ہے۔ فتح القدیر ص ۲۱ جلد ۲ میں ہے  
 ان الجمعة فريضة محكمة بالكتاب والسنة والاجماع  
 اسی کے ص ۲۲ میں ہے وقد صرح اصحابنا بانها فرض احد من  
 الظاهر۔ اور یہیں سے ظاہر کہ وہ علیحدہ فرض ہے اور ظہر کا بدل نہیں اور صرف استقمار ہی نہیں بلکہ  
 مغارہ مذہب مذہب اس کی تصریحات جلدی سے ملو میں۔ اسی کے ص ۲۱ میں ہے ہی فرض استقاء  
 پر ص ۳ میں متن و شرح میں تصریح ہے کہ امام زفر علیہ الرحمۃ کے نزدیک ظہر جمعہ کا بدل یا کہ لبل ہے اور  
 یہ کسی کا بھی قول نہیں کہ جمعہ ظہر کا بدل ہے فیما روی۔ احتیاط النظر ایسے مقام میں فرض یا واجب  
 نہیں اور منت تو کہیں بھی نہیں۔ ہاں بعض وجوہ کی بنا پر مستحب ہے مگر وہ بھی عوام کے لئے نہیں و تعجب  
 کہوں گے جائیں؟ اور کیا حکم کیا جائے؟ فتاویٰ رضویہ مش ۲ جلد ۲ میں ہے ویفتی بہ  
 الخواص لا العوام۔ اور ظاہر ہے کہ زمان اقدس میں احتیاط النظر اور انہیں کی جاتی تھی کہ  
 اس کا منی و سبب ہی اس وقت تھا۔

والله تعالى اعلم وصلى الله تعالى على حبيب  
 الانور والواصفين وبارك وسلم

عقدہ الغفران الخیر محمد نور الشافعی غفرلہ

۹ شوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۲-۲۰-۶۳

# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندر میں مسئلہ کاؤں میں نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

سائل : عبدالعزیز بقلم خود ، محمد عثمان بقلم خود ۲۸-۵-۶۶



گاؤں میں نماز جمعہ فرض نہیں حسب الارشاد حضرت امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم  
سنن بیہقی ص ۱۶۱ جلد ۳ وغیرہ میں ہے قال علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
لا جمعة ولا تشريق الا في مصر حبا مع اور یہی امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے ، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ میں ہے ولاد انہا شرائط  
في غير المصلي منها المصير -

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب  
الاکرم والہ واصحابہ وسلم

مفت محمد تقی عثمانی صاحب دارالافتاء

۸ صفر ۱۳۸۶ھ ۲۸-۵-۶۶

# الاستفتاء

نمبر ۱ عرض ہے کہ ایک آدمی نے ویش کے بارے میں تنگ کر رکھا ہے۔ آپ حدیث شریف سے بیان



فرمائیے۔

نمبر ۲ : عید فطر کی نماز عورتوں پر باجماعت ہائز ہے تو یہ بھی غریب کو بتا دیجیے۔ نہایت مہربانی ہوگی  
السائل : صوفی محمد اسماعیل از کماں اسلام پور ۲۶ ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ



حامداً ومصلیاً وعلماً میرے مہتمم!

ع : اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے قل ان حکمتکم تحبون اللہ والی اطیعوا اللہ والی الرسول یعنی رسول اللہ کی پیروی کرو اور اللہ کا حکم مانو ۔ اور بخاری شریف ص ۷۷۸ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں و فسروا اللہی واحفوا الشوارب ہر عاؤ ڈالو عیوں کو اور تر شاؤ کو منچیں کو ۔ نیز ارشاد فرماتے ہیں انہم کوا الشوارب واعفوا اللہی منچیں کو تر شاؤ اور ڈالو عیوں کو ہر عاؤ ۔ ان دو حدیثوں کے ہم معنی بہت سی حدیثیں کتب حدیث میں وارد ہیں اور بہت سے دلائل قویہ سے واضح ہے کہ ہر عاؤ کا ہر عاؤ ثابت ہے مگر میں نے بغرض اختصار صرف دو آیتوں اور دو حدیثوں پر اکتفا کیا کہ ایماندار کو یہی کافی اور بد مذہب تابع نفس و ہوا کو ہزار بار دہر بھی ناوافی ۔ اور یہ بھی خیال کہ شاید آپ اس فتوے کے پہنچنے سے پہلے ہی یہاں پہنچیں ۔

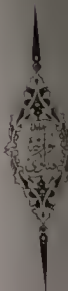
س : میرے معزز! عورتیں نماز عید میں شریک نہیں ہو سکتیں کہ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے و فرون فی بیوتکم ۔ اور اپنے گھروں میں ٹھہرو ۔ یہ خطاب خواتین کو ہے تو جب گھروں میں ٹھہرنے کا حکم ہے تو باہر جانا خود بخود ہی منع ہوا ۔ البتہ یہاں دلیل سے ثابت ہو جائے کہ جسے حج ورنہ اسی حکم میں داخل ہیں اعادہ سے ہمارا ثابت ۔ وہ زمانہ اقدس و مقدس محبوب و دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ شخص کو سب مانوں سے ستم اور پاکیزہ اور نیک تھا ۔ حدیث شریف میں ہے خیر الفردن ہر فی سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے ۔ اسی واسطے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا

وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حبس  
 ساء لعمریں المسجد" اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز  
 خمس میں غور توں کا یہ حال جتنا تو آپ ضرور منع فرمادیتے "

دیکھا صد بقرہ نے اللہ تعالیٰ نے اس طرح تاکید فرما رہے ہیں کہ حضور ضرور منع فرمادیتے  
 اور ماصل یہ اجتہاد صد بقرہ نے اللہ تعالیٰ نے عنہا نفس حدیث مرفوع سے ہے کما اشار  
 لہ مسلم و هو و اخرجہ کی مع مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اذ اشہدت احدنک المصحف فلا  
 تمس طیباً " کوئی ایک تمہاری جب مسجد میں آنا چاہے تو خوشبو نہ لگائے "  
 مشکوٰۃ شریف میں ہے لا تقبل صلوة امرأة تطيب  
 لمسجد حتی یغتسل غسلها من الجنابة رواہ  
 بحدائی درونی احمد والنسائی نحوه۔

سبحان اللہ! جب صد بقرہ نے اللہ تعالیٰ نے عنہا باوجود پرہیزگاری و اجتہاد و احتیاط  
 اپنے زمانہ کی نسبت جو بہانے سے ہزار ہا مرتبہ بہت بہتر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 وسلم نے ان کو اپنے زمانہ سے دوسرے مرتبہ میں رکھا اور صحابہ و صحابیات بکثرت موجود تھے،  
 حدود و شرعیہ جاری تھیں، احتمال بدی بہت ہی کم تھا، صرف اسی وجہ سے کہ اس زمانہ میں بہ نسبت  
 زبان محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زیادہ زینت و زیب و خوشبو اور اچھے کپڑے پہنے  
 جاتے تھے مگر وہ بھی موافق شرع، مذہب کی طرح تب بھی بہ لحاظ اہادیث مذکورہ وغیرہ کے یہ فرما رہی  
 میں تو ہمارے زمانے کا حال پر حال تو یقیناً قطعاً منع و عدم جواز کا متفقہ، ہوا کہ اس زمانہ میں صحابہ و صحابیات

لہ ہے بہت خوشبو اور اچھے کپڑے ۱۲ من النووی علی صحیح مسلم بلکہ حیث اقی بالحدث الاثقی  
 وایحسانہ و قول الصدوق بعد الاحادیث المطلقة و عادت عنی من الزنہ الحدیث انہ لکن الاخوانی  
 بروایا مسووحہ ثم یغفونہا بالناسخ مری بہ النووی فی شرح صحیح مسلم و کدایا فون  
 بعد ما یبسط منہا ۱۲ منہ غفر لہ



موجود اور اب بالکل مفقود اور اس زمانہ میں حدود شرعیہ جاری جن سے لوگوں پر سخت رعب طاری  
 ہوا وہ اب آزادی وہ عالم کہ گزشتہ ماضی ہو تو زمانہ پر بھی کوئی تغیر عامہ نہیں کی جاتی یہ بد  
 بخت وہاں خوش خبری وہ منتظر کفر ان دسے باگی دہائی چالیس سال پہلے وہ پورا پورا حال تو  
 ثابت ہو کہ زمانہ نبوت پر اس زمانہ کا قیاس محض غلط و فاسد ہے اور صحابی ولی سے بھی فضل و رتہ  
 ہے اور جو بعض منافق تھے وہ مجلس مبارک میں نہایت ہی دے ہوئے جوتے تھے اور ڈرتے  
 تھے کہ نبی میں نہ وہ علم نہ اپنے محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی شرارتوں سے معذور  
 فرمایا تھا چنانچہ آیت ولقد علمنا المفسدین منکم ولقد علمنا المستأخرین کا سبب نزول یک قول یہی ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وہ طاقت عطا فرمائی کہ آپ بیباک لگے دیکھتے تھے ویسا ہی پیچھے دیکھتے  
 تھے چنانچہ آیت واما دیث صحاح سے ثابت ہے خصوصاً مجلس مطہر اشرف المجالس تھی کہ شرف  
 المكان بالمکین ہاں اگر اب بھی تمام حاضرین و حاضرزات صحابی اور مجلس مجلس رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم ہے تو ضرور حاضرین اور اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو نہ اس بنا پر کہ بکتب قدیم معراج  
 کہ نور میں کسی جماعت میں حاضر نہ ہوں چنانچہ در المختار، رد المحتار، بحر الرائق وغیرہ میں ہے ونظمه  
 من البحر (قوله لا یحصرن الجماعات) لعمروہ تعالیٰ و  
 فرد فی بیوتکن الخ

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب  
 الاعظم وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

عمرہ انصاریہ ابو الخیر محمد نور اللہ انصاری

## الاستفتاء

کیا فراتے ہیں علمائے دین مسند ذیل میں کہ ایک پکڑ جس میں شرط جمعہ و عید بن نہیں پائے جائے

امام مسجد عید کے دن لوگوں کو خود بخود جمع ہو جانے پر دو رکعت نفل محض باجماعت بلیغ تمیز میں یہ  
 داکرتا ہے اور نماز عید کو وہاں واجب نہیں سمجھتا کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں؟ یاد رہے ہر ایک مذہب  
 کے قریب ایک دوسرے تک کا امام مسجد نور احمد دیوبندی نماز مذکورہ کو مکروہ تحریمہ اور نماز پڑھانے  
 والے کو گناہ گار کہتا ہے اور اپنی دلیل کی صحت کے لئے فتاویٰ شامی کی عبارت، اقول یہ  
 ابصر علی ان عید و الا فہو نفل مکروہ لادان  
 بالجموعہ پیش کرتا ہے۔ اور نماز عید کو گاؤں میں واجب قرار دیتے ہوئے اس کے  
 تارک کے لئے قویٰ خوف کفر بھی صادر کرتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے اور واقعی نفل محض باجماعت  
 مکروہ تحریمہ اور پڑھنے پڑھانے والے گناہ گار حرام کار میں یا نہیں؟ اگر نہیں تو مفتی مذکور کا فتوہ  
 غلط اور خود کذاب و خطا کار ہوگا یا نہیں؟ بینو اتوجہروا۔

الاستفتی، ابو الفیض علی محمد نوری غفرلہ، پیک ۱۰/۱۱/۱۳۸۵ھ، ضلع منگمری ۱۰۰۵۴

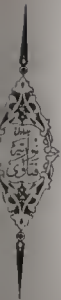


حسب تصریحات جلیلہ حضرت امام اعظم اور دیگر ائمہ احناف علیم الرحمة گاؤں میں نماز  
 عید نہیں کہ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کا یہی فتوہ ہے جو تحقیق حضور پر نور سید عالم  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فتوہ ہے اور ان کا فتویٰ ان کے رب اکرم جل و علا کا فتویٰ ہے۔ اسفار  
 مذہب مذہب متواتر و شروء و حاشی و فتاویٰ اور دفتار امارت و شروح ان تصریحات جلیلہ سے گونج  
 دے ہیں جنہیٰ بن کر اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو عقل و انصاف کے دھوکہ کا ہی قائل نہ ہو۔ تو اس د  
 شمس کی طرح واضح ہوا کہ امام مسجد اہلسنن کا نماز عید کو واجب نہ سمجھنا اور ادا نہ کرنا اپنے پسندیدہ اور پیارے  
 مذہب خفیہ پر عمل کرنا ہے جو اس کا شرعاً معتاد ہر طرح حق ہے اور نماز نفل محض کی ادائیگی اور ناقصہ  
 میں کو جماعت کثیرہ جو قطعاً جائز اور آیہ کریمہ و اسعینوا بالصوم و الصلوہ

یہ یقیناً داخل ہے۔ پھر تکلیف عیدین چونکہ مخصوص بے عیدین میں تو ان کے بغیر اور اگر بے عیدانہ نصاب نہیں  
بلکہ عین نصاب ہے۔ رہا باجماعت اور اگر ناکوہ بھی قابل گرفت نہیں بلکہ کرمۃ مذکورہ کا اطلاق مجوز اور  
ظاہر ہے۔ جمع متقاضی حوازی و اطلاق المصوص حجب لا بحجور سحر  
حبر الوحد و العیاس فضلا عن اراء الاغبیاء کما  
صواعلی فی مصنف

باقی اس دیوبندی امام کا مکروہ تحریمیہ کہنا اور نماز پڑھانے والے کو گناہ گار و حرام کا رہنا تو یہ  
ان بہادروں کا دروازہ شغل ہے کوئی نئی چیز نہیں۔ ان کے نزدیک تو سارا جہان شرک آباد ہے گیارہویں  
شرک، میلاد شریف شرک، یہ شرک وہ شرک غرض شرک ہی شرک ہے تو اس پچار سے کاشکوبہ ہی کیا؟  
ہر ایک اپنی عادت سے مجبور ہوتا ہے بلکہ یہ تو اس کی مہربانی ہے کہ صرف گناہ و حرام و خوف کفر پر اکتفا  
کیا ورنہ شرک و کفر کتنا۔ اس کا تو عبارت شامی کو بطور سند پیش کرنا ہی اس کے علم و عقل کا بہترین شاہد  
عدل ہے۔ چہ دلا و راست دند سے کہ کبھی چراغ دارد، کا مصداق ملتی پرتی بلکہ پڑول پھر کئے  
کا کارنامہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ درالختار میں ہے کہ نماز عید گاؤں میں مکروہ تحریمیہ ہے اس لئے کہ  
یہ صحیح کام میں مشغول ہونا ہے اور شامی نے اسے بقرار رکھتے ہوئے فرمایا کہ غرض صحیح و مکروہ تحریمیہ تب ہے  
کہ عید جان کر ادا کرے ورنہ نفل ہے اور ادا باجماعت کیوجہ سے مکروہ ہے جس کا صاف صاف  
مطلب یہ ہے کہ اگر عید نہ سمجھے تو صحیح ہے اور مکروہ تحریمیہ نہیں ہاں جماعت کیوجہ سے مکروہ ہے  
تو لاملالہ یہ مکروہ تنزیہی بنے گا کہ وہی صحیح ہوتا ہے اور وہی مکروہ تحریمیہ کے مقابل میں آتا ہے ورنہ شامی  
عیر الزمۃ کا "الا" تب معنی اور بے جا ہو جائے گا مالا کہ یہی شامی دوسری جگہ تصریح فرماتے ہیں کہ نفل  
باجماعت مکروہ تنزیہی ہے۔ شامی ص ۱۶۱ جلد ۱، منۃ الخالق ص ۲۴۵ جلد ۲ میں ہے وھو کالصریح  
فی انہما کراہۃ تنزیہیہ۔ منۃ الخالق ص ۲۴۵ جلد ۲ میں ہے وان الکراہۃ  
صکراہۃ تنزیہیہ تو خود اس کی پیش کردہ عبارت سے ثابت ہو گیا کہ

۱۱) گاؤں میں نماز عید مکروہ تحریمیہ ہے اور صحیح نہیں۔  
۱۲) اسے نفل باجماعت صحیح ہے یہی پہلے امام کا نظریہ و عمل ہے اور دوسرا اس کے مخالف ہے



اس کی صبر رحمہ کا مکروہ تنزیہی نامہ دہیں پر داخل ہیں۔ اس میں صبر رحمہ کا  
 بلکہ رحم کا مقابلہ درجہ ہونا ہے۔ درجہ مقابل نہیں رہے۔ درگرموضبہ ہمیشہ سے جماعت  
 دیکھے بلکہ گاہے گاہے، اور باجماعت کرتے تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں شامی جلد ۶۳ میں ہے  
 ان کا حیاناً کما بعد عمر کاں مباحا بعد مکروہ  
 اور یہی صورت ہے جس مسئلہ کی کہ کبھی کبھی ہی پڑتا ہے تو مکروہ تنزیہی بھی نہ رہا۔ پھر دوسرے امام مسکودہ گاؤں  
 میں نماز عید کو ایسا واجب قرار دینا کہ تارک پر خوف کفر، بعض نادانی اور غلط فہم ہے۔ اس کا یہ خوف کفر  
 کہاں کہاں جا پہنچا، یہ اہل جواب سے بخوبی واضح، قالم اگر ہمارے ائمہ کرم و حضرات عظام کا لفظ  
 نہیں کرتے تو کم زکم اپنوں ہی کا پاس کرتا۔ اکابر دیوبند بھی گاؤں میں نماز عید کے قائل نہیں۔ بلکہ قالم کو تو  
 اپنا بھی خیال نہ رہا کہ اسی کی پیش کردہ عبارت سے ثابت کہ گاؤں میں نماز عید مکروہ تحریمہ اور غیر مجسم ہے اور  
 مکروہ تحریمہ سے بچنا واجب، شامی جلد ۲ میں ہے کراہۃ المحرم فی  
 رتبۃ الواجب تو اس لئے وہ خود تارک واجب بنا، کہ گاؤں میں نماز عید مکروہ تحریمہ کا ارتکاب  
 کیا تو اس کے اپنے اس فتوے سے خود اس پر خوف کفر ثابت ہو گیا۔

۵ دیدی کہ خون ناحق پر فائدہ شیعہ را چنڈاں اماں نہ داو کہ شبہ یحرم کند

كذلك العذاب وللعذاب الاخضره اصبر وسيعم  
 لذین ظلموا ای منقلب بنقلبون۔ اس کے اس فتویٰ و سند  
 مذکور کی غلط کثیرہ وجالات وغیرہ اہل علم سے سنائے نہیں اور متلاشی حق و انصاف کے لئے یہی چند  
 سطور ہی کافی اور معاند دشمن حق کے لئے عذاب و فتنہ بھی نادانی۔ تو اس پر اختصار و تقصیر ہوا۔  
 والله تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اسم و احکم  
 وصلى الله تعالى على حبيبہ والد و صاحب و  
 بارئ و سلم

عہدہ الفقیہ ابو الخیر محمد زکریا الشافعی غفرلہ ۶ ذی القعدۃ المبارک ۱۳۳۳ھ

(نوٹ) حضرت علامہ مولانا الحاج ابو بکر محمد علی صاحب اوکاڑہ نے اس فتوے کی تائید عبارت



زں سے پہلے و تظہوں کے فرمائی ہے  
 • نفل مع اجماعت علی سبیل التذاعی مکروہ شرعی ہی حرام نہیں ہمسیت بھی نہیں ۴

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و متقیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطیب میں عصا ہاتھ میں لیا  
 یا ست موکہ ہے، غیر موکہ یا مکروہ؟ اس مسئلہ میں نقل کی جانے والی حدیث ابی داؤد استنباط مسائل میں کیا  
 حیثیت رکھتی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس مسئلہ کے متعلق فتوے صادر فرمایا ہے فتاویٰ رضویہ میں  
 کہ بعض نے سنت لکھا ہے اور بعض نے مکروہ، اگر سنت بھی ہے تو غیر موکہ، بنظر اختلاف سچائی بہتر  
 ہے مگر کوئی عذر مبر لان الفعل اذا تردد بین السنۃ و الکراہ  
 فکان سنۃ اولیٰ نیز احکام شریعت میں فرمایا کہ سنت و مکروہ میں تعارض ہو تو ترک ادنیٰ ہے کیونکہ  
 جامع الرموز میں محیط سے نقل ہے کہ سنت ہے اور محیط میں مکروہ لکھا ہے۔ ذیل ہے اعلیٰ حضرت کے  
 فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی سے فتویٰ لیا ہے اور اس نے ان الفاظ میں فتویٰ دیا ہے:

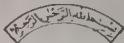
روایت ابی داؤد ن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام  
 ای فی لحطبہ منکأ علی عصا او قوم کذا رواہ لبراہین  
 عانہب و محمد بن السکن و فی شامی و نقل القسستانی  
 عن عید المحيط ان اخذ العصا سنت کا لقیام ردہ مقرر ہے۔

مندرجہ بالا حدیث اور شامی کے فتوے سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام نے خطبہ کے وقت عصا ہاتھ  
 میں یا ہے جو کہ ازکم سنت پر دلالت کرتا ہے اور ان دلائل کی موجودگی میں کسی شخص کا کہنا کہ عصا ہاتھ میں ہے  
 و ثبوت نہیں اور خطیب میں غیر مشروع ہے۔ بہت بڑی جسارت ہے اور اس سے بڑا خطیب کو استغناء

کرنے والوں بات چا دیں شری ذکر کے۔ فتویٰ نے کہا ہے کہ عصا ہاتھ میں لیا سنت ہے یا نہیں؟  
میں لازم قرار دیا اور اس کے بغیر غلط نہ ہونے کا اعتقاد کرنا درست نہیں ہے۔ دیوبندی مفتی

تحقیق سے بیان فرمائیں اس مفتی کا یہ فتوے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اور جامع الرموز اور صاحب نیچ  
درو صاحب غلامہ و در افتار و عالمگیری تمام فقہائے کرام اور ان فتاویٰ کے خلاف جو انہیں علماء اجنبیہ  
نزدیکہ اعلیٰ حضرت مجددانہ حاضرہ کے فتوے کی حیثیت ہے کیا۔ اعلیٰ حضرت کی تحقیق تحقیق ہے یا کہ اور؟  
اور زید جہا اعلیٰ حضرت کے فتوے کے خلاف دیوبندی مفتی کے فتوے کو ترجیح دیتا ہے کیا یہ رسول کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کی تائید نہیں اور اعلیٰ حضرت نے فرمایا من سلك فحکمہ  
فہو کافر۔ مبینوا بالتحقق وتوجروا

السائل: محمد شیر مدرس دارالعلوم قمر اسلام سیانیہ، پنجاب کالونی گزری ردو کراچی مل  
نوٹ: ادالٰیٰ و مع الاخریں یہ سوال آیا، البراہین نہیں غفرلہ



وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب الکرم والد واصحاب وبارک وسلم



خطب میں عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے مسند امام احمد (المکتبہ الاسلامی بیروت) ص ۱۲۸ جلد ۴، معنی ابی داؤد  
ص ۱۵۸ جلد ۱، معنی بیہقی ص ۱۲۸ جلد ۴، حضرت حکیم بن حزن کلفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث طویل میں باغافہ عقاب  
ہے و لسطر عن المسند فلینا عند رسول اللہ صلی اللہ  
تعالیٰ علیہ وسلم اباما شہدنا فیما جمعا فقام  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متوجعا علی قوس او قوس  
عصا۔ ماہب اللہ ج ۲ ص ۲۸۴ میں ہے (مطبوعہ مع الشرح الرقہ) وعند

وود بالاسناد حسن ابی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما  
 سکت علی مومن او عصی فی خطبۃ الجمعۃ سنن ابن ماجہ بنی  
 ۲۰۰ جلد ۲ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ متعارفہ ہے اذا خطب فی جمعۃ  
 خطب علی عصبی امام بنی الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر ص ۲۰۰ جلد ۲ میں اس حدیث کی تصریح  
 فرمائی مستدرک ماہم ص ۲۰۰ جلد ۲ میں انہی حضرت سعد سے خطبہ عبید بن کے متعلق ہے و یخطب  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی عصا سنن بیہقی مت ۳ جلد ۲ میں حضرت  
 بر بن مازب نے اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ اشعری کے متعلق ہے واعطی صلی اللہ تعالیٰ  
 عصب و سلم قوسا او عصا ما تکا علیہا ابن ابی داؤد و مت ۱۹ جلد ۱  
 کی اس حدیث میں ہے نزل یوم العید قوسا فخطب علیہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم زر قانی علی المواہب ص ۲۸۰ جلد ۱ اور مت ۲۹ جلد ۱ میں مکرر اسے  
 و ابی داؤد کان صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام یخطب  
 احد عصا فتوکا علیہا وهو علی المنبر کتاب الامم مت ۲ جلد  
 الامام الشافعی میں حضرت عطاء بن ابی رباح تابعی جلیل القدر کی حدیث مرسل ہے اسناد کے  
 بر ہے فنت لعطاء اکان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 موم علی عصا اذا خطب قال نعم کان یحتمد علیہا اعتمادا  
 امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے جامع صغیر ص ۲۰۰ جلد ۲ میں اس حدیث کا ذکر فرمایا کہ تصحیح زر قانی سنن بیہقی مت ۳  
 جلد ۲ میں بھی اس حدیث کو بالاسناد ذکر فرمایا ہے اور النیر شرح جامع صغیر ص ۱۲ جلد ۲ میں ہے قال سنن  
 حدیث صحیح بطحاوی علی المراق ص ۳۰۰ میں محقق ابن امیر الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہے  
 انہی ص ۱۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قام خصا  
 ساعدہ متکنا علی عصا او قوس کما فی وود



حصہ اخصاب اول واضعہ فیہ فیاتی من بعدہ و بقیہ  
 ہت و ہکذا یفعل بمعہم عن بعض یحرفہ میں ذایا ولہد  
 الذی دکرناہ نصائر کثیرہ انفق فیہا صاحب البحر  
 والبحر والسنح والدر السختر وغیرہم وہی سہو  
 منشأ الخطأ فی النقل او سبق النظر اور بھی دائرہ کسی دیوبندی  
 کی کوئی سچی بات مرند اس لئے جوئی نہیں ہو سکتی کہ دیوبندی کی بات ہے الکتوب فد یدو  
 حق ہے ہذا مال دعویٰ۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيبہ واعصم  
 والہ واصحابہ وبارک وسلم۔  
 نوٹ : حضرت کا متفقہ صاف نہیں لکھا ہوا ذرا آرام سے صاف لکھا جائے اور پھر تاریخ بھی درج کر دی  
 چاہیے بشکریہ ۱۰ منہ غفرلہ

عبدہ الغفور ابو الخیر محمد نور الشامی مفتی غفرلہ

۱۵ ربیع الثانی ۱۳۹۱ھ ۱۰۶ ۱۰۷

## الاستفتاء

قبلہ مستر مہذب صاحب

از مجلہ شاہ نعیم ۶۳ ۶۲ ۱۷

اسلام علیکم : اگر ایک شخص جس ل ڈاڑھی منڈی جونی جو قوم کا سید ہو اور سادات گیلانی پرورد  
 محمد جان مسجد میں کھڑے ہو کر دعا پڑھ کر دعا فضیلت مل بیٹ مصائب اہل بیت بیان کرے اور خطیب بہت  
 جہاں مارت سے زبان رستے اس سے پہلے بھی وہ خطیب جامع مسجد کی اجازت سے ان در رسول کی  
 تیسرا مسجد میں مان لڑتا جیسا کہ مذکور الیہ ڈاڑھی ولا صرف اس لئے مسجد کے اہل جاہے کہ اس ڈاڑھی

نہ سید کے سوا کسی اور آدمی والا سب یہاں جمع ہوا تھا۔ پڑھے لکھے  
گھڑیں جا کر پڑھے۔ آپ اس پر روشنی ڈالیں کہ کس کا فعل قابلِ خدمت ہے؟ کیا سید صاحب رحمہ  
تقریر نہیں کرنی چاہئے اور ڈاکھی والے صاحب کی یہ نفرت درست تھی؟ خطیب صاحب سے  
ہی پڑھا، جماعت خطیب صاحب نے ہی کرائی، جواب کے لئے عیدہ لغا، ذرا سال خدمت ہے

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
**الْجَوَابُ**  
اللَّهُمَّ اجْعَلْ لِي الْيَقِينِ وَالْثَمَنَ

وعلیکم السلام :

آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ وہ مقرر سید صاحب اور ڈاکھی والا اہل سنت والجماعت میں یا نہیں اور ڈاکھی  
والے کی قومیت نہیں ذکر کی مگر ظاہر ہے کہ وہ گیلانی صاحب سنی ہیں کہ خطیب صاحب کی اجازت سے  
سفیروں کو فضائل اہل بیت وغیرہ سنا تے ہیں تو اگر گیلانی صاحب کا بیان صحیح روایات سے افراط و تفریط سے  
پاک ہوا کرتا ہے اور آیات و احادیث کی روشنی میں ہوا کرتا ہے تو ایسے بیان سے نفرت کا کوئی معنی نہیں  
خصوصاً جبکہ بیان کرنے والا بھی صحیح النسب ہوا ایسے سادات تو اہل ایمان کے سروں کے تاج ہیں باقی رہا ڈاکھی  
کا معاملہ تو یہ گناہ ضرور ہے مگر کفر نہیں اس سے سید کے سید ہونے میں یا صحت بیان میں فرق نہیں پڑتا اور  
اس بادشہ شخص کا اتنا نفرت کرنا اور نماز جمعہ بھی سرے سے ترک کر دینا کہ گھر میں جمعہ پڑھا ہی نہیں جاسکتا تو  
اس کا فعل خود قابلِ نفرت ہے میری نظر میں کوئی ایسی حدیث یا آیت نہیں جس سے سید صاحب کو پابند کیا  
جائے کہ آیات و احادیث اور صحیح مسائل آئمہ کے لئے بیان نہ کریں ہاں انہیں یہ ضرور چاہئے کہ حضرات حسین  
کریمین اور حضور غوث اعظم اور حضرت مولیٰ مشکل کشا بلکہ تمام ائمہ اہلدار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح وہ بھی شریعت  
کے مطابق ڈاکھی رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و آلہ  
وصحبہ وبارک وسلم

عزہ الغفرۃ ابو الحیثم محمد بن راشد الہمدانی



# بَابُ الْجَنَائِزِ

## الْاِسْتِفْتَاءُ

مسألة

سألت عن رجل مات وترك زوجة واحدة وولداً واحداً وهو صغير  
والزوجة حرة ومسلمة وله من المال ما لا يفي بدينه  
فهل يجوز أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه  
أو أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه  
أو أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه

الجواب نعم

فإنه يجوز أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه  
أو أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه  
أو أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه  
أو أن يبيعها بدينه ويشتري به دينه



# الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام و مفتیان غلام دین متین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں  
زید کی عورت (زوجہ) زید کو چھوڑ کر اخر کے ساتھ بھاگ گئی اور اس عورت نے اخر سے زنا کر کے تین بچے جنمے۔  
بعد اخر فوت ہو گیا اور دس سال تک یہ عورت یعنی زید کی عورت آوارہ گردی کرتی رہی اور اب زید کی عورت فوت ہو گئی  
ہے اور زید ابھی زندہ ہے کیا اب اس عورت کا نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جس شخص نے اس کا نماز  
جنازہ پڑھا ہے اس کے متعلق کیا حکم شرع وارد ہے؟ بحوالہ تحریر فرمادیں۔

از اشابوہداج ضلع شکر ٹی تحصیل پاکپتن شریف ۱۴ جمادی الثانی



وہ عورت گورچی محنت گندگار مٹی مگر جبکہ لوگوں کو اور مسلمان مٹی تو اس کا جنازہ پڑھنا ضروری تھا کہ نماز جنازہ کی  
شروطیت کا مسلمان ہونا ہے۔ قنائے عالمگیری متہ جدا میں ہے و شرطہا اسلام العیت  
نیا ہی میں ہے و یصلی علی کل مسلم مات الخ شرح عنانہ میں ہے و یصلی  
علی کل مبر و حاجر اذا مات علی الایمان للاجماع الخ اگر مرنے  
والے کو گونے اپنی زندگی میں اپنے فرائض ادا نہ کئے اور گندگار یا تودہ اس کا اپنا معاملہ ہے اور جب فوت ہوا  
تو اس کا غسل و دفن اور نماز جنازہ ہمارے فرائض میں تو ہم اپنے فرائض ترک کر کے گندگار کیوں نہیں جس

شخص نے جنازہ پڑھا اس نے اپنا فرض ادا کیا اور نیکہ کم کیا۔ اس پر اعتراض کرنے والا گنہگار ہے  
 و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و آلہ  
 و صحبہ و بارک و سلم۔

محرم النعیر البرا کچر محمد نور اللہ نعمی غفرلہ

## الاستفتاء

خدمت جناب حضرت فقیہ اعظم مفتی البرا کچر محمد نور اللہ صاحب مدرہ بصیر پور  
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین، السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ قصبہ کرم پور میں ایک شخص محمود چاچی  
 قضاۃ النبی سے فوت ہو گیا۔ اس کے جنازہ کے لئے مولوی صاحب امام مسجد کو بلا یا گیا تو امام مسجد کو ایک شخص شعبان  
 کمار نے شہادت دی کہ یہ شخص مسیحی محمود شیعہ ہے۔ اس کا جنازہ اہلسنت والجماعت کا کوئی فرد نہ پڑھا سکتا،  
 اور نہ پڑھ سکتا ہے۔ مگر شرکے باقی معززین سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ محمود تو ساری عمر اہلسنت والجماعت کے ساتھ  
 نماز باجماعت ادا کرتا رہا ہے تو شیعہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ جس شخص یعنی شعبان کمار نے شہادت دی تھی کہ یہ شیعہ  
 ہے اس سے شرکے چیز میں صاحب اور دیگر معززین نے جاکر پوچھا کہ تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شیعہ ہے تو اس  
 نے کہا کہ جامع مسجد میں میرے ساتھ مسیحی محمود نے نماز ادا کی اور بعد میں اس نے دعا مانگتے وقت کہا "اے علی المرتضیٰ  
 علی المرتضیٰ مجھے بخش دے اور تین دفعہ اس نے یہی الفاظ کہے، چہرین صاحب اور دیگر حضرات نے پوچھا کہ کوئی آؤ  
 گواہ؟ تو اس نے جواب دیا میرے پاس کوئی اور گواہ نہیں ہے۔ کئی آدمی مع امام مسجد اس اکیلی کی شہادت پر نماز  
 جنازہ پڑھنے سے انکار کر گئے اور جن کے ساتھ وہ ہمیشہ باجماعت ادا کرتا رہا ہے ان لوگوں نے دوسرے امام  
 کو کھانکڑے کے اس کا جنازہ پڑھا دیا جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً دو اڑھائی سو ہے۔ اب امام مسجد شعبان  
 سارا اور دوسرے لوگ جنازے میں شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ جن لوگوں نے محمود چاچی کا جنازہ  
 پڑھا ہے اور جس نے پڑھا یا ہے وہ توبہ تائب ہوں اور نکاح دوبارہ پڑھائیں۔



گزشتہ صفحہ پر بھی عمر بھر اہل سنت والجماعت کے ساتھ نماز پڑھتا رہا ہے اور اس سے کوئی ایسی حرکت شرعی شہادت سے ثابت نہیں ہوئی جو اس کے بغیر یہ ہونے کی دلیل بنے تو وہ شرعاً مسلمان ہے اور سنی ہے اس کا جنازہ پڑھا فرض تھا۔ ہاشمیان کبار کا کہنا تو وہ شرعی شہادت نہیں۔ شرعاً شہادت کا نصاب دو مرد ہیں یا ایک مرد اور دو عورتیں اور وہ بھی پابند شریعت ہوں تو گواہی کے قابل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ذوالعدل منکم، وغیرہ من الايات تو ایسے شہان کا قول غیر معتبر ہے۔ پھر وہ قول بھی ایسا ہے جو شہید ہونا ثابت نہیں کرتا اس "اے علی المرتضیٰ مجھے بخش دے" کہنے میں اگر نیت اس کی درست تھی تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مقبول اور پیارے اس کی دی ہوئی طاقت سے بزرگی میں کن لیتے ہیں لہذا علی یا غوث ذریعہ نمازیں اس بنا پر جائز ہیں اور "بخش" کہنا بھی جائز ہے کیونکہ بندگان خدا اپنے حقوق بخش سکتے ہیں۔ دیکھئے قرآن کریم چہ عا میں ہے واذلما غصبواھم یغفروں اور جب ناراض ہو جائیں بخش دیتے ہیں "پھر اسی گورام میں ہے وللمن مسبرو غفر ان ذلک لمن عزم الھو و ترجمہ اور ضرور جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ضرور رحمت کے کاموں سے ہے" نیز یہی پارہ کے گورام میں ہے فل للذین امنوا یغفروا الا ذیہ (ترجمہ) فریاد ایمان واروں کو معاف کریں

بہر حال بخشش، معاف کرنا مغفرت کا ترجمہ ہے جو قرآن کریم کی ن تین آیتوں میں مادہ "مغفرة" سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صفات سے ہے تو حضرت شہید اشعلی کمالی المرتضیٰ کریم اللہ تعالیٰ جہد الکرم کیوں نہیں بخش سکتے! ہاں ہاں وہ اللہ رب العالمین کی عطا کردہ طاقت سے نہ انعاماً نہ کن لیتے

اس اور اپنے یا زہندوں کی کتابیاں بھی جان بیتے ہیں اور بحث بھی کئے ہیں۔ تو جواد ایک مسلمان سی نمازی پر چنبی کی تہمت کیوں لگائی جائے جبکہ قرآن کریم نے بدگمانی اور افتراء و بہتان کو حرام قرار دیا ہے اور حدیث پاک میں بھی بدگمانی سے سخت منع فرمایا ہے لہذا اگر یہ قول خود ثابت بھی ہو جائے تب بھی وہ اس قول کی بنا پر جب تک نیت بدہ شرعی ثبوت نہ ہے بشیہ نہیں بن سکتا لہذا اس کا جنازہ ادا کرنا فرض تقاضا نہیں کہہ سکتے اور اس کے ساتھیوں نے سخت ترین غلطی کی، صدق دل سے توبہ کریں اور عذابِ عزت سے بچیں اور جن لوگوں نے نماز جنازہ ادا کی ان لوگوں نے فرض ادا کیا وہ ثواب جزیل اور اجر جس کے مستحق ہیں ان کو یہ کہنا کہ توبہ کریں اور نکاح دوبارہ کریں معنی مہیوہ اور حرام ہے

واللہ تعالیٰ علّمہ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا

محمد و آلہ و اصحابہ و بارک و سلم

عزہ الغفر الابرار الخیر محمد نور اللہ الیمینی غفرلہ

۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ ۲۰۰۸-۰۶-۲۶

## الاستفتاء

غیر ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے کہ زید نے نادانستہ والدین کی گواہی پر مسماتہ ہندہ جوہ کا نکاح قبل از انقضاء عدت کر دیا۔ نکاح کرنے کے بعد کافی مدت تقریباً دو ماہ گزرنے کے بعد پتہ چلا کہ مسماتہ مذکورہ کا نکاح قبل از انقضاء عدت جو اس ہے۔ اب کیا صورت حال ہوگی؟ اور نکاح خوان حاضرین بعد از فیہ کے نکاح میں کوئی شرعاً نقص وارد ہوگا یا نہیں؟

غیر ۲: مسمیٰ زید نے مسماتہ ہندہ کا بغیر علم کے نکاح پر نکاح کر دیا۔ آیا از دوسرے شریعت زید و حاضرین مجلس پر کیا حرم عائد ہوگا؟ آیا ان کے نکاح میں کوئی نقص آئے گا یا نہیں؟

غیر ۳: مسمیٰ مان اللہ نے اپنی بیوی مسماتہ رانی کو تحریری طور پر بائیں الفاظ طلاق دی الفاظ یہ ہیں: تجھے صلی طلاق۔ طلاق ہے۔ ان الفاظ سے شرعاً کوئی طلاق واقع ہوگی؟

میرے یہ سہرے دلی وصف میں کیا زید کا جنازہ اہل سنت والجماعت کے مادی سے  
 یا نہیں ؟ : ۱۔ نمازیں مکروہ و مکروہ نہیں ۲۔ کسی کا جنازہ نہیں پڑھا ۳۔ قریب پاک کے دم پیاں  
 کا قائل ہے ۔ سنو انوحہ ۱

نوٹ : صورت اول دوم میں اگر تعذیر عمل کرے تو کیا حرم عائد ہوگا ؟

السائل : منیر احمد



مس : وہ نکاح جو عدت کے اندر کیا گیا فاسد ہے۔ مرد اور عورت پر لازم ہے کہ ایک دوسرے سے  
 جدا ہو جائیں۔ نکاح خواں اور عارضین مجلس کو جب معلوم نہیں اور دھوکا سے نکاح پڑھایا گیا ہے تو ان کا  
 کوئی جرم نہیں۔

مس : اوپر بیان ہوا کہ اندریں صورت ان کا کوئی جرم نہیں لہذا ان کے نکاحوں میں کوئی فعل نہیں  
 مس : اگر یہ الفاظ مسمیٰ امان اللہ نے مسامہ رانی کو باقاعدہ خط و کتابت کے طریقہ پر لکھے ہیں تو میں ناقص  
 واقع ہو گئیں اور یہ مطلق مغلط بنے گی کہ بلا علل امان اللہ پر حلال نہیں ہوگی۔

مس : ایسے شخص کا جنازہ اہل سنت والجماعت کو پڑھنا جائز نہیں۔

مس : علم ہوتے ہوئے نکاح پر نکاح پڑھنا، ایسے نکاح کا گواہ بننا یا رضاء و رغبت سے اس مجلس  
 میں شامل ہونا حرام اور سخت حرام ہے اگر حلال جان کر ایسا کریں تو دائرۃ اسلام سے خارج ہو جائیں  
 گے تو ان کے نکاح بھی فاسد ہو جائیں گے۔ ان پر فرض لازم ہے کہ صدقہ دل سے توبہ کریں اور کلمہ  
 اسلام پڑھ کر مسلمان ہوں اور توبہ یہ نکاح کریں

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبيب  
 الاعظم وآله واصحابه وبارک وسلم  
 قرۃ العظیمہ والاکبر محمد نور الشامی عفرلہ

# الاستفتاء

نمبر ۱ : کیا فرما سہ ہیں عمامے دین متین شرعاً میں اس مسئلہ میں کذب نے اسلحا حق کسی صورت سے حلایا  
چاہے علم سے کھایا یا ادھار لے کر۔ پھر نہ دیا۔ یا چوری کر کے کھا گیا۔ کیا زہ کو شرع شریف اجازت دیتا  
ہے کہ اسلحہ کا اسی قدر مال جس طرح چھو کھائے یا نہ؛ مفصل جواب سے مرفراز فرمایا جائے۔ بینوا توجروا۔

نمبر ۲ : ایک شخص لین دین کے معاملہ میں اپنا مقدمہ یونین کونسل میں لے کر آیا ہے۔ کافی جہد  
کے بعد جیرمن صاحب اور ممبران کونسل نے یہ فیصلہ کیا کہ فریقین میں سے ایک قرآن پاک کی قسم نٹائے  
اور دوسرا نقدی ادا کرے۔ قرآن کا فیصلہ فریقین کو منظور ہونا چاہیے۔ اس فیصلہ پر مبنی سلطان جو ایک فریق  
کا امدادی تھا اس نے کہا کہ ہمیں قرآن کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔ ہمارا فیصلہ حج صاحب کریں گے۔ ہر چند  
کوشش کی گئی کہ سلطان ہو، قرآن کے فیصلے سے انکار نہ کرو مگر مستحکم ہو کر نہ بے گزیر ہو کر منظور نہ کیا۔  
بینوا توجروا

نمبر ۳ : اہل شیعہ کو اہل سنت والجماعت والے اپنے جنازہ میں شامل ہونے دیں یا نہ؛ کیا شامل کرنے  
سے شرعاً کوئی سقم ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا



نمبر ۴ : ہاں حسب متاخر فقہائے کرام متاخرین اجازت ہے کہ وہ شخص جس کا مال ناحق چوری وغیرہ سے کمزور  
لے کھایا ہو اور تیانہ ہو تو حق والا اپنے حق کا قدر اس ظالم کے مال سے لے سکتا ہے کما فی المسویر  
والسور والشماعیۃ  
نمبر ۵ : ظاہر ہے کہ مسیئ سلطان یونین کونسل کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا مگر مخالفت فریق ہر دو ملت اس کو قرآن

یہ سب کچھ کہہ کر میں نے اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

۱۰۰

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے  
 اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

## الکستفتاء

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے

اس کے پاس سے اٹھ کر چل پڑی۔ اس کے بعد میں نے



عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی علی میت فہ لم یسجد فلا اجر لہ  
 روی فلا شکی لہ اور ۳۳۵ میں ہے واعلم ان لم یط حدیث ابی  
 ہریرہ محتمل لکن من الکراہۃ فی ہذہ الصورة وغدہا  
 فان العبارة والمعبرور ان تعلق بالفعل انصی الکراہۃ  
 وان تعلق بصفة السکرۃ لم یقتضها ہا یہجور اگر تعلق بعمل ہوئے تو کیا  
 معنی ہوں گے جو متفقہ کراہت ہے؛ کیا یہ معنی ہے کہ میت بھی مسجد میں جو بے صفت نہ کہ کیا ہے اور حرف جار  
 "فی" کی بحث ہے یا "فی" کی! اور ایسی صورت میں کیا معنی ہوں گے؛ اس سے میت کا بیرون مسجد ہونا  
 کس طرح سمجھا جائے! یعنی نماز مسجد میں پڑھی جائے اور میت بیرون مسجد ہو تو کراہت نہیں۔ یہ عبارت کے  
 کس طرح سمجھا جائے؛ براہ کرم تفصیل سے ارقام فرمائیں۔

نیاز مند؛ حکیم محمد حسین خان از درگ کالونی بلاک سٹاپ سہ کراچی موضع ۱۹ جولائی ۱۹۶۱ء



یہ دو احتمال حرف جار "فی" کے متعلق برگزمرگز نہیں "تو" سے "کے متعلق ہی ہے کہ یہ صند  
 متعلق صلوۃ الجنازہ ہے اور صلوۃ الجنازہ صلوۃ علی میت ہی ہے بلکہ فی المسجد "کے متعلق ہیں۔  
 پہلے احتمال یعنی تعلق بالفعل کی صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جو شخص کسی میت (عام ازیں کو میت مسجد کے اندر  
 جو باہر کہ "میت" مگرہ غیر موصوفہ ہے اور مگرہ جیزہ شرط میں عام ہوا کرتا ہے) پر مسجد کے اندر نماز پڑھے  
 تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شے نہیں، تو اس کا صریح تقاضا یہ ہے کہ نمازی مسجد سے باہر پڑھیں  
 کہ نماز ثواب کے لئے ادا کی جاتی ہے اور مسجد کے اندر نہ پڑھیں۔ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر دونوں  
 صورتوں میں۔ اور دوسرے احتمال یعنی تعلق "بصفة السکرۃ" کی صورت میں یہ معنی



ہوں گے کہ شخص ایسے سب پر جو "عاسل" یا "کاس" یا "تامت" کی مسجد ہو چکا ہو، پھر سے عام اور کثرت نمازی مسجد کے اندر جو یا باہر کہ اس صورت میں "ص" موصولہ شرعیہ کے صلہ معنی کے لئے فی مسجد کی قید نہیں) تو اس کے لئے کوئی ثواب یا کوئی شے نہیں تو اس کا صریح معافیہ ہے کہ نیت بوقت نماز مسجد میں نہ ہو کہ فی المسجد کی قید ہے ہی نیت کے لئے۔ اور جب تقاضا سے حدیث کے موافق عمل کرے تو کراہت نہیں ہو سکتی اور اس ترجمہ سے ہی واضح ہو گیا کہ نیت النکح سے مردودہ سم فاعل مقدسہ ہے جو اسی ظرف مستقر فی المسجد کا متعلق ہے۔ عاسل جو یا کائن یا ان کا ہم معنی کوئی اور ظرف اور پہلی صورت میں فی المسجد ظرف لغو بنے گی کہ اس صورت میں متعلق نہ بنے۔ "لفوظ ہے مقدس نہیں" کہی رہی کی اسی ساری عبارت کا حاصل یہ ہے کہ چونکہ اسی حدیث الی بریرہ میں دو احتمال ہیں جن میں سے ایک صورت مذکورہ بالا ۱ سو وضعت خارج المسجد والامام وبعض القوم معها واسباب فی المسجد الخ کی کراہت کا تقاضا کرتا ہے اور دوسرا احتمال مدغم کراہت کا مادہ کہ یہ قاعدہ مشورہ ہے کہ اذ احبباء الاحتمال بطل الامسئلال تو اس حدیث سے صورت مذکورہ کی کراہت پر استدلال نہیں کیا جاسکتا۔

**اقول** یہاں تین احتمال اور بھی ہیں وہ یوں کہ فی المسجد ظرف مستقر ہے اور قدر کے متعلق ہو کہ تیسرے "هو" (جو معنی کا فاعل ہے) سے یا میت سے یا مجز اور میت دونوں سے حال واقع ہو تو اس احتمال نبول اور غبر دم کے حاصل معنی بالترتیب وہی ہیں جو پہلے دو احتمالوں سے حاصل ہیں۔ البتہ احتمال سے کی صورت میں حاصل معنی بدل جاتا ہے یعنی حدیث کا یہ تقاضا بن جاتا ہے کہ نمازی اور میت دونوں مسجد میں ہوں تو جہنمیں اور گنہگاری کا میت میں سے کوئی ایک فرق مسجد سے باہر ہو تو کراہت نہیں۔

البحار نق ۱۵۸ جلد ۲، شامی مش ۲۲ جلد ۱، مطاوی علی الدر ۳ جلد ۱ میں ہے و لمط من ان لمط فی المسجد الواقعی لحدث یحتمل ان سکون طرف الصلۃ او لمیت او لهما، اس احتمال سے پانچوں احتمال ہی واضح ہو رہے ہیں فی مسجد "صلی" کی طرف بنے اس کا صریح وجہ ہے جو اس صلی سے متعلق ہو یا قدر کے متعلق ہو کہ فاعل صلی کا حال بنے کو حال بھی اپنے حال کی

خوف بنا کرتا ہے اور میت کا خوف بننا بھی دو طرح ہے ایک یہ کہ فی مسجد کا شمس پر تقدیر میت کی صفت و تق  
 پر دوسرے یہ حال واقع ہو۔ اور میت و متعلق دونوں کے لئے خوف بننا یوں ہے کہ اس و معمول دونوں سے  
 حال واقع ہو۔ علامہ ابراہیم علیہ الرحمۃ نے چونکہ صرف حدیث کا نقل ہو نا بھی دیکھا تھا اور حضرت قصود نہیں حال  
 دوسری احتمال ذکر فرمائے کہ متعلق ہونے کا ادنیٰ درجہ ہی ہے۔

یہاں بجز اوراق میں ایک اعتراض کرتے ہوئے اس کا جواب دیا ہے جسے شامی علیہ الرحمۃ نے رد  
 کرتے ہوئے اپنا تحقیقی جواب بلکہ مستقل تحقیق بیان کی سے مگر عبارت کبریٰ کی تفہیم جس کا ارشاد ہوا ہے اس پر  
 موقوف نہیں لہذا تفصیل سے سکوت مناسب۔ ہاں اجمالاً اتنا معروض کر شامی علیہ الرحمۃ کی نظر میں یہ  
 سب احتمالات مفصل میں اور حدیث کا منہ متعین صرف ایک ہے اور فی المسجدة صلی  
 کی طرف ہے۔ ان کا صرف ایک ہی جملہ عرض کئے دیتا ہوں۔ مثلاً جلد امیں ہے فقوله من  
 صلی علی میت فی مسجد یقتضیٰ صلوٰۃ المصلیٰ فی  
 المسجد سواء کان لمیت فیہ او لا فیکرہ ذلک اخذ  
 من منطوق الحدیث۔ پھر اخیر میں فرمایا ما غتتم هذا التحمیر الغریب  
 فانہ مما فتح بہ المواتی علی اضعاف خلقہ والحمد  
 لله علی ذلک۔

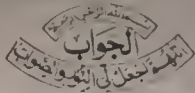
کبریٰ کی عبارت تو بلفظ تعالیٰ پہلی ہی نظر میں واضح تھی مگر بلفظ تعالیٰ کے التزام ہے کہ جب کوئی  
 مسجد میں آئے تو متعدد و متعدد مذہب ضرور دیکھا کرتا ہوں۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ  
 و آلہ و اصحابہ وسلم۔

عزہ الغفرۃ ابو الخیر محمد بن محمد بن عبد اللہ النعمانی غفرلہ

الاستفتاء

صنود الفقہ اعظم فیہ

سرورِ عالم اس کے کمرہ پر آئی سوئی چمکس سے حق رہاں گرماں میں نہ رہا  
 ہفت فتنہ جو رہا ہے سو پہلے کے گزرا ہمارا ہزاروں کام رہے ہوئے اس طرف سام پہ رہا  
 دماں ہاتھ چھوڑتا اور امیں طرف سوں پھرتے ہوئے اماں ہاتھ چھوڑا سب نکل کر مانتا ہے اس حق  
 نماز نامہ جو جاتی ہے دریا پر ہفت فتنے سے میرے کھنڈ و لاشیں وہ ہیں تے واسطہ  
 سال : ذخیرہ حدیث کریمہ سنہ گھاس منڈی ساہیوال



وہیکہ السلام درجۃ نہ درمکاتہ بکرا کہ یہ کہنا کہ اس طرح نماز نامہ جو جاتی ہے بالکل غلط ہے جائز  
 شبہ نماز صحیح رہتی ہے مگر ہے زیادہ فعل بھی ہے دلیل صحیح یہ ہے کہ چھ بھی نیکیر کے قرآن بعد دونوں ہاتھ کھول دے  
 پر دونوں موم کے غلامۃ افتادے ۲۴ بعد امیں سے صاحب اب بحل المیدیں  
 نہ یسیم تسلیمین ہکد فی لدخوہ  
 و ستہ تقای عم و صلی اللہ علی علی سیدنا محمد و علی  
 و صاحب و بارہ و سلم

عقہ اغفریر الہ الخیر محمد و آلہ السلام غفرلہ  
 ۲۴ ۶ ۳۹۲

الاستفتاء

بخدمت جناب مولانا مولوی محمد نور محمد صاحب جی ماسٹر ڈی جی ریزنڈنٹ

مرض سے کہہ مارے گاؤں پک ۲۹ ذی میں قضاۃ الہی سے مبتدئی موت ہو گیا ہے اور اس سے جنازہ کے وسطے تمام گاؤں والے لکھے ہو گئے اور مسلمان بنائیں اور آگے امام بھی کھڑا ہو گیا اور جب امام نے نیب جنازہ کی کردی تو پہلے کبیر کہہ دی تو ایک ذی جو فتح دین قوم ترکھان نے پیچھے سے امام کو کہا کہ تھوڑا سا گے جو جہاد... اور جس نے ذریعے اسے کہا اور اس آدمی کے ساتھ ایک حاجی نام مراد تھا وہ ہنسنے لگا اسی ہنسی میں دوسری کبیر بھی امام نے کہہ دی واپسی ہنسی ان دونوں کو جوئی کہ تمام آدمی ہنسنے لگے اور شور ہو گیا۔ اسی طرح جنازہ ٹوٹ گیا۔ امام نے بھی سلام پیر دیا۔ جناب عالی عرض ہے اس واسطے آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ فتح دین اور مراد حاجی کو کسی چیز کا فتویٰ لگنا چاہئے یا نہیں؟ جو آپ فیصلہ کریں گے ہم اس پر عمل کریں گے۔ جب ان کو منسی ہوئی تو آدمی بہت کئی دینے لگے اور وہ ان دونوں کو روکنے لگے بلکہ نہ رکنے کے اور ان کی ہنسی سے تمام کے تمام بڑ بھلو کھنے لگے۔ فقہ و اسلم مورخہ ۵۰۹-۲۶ کا ذکر ہے تقریباً اس جنازہ میں ۳۵ آدمی تھے۔

سائل : نظام الدین بقیم خود



اگر فتح دین ترکھان نے امام کو جہنیت امام میں منول کیا تو یہ شریعت مہدہ کے ساتھ منول بنے گا اور اس متر میں وہ ائمہ اسلم سے خارج ہو گیا۔ اس پر لازم کہ وہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور مسلمان ہو اور عورت سے دو با۔ ذائقہ اگر اور ایسے ہی جو لوگ اس کا فعل بد ملتے ہو مثال یا ماضی ہوئے ان کا بھی یہی حکم ہے ودا اصابہر حددا لاعبار علیہ فطحا اور اگر امام کی حیثیت سے منول نہیں کیا بلکہ نیا دی طور پر دیے ہی شریعت لیا۔ غلام بھی سی ہے کہ آخر وہ کد کر ہے۔ انہیں عورت وہ اور جو اس کے کام میں شریک ہوئے سب کے سب سخت گنہگار ہوئے اور ان سب کے برابر اس کیلئے کا گناہ ہوا۔ اس پر فرض ہے کہ سچے دل سے توبہ کرے اور ہم سب سے معافی مانگے قرآن کریم میں ہے و الذین یؤدوون لم یؤسروا و مومنین و مومنات و انما یسئروا فمما حملوا امہات و انما یسئروا فمما حملوا امہات و انما یسئروا فمما حملوا امہات

تسلیں اموالیہ ہر قوم میں قوم جس کی تسلیں  
 حیرت انگیز ہیں اور تعالیٰ وہاں کے سب فائدہ مند ہوں  
 شائع ہوا۔ باقی رہی تعزیر وغیرہ تو وہ اسلامی حکومت کا کام ہے وہ سخت سے سخت تحریر کیے جاسکتے ہیں  
 پر لگا سکتی ہے ہاں زمیندار وغیرہ با اثر لوگ آپ جتنا زیادہ سے زیادہ کر سکتے ہیں جو توں وغیرہ سے مدت (۱۰۰)  
 ایسے گزے اور برے کام سے لوگ باز رہیں اور غازیں حسب شریعت ادا کرتے رہیں و د و احسن  
 حد امن الايات النعمة و الاحاديث السريفة۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ صل معبدہ اتم و احکم  
 وصلى الله تعالى على حبيبہ والہ وصحبہ  
 وبارک وسلم۔

مرکز الفقیر البرا کیم محمد نور الشانی غفرلہ

## الاستفتاء

منجانب مولانا ابوالفیض علی محمد صاحب نوری خطیب ہاڑی، خط کے ضمن میں :-  
 ایک مسئلہ دریافت طلب ہے کہ قبرستان میں جبکہ قبریں سامنے موجود ہوں تو وہاں نماز  
 جنازہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر جنازہ اور سامنے والی قبروں میں کوئی چیز حائل ہو تو پھر تو جائز ہوگا؟  
 مجھے اس سلسلے میں حوالہ بھی مطلوب ہے۔



یہ سوال بوجہ اجمال تفصیل طلب ہے مگر بوجہ قلت فرصت ایسا مکمل جواب دیتا ہوں کہ عاقل کے لئے

بخلوں کے لئے اگر ضرورتاً غسل جواب بن جائے گا کہ اول مسعیبہ کا وبال عبادہ  
 قبرستان میں قبروں کے سامنے بلکہ قبروں کے درمیان بھی اگرچہ مکان نجس ہو نماز جنازہ جائز بعد از غسل بھی ہے جبکہ  
 نماز جنازہ یا قبل از تکمیل غسل یا بلا اولیٰ اقرب جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا گیا جو بشرطیکہ قدم پاک چیز پر ہوں تو یہ ناجائز  
 اور مختار۔ رد المحتار ص ۳۸۵ جلد ۱ میں ہے وان دفن و اھیل علیہ الخراب  
 بعد صلوٰۃ و بہا بلا غسل او من لا ولا یلہ صلی  
 علی قبرہ الخ شامی فرماتے ہیں ای فرائضنا و الاولیٰ و حبوا  
 فی الشاہد لانہما الحق الہی فادہ ح ہمارے پیارے نبی اور بالو میں متعدد  
 صحابہ کرم کی قبروں پر نماز جنازہ ادا فرما چکے ہیں حالانکہ قبر نماز قبرستان میں ہوتی ہے ایک طرف یا درمیان  
 اور دوسری میت غیر مدفون کی نماز جنازہ بھی قبرستان میں قبروں کے سامنے ہو سکتی ہے جبکہ قبروں کے درمیان نہ ہو جبکہ  
 قبر کرہت مروی ہے امام مسلم کی حدیث سے دور ہوں (جو ایک قول پر جائے مجدد ہے اور صحیح یہ کہ نمازی یا خوشو واجب  
 جائے مسجد پر نظر رکھے تو نماز پر نظر نہ پڑے کما فی المسندین و غیرہا شامی ص ۱۲۷ جلد ۱  
 میں ہے لا تکرہ الصلوٰۃ فی حرۃ قبر الا اذا کان بین یدیک  
 بحسب لوصلی صلوٰۃ الخاشعین وقم بصرہ علیہ کم  
 فی جنازۃ المصراۃ بنہرینہ جلد ۱ میں ہے ان کانت العمود و راہ  
 المصیٰ لیسکرہ اور اگر قبریں بالکل نزدیک ہوں اور مترۃ شرعیہ ہو تو بھی کرہت نہیں کہ وہ اب  
 محاب ہے جو شرعاً مقبرہ ہے مشکوٰۃ شریف ص ۱۱۱ میں فرماتے ہیں اذا وضع حدکرمین  
 مدینہ منہر مؤخرہ الرجل فیصل ولا یمان من مر  
 وراہ دلف و اہ مسیح قزوین بنہرینہ میں ہے ان کان سبہ و بین العر  
 مدار ما لو کان فی الصلوٰۃ و یمین لسان لا یکرہ ہما نص  
 لا یکرہ کذا فی المنتارخاسیہ اقول بصدوق علی السورہ ایما

وہ جو کسی نے کستہ امام سے امام اربعہ پر کھارو پاپوں پر  
 بار باری کی بہترین ترویج جاتی ہے مرقہ منہ ۲۳ بعد میں ہے ہم مالمسم ما سترہ  
 کاسما کاں و قد عتب علی ما سجد المصلی قد م  
 من عصا و سجادة او سوطا و غیر ذلك من ادمی و محرہ  
 و داسہ (۱) ہد مایجب التنبہ لہ لمعید) ان اگر وہ ان  
 نجس ہوا و نجاست ذاتی جائے ٹکھنے وغیرہ ڈال کر پڑھی جائے کہ بدو وغیرہ آئے تو مکروہ کہا جاسکتا ہے مرقاۃ  
 شرح مشکوٰۃ منہ ۲۲ میں ہے و معاذ انہا (ای الحباسہ) فی المصلوۃ  
 مکروہہ سواء کانت خوف او تحت ما ہو و اعف علی  
 اقول و عندی ہذا معمول علی مجیی الریح و حو  
 نحو العذرة امام المصلی۔ اور قبروں کے درمیان جبکہ قبریں نزدیک اور غیر مستور  
 ہوں تو مکروہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ ہے نبی رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم ان یصلی علی الجنائز بین القبور راجع  
 مغیرۃ بعد ۲ ہمزس شارح فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔ بالغ مناقب منہ ۳۲ جلد ۱ طحاوی علی عراقی  
 منہ ۳ میں ہے قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا ینبغی ان  
 یصلی علی میت بین القبور وکان علی و اسن عباس  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما یکرہان ذلک۔ ان اگر پڑھا جائے تو ہر جائے گا۔  
 شی میں ہے وان صلوا الجنائز لہم لماروی انہم صلوا علی  
 انشۃ و ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بین مقابر بنفہ  
 و امام ابو حنیفہ و فیہما اسن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم





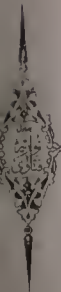
حرم صلا و نماز و عمار و عذر و عذر  
 حرم دردی حرم طبر طبر او عذرة صاحب مرمار  
 حماة و ذلك كله انقلاب حمفہ ای حلف احسن  
 اکی میں ہے ان مسئلہ عند محمد ہی التعمرو انقلاب الحمید  
 و انه یغنی بہ للبلوی غالباً اسی بنا پر اس وجہ کے تعلق شامی میں و هو محسوس  
 کے بعد ہے و جب نصر اور مرقاۃ میں فرمایا کہ قرین بھی چونکہ اموات پر مشتمل ہیں اور نہجاست کے آگے پیچھے  
 یا بچے ہونا اگرچہ پردہ سے ذکر وہ ہے و نصہ لتصریح ہم سبکراہنہ الصلوۃ  
 فی مسرۃ غیر الانبیاء وان لم یثبت لاسہ محاذ لنجاسة  
 و محاذاتھا فی الصلوۃ مکروهۃ سواء کانت فوقہ  
 وخلفہ او تحت ما ہو وافق علیہ (مرقاۃ) بدھم مگر یہ تعنا  
 منکر نہیں کیوں بنی جوئی نہجاست کو ٹونگ بھی نہ گئے، کراہت پیدا کرے بغیر المستقل ۳۵۲ میں غاصد سے  
 ہے هذا اذا لم یکن بین یدی المصلی وبين هذه  
 السواض <sup>یا لیس</sup> حاصل كالحائط وان كان حائط لا یكیره اور پڑتی ہیں  
 مثلاً بدھم میں بھی ہے اور فتح القدیر ۳۶۹ بدھم میں ہے ویکره وقد امة عذرة كما  
 یكیره ان متكون قبلة المسجد الى حمام او مخرج او فیر  
 فان كان سینہ و بین هذه حائل حائط لا یكیره اور فتیہ کے  
 اسی منفر میں ہے لان الكراهة فی المسجد انما هی لاحترامه لا لان  
 الصلوۃ الى النجاسة لان جدار الحمام حائل بخلاف ما  
 لو وصلی و بین یدی عذره او غيره مانع النجاسات  
 سلاحاں حبث میكره لذلك چیر یہ بھی سلم نہیں کہ بر مکان خاک برداشت

معاشائے ثابت ہے کئی مقبولینہ بنے ہیں و حاکم فی الامارات ہما کہ فی تہذیب و تمدن و معاش و غیرہ

اس کی قبر پاک ہے البتہ جسکے پاس قبرستان میں اور ادب سے جا چاہئے کہ کجا بھی محرم ہے۔ اور نہ تو نام مردوں  
 میں مردی ہے کہ قبر کھڑے نہ ہوں یا پاؤں نہ پڑیں حکماء میں فی حسانہ صلب المدعب  
 و یہاں امور۔ اور بعض نے قبرستان میں کراہت نماز کی یہ صلب بیان کی ہے کہ یہ سجدہ لوگ قبروں  
 کی تو میں دل و دہرا کر لیتے ہیں جو جان نجاست مانند متیقن پر قیام ہو نماز ہوں ہی نہیں و شک و ظن کی صورت  
 میں کراہت۔ بدان معنی اہل بدعت و مبسوط متجدد میں ہے و لمطمع من سجدہ نہ قبل  
 معنی لہذا ان سمعوا لا محلو عن النجاسات لان اہل الجہال  
 یسئلون بما شرف من العود فیہ یبولون و ینعوطون ختمہ  
 فعلى هذا لا يجوز الصلوة لو كان في موضع یسئلون دلت  
 لانعدام طہارة المكان۔ مگر یہ عت بھی عام نہیں۔ اور بعض نے یہ بت بیان کی کہ اس میں  
 یہود سے تشبیہ کے قبور بنیاد و صالحین کو مسجد سے کرتے ہیں جیسے بخاری و مسلم کی احادیث میں مذکور ہے ثابت ہے  
 اتحاد و قبور انبیاء شہر و صالحین مساجد اور یہ بھی کہا گیا  
 ہے کہ گفت یہ ہے کہ مشرکین کی عبادت اصنام کا اصل یہ ہے کہ قبور صالحین کو مسجد سے کیا کرتے تھے تو شیطان نے  
 مجھے بتائے یا بتائے۔ شامی وغیرہ میں و قیل لان اصل عبادہ الاصنام  
 تعاد صور الصالحین مساجد و قیل لان تشبیہ بالیہود  
 و علیہ مثنیٰ فی الغائبة۔ اور یہ دونوں عتیں بلاشبہ تمام مقابر کے متعلق عام ہیں جبکہ مترہ ہو  
 مگر یہ سجود والی نمازوں کے ساتھ خاص میں کراہت کا اصل سجود والی قبور ہی ہے۔ اور چونکہ نماز جنازہ میں سجدہ نہیں  
 اندکراہت ثابت نہیں ہو گئی۔ بلکہ حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس میں صلوة فی القبر سے  
 منی سے اور یمنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کی حدیث جن میں منی سے منی سے صلوة  
 جنازہ کو شامل نہیں ہونی چاہئے کہ یہ حقیقتہً صلوة ہے ہی نہیں بلکہ دعا و استغفار ہے اور مجازہ صلوة کہ جاتاہے

سورہ مدثر میں ما من احد او حمرة من حمرة۔ نہ میت صلوات نجاست جو موت سے خارج ہوتی  
 نفوس سے خارج ہوتی ہے مگر یہ صلوات منقول کرامات مفروضہ نہیں مراد۔ یا جس میں ہلکا ہوتا ہے۔ و منہم لا محس

صلا لا صلا من صلا



منه لان من تفصيله عسا ١٢ من عمره

کہ بہت فیکری فکر و تامل میں ثابت نہیں خصوصاً جبکہ ہائے تہ قبر راستے نہ ہوں تو اصل کوئی وجہ کرہ بہت نہیں۔  
 وائیدہ فی علم و وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ و صحبہ  
 و مائرہ سلم۔

معہ النقیۃ ابو الجحہ محمد نور اللہ انجمنی غفرلہ

۲۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۳ھ ۲۰۰ جنوری ۱۹۶۵ء

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق :

نمبر ۱۔ کہ جب نمازِ جنازہ کسی میت پر پڑھی جائے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اس میت پر اسی جگہ کھڑے کھڑے دعا مانگی شرعاً شریعت کے نزدیک جائز ہے کہ نہیں ؟

نمبر ۲۔ پھر جب میت کو دفن کرنے کے بعد چالیس قدم پر قبرستان سے باہر اگر جو دعا مانگی جاتی ہے یہ بھی شریعت کے مطابق جائز ہے ؟

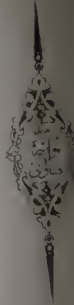
حضور کی خدمت میں بعد السلام علیکم کے نہایت مؤدبانہ التماس ہے مذکورہ بالا دونوں مسائل کی پوری کوشش فرما کر دلائل قویہ کے ساتھ سچوالہ کتب شرعیہ کے ثبوت کے ساتھ تحریر فرماویں بہت مہربانی ہوگی۔

انظر : اذعان مولوی محمد عارف امام مسجد چک ۳۲/۱۰۲ ایل راستہ اوکاڑہ ضلع مظفری  
 شیخ عبدالعزیز دوکاندار چک ۳۲/۲ ایل عبدالعزیز تعلیم خود محمد عارف تعلیم خود



۱۔ شرعیہ دونوں صورتیں ایقیناً جائز ہیں آیات متکاثرہ و احادیث متظاہرہ اور اقوال ائمہ و علماء کرام متوافرہ

سے دور رہو۔ (عراق)۔ ہاں دعیال ہے اور اس کی خصوصی مہارت دیکھو مبارک ہے۔  
 مکان و تعداد کی قہود سے زیادہ ہے تو لا محالہ ان دونوں صورتوں میں بھی جائز ہی رہے گی کہ کسی ایک دینی  
 یا اجماع امت سے ان آیات و احادیث مشرکہ و عدا و اجماع مجوزہ تخصیص مان دونوں صورتوں سے ماسوا۔  
 نے ہرگز ہرگز ثابت نہیں بلکہ ان کے علوم و شمول کی تائید صریح ثابت ہے کہ قرآن کریم اور احادیث شریفہ  
 اجماع امت سے باغضوص ہر کسی قید زمانی و مکانی و تعدادی کے ثابت کر دے اے احبار امور فومنین کہنے  
 نافع و مفید اور منت محبوب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اہل ایمان کا مستور مستم ہے حضرت امام جلال مدین  
 سیوطی علیہ الرحمۃ شرح الصدور طبع مصر ۳۷۱ میں فرماتے ہیں حد نعل خیر و احد الرجماء  
 عنی ان الدعاء بنفع المیت و دلیلہ من العزان قولہ لعالی و لدین  
 جبار و امن بعدہم یعبون ربنا اغفر لنا و لاخواننا الذین سفوا  
 بالعیسان یعنی متقد حضرات نے اس پر اجماع نقل فرمایا کہ بے شک دعائیت کو نفع دیتی ہے اور اہل  
 اس کی قرآن کریم سے اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے اور وہ لوگ جو آئے ان کے پیچھے عرض کرتے ہیں اے ہمارے  
 پروردگار ہمارے لئے بخشش فرما اور ہمارے ان بھائیوں کے لئے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔ اور یونہی  
 قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تذکرۃ الموتی مقتبائی ۳۵۱ میں یہ اجماع و دلیل بیان فرماتے ہیں حضرت  
 قاضی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر طبع مصر ۱۱۱، ۱۱۲ میں فرماتے ہیں ان دعاء الاحباء سلافاً  
 بعدہم بے شک زندوں کی دعائیں اموات کے لئے سودمند ہیں (الی و فار و حد



عنی تدار تکلیت سواب صدیق حسن خان سہروردی مٹا ان الدلیل علی انفعاء معافیلہ لاحد  
 لکتاب و لسنہ و لاجماع و قواعد الشرع اما لکتاب فعولہ لعالی و لدین جبار و من  
 بعدہم لایہ الی و قال یہوذا عنی انفعاء لمیت بدعاء الاحباء نزاع فیہ ۲۰ غمہ و سد  
 سجدت بہ امام مسکونین من نعم مورینہ فی کتاب نروجہ عوہ و قال بعد ذکر ربہ و سجد  
 سجدت علیہم باسمعہم لیس من قبلہم قدل علی معافہم باسمعہم رحمہا

سورۃ سلف و حمد علیہ لخص یعنی پہلوں اور پچھلوں سب کا اس پر تعلق  
 ہے۔ پہلے آیت کثیرہ و اعداد بیش سے استدلال کے بعد فرماتے ہیں انھوں نے اس سے رخصت  
 سے معذور من سعی الاحباء یعنی اہل سنت کا اس پر تعلق ہے کہ مرنے والوں کی کوشش و دعاؤں  
 استغفار وغیرہ سے نفع اٹھاتے ہیں۔ اور یہی عقائد نسفیہ و شرح تفسیر طبع مجید یہ مسئلہ اور تکمیل الایمان  
 تصنیف حضرت مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جتنا ہی میں ہے بلکہ ابن قیم جوزی کی کتاب الردع طبع  
 حیدرآباد و مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جتنا ہی میں ہے بلکہ ابن قیم جوزی کی کتاب الردع طبع  
 علیہما بین اہل السنۃ من الغفراء و اہل الحدیث و اسم  
 حدهما ما سبب لہ المیت فی حیاتہ و لتالی دعاہ المسبب  
 لہ و استغفارہم الی آخرہ جیسے تمام گروہ اہل سنت و الجماعت فقہار و محدثین و مفسرین اس پر متفق  
 ہیں کہ مسلمانوں کی دعاؤں استغفار سے اموات نفع اٹھاتے ہیں نیز ابن قیم کی اسی کتاب کے ۱۹۱ میں ہے و  
 دعا لنبی صلی اللہ علیہ وسلم للاموات فعلا و علیہا و دعا الصحۃ  
 و التابعین و المسلمین عصر ا بعد عصر اکثر من ان یدعہ  
 و اسہو من ینحصر یعنی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مردوں کے لئے جو آپ نے خود  
 کی اور امت کو تعلیم فرمائی اور صحابہ کرام تابعین تمام اہل اسلام کا زمانہ بعد زمانہ اموات کے لئے دعا کرتے رہنا اس  
 سے زیادہ ہے کہ اس کا ذکر کیا جائے اور اس سے زیادہ مشہور ہے کہ اس کا انکار کیا جائے۔ یہ دونوں صاحب  
 مقررین کے مسلم امام ہیں۔ علامہ ملا محمد بھاری جے گرامی تیری حضرت امام شرفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نیکشت النہر  
 مع معرفۃ مجد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم یحث علی الدعاء و الصدقة و القرب المتہدات للاموات  
 من قاربہم و احواہم و یعول ان ذلک بمعہم یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم شوق دلایا کرتے تھے ان دعاؤں اور خیراتوں اور نیکیوں پر جو اموات کے لئے ان کے رشتہ داروں اور  
 ہمیشوں کی طرف سے بطور تحفہ بھیجی جائیں فرمایا کرتے تھے کہ بے شک یہ سب کچھ انہیں نفع دیتا ہے و حدیث  
 السعرائی صحیحہ حمہ لاحادیث المدکورہ فی کما مشہور

استدلال ہجوم و اعلان سوس طریقہ، اس قدر قییم و مدیث بالاعتاق ہے و ذامنا لا سکر سر ریہ ہے۔  
بعد یہ ہے کہ مقررین کے مسلم امام صاحب صدیقی حسن خان بہادر اپنے رسالہ صولات مشہورہ و ملفیہ کی  
کے صفحہ ۱۱۱ میں بعد از نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں کہتے ہیں کہ مطلقاً ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا ثابت ہے نہ  
بعد از نماز کی قید نہ لغو ہے اور نہ اثباتاً۔ پس علوم اولہ کو مطلقاً آں شامل فرمائیے خواہ بودا نکہ دہیلے تخصیص دست  
قائم شود، یعنی ان دلائل جواز کا علوم و اطلاق و عا بعد از نماز فرض کو بھی شامل ہو گا تا آنکہ کوئی دلیل تخصیص ثابت  
کرے کہ بعد از نماز جائز نہیں اجماعاً۔ اور اگر امام بھی یوں ہی فرماتے ہیں کہ بلا دلیل تخصیص حکم عام سب افراد کو شامل  
ہے، لہذا بعد از نماز فرض جنازہ بھی ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کا جواز انہی کے مسلم پیشوا کے دلائل سے بھی ثابت ہو گیا  
اور جواز شرعی واضح و جودیداً، مگر اطمینان سامعین کے لئے اور توضیح کی جاتی ہے۔

(۱۱) بالخصوص دعا بعد از نماز جنازہ کی تفریح بھی بلاشبہ ثابت ہے۔ منن ابو داؤد و مجیدی مستند جلد ۲، منن بیہقی طبع حیدرآباد مستند جلد ۴، منن ابن ماجہ صراط المطالع مستند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اذ، صلتم علی المیت فاخلفوا الدعاء یعنی جب میت پر نماز پڑھ کر تو اغلاس کے ساتھ اس کے لئے دعا کرو۔ عزرات مستند جلد ۴ میں ہے قال ابن حجر صحیحہ ابن حبان۔ یعنی ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ برائع صنائع مستند جلد ۱ طبع مصر میں ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر نماز پڑھا چکے تو حضرت عمر حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، دوبارہ جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الصلوۃ علی الجنائز لا تعداد و لكن ادع للمیت و استغفر لہ یعنی جنازہ پر دوبارہ نماز نہیں پڑھی جاتی مگر اس میت کے لئے (جس پر اچھی اچھی نماز جنازہ پڑھی گئی ہے) دعا و استغفار کر لو۔

وہذا مص فی الباب حکما حال ملک العلماء علیہ الرحمۃ نیز پرنس  
کے سی صفحہ اور مہبوط شرعی طبع معمر ۶ جلد ۲ میں ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک جنازہ  
پر نماز سے رہ گئے تو اسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لئے استغفار کیا نیز ان دونوں کے اپنی صفات  
میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ سے رہ گئے تو نماز  
جو کر لوے ان سبقتوں بالصلوۃ علیہ فلا نسیمو فی بالدعاء



آپ لوگوں نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ان کے لئے دعا کرتے ہیں تو مجھ سے  
پہل نہ کرو۔

اس سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نماز جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔ مصنف ابن ابی شیبہ  
کتاب الجنائز میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنازہ پر چار بکیریں کہیں غم مٹتی  
حی استاه و قال اللهم عبدك و ابن عبدك نزل بك السوم  
فاعف له ذنب و و سمع علم دخله فانا لا نعلم منه الا خيرا  
و است اعلم بہ۔ یعنی بعد از نماز جنازہ پہل کر میت کے نزدیک ہو کر یہ دعا فرمائی۔ شرح الصدور  
میں بحوالہ ابنہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مرفوعہ طویل میں ہے کہ فرشتے مومن قرآن کریم پڑھنے والے  
کی روح پر درجوں میں نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ شہد تسنن غفرلہ الی یوم بیعت پھر فرشتے اس  
کے لئے قیامت کے دن تک استغفار کرتے رہتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا ایسی عبادت  
ہے جو فرشتے بھی کرتے رہتے ہیں اور یہ استغفار علوم آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہے قرآن کریم میں ہے الدین  
یعملون العرش و من حولہ یسبحون بحمدہم و میق منون  
نہ و یستغفرون للذین آمنوا الایات۔ یعنی وہ فرشتے جو عالمین عرش میں اور وہ  
جو عرش کے ارد گرد ہیں اپنے رب کے حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے اور  
استغفار کرتے رہتے ہیں ایماں داروں کے لئے "آخر دعا تک۔ نیز قرآن کریم میں ہے و المسلمون  
یسبحون بحمدہم و یستغفرون لمن فی الارض فرشتے نے  
رب کی حمد کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہتے ہیں اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں "میت تو میت  
اور محتاج ہے میت کے احسان کرنے والے پر بھی بعد از نماز جنازہ دعا فرمائی حدیث طویل مرفوعہ سے ثابت ہے  
سنن واقفی مشرق طبع دہلی، کشف النور جلد ۲، عمدة القاری علی البغاری جلد ۱، ص ۱۱۱، فتح الباری  
جلد ۳، مطبوعات معریں حضرت افسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
میت کا قرض اپنے ذمہ لیا تو حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھائی پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ  
وہم کرد دعا فرمائی حیرالک اللہ حیر فلک اللہ و صانک عما فکک رہا۔



جب رسول اللہ کے ساتھ یہ عیب بھی نہ پائی گزرتے تو اس عیب جس سے اس پر دین اور حق پروردگار  
جو وہ اپنے دین کے لئے گردی ہی نکھا جو انوما ہے پھر ہر اس شخص کے لئے جو میت کے دین اور اگر کے گردی سے  
جزبے بردہ دی و مرسل۔ ہاں میت علت اسلہ دھاسہ بسوم العیام  
تو کتاب نمبر ۲۰۰۰ م ۵۴ کی طرح واضح ہوا کہ بعد از نماز جنازہ دعا جائز ہے۔ کھڑے ہو کر جو یا چید کر اس نماز جنازہ  
میں بھی کھڑے ہو کر یہ دعا کیا کرتے ہیں اور کسی آیت یا حدیث بد کسی امام معتقد کی تصریح کسی کتاب مستند میں قطعاً  
کوئی نہیں دکھا سکتا کہ بعد نماز جنازہ کھڑے ہو کر ایسی مختصر دعائیں ناجائز ہیں۔ ہاں یوں کھڑے رہنا جائز نہیں کھڑے  
ہی رہیں درد میں دیر کر دیں یوں کھڑے رہنا نو جہاد دعا بھی منہ سے مکرر اور چہرہ سے فریاد دعا جس سے دیر  
نہر دلائل مذکورہ بالا کی رو سے یقیناً جائز ہے اور بعض لوگ جو یہ شبہ کرتے ہیں کہ جب جنازہ میں دعا ہو گئی  
تو دوبارہ کیوں کی جائے؟ تو ان کا یہ شبہ بھی دلائل مذکورہ بالا سے ٹکڑ گیا نیز کثرت و تکرار دعا جتنا جائز و مقبول  
مستحب ہے کما تبہ۔ ہاں اس مسئلہ المعکمۃ فی موت و ان من کنار  
و سبب لہذا ہم کہتے ہیں کہ دوبارہ کیوں نہ کی جائے؟ جو کہ دلائل شرعی سے عدم جواز ثابت کو کہ ہم  
نے تو جواز ثابت کر دیا۔

برائے صانع مبرا میں اسی تکرار دعا بعد از جواز کے اثبات میں فرمایا اے اللہ  
- الدعاء و الاستغفار مشروع یعنی دعا و استغفار فعلی طور پر دوبارہ مشروع کرنے  
مشروع میں و اللہ تعالیٰ عم.

[illegible]

صرف معلوم ہوتا ہے کہ اس سوال وجواب سے فارغ ہونے تک یہ استغفار دو عادتیں ثابت جاری رہیں  
تو بہت ہی اچھے اور مقبول کی محنت امتین کے وقت بہترین امداد ہے۔ مراجع المفیر شرح جاتن لھیز جلد ۱  
جمع معریں ہے او مسلو اللہ الہ نسبت ای اطلبوا الذی اس مبدی  
سانہ ومانہ لجواب الملک (عاسہ الاں سس ای سس  
المدکان مسکو و نکیر مسوا حو ح الی الدعاء مار لک ان سولات منکر نیکر فاسلہ  
کافی دیر تک قائم رہتا ہے صحیح مسلم جلد ۱۸ المطابع بمنزہ ہفتی ۵۹ جلد ۲ میں حضرت عمرو بن عمار سی  
اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت میں ہے والنظم للمسلم تتم افیہو احوں فیری مدرما  
منحر حزور و یعسم لحمہ حتی استانس بکم وانظر ماد راحہ  
ب رسول ربی یعنی بعد از دفن میری قبر کے گرد اگر دتے وقت کے لئے ٹھہرے رہنا کہ اونٹ کو کھیا جائے  
دو اس کا گوشت بانٹا جائے تاکہ میں تمہارے ساتھ اُنس حاصل کرتا رہوں اور دیکھ لو کہ اپنے رب کے پیچھے  
ہوؤں (منکر نیکر) کو کیا جواب دیتا ہوں "مرقات ۱۷ جلد ۲ میں استانس بکم کی شرح میں فرمایا  
ی ب عاء کھ و اذکار کھ و قراءتکم و استغفار کھ یعنی تمہاری دعاؤں اور ذکر و  
اد قرآن خوانی و استغفار سے "

برہ حال اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اونٹ کو بھر کر کے گوشت بنا کر تقسیم کرنے پر قبضہ وقت خیرج آتا  
ہے اتنے وقت کے لئے سوالات ہوتے رہتے ہیں اور زیادہ وقت تک جاری رہنے کی نفی نہیں۔ اور ترجمہ اللہ  
۱۷۰ کشف الغرۃ جلد ۱، ثمار الشکیت مصنف صدیق حسن خان بمبوالی ص ۱۷۱، تفسیر رانثور مش  
جد ۲ میں حدیث موقوفہ لفظاً، مرفوعہ مکناً ہے کہ یہ سلسلہ سوالات سات دن تک جاری رہتا ہے اور ان کی  
مفتاویٰ جمع درجہ الاثر اک میں ۱۷۱ سے ۱۹۱ تک جلد ۲ انہی احادیث کی تحقیق آتی ہے۔ نزع عمدہ کے لفظ  
میں واخذہ الامام احمد فی الرھد و ابو یوسف فی الحلب عن حد و س  
حال ان لموی یعمون فی مورھم صحاح اکاموا یسبحون ان یطعمہ  
حمیم ملت ۱۶ پیام یعنی امام احمد نے زہد میں اور ابو نعیم نے علیہ میں حضرت عمار سی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے



دعا و استغفار کا کرنا جو ہر وقت سوال ثابت ہو رہا ہے نیز اطعام صحابہ سے سات دن تک دعا و استغفار  
و قرآن خوانی کا جواز و استحباب یوں بھی مستفاد کہ دلائل شرعی میں یہ تفریق قطعاً نہیں کہ ایک عمل کا ثواب میت  
کو پہنچتا ہے اور دوسرے کا نہیں بلکہ انصوح کثیرہ سے تمام اعمال خیر کا ثواب پہنچتا ثابت ہے یہ صرف  
ہمارے ہی ائمہ کا فرمان نہیں بلکہ مخالف حضرات کے مسلم مقتدا بھی یہی اقرار کرتے ہیں۔ نواب مدین حسن  
خان صاحب کی کتاب ثمار التکمیت میں ہے فای نص او تیاس او فاعده  
من قول عد المتشرع یوجب وصول احدہما ویمنہ وصول  
الاخر سبل هذه النصوص متظاہرۃ علی وصول ثواب  
الاعمال من الاحیاء الی الاموات الخ۔ ابن قیم کی کتاب الروح صفحہ ۲۲۲ میں  
ہے و هل هذا التفریق بین المتماثلات۔ تو بالوضاحت ثابت  
ہو گیا کہ سات دن تک میت کے لئے دعا و استغفار اور اطعام و قرآن و فاتحہ خوانی بالخصوص مغیہ تثبیت  
اور جائز و مستحسن ہیں۔ اور جب سات دن تک جائز ہے تو صرف چالیس قدم چلتے ہی کیسے ناجائز ہو جائیگا  
تو آفتاب ناباں سے بھی زیادہ واضح ہو گیا کہ چالیس قدم پر دعا جائز ہے اور مغیہ و مستحسن ہے اور یوں ہی  
چالیس قدم سے پہلے اور بیچ میں بھی جائز و مغیہ ہے چالیس کی تخصیص محض اتفاقی طور پر ہے کہ غالباً اس  
تک امتحان میت شروع ہو جاتا ہے اور وہ پانی میں ڈوبنے والے فریادی کی مانند ادا کا بہت زیادہ مستحق  
ہوتا ہے اور حاضرین امتحان سے فارغ ہونے تک عادتاً ٹھہر نہیں کرتے لہذا قبر پر دعا مانگ کر روانہ ہونے  
کے بعد جاتے جاتے کچھ اور دعا بھی کر جاتے ہیں اور پھر سات دنوں تک نوبت بہ نوبت فاتحہ خوانی بھی جاری  
رکتے ہیں اور شریعہ مطہر سے منافعت قطعاً نہیں بلکہ دلائل جواز بے شمار موجود تو یقیناً جائز ہے۔

دہی نواب بیوپال اسی کتاب کے مسئلہ میں مسئلہ ایسا بھی لکھتے ہیں و حسب است  
ما فضل هذا احدہم ما لا یفدح فہم لاسہ مندوب  
لا واجب ولا نیت لناد لیل جواز حملہ سواء سبعینا

احد اولاً شرح الصدور ۱۴ میں دہلی و تہی کی شعب الامان سے دستور  
 ۱۵ اصح المطالع میں ہے عن عبد اللہ بن عباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یصل فی النذر الا کالمروء المصوب سمع  
 دعوة ملحقہ من آب او ام او اح او صدق ساد انعم کار حس  
 الس من الدنيا وما فيها وان الله تعالى لبدل عمل امر  
 لغفور من دعاء اهل الارض امثال الجبال و ان حدیث لا احب  
 الى الاموات الاستغفار لهم رواه البيهقي في شعب الاسماء من کتاب حق ۱۶  
 جلد ۲ ص ۱۷۰ لکن جو اس حدیث کا ترجمہ ہے، روایت ہے عبد اللہ بن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سلم نے نہیں جوتا ہے مردہ قبر میں مگر مانند ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کے کہ کوئی ہاتھ اس کا پکڑے منتظر  
 ہوتا ہے دعا کا کہ پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے  
 پس جس وقت کہ پہنچتی ہے دعا، اس کو ہوتا ہے پہنچنا دعا کا بہت پیار اطراف اس کی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں  
 سے اور تمیق اللہ تعالیٰ البتہ پہنچتا ہے قبر والوں کو بسبب دعا، زمین والوں کے مانند پہاڑوں کے یعنی ثواب پڑ  
 اور رحمت اور بخشش اور تمیق تمخضندوں کا طرف مردوں کی استغفار کرنا ہے ان کے لئے نقل کیا یہ بیہقی نے  
 شعب الامان میں ۱۷



تافض شمس اللہ پانی پتی علیہ رحمۃ بھی تذکرۃ الموتی ۱۳ میں بیہقی اور دہلی سے یہ ذکر فرماتے ہیں  
 بناءً علیہ زیادہ سے زیادہ دس بار وغیرات و تاخیر خوانی و استغفار سے ایسے نازک وقت میں خصوصاً بلین اوقات  
 بہت ناک میں، ملازمت کی بہت زیادہ ضرورت ہے مگر بعض لوگ اس محمودی سی انداز سے بھی روکنے کے  
 دہچے ہیں جو محسن نہیں مستحسن یہ ہے کہ ایسے امور بغیر پرچورائج میں قائم رہتے ہونے اور زیادہ، مدد کی طرف  
 توجہ دی جائے۔

و اللہ تعالیٰ علم و علمہ جل مجدہ اسم و حکم و صلی

مقامِ اختتامِ لیاکھ پورہ لکھنؤ الشانعی غفرلہ

مہادی لاخری ۱۳۰۸ھ

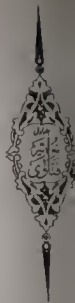
## الکستفاء

مکرمی و معظی جناب مفتی صاحب مدرہ عمرہ بصیر پور

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ :- عرض ہے کہ چند دن ہوئے ایک دوست کے جنازہ میں شرکت کا اتفاق ہو  
متوفی کے حلقہ احباب میں بریلوی و دیوبندی سب ہی تھے۔ ہماری اہل سنت و جماعت ابرہوی کی اکثریت  
تقی مگر اتفاق ایسا ہوا کہ ایک دیوبندی عالم کو جنازہ کے لیے امام بنالیا گیا۔ اس امام نے جنازہ کے بعد دعا نہیں  
کی جس پر ہنگامہ ہو گیا اور بحث شروع ہو گئی۔ ہمارے سب بریلوی حضرات دعا مانگنے پر زور دیتے رہے لیکن  
وہ مولوی صاحب دیوبندی انکار کرتے رہے۔ ہمارا یہ دعوے تھا کہ جنازہ کا صدام پھیرنے کے بعد دعا کرنا  
سنت ہے۔ ان کا یعنی فریق مخالف کا کہنا ہے کہ یہ سنت نہیں ہے۔ آخر فیصلہ اس بات پر ہوا کہ فقہ حنفی  
کی مستند کتابوں سے جو آج سے کم از کم دو سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ہوں دو سو سال سے بعد کی لکھی ہوئی کتاب  
کو نہیں مانا جائے گا۔ ان کتابوں میں سے فتویٰ لاویں کہ جنازہ کے بعد دعا مانگنی چاہیے۔ ہمارے جعفر قلعہ  
الہیہ بریل کا چیلنج قبول کر لیا ہے۔ مہرانی ذرا کہ فقہ حنفی کی مستند کتابوں میں سے جو دو سو سال قبل کی لکھی ہوں  
میں سے فتویٰ برنوں بعد کتاب کا نام تحریر فرمائیں تاکہ جھگڑا ختم ہو۔ دعا فرمائیں فقہ اہل سنت و جماعت  
نہ ۱۰۰ کے سچے رسول کی سنت زندہ ہو

دعا گو

شیخ محمد رفیع بزاز دہلوی باز رہنمائی پورے - منہ حقان



نماز جنازہ کے بعد دعا مانگئے کا ثبوت بفضلہ و کرمہ تعالیٰ قرآن کریم کی آیات اور صحاح ستہ کی حدیثوں سے دیا جاسکتا ہے مگر آپ کے فیصلہ کے لحاظ سے صرف فقہ حنفی کی نہایت مستند کتابوں سے جو دو حدیثیں سے ہم کئی صدیاں پہلے کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کو دنیا کے بغفیت میں نہایت ہی بلند پایہ اور مستند سمجھا جاتا ہے جو دے جاتے ہیں۔ مبسوط مرضی ص ۶۷ جلد ۲ طبع مصر، دائع منائع ص ۱۳۳ جلد ۱ طبع مصر میں ہے کہ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جو علیل القدر صحابی ہیں) ایک جنازہ پر نماز جنازہ سے رہ گئے تو کسی جنازہ پر حاضر ہو کر اس کے لئے استغفار کیا و لسانا روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فافهما الصلوۃ علی جنازة فلما حضرا ما زاد اعلی الاستغفار لہ۔ نیز ان دونوں میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ سے رہ گئے تو حاضر ہو کر کہا ان سبقتونی بالصلوۃ علی فلا تسبقونی بالدعاء لہ۔ یعنی آپ حضرات نے اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نماز جنازہ میرے آنے سے پہلے پڑھ لی ہے تو ان کے لئے دعا کرنے میں تو مجھ سے پہل نہ کرو۔ اس سے روز روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بعد از نماز جنازہ دعا کیا کرتے تھے۔

## تنبیہ

مصنف مبسوط مرضی حضرت امام سرخسی کی وفات ۴۸۳ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص ۱۱۷ جلد ۲ اور دائع منائع کے مصنف علامہ کاشانی کی وفات ۵۰۷ھ میں ہے کما فی کشف الظنون ص ۳۷ جلد ۱ طبع تہران اور صاحب کشف الظنون کی وفات ۱۰۶۷ھ میں ہے۔ تو واضح ہوا کہ مبسوط کے تصنیف ہونے کو کم از کم ۹۰۶ سال ہو چکے ہیں اور دائع منائع کی تصنیف کو کم از کم ۸۶۲ سال ہو چکے ہیں۔

یوہدیوں نے خود صدیوں سے پہلے کی کھلی ہوئی کتاب نقد کا حوالہ مانا ہے مگر فقیر نے بغض و تعادے پارہ مرزہ و دودھ پا  
گزرنے سے بھی پہلے کا حوالہ دے دیا

و بھدھائی اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب سیدنا  
محمد و علی و اصحابہ و بارئ و سلم

مقرہ الضیاء البراکیہ محمد نور الشانی عفی عنہ

۳ شہبان، منظم ۱۳۸۹ھ ۱۶۶۹ء

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر قبرستان مشرق کی طرف ہو تو جنازہ کے  
پیر قبلی کی طرف کئے جائیں یا سامنے؟ اور جو مولوی قبلاً شریف کا ادب ذکر کرتا ہو یا پاؤں قبلی کی طرف کر دے اس کو  
کوئی شرعی ذمہ ہے یا نہیں؟ اسی طرح قطب (شمال) کی طرف منکر کے پیشاب کرنا یا پاؤں کر کے سونا یا میٹھے  
پاؤں قطب کی طرف کرنا یہ تمام جائز ہیں یا ناجائز اور حرام؟ بسببہ التوجس و ا۔



نقصدے کرام نے جنازہ اٹھانے کا جو طریقہ سنت کا مدیان فرمایا وہ مستزم ہے کہ اگر قبرستان جانب  
مشرق ہو تو پاؤں قبلی کی طرف کئے جائیں، منہ و غیرہ میں ہے اما کمال السنہ فلا یحصر  
لا واحد لہ۔ رہا بے ادبی کا شبہ تو وہ محض جہالت ہے، بلغین دیت کے حق میں یہ صورت توجہ الی القبر  
ہے حکما صرحوا فی مصلوۃ المریض و العسل۔ اور جب بے ادبی نہ ہوئی تو مولوی متا  
سے وہ نہ بنے بلکہ وہ سکھانے والے بنے تو سزا کے مستحق وہ لوگ ہیں جو مولوی صاحب کی مخالفت کرتے  
میں نہ مولوی صاحب، اسی طرح قطب شمالی کی طرف منکر کے تقاضے حاجت یا پاؤں کر کے سونا یا دقت غسل میت



کے پاؤں کرنا سب بار و عدل سے جو بار بار ہے وہ سریت مراد پر کرنا ہے۔ کتاب میں ہے۔  
 صل بحت ہے قرن کریم فرماتا ہے ع ما لہ عہا۔ مدت مراد میں سے مساجد و مقابر  
 کرم ہے بھی س لی نزع فرمائی حکما فی السد و ع۔ رہا کھیلے دوست غورنا بیان فرمائے و  
 معہوم الکسب حبلہ وہ تیرا صراط بیان فرمایا۔ راعتا۔ فداؤں و دیگر میں ظہیر سے ہے۔ لاجہ  
 انہ ہوضہ کما بکسر۔ و اللہ تعالیٰ اعم و حسی اللہ تعالیٰ علی حبیب  
 و صاحب و بارک و مسلم۔

عزہ الفقیر الی الخیر محمد نور اللہ تعالیٰ غفرلہ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین و مفتیان شرع امین اندوہی صورت کرمیت کو قبرستان لے جاتے  
 وقت نرس طرف کرتا پائیے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر قبرستان مشرقی جانب ہو تو اس میں بے ادبی ہے کرم  
 آگے ہو۔ بیسوا توجروا۔

سائل بشیر محمد زشماند ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۷۱ھ



مرآۃ ہی ہونا چاہئے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۸۳ جلد ۱۰ مجرا لائق مکتبہ جلد ۲، فتاویٰ برہنہ مشقہ و قراول  
 میں ہے و العظم من المہذبہ و فی حالۃ سستی بالحنانہ عدم  
 الرأس کذا فی المصنوعات اور یہی اکثر کتب معتبرہ مذہب مذہب سے مراد استفادہ کرمیت  
 طریقہ جنازے اٹھانے کا کامل یہ بیان فرمایا کہ پہلے جنازے کی اگلی طرف دائیں شانے پر پھر کھپلی طرف دائیں شانے پر پھر  
 اگلی طرف بائیں شانے پر پھر کھپلی طرف بائیں شانے پر یوں اٹھائے کرمیت کی دائیں جانب اور اٹھانے والے کی  
 دایاں شانہ اور مہذب کی بائیں جانب اور اٹھائے لے گا بائیں شانے جائیں۔ ہر ایہ مصرعہ میں طبع مکتبہ

جلد ۲، شرح الوقاہ مشہد ۲۵، کزائد قاتق مشہد ۲، پانچ صانع مشہد ۲، بسوط، مارخشی مشہد ۲  
 فتاویٰ حاسی فان مشہد ۲، در المختار، شامی مشہد ۲، نور الینار، امالی الفلاح، مائتہ بیعدی مشہد ۲،  
 بحرالرائق مشہد ۱۹، مع القیر، عنایہ شرح برایہ مشہد ۲، والمضمر من السیدی، واما  
 کمال السنۃ فلا یتحقق لاف و حد و هو ان یسبدا احما من  
 حمل یمین مقدم الجنائزۃ کذا فی التتارخانیہ میحمد  
 علی عاقبہ الامن توال موخر الزامین علی عاقبہ الامن ثم المقدم الایسر علی عاقبہ الامن  
 ثم الموخر الایسر علی عاقبہ الایسر هكذا فی النبین  
 اور در روشن کی طرح واضح کر اس صورت سنو میں سر آگے ہی ہوگا ولا یقول بحلاف الا من  
 کب علی وجہ - رہا ہے ادبی کا خیال تو اس کا جواب یہ ہے کہ خیال جہاں مقدم ہے یا متعویث کشید  
 تخیال اور وہ بھی جہاں کا خیال ہی تو ہے بلکہ شرعاً نہیں و میت کے تو جہاں القبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ پاؤں  
 اس طرف ہوں لیٹے ہوئے کے حکما لا یخفی علی من طالع باب صسوه  
 المریض و بیان غسل المیت من اسفار المذهب المہذب۔  
 واللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ  
 و صحبہ و بارک و سلم۔

عزہ الفیہ الی الخیر محمد نور اللہ انعمی مغفرلہ

جواب مسد جو مولوی صاحب نے لکھا ہے واقعی درست ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں ہے  
 نصیر الدین بقلم خود اذکر، پورہ

## الاستفتاء

بخدمت شریف اقدس حضرت مولانا افضل اولنا دام اقبالہ : سلام مسنون نبوی  
 کبار فرماتے ہیں علمائے کرام و فضیلاب عظام و صوفیائے ذوالکرام :-

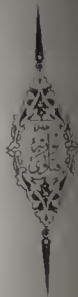
سہرا بس میں سے جو کچھ رہا ہے اسے گرگس قبرستان مشرق کی طرف ہر دو چار سو  
کہا جائے اور قدم کعبہ شریف کی طرف بھی جو حائیں نو جانز ہے ،

نمبر ۱۲ : نزدیک یوی فوت ہو گئی ہے اور اس کا ارادہ ثانی نکاح کا پہلی یوی جو گزر چکی اس میں بشیر سے ہے  
کیا جس سے وہ نکاح کا خواہش مند ہے بغیر عدت کے وہ پہلی یوی کی بشیر سے نکاح کر سکتا ہے کہ عدت ہر  
تو کتنی مدت گزار کر نکاح ثانی کرے ۔ مہربانی فرا کر ان دو مسائل کو تفصیل سے لکھ کر روانہ فرمائیں جناب کی  
بڑی مہربانی ہوگی ۔

خادم العلی رعاظ بشیر احمد امام مسجد چک ۴۴ / ۱۲ ایل ڈاکٹار خاص رستہ اقبال پور ضلع ننکانہ



۱۔ حضرت امام عالی مقام امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد اور خود ان کا اپنا معمول ہے  
جو ہماری کتابوں میں مفصل ہے وہ یہ ہے کہ میت اٹھانے والا میت کی اگلی دائیں طرف پہلے اپنے دائیں شانے  
پر اٹھائے پھر میت کی پچھلی دائیں طرف اپنے دائیں شانے پر اٹھائے۔ پھر اگلی بائیں طرف اپنے بائیں شانے  
بعد ازاں پچھلی بائیں طرف اپنے بائیں شانے پر اٹھائے۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ میں ہے واما حکم  
السنة فلا يتحقق الا في واحد وهو ان يبدا الحامل بعمل  
يمين مقدم الجنان كعدا في القطار حانية فيحمل على عاتقه  
اليمين ثم المؤخر اليمين على عاتقه اليمين ثم المؤخر  
اليسر على عاتقه اليسر ثم المؤخر اليسر على عاتقه اليسر  
هكذا في النسيب. جامع صغیر ص ۱۸ میں ہے قال محمد رحمہ اللہ نفی دین  
باحنیعة رضی اللہ تعالیٰ عنہ یصنع هذا وبعوله۔ وجب من رقة  
سے اٹھایا جائے تو سر قبرستان کی طرف ہی ہوگا۔ باقی رہا یہ وہم کہ قبرستان مشرق کی طرف ہو جو میت کے  
پاؤں کعبہ شریف کی طرف ہو جائیں گے تو وہ بالکل غلط ہے کیونکہ بعض ادریت کا یہی صورت میں منقوبہ  
نہ صرف سمجھا جاتا ہے۔ اگر اٹھ کر کیا جائے تو قبر درخ نظر آئے گا لہذا اس صورت میں قبور درخ نظر نہ آئیں گے



ہائے گاہ اور کوئی حرج نہیں ہوگا۔ فتاویٰ مالکیہ علیہ السلام میں ہے الوصلہ طرہ لا کما فی حال المرض اذا اراد بصلوہ باسما۔

مذہب: بیوی کے مرنے کے بعد بیوی کی ہمیشہ سے فورا نکاح ہو سکتا ہے جبکہ کوئی اور مانع نہ ہو کہ مدت نہیں پڑتی تو جمع بین الاقنین بھی نہیں بن سکتا اور قرآن کریم میں ہے و احل لکم ما ودا لکم فتاویٰ مالکیہ جلد ۲ میں ہے ولا یجوز ان یمسوجا بخت معدتہ اور جب کہ مرنے والی پر یقیناً عدت نہیں تو اس کی بہن کے ساتھ نکاح بلا عدت گزارے جائز ہوگا لہذا فتاویٰ مالکیہ کے اسی معنی میں فرمایا کما اذا ماتت۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ وصحبہ  
و بارک وسلم۔

مفت محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

۱۲ ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۳ھ ۲۱/۱۱/۱۴۲۳

## الاستفتاء

بخدمت اقدس حضرت مولانا ابوالخیر مفتی اعظم دام اقبالہ۔ سلام مسنون نبوی

کیا فرماتے ہیں مدائے دین مفتیان شریعتین کہ بعض علماء نے جو یہ تحریر کیا ہے اگر کسی کا قبرستان مشرق کعبہ ہو تو وہ حجاز سے کہ مشرق کی طرف کیا کریں اور پاؤں کعبہ شریف کو، اسی طرح میت کو غسل کے وقت بھی کیونکہ میت کا نہ کعبہ کو ہوتا ہے اگر بیٹھا جائے یا نہ بیٹھا جائے کیساں ہے۔ نیز سونے کی انگلی پہننا مرد کے لئے جائز ہے یا نہیں سفر کے لئے۔ ان دو مسائل کی تفصیل سابقہ پر، تحقیق آیات و احادیث شریفہ سے تحریر فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں حضور کی عین نوازش ہوگی۔

غلام العلامہ محمد نذیر ولد غلام قادر زرگر شہیدی بازار پاکپتن شریف  
نوٹ: ایک پیوہ کاغذ پر بھی لکھا ہوا تھا، جناب ایسی ویلیس ہم کو شیعہ دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارا

ابن سب و جماعت کی کتابوں میں بھی یہی ہے حدیث تفسیر کا ہم کو علم نہیں فقط اسلام



جنازہ اٹھانے میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے اٹھانے والا اپنے دایبے شانے پر میت کا اٹھا دینا حصہ  
 اٹھائے پھر اسی پر پاؤں کا دایبہ حصہ بعد ازاں بائیں شانے پر میت کی اگلی بائیں طرف پھر اسی پر پاؤں دالی بائیں  
 طرف۔ اب اس طریقہ سے اٹھانے کی صورت میں اگر مشرق کی طرف قبرستان ہو تو بظاہر پاؤں قبلہ کی طرف  
 ہو جائیں گے اور یونہی غسل کے ایک طریقہ میں بھی مگر ایسی مجبوری کی صورت میں ظاہر پر نظر نہیں ہونی چاہئے  
 بلکہ دل پر جو حدیث پاک میں صاف ارشاد ہوا انما الاعمال بالنیات اور اس کی تشریح  
 میں کافی موتیں ہیں کہ ظاہر میں کچھ اور دکھائی دیتا ہے مگر دوسرا پہلو جو ذرا غور و فکر کا ظاہر ہوتا ہے، ہوتا ہے مثلاً  
 غیر اللہ کے لئے جھکنا یا کوع کرنا منع ہے مگر جب کہ ایک شخص یا مافور کے پاؤں میں کانٹا لگا تو کوئی دھملا کاٹنا  
 لگانے کے لئے جھکے تو یہ جھکنا وہ جھکنا نہیں جو گناہنا جائز ہے کیونکہ کفایت کاٹنا لگانے کی ہے۔ دیکھئے کسی  
 تنگ کرنا کھانا یا خون بہانا اور زخمی کرنا جائز نہیں مگر طیب یا ڈاکٹر مریض کا آپریشن کرے یا نفع دھوئے تو یہ  
 تنگ کرنا، دھونا اور خون بہانا جائز ہے کہ نیت علاج کی ہے۔ اس کی مدد ہاں میں جو قرآن کریم اور حدیث  
 پاک سے ثابت ہیں۔ باقی تشبیہ صاحبان کی کتاب میں تو واقعی ان میں بھی یونہی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہے  
 مگر کسی ہمارے مسئلہ میں ان کی موافقت سے یہ تصور کرنا کہ ہمارا مسئلہ غلط ہے کہ تشبیہ کے موافق ہو گیا بالکل  
 غلط ہے کئی چیزوں میں وہ ہمارے موافق ہیں۔ دیکھئے غارہ کعبہ کی طرف نہ کر کے ہم بھی نماز پڑھتے ہیں اور  
 وہ بھی ادھر ہی نہ کرتے ہیں تو کیا ہم ان کی وجہ سے غارہ کعبہ کو مذکر کریں؟ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ مگر اس سے یہ  
 بھی دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ ہمارا ان کا کوئی فرق ہی نہیں حقیقت پر قائم ہونا چاہئے ہمیں اپنے مذہب پر  
 ثابت قدم ہونا ضروری ہے۔

رہی سونے کی الجھن تو حدیث پاک مسلم اور بخاری وغیرہ میں مرد کے لئے حرام قرار دی گئی ہے اور



۱۔ سر میں مروہیں سکتا ہے اور نہ ہی گھر میں۔ ہاں اگر کوئی اور تقدیر نہیں سونا ہی گھر سے تو سفر میں ضرورت کے لئے ساتھ ساتھ مگر یہ جائز نہیں کہ مردہیں بھی لے بلکہ چوہا وغیرہ میں محفوظ رکھے

و اللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبیب و آلہ  
اصحابہ و بارئہ وسلم۔

قرہ انعتبروا کو غیر محمدؐ و آلہؑ و انبیاءؑ غفرلہم اہل اشوال المکرم ۱۳۸۳ھ ۲۶/۴

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مفتیان فقہ اس بارہ میں کہ ایک آدمی درویش، عالم حکیم، غنیف عارف، کامل جو کہ تقریباً دو تین ماہ کا دنیا فانی سے رخصت ہو گیا ہے اور اس کی مزار ایک تنگ جگہ پر واقع بنائی جا چکی ہے جس کی وجہ سے عام طور پر دنیا دار بھی معترض ہیں اور عوامی درویشی طبقہ بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کو یہاں سے نکال کر کسی اور جگہ پر دفن کیا جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دو تین مرد عورتوں کو بذریعہ خواب مکمل طور پر اس بزرگ نے کہا ہے کہ مجھے یہاں تکلیف بہت ہے مجھے یہاں سے نکال لیں لہذا آپ جناب ان بیانات کے مطابق فیصلہ فرمادیں اور ہمیں نکالنے کے شرائط اور دوسری جگہ دفن کرنے کے قانون اور خیرات وغیرہ حسب توفیق حکم دے کہ مشکور فرمادیں تاکہ بندہ ہر طرح شریعت طریقت کے لحاظ سے مطمئن ہو سکے۔ بندہ ہمیشہ ہمیشہ جناب کا شکریہ ادا کرتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

احقر العباد و تابع دار بندہ فاکسار فام الفقراء پر غلام رسول سجادہ نشین دربار شریف حضرت النبی بخش  
نوشاہی قادری از موبل شریف



ن بزرگ صاحب کو وہیں آرام کرنے دیں۔ دنیا وار اور عوام کیا جانتے ہیں۔ حدیث پاک سے ثابت ہے

کہ اللہ کے پیاروں کے قریب بہت درجہ قربانی ہیں جہاں تک کہ اللہ چاہتی ہے وہاں تک درجہ قربانی اور  
 تنگی کا کیا حرج ہے؛ کتب مذہب مذہب حنفی میں بعد از وفات نکاح کی ممانعت ہے۔ حکمائی سدرہ مدہ  
 لمذہب

و اللہ تعالیٰ اعلمہ و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیب و آلہ واصحابہ  
 و بارک و سلم۔

عزہ انقیاد الیہ اجماعاً لا اللہ الاہی غیرہ

۱۳۸۶ھ ۱۱-۶۶ ۲۲

## الاستفتاء

ایک صاحب کی طرف سے زبانی پوچھے گئے فتوے کا درج ذیل  
 جواب دیا گیا۔ (محبت)



محبت ملک وقت جناب سلطان علی صاحب ممبر برہنہ کونسل پیدہ توی

اسلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ، مزاج شریف؛ محمد امین ڈولاسنے دریافت کیا ہے کہ قبرستان میں قبر تیار ہو  
 پر میت کو دوسرے گاؤں کے قبرستان میں دفنایا گیا تو پہلی قبر کا کیا کیا جائے؛ لوگ کہتے ہیں کہ غلطو یا مومن  
 پر کی جائے۔ کیا یہ درست ہے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قبر میں جو یا مومن ڈال کر خراب کرنا شرعاً شریف میں ہرگز جائز نہیں  
 کیونکہ یہ امراف یعنی بے جا خرچ کرنا ہے اور امناعت مال یعنی مال کا ضائع کرنا ہے جو حکم قرآن کریم اور حدیث

پاک ہٹھک ناہار اذہرام ہے لہذا قبر کو مٹی سے پُر کیا جائے یا کوئی میت ہو تو اسے دفن کر دیا جائے  
و اللہ تعالیٰ علیہم وعلیٰ آئندہ معاشنا علیٰ حبیب و آلہ و  
صحابہ و بارک وسلم .

عہدہ الضعیفہ الہاجیر محمد نور اللہ میمنی غفرلہ

۱۴ جمادی الثانی ۱۳۸۵ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین سس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک مردہ کے دفن کئے ہوئے  
کو صرف سال کا گزر چکا ہے۔ اب بوجہ بارش یا سیلاب قبر میں پانی داخل ہو گیا ہے۔ قبر بھی زمین میں دب گئی ہے  
اور یہ بھی یقین حاصل ہے کہ مٹی و پانی باہم مل کر کچھ بن گیا ہے اور کچھ سے مردہ آلودہ ہو گیا ہے اب اس صورت  
میں علمائے کرام کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟ مردہ کو قبر سے نکال کر دوسری قبر میں دفن کیا جائے یا اسی قبر پر مٹی ڈال دی  
جائے۔ بینوا توجسروا یا اولی الابصار۔

الاستفتاء : غلام رسول ازہمیلرون



بعد از تکمیل دفن بمش قبر و اخراج منبت کو حضرات احناف و اہم اللہ تعالیٰ فیضہم و برکاتہم نے منع و حرام قرار دیا ہے لہذا اوپر سے قبر  
بنادی جائے۔ متوسط فتاویٰ مابینان فتاویٰ عالمگیری جوازیق مرقی الصلاح، مائشہ خطاوی علی مرقی الفلاح، ورائقہ ارحامہ و احادیث  
قدیرہ وغیرہ سفارہ بہب میں ہے واللہ اعلم من مرآتی العللہ و المنس حرام جعل اللہ تعالیٰ۔ و اللہ تعالیٰ اعلم



وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ والہ وصحبہ و بارک وسلم

مفت اعظم اہل ذمہ نور اللہ امین رحمہ

شاہان مکرم رحمہ

## الکستفتاء

مکی منفی قید و کھ جناب مفتی صاحب نزلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حراج گرامی: عقیدہ ایک استغفار الہی مذہب اہل ذمہ میں کر رہا ہوں یہاں سے فتویٰ کی سخت ضرورت ہے اسلئے آپ سے دعا ہے کہ فوری جواب سرفراز فرمائیں۔ میں ہمیشہ آپ کا پیچہ ممنون رہوں گا۔  
۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان مشرب عتیین اس سلسلہ میں کہ ایک میت کو عارضی طور پر ایک سال کے لئے کسی جگہ ایک عام قبرستان میں کڑی کے صندوق میں رکھ کر امانتہ دفن کر دیا گیا تاکہ مناسب اور موقع کے مطابق جگہ حاصل ہونے پر وہاں سے منتقل کر کے دفن کیا جاسکے۔ اندر میں حالات کیا مذہب حنفی نہایت الجماعت میں میت کو عارضی طور پر دفن کرنا جائز ہے؟

۲۔ اگر جائز ہے تو میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی کیا صورت ہے؟

السائل: سید محمد یونس گیلانی مکان ۸۲/سی۔ کوچہ منظر الگنی بازار لاہور مورخہ ۱۰۔۱۰۔۸۰



ما: مذہب مذہب حنفی میں ایسی کوئی صورت نہیں۔

م: بعد از دفن میت کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی ایسی کوئی وجہ جزا نہیں۔ فتاویٰ شامی و مشکوٰۃ بہ و اما نقلہ بعد دہنہ فلا مطلقا مال فی المعص و نعم کلمۃ المشائخ فی امراءہ دفن اسما وھی غائبہ فی غیر مملکۃ وادامہ

واردت بعد علی ابن ابیسیحہ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہذا دفن نقول کی بابت  
درگتائش نہیں اور اس پر ہمارے مشائخ کرام کا اتفاق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى الله تعالى على حبیبہ وعلى آلہ  
واصحابہ وبارک وسلم۔

عزہ الغفر الی الخیر محمد نور اللہ الیمی غفرلہ

۲۶ رذی الحجۃ المبارک ۱۳۸۹ھ ۲۰۰۹ء

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شریعتین اس مسئلہ میں میرے عم محترم جناب حاجی چراغ دین صاحب  
مرحوم نے وفات کے وقت بندہ کو فرمایا تھا کہ میں نے جناب میان غلام اللہ صاحب دام فیض سے استناز عالیہ  
شرقیہ شریف میں دفن ہونے کے لئے جگہ طلب کی تھی اور آپ نے آمادگی کا اظہار فرمایا تھا۔ وفات کے بعد  
مجھے صندوق میں رکھ کر بطور امانت حقان میں دفن کرنا اور اس کے بعد شرقیہ شریف لے جانا۔ مرحوم کو شرقیہ  
شریف لے جاتے وقت ان کا چہرہ دیکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر بعض اقارب وفات کے وقت زیارت نہ کر سکے  
ہوں تو ان میں سے جو زیادہ قریب ہیں وہ زیارت کر سکتے ہیں یا تمام؟ نیز شرقیہ شریف لے جاتے وقت  
مرحوم کا دوبارہ جنازہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مبینہ و انوجہ و ا۔

سائل: شیخ علی محمد زبیر پور



شرعاً دفن کرنے کے بعد صرف نقل مکانی کے لئے نکالنا جائز نہیں اور یہ جو لوگوں میں امانت رکھنا مشیئ

ب۔ شریعت صلی ہے اور جب لکھا جا رہا ہے تو دوبارہ لکھنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اور وہ اگرچہ ہر قسم  
 بھی ہمارے مذہب میں جائز نہیں و اللہ تعالیٰ اعلم و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ و علیٰ آلہ و صحبہ و سلم

عمرہ النقیب ابو محمد نور اللہ العیسیٰ غفرلہ

۸ ربیع الاول شریف ۱۳۹۰ھ

## الاستفتاء

نوٹ: مولوی المدد بخش صاحب مدرس شرقی نے بذریعہ جوالی کارڈ سوالی ذیل کا جواب طلب کیا ہے۔

کیا فرلتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر اس صورت کہ قزوں پر پھول عدس ماش پانی چھڑکان پینا  
 پیسے ڈالنے خصوصاً حرم الحرام میں جائز ہے یا کہ نہیں۔ کتب مقبرہ بمعہ حوالات تحریر فرما دیں۔ بجز اتوار و



قزوں پر پھول وغیرہ ڈالنے اصل میں مسموم باج ہیں کہ شریعت مطہرہ نے جس چیز کو حرام و منکر فرمایا وہ باج  
 اس پر ہے۔ یہ قاعدہ احناف متعدد آیات اور کثیر احادیث بوداؤد و زردی و ابن ماجہ و مستدرک و بیہقی وغیرہ  
 ثابت ہے و قد صرح به الاسماء الاعلام من المعسرين المحدثين والمعتمدین  
 اور جب باج ثابت ہوئی تو نیت صالحہ سے مستحب بن سکتے ہیں کہ معاملات نیات معاملات سے عبادات اور نیات  
 فاسد سے خطیات بن جاتے ہیں و ذالذا بصنا شاسب بالآیات والاعادید و بصریجات المحدثین  
 والمعتمدین اور بلا وجہ مسلمانوں پر غن بدنا جائز البتہ یہ معلوم ہو کہ اس شخص شخص نے نیت فاسدہ سے ڈالے ہیں تو  
 سمجھا دیا جائے کہ علی العموم حرمت و بدعت کا فتوہ دے دیا جائے و قد صرح المعتمد





# مسائل شتی

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کرام اس مسئلہ میں کہ زید پر اسے تبلیغ بردوکان فرید بخش گیا۔ نماز کے لئے کس  
 فرید بخش نے غدر کیا، آئندہ پڑھنے کا وعدہ کیا۔ قریب ہی ایک پیر صاحب مسی غلام قادر شاہ بیٹھے تھے۔ وہ پکار  
 کئے میں غالی پیشانی رگڑنے سے تو یہ ”بھی نہیں ہے۔“ یہ بھی ”کا اشارہ اپنے آلتاسل کی طرف کرتے ہیں۔  
 دیکھنا ہمارے عرف میں تو جہن ہے۔ دوسرا اشارہ بھی استہزاء کرتا ہے عند الشرا کیا حکم ہے؟  
 السائل : مولوی الہی بخش چک ۳



المیاذ باللہ ! نماز کو غالی پیشانی رگڑنے کا نام دنیا اور میسر ہیودہ جاہلانہ اشارہ سے تو جہن و  
 استہزاء و تہین حرام ہے۔ غلام قادر نے سخت ترین جرم سنگین کا ارتکاب کیا۔ اس پر لازم کہ فوراً سچے دل سے  
 توبہ کرے ورنہ توبہ نفعنا کرے۔ قرآن کریم میں صاف موجود ہے و اذا ما نادیم ی  
 مسدودہ بغض و ما حذوا و لعبا ذلک باہم فوم

ابعدوں۔ پندرہ روزہ ۱۲۔ اور ایت دہوتا ہے قل یا اے وایب ودر  
 حکمت تسہروں۔ لا لعسدر و افد کھڑنم بعد ایسکہ  
 اور اگر نہ مانے اور تو پھر سے تو ایل اسدم پر لازم کہ اس سے بالکل الگ رہیں بیٹیا اٹھا وغیرہ کسی قسم و  
 تعلق و رابطہ نہ رکھیں حضرت رب العالمین کا حکم قرآن کریم میں ہے یا ایہا الذین امنوا  
 لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم مازوا ولبساً من  
 الدین او قوا الکذب من قبلکم و الکفار اولیاء واتقوا  
 اللہ ان حکمت مومنین پندرہ ۱۳۔

واللہ تعالیٰ اعلم وصلى اللہ تعالیٰ علی حبیب  
 والہ وصحبہ وسلم الی ابد الابد۔

حق الغیر الہا الخیر محمد زور الشانی غفرلہ

## الاستفتاء

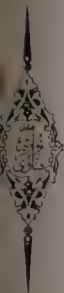
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ بندہ ربوے چھاپ خانہ میں ملازم ہے  
 میرے ساتھ اسی چھاپہ خانہ میں ایک اور آدمی بھی کام کرتا ہے۔ میرا اس سے لڑائی جھگڑا ہے۔ ہم نے بات  
 چیت کبھی نہیں کی۔ ایک دن وہ میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ایک تیسرے شخص نے ہمیں اکٹھا بیٹھا دیکھ کر تسخیر  
 کے لمحے میں مسکرا کر زور سے کہہ دیا اللہ اکبر! میں نے غصہ میں آکر اُس کے جواب میں کہہ دیا "او کتے  
 بکومت" کیوں کہ وہ مجھے پہلے بھی تسخیر و مذاق کرتا رہتا تھا۔ میں نے اس وقت بھی یہ سمجھا کہ یہ شرارتی  
 آدمی ہے۔ شرارت کر رہا ہے اور غصہ میں آکر یہ الفاظ کہہ دے بلکہ غصہ میں مجھے یہ بھی پتہ نہیں لگا  
 کہ اس نے کیا الفاظ استعمال کئے ہیں اور میں کیا کہہ رہا ہوں۔ باقی میں خدا کو ماضی ناظر مان کر کہتا ہوں  
 کہ تو بہن نام خدا میرا قطعاً مقصد نہیں تھا۔ میں تو ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں آپ جیسے بزرگوں سے سکھوں  
 صلوة وادھی وغیرہ کی پابندی کر رکھی ہے۔ اسی لئے وہ مجھے خول کرتا رہتا تھا۔ اب میں اپنے اس

لفظ پر نامد ہوں اور وہ مخالفت بھی پر پکینڈا کرتا ہے کہ اس نے خدا کے نام کی توہین کی ہے۔ کفر یہ لفظ  
 بولے ہیں ۱۰۔ کانکاح ٹوٹ گیا ہے لہذا میں آپ سے سال ہوں۔ ہمارے مہربانی بندہ کے لئے  
 شریعت کی رُو سے جو حکم جو اس سے واپسی ڈاک مطلع فرمائیں۔ بندہ شریعت کے حکم کی تعمیل کے لئے  
 جہل و جان حاضر ہے والسلام

السائل : ولایت علی ساکن گرجی شاہولہ مورہ ۵۸۔۸۰۔۸۰ ہجرت المبارکہ



اس تیسرے شخص نے اگر واقعی لہجہ تحریر میں مسکراتے ہوئے زور سے تکبیر کی تو وہ خود محض  
 گنہگار ہوا توہین نام پاک اور بے ادبی تکبیر کا ترک بنا۔ فتاویٰ عالمگیری جلد ۳۴ میں ہے الکلام  
 منہ ما یوجب اجرا کالتسبیح والتحمید و قراۃ  
 القرآن والاحادیث النبویة وعلم الفقه وقد یأثم  
 بہ اذا فعلہ فی مجلس الفسق وهو یعلم لما فیہ  
 من الاستہزاء والمغالفة لموجب۔ تو آپ کا اس کے جواب میں  
 ۱۰۔ اوتکتے بکومت ”گناہ سے اس استہزاء و تسخر سے (جو موجب توہین ہے) روکنا بنا جو سراسر مہار  
 ہے بلکہ اگر آپ یہ معنی سمجھ کر رد توہین کے لئے کہتے تو موجب اعتراف بننا کہ منی عن المنکر ہے۔  
 اور ایسے ظالموں کا رد جو ارادۂ فاسدہ سے اچھا کلام بولیں، منت الہیہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں ہے ادا  
 جاءک المنافقون قالوا نشہد انک لرسول اللہ واللہ یعلم  
 انک لرسول واللہ یشہدان المنافقین لکاذبون۔ بنا علی حضرت  
 مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے سامنے جب غازیوں نے لا حکم الا للہ دھا تو آپ نے فرمایا کلمۃ  
 حق ارمید بہا باطل۔ الا غیر ذلک من النظام المکاشرة





## د سر نیات المسماة السواحة

بہر حال آپ اندر میں حالات اس الزام سے پاک اور ایمان و توحید پر قائم ہیں اس موردہ کا  
نام پاک کی توہین کرنے والا، گستاخ ہے اور جھوٹا ہے۔ اپنے نکاح کا ٹکڑا کرے۔ پھر اس کا صوم و  
صلوۃ و خیر پر پابندی کی وجہ سے محول کرتے رہنا بھی حرکت کفر ہے اور توہین شریعت میں ہے  
واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جبل محبہ انہم  
واحکم و صلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و  
آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔

محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندر میں مسئلہ کہ ایک شخص کسی شخص کی بنا پر اپنے امام مسجد کی عتاب  
زبانی ہے اور بی کر تہمت ہے بعد میں اسکو احساس ہوتا ہے کہ میں نے غلطی کی ہے۔ آیا اب وہ اپنے امام مسجد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا  
ہے یا کہ نہیں؟ تو یہ مسئلہ فقار بھی کر لیتا ہے اس مسئلہ کی وضاحت قرآن و سنت کے مطابق کیجئے عین نوازش جوئی میرا توجہ  
الاسی، محمد عارف خان نمبر ۱۷ چک ۷۳۵/ری۔ بی ڈاک خانہ چک ۲۹/ری۔ بی ضلع ساہیوال  
نوٹ :- یہ سوال مولانا محمد شفیع قوری عارفی نے پیش کیا ہے۔



جب تو یہ مسئلہ فقار کر لیتا ہے اور اپنی غلطی کا احساس کرتا ہے تو اسے نماز امام مسجد کی اعتبار میں ضرور ادا کرنی

پہلے کیونکہ کسی توہم سے گناہ مٹ جاتا ہے اور نماز کی پابندی سے بھی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں قرآن کریم میں ہے  
 وَهُوَ الَّذِي يُعْطِلُ لِمَنْ يُشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَلِمَعْرُوسٍ السَّيِّئَاتِ فَتُطَاعُ - نیز ارشاد ہے اور  
 مَحْسَنَاتٍ يَدْعُونَ لِسَيِّئَاتِهِمْ - اور حدیث شریف میں ہے التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ يَمْحُورُ  
 لِرِجَالِهِ - جامع صغیر ص ۴۵۹ ہلدا اور یہ بھی حدیث شریف میں ہے اسما حامل لہام بئوسم ب  
 صحیح بخاری ص ۴۵ ہلدا اور قرآن کریم میں ہے وَارْكَعُوا مَعَ رَاكِعِينَ ص ۵۶ - لہذا اسے اپنے امام کی اقتدا  
 میں نماز ضرور ادا کرنی پڑے۔ وَاللّٰهُ نَعَالٰی اَعْلَمُ وَصَلَّى اللّٰهُ نَعَالٰی عَلٰی حَبِيبِہِ وَآلِہٖ  
 وَاصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ۔

مترجمہ: حقیر نے یہ بھی لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ بخیر فرمائے

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ ۲۸-۳-۱۴۰۳

## الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شریعتین اس سلسلہ میں کہ مولوی صاحب امام مسجد جنڈوالی پاکستان شریف نے حافظہ صاحب کو کہ  
 قرآن پاک نماز تراویح میں منارہے تھے ایک رات ان کے سامع جو حافظہ صاحب تھے وہ موجود نہ تھے تو امام مسجد نے بعد نماز  
 تراویح کے اعلان نمازیوں کو کہا کہ آج رات نماز تراویح بالکل نہیں ہوئی نمازیوں نے پوچھا کہ اس کا ثبوت کیا ہے مولوی صاحب  
 نے کہا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز تراویح پڑھائی تو اس آیت جبریل امین علیہ السلام سامع نہیں تھے اس آیت کے  
 قبل حضرت جبریل امین سامع ہوتے اور حضور نماز پڑھا تے لہذا جبریل امین کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے نماز تراویح نہ ہوئی تو  
 حضور نے صحابہ کو فرمایا کہ آج رات سب کی نماز تراویح نہیں کیونکہ میرے پیچھے جبریل امین سامع نہیں تھے تو مولوی صاحب نے  
 نمازیوں کو یہ زبانی ثبوت دے کر کہا کہ ہماری بھی نماز تراویح نہیں ہوئی۔ ملے نماز تراویح ہو گئی یا کہ نہیں ملے مولوی  
 صاحب نے جو ثبوت دیا ہے یہ بالکل صحیح ہے یا کہ نہیں؟ اگر مولوی صاحب کی دلیل کا ثبوت نہیں تو اس کے پیچھے  
 نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ منہ اتھو

اس سائل: حافظہ بخش فریدی پاکستان شریف ۲۸-۳-۱۴۰۳



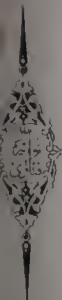




مہرت آیات الکریم میں ہر آیت کے سامنے کوپا نیچے دو جہاں  
قرآن - انشاء اللہ میں لکھے اور سات اربعہ ہے جو کوپا و احسن سر آیت  
ہے

# فہرست آیات مبارکہ

نمبر پ	آیت	نمبر	صفحہ
۱	وَمِن رَّحْمَتِهِمُ يُنْفِقُونَ	۲	۹۳۳
۲	حَسْرَتُكُمْ فِي الْأَرْضِ حِينَئِذٍ	۲۹	۵۱۹-۵۲۲-۳۴۲
۳	وَيَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ	۳۲	۳۵۸-۳۶۸-۳۳۵
۴	رَسُوعِبْنُوا بِلَاغِهِ وَالصَّلَاةَ وَرَبَّهَا كَبِيرَةً	۴۵	۹۴۰-۹۴۹-۲۳۵
۵	وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا فِيكُمْ فِي السِّتْرِ	۴۵	۴۵۴
۶	مَوَدَّةٍ بَيْنَهُمْ يَكْتُمُونَ الْكَيْدَ بِأَنزِيلٍ	۴۵	۴۵۴
۷	وَالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ	۸۲	۳۲۲
۸	وَمَا نُفْقِدُوا مَوْلَا نَفْسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ نَعِدُّوهُ	۱۱	۹۳۳
۹	عِنْدَ انبِرَاسٍ إِلَهِ يَمَانَعَمَلُونَ بَصِيرَةً	۲۱	۶۲۱
۱۰	فَمَنْ هَآؤُلَاءِ سَمِعْتُمْ أَنَّ لَكُمْ ضَرِيقِينَ	۲۱	۶۲۱
۱۱	وَمَنْ أَظْلَمُ مِنْ مَنْ مَسَّحَدَ بِهِ رَأْسُهُ	۲۱	۶۲۱
۱۲	فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي جَرِيدِهَا	۲۱	۶۲۱
۱۳	عَسَىٰ مَا يَكُونُ لَكُمْ مِنْ شَرِّهِ	۲۱	۶۲۱



وَيَسْمَعُ صَوْرَتَهُ

٢٠٠ ٢

وَيَسْمَعُ صَوْرَتَهُ وَرَأَى مَعَهُ

٢٠١ ٣

وَيَسْمَعُ صَوْرَتَهُ وَرَأَى مَعَهُ

٢٠٢ ٤

حِينَ دَعَا لَدَى بَرْدٍ دَعَا فَلَيْسَتْ حِينَ

٢٠٣ ٥

وَبَقِيَ مَعَهُ بَعْدَ بَرْدٍ

٢٠٤ ٦

رَدَّ امْرَأَتَهُ لَمْ يَنْدَ مِنْهُ أَحَدٌ لَمْ يَنْدَ مِنْهُ

٢٠٥ ٧

فَحَسْبُ جَهَنَّمَ وَلَيْسَ الْبَهَادُ

٢٠٦ ٨

فَلَيْسَ خِفَتُهُ إِلَّا لِيُفِيَّ حَدُودَ اللَّهِ فَدَعَا عَنْهَا

٢٠٧ ٩

وَيَسْمَعُ صَوْرَتَهُ

٢٠٨ ١٠

حَفِظُوا عَلَى صَلَاتِهِمْ وَأَصْلَحُوا

٢٠٩ ١١

وَقَوْمًا يَتَّبِعُونَ

٢١٠ ١٢

فَلَيْسَ خِفَتُهُمْ فِي جَالٍ أَوْ رُكَاةٍ

٢١١ ١٣

٣

مَنْ لَمْ يَدْرِ مَقْعُورٍ أَمْوَالُهُمْ فِي سَيْرٍ

٢١٢ ١٤

كَمَنْ حَتَّى تَجِبَتْ تَسْمَعُ مَسَائِرَ فِي كُلِّ سَلَاةٍ

٢١٣ ١٥

وَيَسْمَعُ صَوْرَتَهُ

٢١٤ ١٦

مَنْ لَمْ يَدْرِ مَقْعُورٍ أَمْوَالُهُمْ فِي سَيْرٍ

٢١٥ ١٧

مَنْ لَمْ يَدْرِ مَقْعُورٍ أَمْوَالُهُمْ فِي سَيْرٍ

٢١٦ ١٨

مَنْ لَمْ يَدْرِ مَقْعُورٍ أَمْوَالُهُمْ فِي سَيْرٍ

٢١٧ ١٩

مَنْ لَمْ يَدْرِ مَقْعُورٍ أَمْوَالُهُمْ فِي سَيْرٍ

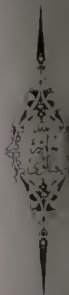
٢١٨ ٢٠

حَقَّ مِنْهُ تَسْمَعُ وَحَقَّ مِنْهُ تَسْمَعُ

٢١٩ ٢١

يَكْفُفُ مِنْهُ تَسْمَعُ وَحَقَّ مِنْهُ تَسْمَعُ

٢٢٠ ٢٢



٣١٢ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ

٢٢

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

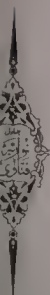
٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ

تَتَفَرَّضُونَ تَتَفَرَّضُونَ

٢٢٦ ٢٢

تَتَفَرَّضُونَ





٣١ سَلَامٌ عَلَيْكَ لَا تُؤْمِنُ بِحَدِيثِ الْمُكَذِّبِينَ

١٥  
١٢٥ سَحَرَسِيَّاهُمْ

٣٢ لَيْسَ بِقَوْلُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ

٤٥  
١٢٣ نَضَارِهَا هُنَّ -

٣٣ مَنْ يُطِيعِ رَسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ

١٦  
١٢٠

٣٤ وَإِذَا صَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ

١٧  
١٢١ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ -

٣٥ إِنَّ الْمُنِفِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ السَّيْرِ -

١٨  
١٢٢

ب

٣٦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْلُوا سَعَاهُمْ إِنَّ اللَّهَ

١٩  
١٢٣

٣٧ قَلَمٌ يَجِدُوا مَا تَقْتَضُونَ أَصْعَدَ أُنْيَا -

٢٠  
١٢٤

٣٨ تَبَيَّنَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَأَسْتَعْمُوا إِلَيْهِ

٢١  
١٢٥

٣٩ مَا رَدَّ جَرَّاهُ وَلَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا

٢٢  
١٢٦

٤٠ رَدَّ إِنَادِيَهُمْ إِلَى مَضَلَّةٍ اتَّخَذُوا هُمْ هُرُؤًا

٢٣  
١٢٧

ب

٤١ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَسْبَابِ

٤٢ تَنْدَكُمُ تَسْأَلُهُمُ الْوُجُوهَ حَالِي عَقَابَهُ

عَنْهَا



۴۶ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سُبِّحْ لِلَّهِ مَا تَرَوْنَ

۲۳۰  $\frac{1.5}{5}$  مَرَّصَةً هَتَّابِيَّةً

۴۸ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمُ

۹۸۴  $\frac{1}{5}$  الْمَوْتُ أَلَّا تَوَلَّوْا مَعَ آلِهِمْ وَآلِ بَنِيكُمْ

۴۹ إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَعْفُ عَنْهُمْ إِنَّكَ

۵۳۸  $\frac{1.8}{5}$  أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

۵۰ رَأَيْتُ بُنْيَاسِيكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ

۳۳۳  $\frac{3.8}{4}$  مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

پ

۵۱ قَسَمَ أَكْثَرُكُمْ مَنِ اخْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ

۳۳۲  $\frac{1.7}{4}$  النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ

۵۲ وَلَا تَسِرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَبْذُلُوا

۲۳۹  $\frac{1.7}{4}$  سَبْعَ آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

۵۳ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ

۵۲۰  $\frac{3.7}{4}$

پ

۵۴ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ

۴۵۷  $\frac{1.9}{4}$  خُلِدَ الْعَقُوفُ وَأَمْرًا بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْغَافِلِينَ

۵۵ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ

۲۴۲  $\frac{2.4}{4}$  تُرْحَمُونَ

پ

۵۶ وَاعْبُدُوا اللَّهَ مَا سَطَعَتْكُمْ قُوَّةٌ

۴۵۷

مَنْ رَزَقَهُ اللَّهُ حَيْوَةً

مرستی

وَأَنْتُمْ قَدْ نَفِيتُمْ إِلَهُ رَبِّكُمْ فَأُولَٰئِكَ الْمَبْذُورُونَ إِلَىٰ الْعَذَابِ وَالْعَذَابُ أَشَدُّ مِنْهُم وَلَٰكِنْ لَا يَعْلَمُونَ

رَسُولِ صِدْقٍ وَرَفِيعٍ مُّؤْتَمِنٍ

۱۱ ما کار یلمسریین را بقمر و مسجد انبیاء عیالین

عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: «مَنْ كَفَرَ بِأَيِّ ذَنْبٍ كَفَرَ، كَفَرَ بِأَيِّ ذَنْبٍ كَفَرَ».

۲۲. إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنِ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

لُجُجِرَ وَفَاقَ لَصَلَوَةً.

۴۰. إِنَّمَا نُصَدِّقُكَ لِلْعُقَرَاءِ إِلَى قَوْلِهِ نَعَالِي، وَفِي

کیمیائی معیار

٢١ وَالَّذِينَ يَبُذُّونَ رُسُلَ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

۵۵ من بانی و سید و رسولی استمسنه و عاون

لَا تَحْتَسِرُوهٗ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ



« مَا كَانَ مِنْهُ يَنْصِفُ قَوْمًا نَعْدِرُ أَذْهَادَهُمْ حَتَّى

يُسَيِّرْ لَهُمْ فَبَقُوا وَإِنَّ اللَّهَ يَكُلُّ شَيْءًا عَالِمٌ

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ

أَخْذِي شَيْئًا

۵۵. حَسْبِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ تَكْوَنُ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَهُوَ يُجِيبُ الْمُتَّقِينَ

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ

۱۱۰

١. وَهُوَ سَخِرَ مِنْهُمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ.
٢. وَلَا تَزِرُ كَوَاكِبُ السَّيْرِ ظِلْمًا فَتَمَسَّكُمْ نَارًا.
٣. وَفِي الصُّورِ صَرْفٍ لِّلْهَارِ وَرُفَاتٍ مِّنَ النَّبِيِّ  
رَأَى الْحَسَنَ ابْنَ يَدِهِ نَسِيَاتِ ذَلِكَ ذِكْرِي  
لِيَذْكُرِينَ.
٤. قَالَ مَعَادُ مَدِينَةِ سَرِيقٍ أَحْسَنَ مَثْوًى.

٥. السَّيِّئِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ  
أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ.

٦. وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا  
الْمُتَأَخِّرِينَ.
٧. وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ.
٨. تَسْحَرِ جُؤَامُهُ جَلِيَّةً يَلْبَسُونَهَا.
٩. وَرَنَّا لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَحِيزَةً تَسْقِيكُمْ وَمَا فِي  
بُطُونِهِ.
١٠. وَرَسُولًا عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيْنَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ.
١١. إِلَّا مَنْ كَفَرَ وَكَلْبَةً مُطْمَئِنِّ بِإِعْسَانٍ.
١٢. وَلَا تَقُولُوا لِمَا نَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا  
قَوْلٌ مِّنْ عَدُوِّكُمْ لِيَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ الْإِ-

۱۳ وَاسْتَدْرَسْتُمْ

۱۴ رَأَىٰ سُمَيْرِيْنِ كَأَنَّهُمَا خَوَانُ الشَّيْطَانِ

۱۵ إِنَّ سَنَعَهُ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ  
مَسْنُونًا

۱۶ يَوْمَ سَدَّ عَوْ كُلِّ أُنَاسٍ بِإِغْمَارِهِمْ

۱۷ وَاسْتَعْلَمَ مِنْ نُفُوزِ مَا هُوَ شَاعَرٌ وَرَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ

۱۸ وَلَا تَحْزَنْ بِصَلَاتَيْكَ وَلَا خِافَتِ يَدَ وَابْنِغَمَا

دَلِيلَ سَبِيلَا

پ

۱۹ وَاعْبُدُونِي يَغْفِرَ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا

۲۰ نُوْفِي تَرَسَرُّ حَدِيدٍ حَتَّىٰ دَسَاوَىٰ سَبَبَا

اصْطَفَيْنِ الْاِيْمَةَ

۲۱ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيَسْبِتَا

۲۲ بِشَيْءٍ كَانَتْهُ لَا إِلَهَ إِلَّا تَا فَاعْبُدْنِي وَفِيمَا

الضَّوْءِ لِيَذْكُرِي

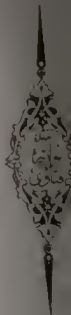
۲۳ تَوَهَّدَ بِشَيْءٍ يُغْفِرُ الذَّائِبَ لَا يَغْفِرُ لَهُ

پ

۲۴ وَمَنْ يُعْظَمْ سَعَايَرٌ لِلَّهِ فَإِنَّهُ مِنْ تَقْوَىٰ تُغْنِي

۲۵ فِدَا وَحَسْبُ حُسْنُهَا فَمَكُونُهَا وَأَطْعَمُوا لَدِيْعًا

سُغْمَر



٥٠ لَوْ شِئْنَا لَمَكَرْنَا لَكَ وَمَا أَفْضَوْا بِمَقْصُودٍ

٥١ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكَ فِي دِينِكَ مِنْ مَحْزَنٍ

### ١٨

٥٢ سُبْحَانَكَ وَمَا فِي الصُّورِ

٥٣ فَخَلِّمْهُمْ سَمَايَيْنَ خَلْدَةً

٥٤ لَوْ رَحِمْنَاهُ عَبَسَ يَارَافِعُ سَهْدَاءَ قَادِ لَمَسْنَا يَا شَهْدَاءَ

٥٥ مَا وَلَيْكَ عِنْدَ اللَّهِ هُمُ الْكَافِرُونَ

٥٦ فِي بُيُوتِ الَّذِينَ نَسُوا نَفْسَهُمْ وَيَدُورُ فِيهَا سُبْحَانَهُ

٥٧ يَوْمَ يَأْتِي الْعَذَابُ وَالْأَصَابُ

٥٨ رَحْمَةً لَئِنْ شِئْنَا لَمَسْنَا نَحَارَهُ وَلَا نَسْتَعْمِلُ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ

٥٩ وَقَالُوا مَا لِي هَذَا الزُّلْمِ يَا كُلُّ الضَّعِيفِ وَيَسْتَعِثُّ فِي

٦٠ الْأَسْوَانِ

٦١ وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ شِئْتُمْ إِلَّا رَجَلًا مَسْحُورًا

### ١٩

٦٢ مَا وَلَيْكَ بِبَنِي اللَّهِ سَيِّئًا فِيهِمْ حَسَنَاتٌ

٦٣ وَتَقَابَلَتَا فِي السَّجْدَتَيْنِ

٦٤ وَسَبَّحُوا لِلَّهِ دِينَ ظَلَمُوا

### ٢٠

٦٥ وَيَتَرَى الْجِبَانَ تَحْطَبُهَا بَمْدَةٌ وَهِيَ تَمُوتُ مَرَّةً

٦٦ لَشَحَابٍ

٦٧ فَلَمَّا سَهَاوُوا دَرَى مِنْ سَابِغٍ أَوَادٍ لَأَتَمَّتْ فِي

۱۰ وَيَسْمُوا الْعَلَّةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ

۱۱ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

۱۲ وَكَفَى اللَّهُ لِلْمُؤْمِنِينَ مِنَ الْغَثِّ وَالنَّازِلِ

۱۳ وَقَدْ كَانَ فِي سُبُحِكَ

۱۴ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ إِلَّا أَحَدٌ مِنْ رِجَالِكُمُ الْآلَةِ

۱۵ بَنَاهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

۱۶ إِنَّ الْبَيْتَ يُؤَدُّونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ لَعَنَ اللَّهُ الْآلَةَ

۱۷ وَالسَّالَةَ الْحَدِيدَ

۱۸ وَسَخَّرَ خَوْفَ جَلِيَّةٍ نَلْبَسُونَهَا

۱۹ صَحَابَ الْقُرَيْبَةِ

۲۰ حَبَاءٍ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ

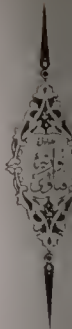
۲۱ وَنَبَهُ حَفِيفَةً وَمَا تَعْمَلُونَ

۲۲ فَتَنْتَرِ بِمَنَادٍ

۲۳ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ حَسَنَةً

۲۴ تَذَكَّرُوا مِنْ خُلُودِ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ يَرْجِعُونَ

خُلُودَهُمْ وَفَلَوْ لَهُمْ دُونَ ذَلِكَ



١٢٥ سَيَرُ الْخَمِيرَ الْقَرِشَ وَهُوَ خَوْبٌ شَدِيدٌ خَوْرٌ

2. 2

بِاحْمَدٍ رَفِيقِهِ

 $\frac{1}{2} \frac{d}{dt}$ 

١٢٩ فَإِنَّ رَبَّكُمُ الَّذِي يُدْعَوْنَ سَجَّابٌ لَكُمْ

[illegible]

١٢٦ هُوَ لَدِي حَمَلِكُمْ مِنْ شَرْبِ شَحْمٍ مِنْ تَطْدِ رَجَبِ

3rd 2/2

١٢٨ رَوِّى الْعَدْلُ فِي عَسَافِهِمْ.

٢٤ وَقَالَ تَدِينُنَا بِمَا نَكْفُرُ بِالْآلِهَةِ الَّتِي نَسْتَعِينُهَا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ هُمْ أَقْرَبُ إِلَيْنَا أَنْ يَدْعُوا بِآلِهَتِهِمْ فَاتَّخِذُوا إِلَٰهَةً خِلافَ مَا نَدْعُوهُ ۚ بَلْ نَحْنُ مَنجُوعُونَ ۖ وَنَحْنُ نَدْعُوهُ بِآيَاتِهِمْ فَاتَّخِذُوا إِلَٰهَةً خِلافَ مَا نَدْعُوهُ ۚ بَلْ نَحْنُ مَنجُوعُونَ ۖ وَنَحْنُ نَدْعُوهُ بِآيَاتِهِمْ فَاتَّخِذُوا إِلَٰهَةً خِلافَ مَا نَدْعُوهُ ۚ

$$\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \left( \frac{1}{2} \frac{d}{dt} \right)$$

فِيهِ نَعْلَمُكَ نَعْبُدُكَ

$$\frac{1000 \times 100}{1000000}$$

۱۴۰ وَمَنْ أَحْسَرَ فَاقْتِسِمُوا دَعَا إِلَى سَبِيلِهِ

۴۵

$$4.2 \quad \frac{5}{51}$$

وَالْمَلِكَةُ سَيْبُخُونُ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

$$\frac{\partial \mathcal{L}}{\partial \mathbf{w}_i} = \frac{\partial \mathcal{L}}{\partial \mathbf{w}_i} + \frac{\partial \mathcal{L}}{\partial \mathbf{w}_i}$$

۴۴۴ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ الَّتِي

$$\gamma = \frac{\partial \gamma}{\partial \gamma}$$

١٣٣. وَمِنْ لَيْتٍ لُحُورٍ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَمِ.

$$\frac{100}{100} = \frac{100}{100}$$

۱۳۴۰ مَ تَبَّتْ يُسْكِرِينَ لَزِيحَ فَبَطَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَى خُفَيْرٍ

$$\frac{4A_1^2}{24}$$

۱۳۵ وَ دَامَ عَصُوهُمُ حَيْرُونَ

$$\frac{d}{dt} \left( \frac{1}{2} m v^2 \right) = \frac{d}{dt} \left( \frac{1}{2} m \frac{dx}{dt} \frac{dx}{dt} \right) = m \frac{dx}{dt} \frac{d^2 x}{dt^2} = m v \frac{d^2 x}{dt^2}$$

۱۳۶ وَلَمْ يَنْصَرَوْا وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ نِجْمٌ عَرْمٍ الْأُمُورِ

9A.10

١٣٤ قُلْ لِلدِّينِ مُوَحَّدٌ وَاحِدٌ ۖ قُلْ لِّلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ عَذَابَ اللَّهِ بَئِذٍ مُّوَدِّعٌ ۖ

۲۲

۳۹ و کائین من قرسیٰ هی سدفوۃ قر قریب لدی

५३६ अ. ११

حرف خ

400

۴۱ مائت و سن اتموا، سنحز و دویذ، قوم



الطَّيِّبِ الْاَلِيَّةِ.

۱۴۱ وَ سَيَحْمَدُ رَبَّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَ

قَبْلَ الْعُرُوبِ.

۱۴۲ وَ مِنْ الْيَلِّ فَسَيَحْمَدُ وَ اَدْبَارَ النُّجُومِ

۱۴۳ وَ اسْتَجْمَعُ يَوْمَ يَدِ الْمُنَادِ.

۲۷

۱۴۴ وَ ذَكَرَ فَإِنَّ السَّيِّئِينَ تَسْمَعُ الْمُؤْمِنِينَ.

۱۴۵ وَ سَيَحْمَدُ رَبَّكَ حِينَ تَقُومُ.

۱۴۶ وَ مِنْ الْيَلِّ فَسَيَحْمَدُ وَ اَدْبَارَ النُّجُومِ.

۱۴۷ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلَى شَيْءٍ نَكِرٍ.

۱۴۸ هَلْ حَوَاءُ الْاِحْسَانِ الْاِحْسَانُ.

۱۴۹ وَ اسْرَلْتَ الْحَدِيدَ فَيُرِي بِاسْمِ شَدِيدٍ وَ

مَنَافِعُ لِلنَّاسِ.

۲۸

۱۵۰ لَا تَسْجُدُ قَوْمًا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِهِ وَ اَلْبَوْمِ الْاَحْمَرِ

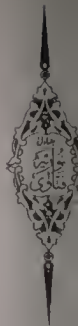
بُوَادُّونَ مِنْ حَاذِ اَللَّهِ وَ رَسُوْلِهِ.

۱۵۱ مَا سَأَلْتُمْ لِرَسُوْلٍ فَخُدُوْهُ وَ مَا مَلَكَكُمْ عَنَّا

فَانْتَهُوْا.

۱۵۲ بَعُوْلُونَ رَنَّتْ عِيْرَتُكَ وَ اِيْحُوْا يَدَ تَدِيْنِ

مَسْقُوْرًا بِاَلْاَيْمَنِ.



٥٣ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا كَمَا قَالَ عِيسَى

ابْنُ مَرْيَمَ الْإِنِّي

٩٣٤  $\frac{٧}{٩١}$

٥٤ مَا عِنْدَ اللَّهِ حَافِرٌ مِنَ النَّهْرِ مِنَ التَّبَارَةِ

٩١٢  $\frac{١١}{٩٢}$

٥٥ رَدَّ حَبْلُكَ الْمُسْفُونُ قَالُوا سَأُفَدُّكَ لِرَبِّكَ

لِلَّهِ الْإِنِّي

٩٣١  $\frac{١٣}{٩٣}$

٥٦ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْوُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا

٩٣٥  $\frac{٨}{٩٤}$

٢٩

٥٧ كَذَلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ

٩٤٢  $\frac{٣٧}{٩٥}$

٥٨ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَعْلُومٌ

٩٣٨  $\frac{٢٧}{٩٦}$

١٥٩

١٦٠ وَأَنَّ الْمَسْحِدَ لِلَّهِ

٩١٠-١٥٠-٩٠  $\frac{١٨}{٩٧}$

١٦١ مَا فَرَعُوا مَا تَسْرَمُ مِنَ الْقُرْآنِ

٥٢٥  $\frac{٣٠}{٩٨}$

١٦٢ وَثِيَابَكَ فَطَهَّرَ

٥٠٢  $\frac{١٧}{٩٩}$

١٦٣ وَجُودَهُ يَوْمَ يَدْنُ اضْرَعُ

٥٢٥  $\frac{٢٢}{١٠٠}$

١٦٤ إِلَى رَبِّهَا نَاطِرَةٌ

٥٢٥  $\frac{٢٣}{١٠١}$

١٦٥ وَيُطْعَمُونَ الظَّعَامَ عَلَى حَيْثُ مَشْكَيْنَا

٩٣٨  $\frac{٨}{١٠٢}$

وَيَسْتَبِشِرُونَ أَسِيرًا

٣٠

١٦٦ فَالْمَدِينَاتِ أَمْوَالًا

٩٥٠  $\frac{٥}{١٠٣}$

١٦٧ دَكَرَ سَمِ رَّبِّهِ فَصَلَّى

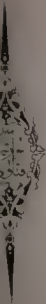
٩٤٥  $\frac{٥}{١٠٤}$

۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰	۱۰۰
۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱	۱۰۱
۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲	۱۰۲
۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳	۱۰۳
۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴	۱۰۴
۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵	۱۰۵
۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶	۱۰۶
۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷	۱۰۷
۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸	۱۰۸
۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹	۱۰۹
۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰	۱۱۰



# فهرست عادیث مبارکه

شماره	عنوان	صفحه
	۱	
۱۱۸	سید الخمر - نسیب	
۱۲۲	۲ اذا اقيمت الصلوة	
۱۵۳	۳ انما بنيت المساجد لما بنيت له	
۱۶۲	۴ ان صلی الله علیه وسلم رمی بعلامینشد ... فقال لا وجدت	
۱۶۲	۵ ان رجلا شذی فی المسجد ... فقال لا وجدت	
۱۶۳	۶ ان الحصاصه لساقد الذی اخرجها من المسجد	
۱۶۳	۷ ان حصی المسجد لشد صرجهما اذا اخرج بهما من المسجد	
۱۶۳	۸ احب ابیاد فی الله مساجد هار بعض ابیاد فی الله سوقها	
	ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مر بقریه قد اسسوا مسجدا	
۱۶۹	..... فقال اسعوه	
۱۸۰	۱۰ ان سئلت حسنت صلها او تصدقت بها فتصدق عمر	
۲۱۳	مرسدن رینوب فی صلوه تصبح ولا یثوب فی غیره	
۲۱۶	۱۲ ان من شعر حکمک	
۲۱۷	۱۳ اسعار حسان فرقی امام رسول الله صلی الله علیه وسلم	
۲۲۷	۱۴ د سوسا ورسا	
۲۵۶	۱۵ انه یمنی عن لصلوه صفاتها حی برو	





۲۲	ایستاده و گوید	حدیث هر چه در هر روز	۳۹۹، ۴۰۰
۲۳	در دعای مستحبه		۳۹۹
۲۵	سماحی زنده دل و سمیه و کسوف و روزه که در روز		۳۹۹، ۴۰۰ ۵۹۹، ۶۰۰
۲۶	تشیق رسول الله صلی الله علیه و سلم فصلی در دعای		
	و دعای نو و کسر جمع ناس که بره		۴۱۱، ۴۱۹
۲۷	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		
	صوت که در وقت است		۴۱۹، ۴۲۱ ۴۲۲
۲۸	سماحی زنده دل و سمیه		۴۹۹
۲۹	حقوق و تشریف		۴۹۸
۳۰	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		
	و سمیه نسی صلی الله علیه و سلم		۵۰۲
۳۱	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۰۲
۳۲	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۰۴
۳۳	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۱۰
۳۴	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۱۰
۳۵	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۱۰
۳۶	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۱۱
۳۷	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۱۱
۳۸	نسی صلی الله علیه و سلم کان یحضر بالعرف		۵۱۲

۲۹ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۱

۵۱ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۱۲

۵۱ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۱۲-۵۱۵

۵۱ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۱۵

۵۳ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۱۶

۵۳ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۲۴

۵۵ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۲۴

۵۱ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۲۸

۵۷ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۳۱

۵۸ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

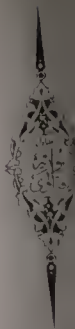
۵۳۲

۵۵ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۳۴

۵۸ در این باب از احوال و صفات حضرت علی علیه السلام  
مطهر است

۵۳۸









79.

۲۹۴

२२५

۳۳۴

२२५

२२५

۲۲۰

۲۲۴-۲۲۵

242

Δ 74

622

914

419

440

4.

6. 2. 6. 1

١٠٨	عبد وصور لعمرو وحمود
٢٣٨	أب رزق قرب سرهم ووضع على حصه
٢٠٢	اعطى صلى الله عليه وسلم دوسا وعضاوا وكاظم
١٠٥	بوسكر رضى الله عنه سبعه كبر
٢١٩	اعفاء الذميه
٢٥٠	

ب

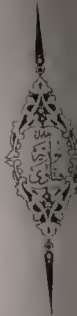
٥٠٤	بين لعب و بين الكفر سرى الصلوة
-----	--------------------------------

ت

٢٥٠١٨٠	صلو باصله لايب عز ولا يوجب ولا يورث ولا يورث ولا يورث ولا يورث
٥١١	تدعون الله في ابلكم ونهركم
٢٥٣	الناشب من الذنب كمن لا ذنب له

ث

١١٤	تمصل من الصلوة منهودة محصورة حتى يستقر
٢٢٢	بالمزمع
١١٨	تمصل في الصلوة محصورة منفس حتى يسوى الشمس
٢٢٥	كالمزمع
١١٥	تم الصلوة مقبولة حتى يفوته ظل زيد بزمع
٢٣٦	لاصلوه حتى تروى الشمس
٢٣٩	سلام فودى بها رسول الله صلى الله عليه وسلم
٢٣٩	ان يعرفه مودى



۱۲۱	مَدَن رَیْس رَنده مَسْجِد مَدَن مَر نَدَدَن و مَدَن کَا مَدَن	۲۲۱۰۲۲۱
۱۲۲	مَدَن لَامَر مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	
	مَدَن کَا مَدَن	۲۲۱
۱۲۳	مَدَن رَیْس رَنده مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	
	مَدَن کَا مَدَن	۲۲۱
۱۲۴	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱
۱۲۵	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱
۱۲۶	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱
۱۲۷	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱
۱۲۸	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱
۱۲۹	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱
۱۳۰	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۲۲۱

ج

۱۳۱	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۱۹۰۰۱۲۳
۱۳۲	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۱۹۰
۱۳۳	مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن مَدَن	۵۱۳



ر

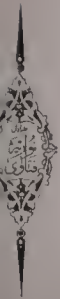
۲۳۰	۱۴۸	روى عن مى خط و نسب
۲۹۲	۱۴۹	ربيد جهر و ربيد المير
۵۰۵	۱۵۰	ركعتين بعد من حير من مسحين ركعتين بعد اعمامه
۵۱۲	۱۵۱	رفع صلى الله عليه وسلم يديه ثلاث مرات
۶۰۶	۱۵۲	ركعتين قبل العصر
۶۰۶	۱۵۳	ركعتين بعد العشاء
	۱۵۴	رسى من الراس صلى الله عليه وسلم وكان الذى ريش الماء على
۶۴۲		قبوه بلال بن رباح
	۱۵۵	روى مجاهد قال دخلت مع ابن عمر مسجد ابي صلى فيه
۲۱۵		لظهر فسمع مؤذنا يثوب فغيب
	۱۵۶	رفع عمر صوت بالقرأة حتى لو كان فى الوادى احد
۲۳۵		لا سمعه

ز

۶۳۰	۱۵۷	زورو لقور فانيها ذكر كذا الموت
۶۳۰	۱۵۸	زورو لقور فانيها ذكر كذا الاخرة

س

	۱۵۹	سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن لحد من الميت شو
۱۶۲ + ۱۶۱		قال نعم
۵۲۲	۱۶۰	صعب رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الطريق بالمغرب



س

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۳۱

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۳۲

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۳۳

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۳۴

و اما در این کتاب که در این باب است

ش

۵۳۵

و اما در این کتاب که در این باب است

ص

۵۳۶ ۵۳۷

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۳۸ ۵۳۹

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۴۰

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۴۱ ۵۴۲

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۴۳

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۴۴

و اما در این کتاب که در این باب است

و اما در این کتاب که در این باب است

۵۴۵

و اما در این کتاب که در این باب است

و اما در این کتاب که در این باب است



۵۲۲

سورۃ النور

۵۲۳

۱۵۲ صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحفہ فی حق  
دل و دل سجدہ نماز

۵۲۴

۵۶۹

۱۵۳ اُصوۃ حسن ماعین لک و د حسن لک و حسن  
عقلم

۱۵۵ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم . حمار نیت

۶۱۰

سُرک سُرکین دابر عت شمس

۶۱۰

۱۵۶ صلیت مع سی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحضر و السفر

۶۱۱

۱۵۷ صلی سجدہ سن

۶۱۱

۱۵۸ صلی رکعتین

۶۰۴

۱۵۹ اُصوۃ علی الحارۃ لاتعد و نکس د غنیمت و استعقر لہ

۱۶۰ صلی نہ سو یکر صلوۃ نصیح فقر<sup>۱</sup> سورۃ بقرہ فی ترکیب

۵۳۰

کلمہ نما

۵۳۱

۱۶۱ صلیت مع عبد اللہ لعناء لآخرۃ فافتم لانتقال

۱۶۲ صلیت حلفت من عبس ب نصرۃ فقر<sup>۱</sup> و لیرکۃ

۵۳۰

فاخرۃ و ما یسر مہ

۱۶۳ صلی مع عمر بن الخطاب یمنکۃ نعرۃ فقر<sup>۱</sup> ..... بسو

۵۳۰

توسیف

۱۶۴ اُصوۃ و حدۃ عسکہ حلف کن مسلم سر کار و دجر و ان

۳۳۶

اعمل الکبیر



١٨٥. في صلاة ركعتين ركعتين  
١٨٦. في صلاة ركعتين ركعتين

ط

١٨٧. طوي من وراء لباسه

ع

١٨٨. عنيكم سدي وسنة لخلقاء السديين

١٨٩. عن عباس بن عبد المطلب...  
١٩٠. عن عباس بن عبد المطلب...  
١٩١. عن عباس بن عبد المطلب...

١٩٢. عن عباس بن عبد المطلب...  
١٩٣. عن عباس بن عبد المطلب...

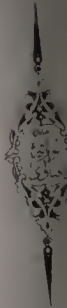
١٩٤. عن عباس بن عبد المطلب...  
١٩٥. عن عباس بن عبد المطلب...

١٩٦. عن عباس بن عبد المطلب...  
١٩٧. عن عباس بن عبد المطلب...

١٩٨. عن عباس بن عبد المطلب...  
١٩٩. عن عباس بن عبد المطلب...

٢٠٠. عن عباس بن عبد المطلب...  
٢٠١. عن عباس بن عبد المطلب...

٢٠٢. عن عباس بن عبد المطلب...  
٢٠٣. عن عباس بن عبد المطلب...



- ١٩١ عن عائشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في صلوة عمره  
١٩٢ عن ابن عباس عن عمر بن الخطاب عن النبي صلى الله عليه وسلم في صلوة علي حذره

## ف

- ١٩٨ فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدي فدخلني الحجر  
١٩٩ . . . . . فوسم عوفضة من البيت .

٢٠٠ فاد صفت قصص في الصلوة محصورة متقبلة حتى يعبد على

- ٢٠١ رثك كالمومح .

- ٢٠٢ فاد دست للروا فارها .

- ٢٠٣ فاد كات في وسط السماء قمرها .

- ٢٠٤ في يوم الجمعة واكثر واعين من الصلوة فيه .

- ٢٠٥ فقد عفا عنه .

- ٢٠٦ فهو عفو .

٢٠٧ فخرج رجل من صلى معه صلى الله عليه وسلم فمر على اهل

- ٢٠٨ مسجده . . . . . وداروا كما هم قبل البيت .

- ٢٠٩ فاسار بيده صلى الله عليه وسلم .

٢١٠ فلما هاجر رسول الله صلى الله عليه وسلم الى المدينة سقط هــ

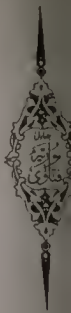
- ٢١١ كـ .

- ٢١٢ فاسبناه مرة اخرى يعود فصل لكتوبة .

٢١٣ فصل انوبكر ملك لرب دسمن ثني صلى الله عليه وسلم وجد

- ٢١٤ من نفس حـ

۲۹۰	دعوت ملت بفرق کعبه	۲۸
۵۱۱	تبیک نزد عذوق لرحانه	۲۹
۵۱۴	در ریب بنی صو بنده عیب و ستم عصب فی موعظه	۳۰
۳۰۸	مسک منفرین	۳۱
۳۰۸	فهر صلی الله علیه و آله کل یوم ششصد و شصت رکعت	۳۲
۴۱۱	فلما ارتفعت الشمس صلی رسول الله صلی الله علیه و سلم	۳۳
۴۱۱	بر کعتی الفجر ثم صلی الفجر	۳۴
۴۱۱	فصلی رکعتین قبل الفجر ثم اقام ثم صلی الفجر	۳۵
۴۱۲	تصلوا رکعتی الفجر ثم صلوا الفجر	۳۶
۴۱۱	فروکم رکعتین غیر عجل	۳۷
۴۱۱	فصلینا رکعتین	۳۸
۴۱۲	صلی رکعتین وصلوا رکعتی الفجر	۳۹
۴۲۱	در ص رسول الله صلی الله علیه و سلم صلاه لخصر و صلاه	۴۰
۴۱۲	السفر	۴۱
۴۲۴	فهو مما قد عفا عنه	۴۲
۴۲۸	فهو مما عفا عنه	۴۳
۴۳۰	فحس صلی الله علیه و سلم عیب قد عان لمرکة	۴۴
۴۳۰	فقام رسول الله صلی الله علیه و سلم قد عورک علیه	۴۵
۴۵۰	فکس سبع الذي بسم به ونصره الذي بصر به	۴۶
۴۲۴	فلما رآه ولید الله علیه و سلم فی سبی عمر و من عوف بصر	۴۷



۶۵۸

عشرة ليلة

۶۵۸

۲۲۸ د. و. م. یوم طریع عسرة لیلة

۲۲۹ یومین عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ب. ما سہد. فہ

۶۶۲

لجمعة

۱۸۰

۲۳۰ بحسب اصلہا ان لا تباع ولا توہب ولا تورث۔

۵۰۲

۲۳۱ فان اللہ احق من تزین لہ۔

۶۲۵

۲۳۲ فیسم فراء، الامام وعوفی بیت۔

۵۳۱

۲۳۳ ففتحہ الاندلس حتی یلم وبعہ النصار۔

۵۸۰

۲۳۴ دس لم یصل فاذا کرام اللہ کانت قد صلیت۔

۶۱۲

۲۳۵ صلی (اس) لظہر رکعتین ثم بعدہا رکعتین۔

۲۳۶ فکانت اذا کان یوم الجمعة منزع اصول السنن۔... کما انفق

۶۲۵

یوم الجمعة۔

## ق

۱۱۸

۲۳۷ فتلوه فتلہم اللہ۔

۲۳۸ فرأیہما بیت من لساء ولبقرة..... فان ما ثوت ان اصم

۵۲۹

قد می حبث وضم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدم۔

۵۳۳

۲۳۹ فرأی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولجرو الرکب۔ لا وفینین۔

۶۳۱

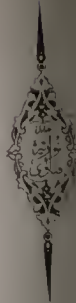
۲۴۰ دل اللہ علی وحی محبی للتحریق وعند لسرق

۲۴۱ عن خدمه فقبل ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند

۶۶۵

اسلم ورحلہ فقبل

	٢٢٢	قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
٦٥٥	٢٢٣	الغمر ووصة من رياض الجنة وحفرة من حفر النار
٦٦٩	٢٢٤	قال علي في سحر ووعظ فيه ورقة يمزج ماعها
١٢٦	٢٢٥	قال علي بن ابي طالب لاجتماعه الا في مصر جامع
٦٢٣ ٦٦٩ ٦٥٥	٢٢٦	قال علي لاجتماعه ولا تشرب الا في مصر جامع
٦٢٣ ٢٩٥ ٦٦٩ ٦٥٥	٢٢٧	قال علي لاجتماعه ولا تشرب الا في مصر جامع
	٢٢٨	قال قتادة يقرأ سورة واحدة في ركعتين او يردد..... كل
٥٢٦		كتاب الله.
٥٣٠	٢٢٩	قرأ عمر في الركعة الاولى بمائة وعشرين آية.
٥٣١	٢٣٠	قرأ عمر بال عمران في الركعتين الاوليين من العشاء.
٥٣١	٢٣١	قرأ ابا سبيل نعمان في الركعتين.
٦٢٦	٢٣٢	قال عثمان بايها الناس ان هذا يوم قد حقق لكم فيه عيدان.
٦٢٦	٢٣٣	قال ابو الدرداء ما اري الامام اذا اتم القوم الا قد كفهم.
٦٠٤	٢٣٤	قال عمرو بن العاص سمع قبحو حول حبري قدوم بخر جرون
	٢٣٥	فكان النبي صلى الله عليه وسلم في زملاءه يحضر...
٢٣١		كان المشركون يؤذونه
٢٣٢	٢٣٦	في حرج صوت من المسجد.
	٢٣٧	في حرج النبي صلى الله عليه وسلم في حريمه نحر حتى
٢٥٢		سقط عليه من لقطعي



- ۲۵۸ کان سی صلی الله علیه وسلم صلی الله علیه وسلم  
۲۵۹ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۰ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۱ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۲ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۳ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۴ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۵ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۶ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۷ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۸ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۶۹ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد  
۲۷۰ کان سی عن صلی الله علیه وسلم یصلی بحسب ما یصلی فی المسجد

٢٤٠ كان علي بن ابي طالب وسيم - مرسر لرس - اعداء و مسعود و

٥٠٣ سيمى عن كسيف الرش في نصوه.

٢٤١ كان يمس العباس تحت اعماشم و عبر العباس و يلس

٥٠٣ اعدس تحت العباسم

٥٠٣ كان يلس القلا من تحت العباسم و غير عمامة.

٥١٣ كان د و عا عا شلا و ادا مال سال شلا.

٢٤٢ كان المي صلى بن علي و سلم يعجب ان سيد عول و بسيفي

٥١٣ شلا.

٢٤٥ كان الناس بناتون الجمعة من منازلهم و من العوا.

٢٤٦ كان ها العاهلية ياكون اشياء..... فبعث ان نصيه.....

٢٢٨ و ما سكت عنه فهو عفو.

٢٤٧ كنت ذهبتكم عن زيارة القبور الا ضرره.

٢٤٨ كنت نهيتكم..... الا ضرره و انما تروهم في نسي و تدكر

٢٣١ الزخرة.

٢٤٩ كان لسي صلى بن علي و سلم ياف: مسعود ما ذكر سبب و نسب

٢٣٥ لركب

٢٨٠ كعد من اعمل من تطيقون في حرمهم دوما و في

٢٨١ كان يصليهم في عصرهم في عصرهم و سببهم في عصرهم

٢٣٤ بعد عصر.

٢٨٢ كان يدو بن علي و سلم د في دوحه و دوحه



۲۸۳	کان رسول الله صلى الله عليه وسلم حجت على الله و عدد	۶۰۳
۲۸۴	کان لسی صلی الله علیه وسلم د'قرع من دهر فب' دل سفر	۶۰۴
۲۸۵	کان من صلی حقیقه یا حجاج	۲۳۶
۲۸۶	کان فی صلوة سب' ناجار فی ثوب واحد مع وضع الی یعی سب	۴۲۵
۲۸۷	کان عمر یقرأ فی لصح سدا من البقرة	۵۳۰
۲۸۸	کان عمر یذکر السورة الطويلة فی الركعتین من التکوین	۵۳۱
۲۸۹	کان عند الله بد کرائس فی کل خمیس	۶۳۵
۲۹۰	کان عمر یقرأ خطایب بروج فی رمضان	۵۵۳
۲۹۱	کان یحب ان یخرج یوم خمیس	۶۳۴
۲۹۲	کان اذ اذعت علی النبی صلی الله علیه وسلم	۶۳۴
۲۹۳	کان ل' محمد صلی الله علیه وسلم اذا عموا عملا استبوه وان	۶۳۶
۲۹۴	کان حب' الزمیل الب' حسن الصالح الذی بدوم علیه العبد	۶۳۶
۲۹۵	کان من مسعود وعمره صیون حقیق لوبد من شعب وک	۶۳۶
۲۹۶	سرسال حمر	۲۳۶
۲۹۷	کان من عمر وجه ل' حرم و قد م صنوع	۴۳۱
۲۹۸	کان من عمر د حمر و عمر دهر سو لوبد حمر من الحمر	۴۹۸



۲۹۸ | سید بنی عمر بن عمر - مہ حورہ حرم و دلالت مہمو

منه

474

ل

148

۲۹۹ | احرار اسلام کے زیرِ قیادت

794

۳۰۰ | زہیرِ حدکم فی صلوات کاب نصیحتِ نجیبہ

२५

۳۱۱ نظم و احیای سرور

۲۲

۳۰۲ | عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يدرى ما يوم وهمر كرهير

२२

۳۰۳ ازیوم و حرمتنا لال یفهره بسطاب یخو سیفہ او سوطہ

94

۳۰۴ | سقراط فی الموعظی من مرآة الیاد داؤد .

41

۳۰۵ | بیس نبی اکرم علی اللہ من الدعاء

Δr

٣٠٦ | الأصوة الإيفاتحة الكتاب.

48

٢٠٤ الأصوف لمن لم يقرأ بأبام القرآن.

۳۰۸ القلما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم د حر ۳۷ سقر

५२

زبانوں کی حمیت۔

1

الحياة

1

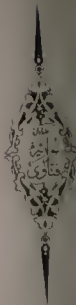
۴۱۰ رابوؤم رورؤم حی یحیی علی بن عباس

Y

۲۸) یاد ورد حمی بحسب الحدود نکر بر مسعود

۳۴ زینب احیاء الزمان فی سیرت منہا نصیب علی بن حمزہ علیہ السلام -

۳۱۳ امام الحسن بن محمد بن علی بن محمد - ۲ - عرشه



سید محمد قاسم

۶۴۵

۳۰۲ | ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے

۶۶۸

سبعون تسبیح

۱۲۱

۳۰۵ | اگر اس نے عشاء و ان صر دیکھ کر الحیل

۱۱۶

۳۰۹ | از وضو و عی حد من غیر ذلک میں صلی علی

۱۰۰

۳۰۶ | لخطاف سے من وراثت الی ذلک

۱۱۵

۳۰۸ | لا یتعدوا الصلوة علی من مات من اهل القبلة

م

۱۱۰

۳۰۹ | من مات عشاء وجب اللہ لہ الحساب الی یوم الدین

۱۱۶

۳۰۲ | من حتم بہ بصیم یوم دخل الجنة

۱۱۰

۳۰۲ | من مات علی سبی بعث اللہ علیہ

۱۱۸

۳۰۲ | من افقی بعیر علم کان الشیء علی من احبہ

۱۲۳

۳۰۳ | من توضأ علی طہر کتب اللہ لہ عشر حسنة

۱۶۲

۳۰۴ | من سجد حلا یمستد صالة فی المسجد فلیقل لا تردہ اللہ علیہ

۲۹۹۰۲۱۲

۶۴۵

۳۰۵ | من اراد ان یومع حسناتہا فہو عند اللہ حسن

۳۰۴۰۳۰۰

۳۰۶ | من اراد ان یومع حسناتہا فہو عند اللہ حسن

۳۸۹۰۲۲۰

۶۵۳

۳۰۶ | من اراد ان یومع حسناتہا فہو عند اللہ حسن

۲۰۳۰۲۶۲

۳۰۶ | من اراد ان یومع حسناتہا فہو عند اللہ حسن

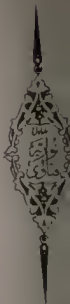
۶۱۳۰۲۵۹

۳۰۶ | من اراد ان یومع حسناتہا فہو عند اللہ حسن

۲۹۰

۳۰۶ | من اراد ان یومع حسناتہا فہو عند اللہ حسن

	٣٣١	من أشبه الله عبدا
٥١٠	٣٣٢	من لم يسل بعصا عيب
٥١٤	٣٣٣	من سلسا وراءه فقط حفا صلوته ولا
٥١٩	٣٣٤	من سوسا للصلاة وسبح لوصوته وتوسل إلى الصلاة المكثورة
٥١٩	٣٣٥	من مسسوت يظهر فيه الظهور ليدى كتب الله عيب
	٣٣٦	من سار عو شتى عشرة ركعة من السنة سعى الله له بين في
١٠٩٠ ١٠٩		النية
١٠٩٠ ١٠٨	٣٣٧	من عبد يصلى لله كل يوم
١٢٠	٣٣٨	من كل له امام فقراءة الإمام فراءة له
١٢٤	٣٣٩	من كان له امام فقراءة الإمام له فراءة
١٣١	٣٤٠	مثل الحليس الصالح والسوء كحامل المسك ونحو الكبر
١٣٢	٣٤١	المستحايون في الله والمستحايون في الله والمستحايون في الله
١٣٢	٣٤٢	ما من مسلمين يلبقان فينصحا حال راعفهم فمل بان تنفذ
١٣٣	٣٤٣	مطوخة بطحاء العرصة الحمراء
١٥٣	٣٤٤	المهاجر من هجر ما سعى الله عنه
١٩١ ١٩٩	٣٤٥	من صلى على ميت في المسجد ودر حره
١٩٩	٣٤٦	من صلى على ميت في المسجد ودر تنجى
٤١٠	٣٤٧	من لم يسل في نفسه كالعريس في عرسه في عرسه
٣٩٥	٣٤٨	ما من من سعى في سعى في سعى في سعى
٤١٩	٣٤٩	من سعى في سعى في سعى في سعى



۳۵۰۔ پانچ گونہ غیبی شہادت و قیامت میں اللہ تعالیٰ کی شہادت ہے کہ میں نے تم کو پیدا کیا اور تم کو لوٹاؤں گا۔

۳۵۔ اور کہ تم کو لوٹاؤں گا اور تم کو دیکھوں گا۔

## ن

۳۵۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اسے یاد آئے کہ وہ نماز میں ہے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۶۰۔ صحیح ہے کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۵۹۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۶۰۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

## و

۳۶۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۶۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

۳۶۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

## ہ

۳۶۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز میں غافل ہو جائے اور اس نے اپنے دل کو لوٹا لیا تو اسے اللہ تعالیٰ سے پانچ سو سال کی عمر عطا ہوگی۔

فصل اول در بیان احوال و حال

ص	۱	۲۵
۵۴۲	۲۵	۲۶
۶۳۰	۲۶	۲۷
	۲۷	۲۸
۶۴۳	۲۸	۲۹
۲	۲۹	۳۰
۶۵۵	۳۰	۳۱
۳۵۹	۳۱	۳۲

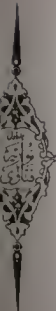


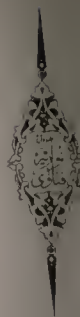
# ماخذ و مراجع فوائد نواریہ جلد ۱

نمبر	کتاب	مجمع اسما و معنی	مصنف	سن سال
۱	قرآن مجید			

## کتاب تفسیر و اصول تفسیر

۲	جامع بیان عربی	کبری امیر مصر ۱۳۳۰ھ	ابو جعفر محمد بن جعفر طبری	۳۱۰ھ
۳	تکملة القرآن جصاص	ہبۃ مصر ۱۳۲۸ھ	ابو بکر احمد بن علی رازی جصاص	۳۳۰ھ
۴	مقدم التفسیر	تجاریہ کبری مصر ۱۳۵۸ھ	ابو محمد حسن بن سعید فزارہ بخاری	۱۳۵۰ھ
۵	مفتاح الغیب کبیر	حسینیہ و عامرہ شرقیہ مصر	فخر الدین محمد بن عمر رازی	۶۱۵ھ
۶	انوار التفسیر	نزل کشور بکھنو ۱۳۸۲ھ	ابو سعید عبدالعزیز بن عمر شافعی بلیاوی	۶۶۰ھ
۷	راک التفسیر	احیاء الکتاب العربیہ مصر ۱۳۲۲ھ	ابو البرکات عبدالمعز بن احمد غنی	۷۱۵ھ
۸	غرائب القرآن و غریب فیہ	کبری امیر مصر ۱۳۳۰ھ	حسن بن محمد قتی قیسا پوری	۷۲۵ھ
۹	باب السادۃ و فیہ خازن	تجاریہ کبری مصر ۱۳۵۸ھ	علی بن محمد بغدادی صوفی خازن	۷۴۱ھ
۱۰	ابن کثیر	عیسیٰ البانی حلبی مصر ۱۳۲۱ھ	ابو الفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر	۷۷۴ھ
۱۱	تفسیر جلالین	مجیدی کانیپور	جلال الدین محمد بن احمد خلجی	۷۹۵ھ
			جلال الدین عبدالحق بن ابوبکر سیوطی	۸۱۵ھ
۱۲	ارشاد العقل	حسینیہ و عامرہ مصر	ابو الاسود محمد بن محمد عمادی ترمذی	۹۱۲ھ
۱۳	تفسیر احمدیہ	علیمی دہلی ۱۳۳۹ھ	شیخ احمد ابو سعید قزحیون جوزپوری	۱۰۳۰ھ
۱۴	روح البیان	دعوات مصر ۱۳۳۳ھ	شیخ اسماعیل حقی بن مصطفیٰ بردوسی	۱۳۶۰ھ



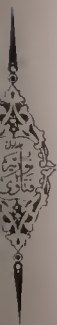


۱	مجموعه کتب جامع	موسی بن موسی	۱۰۰۰
۲	کفر اعرافان	برقی پریس مراد آباد	۱۰۰۰
۳	خزانة العرفان	صدر الافضل سید محمد نسیم الدین	۱۰۰۰
۴	منظری	قاضی شهاب الدین بنی	۱۰۰۰
۵	تقریر صاوی	شیخ احمد بن محمد صاوی	۱۰۰۰
۶	عزیزی	شاه عبدالعزیز دہلوی	۱۰۰۰
۷	مترجم		
۸	فی اقدیر	مصطفی البانی صلی	۱۰۰۰
۹	روح المعانی	سید محمد بن عبدالعزیز آلوسی بغدادی	۱۰۰۰
۱۰	کلیل علی المدارک	محمد عبدالحق مہاجر مہندی	۱۰۰۰
۱۱	فتح البیان	عالم مشائخ الفکر قاضی	۱۰۰۰
۱۲	ترجمان القرآن	محمد بن علی صدیقی حیدرآبادی	۱۰۰۰
۱۳		نواب صدیقی حسن خاں بھوپالی	۱۰۰۰

## کتاب حدیث

۱۴	سند امام عظیم	امام اعظم نعمان بن ثابت	۱۰۰۰
۱۵	قول امام مالک	ابو عبد اللہ مالک بن انس	۱۰۰۰
۱۶	کتاب الآثار	ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم	۱۰۰۰
۱۷	سوط امام محمد	محمد بن حنفیہ شیبانی	۱۰۰۰
۱۸	مسند بود و دیاسی	بود و دیاسی	۱۰۰۰
۱۹	کتاب لام	ابو محمد بن ادریس شافعی	۱۰۰۰
۲۰	صفت عبدالرزاق	ابو جعفر عبدالرزاق بن ہمام	۱۰۰۰

۳۴	مصنف ابن ابی شیبہ	۳۴۷	اقبال برقیہ بستان	۲۳۵	ابو جبرین بوشیبہ
۳۵	مندیہ محمد	۳۴۸	دار صواب و جرت	۲۳۶	ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن فضل
۳۶	سنن دمی	۳۴۹	درینے نور	۲۳۷	ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن
۳۷	الادب المفرد	۳۵۰	قاسمہ	۲۳۸	ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری
۳۸	صحیح بخاری	۳۵۱	اصح المطابع دہلی	۲۳۹	" " " " " "
۳۹	صحیح مسلم	۳۵۲	" " " " " "	۲۴۰	ابو الحسن مسلم بن الحجاج قشیری
۴۰	سنن ابن ماجہ	۳۵۳	کراچی	۲۴۱	ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن ماجہ
۴۱	سنن ابو داؤد	۳۵۴	مجید کی کاپی پر و اصح المطابع	۲۴۲	ابو داؤد سلیمان بن الشعث سجستانی
۴۲	جامع ترمذی	۳۵۵	و غلبی دہلی	۲۴۳	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی
۴۳	سنن نسائی	۳۵۶	مجتہبی	۲۴۴	ابو عبد الرحمن احمد بن شعبہ ثرسانی
۴۴	شرح معانی الآثار	۳۵۷	اصح المطابع بر حیدر یوبند	۲۴۵	ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی
۴۵	مشکل الآثار	۳۵۸	دائرة المعارف	۲۴۶	" " " " " "
۴۶	عمل میوم والیلہ	۳۵۹	" " " " " "	۲۴۷	ابو جبر احمد بن محمد ابن سنی
۴۷	سنن دارقطنی	۳۶۰	فادوقی دہلی	۲۴۸	علی بن عمر بن احمد بغدادی دارقطنی
۴۸	مستدرک علی الصحیحین	۳۶۱	دائرة المعارف	۲۴۹	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم
۴۹	تخصیص	۳۶۲	" " " " " "	۲۵۰	ابو عبد اللہ محمد بن احمد ذهبی
۵۰	بیہقی	۳۶۳	" " " " " "	۲۵۱	ابو جبر احمد بن حسین بن علی بیہقی
۵۱	شرح السنۃ	۳۶۴	اسلامی	۲۵۲	محمد السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود فزاری
۵۲	جامع السانید	۳۶۵	دائرة المعارف	۲۵۳	مؤلف محمد بن عمرو خوزمی
۵۳	اشکوۃ المصابیح	۳۶۶	اصح المطابع	۲۵۴	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ خضیب
۵۴	امامان اصغیر	۳۶۷	تجاریہ کبریٰ مصر	۲۵۵	عبداللہ بن عبد الرحمن بن ابوبکر سوطی







۴۴	زین العابدین	مصر	محمد بن عبد جبار زرقانی مکی	۳۲۰
۴۵	سبحی علی نسائی	مقتبائی	پاکستان محمد بن عبد حامی سندھی	۳۲۰
۴۶	رقاة مفاتیح	اندوینہ منان	علی بن سلطان محمد فارسی	۳۲۰
۴۷	اشقة اللغات	غشی نو کشور	شیخ عبد الحق بن سیف بن محمد	۳۲۰
۴۸	مغایر حق	۱۹۳۳	مولوی قحط مدین	۳۲۰
۴۹	شرح سفر السعاده	نول کشور کھنور	شیخ عبد الحق محمد دہلوی	۳۲۰
۵۰	نصب الزاویہ	مجلس علی	جمال الدین عبد اللہ بن یوسف طبری	۳۲۰
۵۱	الشرح المنیر	سینہ مصر	علی بن احمد عزیزی مصر	۳۲۰
۵۲	شرح حسن حصین		خدا علی بن سہیل محمد فارسی	۳۲۰

## کتاب اسماء الرجال لغت

۵۳	تاریخ بغداد	دار الکتب العربی بیروت	پاکستان محمد بن قحطیب بغدادی	۳۲۰
۵۴	سیرت الامتدالی	السعاده مصر	ابو عبد اللہ محمد بن حمد زہبی	۳۲۰
۵۵	تقریب التذیب	نول کشور کھنور	علامہ محمد بن علی بن حجر عسقلانی	۳۲۰
۵۶	تقیق الرواة	نصار دہلی	سید ابوالوزیر محمد حسن	۳۲۰
۵۷	كشف الظنون	اسلامیہ طہر	مصطفیٰ بن عبد اللہ کاتب حلبی	۳۲۰
۵۸	تنہاج	خیرہ مصر	محمد الدین مبارک بن محمد بن ابی خیر حمزی	۳۲۰
۵۹	حد الثمیر		علامہ عبد اللہ بن عبد الرحمن سیوطی	۳۲۰
۶۰	مجمع البحار	کشوری	دولہ محمد طاهر بن علی بنی ہندی	۳۲۰
۶۱	سلان حرب	بیروت	محمد بن محمد بن بکر مصری	۳۲۰



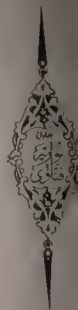
۹۲	صرح	محمدی پورستانه	ابو خصل محمدی پورستانه
۹۳	مفتی الادب	اسلامیه پورستانه	شیخ عبدالرحمن بن عبدسید مصطفوی

## کتاب سیرت

۹۲	المواهب اللدنیة	از سریه مصر ۱۲۵ هـ	علاء الدین محمد قطانی	۹۲۳ هـ
۹۵	زرقانی علی المواهب	" "	محمد بن عبد الباقی زرقانی مصر	۱۱۲۲ هـ
۹۶	سیر حلبیة	مصطفی الباقی حلبی ۳۲۹ هـ	نور الدین علی بن برهان الدین ابراهیم حلبی	۱۰۲۲ هـ
۹۷	معارج النبوة		ملا معین کاشانی هروی واعظ حنفی	۹۵۳ هـ
۹۸	معارج النبوة	نزل کشور ۱۹۱۳ هـ	شیخ عبدالحق محمدش دهلوی	۱۰۵۲ هـ
۹۹	زاد المعاد	از سریه مصر ۳۲۵ هـ	شمس الدین بن عبدالباقی قمی جوزی	۱۱۵۲ هـ
۱۰۰	جمع الوسائل	عامره شرقیه مصر ۳۱۵ هـ	ملا علی بن سلطان محمد قاری	۱۲۵۲ هـ

کتاب عقائد

۱۰۱	فقه اکبر	علی مصر ۳۲۰	امام عظیم نعمان بن ثابت البخیز	۱۵۰
۱۰۲	سخ لروض	مصطفی البانی علی مصر ۳۲۰	نوا علی قاری حنفی	۱۰۲
۱۰۳	شبه فقه اکبر	مجتبائی دلی ۳۹۰	بودنتی احمد بن محمد خیناوی	۱۰۹
۱۰۴	حقانہ	سراج لدین لاہور	نجم لدین ابونعص عمر بن محمد	۳۵۰
۱۰۵	شبه حقانہ	"	سعد لدین مسعود بن عمر غفاری	۴۵۲
۱۰۶	شبه صدور	احیاء بکنت حرم مصر	امام جمال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر سلیمی	۳۰۰
۱۰۷	نہ توفی ابو	محبیدی کپور ۳۳۰	قاضی شامہ لدینی تہی	۳۲۵
۱۰۸	کتاب الوت	دائرة لغار ۲۲۵	شمس لدین بن علی لدین قمر جوزی	۳۵۰



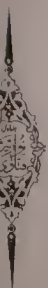
۱۰۹	تہذیب و تہذیب	حزب الاسلامیہ	۱۳۸۰ھ
۱۱۰	تعمیل الایمان	مجدبانی دہی	۱۳۳۲ھ
۱۱۱	امامة تقيہ	ماہور	۱۳۴۰ھ
۱۱۲	الوجاہ محمد بن علی بن علی حارثی	ابو سکر محمد بن عبد السمید سامی	۱۳۵۲ھ
۱۱۳	ابن قتیہ جزی	شیخ عبدالحق محمد دہوی	۱۳۶۰ھ
۱۱۴	محمد محمد محمد ابن امیر الخراج فاسی ماکی	شاہ احمد رضا مال برہون	۱۳۷۰ھ

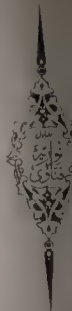
## کتاب تصوف

۱۱۲	وقت القلوب	شرکتہ مکتبہ مصر	۱۳۸۱ھ
۱۱۳	جلالہ فہام	ہباعتہ المنیر	۱۳۵۶ھ
۱۱۴	مغل الشریع الشریف	عامہ و شرقیہ	۱۳۲۰ھ
۱۱۵	جذب القلوب	نول کشور کھنور	۱۳۹۰ھ
۱۱۶	ابو طالب محمد بن علی بن علی حارثی	ابن قتیہ جزی	۱۳۶۶ھ
۱۱۷	محمد محمد محمد ابن امیر الخراج فاسی ماکی	شیخ عبدالحق محمد دہوی	۱۳۵۲ھ

## کتاب فقہ

۱۱۶	جامع صغیر	علوی	۱۳۳۲ھ
۱۱۷	جامع کبیر	استقامتہ مصر	۱۳۵۶ھ
۱۱۸	احکام الوقت	دائرة المعارف	۱۳۲۵ھ
۱۱۹	قدوری	صح المصالح کراچی	۱۳۲۵ھ
۱۲۰	مضمرات	صوفی یوسف بن عمر کادوری	۱۳۳۲ھ
۱۲۱	مبسوط	محمد بن احمد بن بطل مسری	۱۳۸۳ھ
۱۲۲	خداوند نفاوی	عابد بن احمد بن عبد الرشید بخاری	۱۳۲۲ھ
۱۲۳	فتاویٰ مسراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان اوشی فغانی	۱۳۵۹ھ
۱۲۴	مراجعات	ملک العبداء والہ بن ابوبکر ابن مسعود کاشانی	۱۳۵۹ھ
۱۲۵	فتاویٰ قاضیان	فتیہ النفس حسن بن نصو اوزجندی	۱۳۵۹ھ

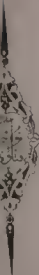


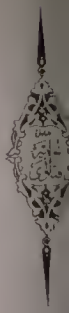


۱۲۶	جایه	مجتبائی و محبتائی بی شکسته	سید ابوالفضل محمد بن علی بن حسین
۱۲۷	مشرقه	مشرقه	مشرقه
۱۲۸	کفایه	میرزا نصرالله	مولانا عبداللہ بن خوارزمی
۱۲۹	عنایه	"	محمد بن محمود بارتی
۱۳۰	مینی	فول کشور ۱۲۹۳	علامہ بدرالدین محمد و مینی
۱۳۱	فتح اقدیر	میرزا نصرالله	کمال الدین محمد بن عبدالحکیم بن جام
۱۳۲	منیب	قرآن محل کراچی ۱۳۴۷	علامہ سید الدین محمد بن محمد کاشغری
۱۳۳	کبیری	مجتبائی و بی شکسته	شیخ برہم بن محمد علی
۱۳۴	صغیری	" ۱۳۲۹	"
۱۳۵	کنز الدقائق	مجتبائی و شمس الطالع وغیرہ	ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بنی
۱۳۶	تبيين الحقائق	امیر میرزا نصرالله	فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زنجی
۱۳۷	رد المحتاق	حیدری بمبئی ۱۲۹۷	بدر الدین محمد عینی
۱۳۸	منہ الخلق	دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳	علامہ ابن عابدین شامی
۱۳۹	شبی	امیر میرزا نصرالله	شباب مدین احمد شمس
۱۴۰	بحر الرائق	دارالکتب العربیہ مصر ۱۳۳۳	زمین الدین بن برہم بن فخر مصری
۱۴۱	مختصر اوقایہ	مجتبائی و مجیدی	عبدلہ بن مسعود بن تاج الشریعہ
۱۴۲	شرح اوقایہ	مفتیانہ کمپنی کراچی	"
۱۴۳	برہندی	"	عبدالحی برہندی
۱۴۴	جانب زور	لوکھو ۱۳۰۹	شمس الدین محمد خراسانی قستانی
۱۴۵	عمدۃ العباد	مجیدی	علامہ عبدالحی کھنوی



۱۴۸	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۴۸
۱۴۹	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۴۹
۱۵۰	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۰
۱۵۱	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۱
۱۵۲	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۲
۱۵۳	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۳
۱۵۴	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۴
۱۵۵	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۵
۱۵۶	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۶
۱۵۷	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۷
۱۵۸	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۸
۱۵۹	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۵۹
۱۶۰	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۰
۱۶۱	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۱
۱۶۲	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۲
۱۶۳	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۳
۱۶۴	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۴
۱۶۵	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۵
۱۶۶	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۶
۱۶۷	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۷
۱۶۸	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۸
۱۶۹	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۶۹
۱۷۰	در سعاده و شقاوت	میرزا محمد رفیع	۱۷۰





۱۰۰	فتاویٰ دہلی	جید پرست	قرآن مجید	۱۰۰
۹۹	عقود ندرج	مبینہ مصر	محمد بن ابی بکر	۹۹
۹۸	فتاویٰ مبارک	اسفی فرنگی	مولانا عبدالحی کھنوی	۹۸
۹۷	فتاویٰ رضویہ		مولانا احمد رضا خاں رطوبی	۹۷
۹۶	کھل اضیہ الفاجم	عشت دارالاشا		
۹۵	بدل الجوانز	نوری کتب خانہ لاہور		
۹۴	فتاویٰ باقریہ			
۹۳	احکام شریعت	ہند پیدنگ کمپنی		
۹۲	کشف شافیا	لیتھوگریفی پریس کانپور		
۹۱	الحجۃ المومنہ			
۹۰	اسواط العذاب			
۸۹	لمعۃ الصغی	لاہور نوری کتب خانہ		
۸۸	منج السلاسل			
۸۷	بہار شریعت	رفاہ عامرہ اگرہ	مولانا محمد علی عظمی	۸۷
۸۶	حاشیہ شامی	غیر مطبوعہ	فتیہ عثمانیہ مولانا ابوالخیر محمد نور احمدی	۸۶
۸۵	نور الحق الدلہ	۱۹۳۹ء تا ۱۹۳۶ء		
۸۴	فی الزوال	۱۳۹۰ء تا ۱۳۹۱ء		
۸۳	مقوال عبدالمساک	۱۳۹۳ء تا ۱۹۴۲ء		
۸۲	تقبیل الایمانین			
۸۱	ثانی الاذنین	۱۳۴۸ء		
۸۰	آباد البشری	نشر رت پریس لاہور		
۷۹		۱۳۸۹ء تا ۱۹۶۹ء		

# کتاب اصول فقه

۱. موالد مشایخ	جمعیہ دیوبند	نظام الدین اسحاق بن ابراہیم شاشی	۱۰۰
۲. مختصر مفتی	کبریٰ امیرہ مصر	جمال الدین عثمان بن عربی عجب مکی	۱۰۱
۳. شرح تفسیر	...	محمد الدین عبد الرحمن بن احمد انجلی	۱۰۲
۴. حاشیہ تفسیری	...	عبدالمعز سعد الدین تفتازانی	۱۰۳
۵. منارہ نور	سعید احمد کراچی	ابوبکر بن عبد اللہ بن احمد نسفی	۱۰۴
۶. فضاء الانوار	دار الکتب العصریہ مصر	سعد الدین ابو الفضل دہلوی	۱۰۵
۷. شمات الاسرار	...	علامہ ابن عابدین شامی	۱۰۶
۸. سراج المتاملین ملک	دار الطباعۃ عامرہ مصر	مولوی عبد لطیف بن ملک ابن حکم	۱۰۷
۹. سراج المتاملین شامی	...	زین الدین عبد الرحمن بن بوکر ابن عینی	۱۰۸
۱۰. نور الانوار	سعید احمد کراچی	شیخ احمد عرجون	۱۰۹
۱۱. تنقیح اصول	فخرانی پشاور	عبد اللہ بن سعد بن تراج الشرعیہ	۱۱۰
۱۲. وضع	...	...	۱۱۱
۱۳. فوج	...	سعد الدین مسعود تفتازانی	۱۱۲
۱۴. تحفہ اصول	مصطفیٰ بہائی بکلی مصر	علامہ ابن تیمیہ علی الاطلاق	۱۱۳
۱۵. قیرہ تحریر	...	محمد بن امیر بادشاہ	۱۱۴
۱۶. شاہد النظر	نور کشو کھنور	ابن الدین بن ابراہیم بن نجم مصری	۱۱۵
۱۷. شمع العینی	دکھنو	شہید ابن سید احمد بن محمد حموی مصر	۱۱۶